ضیاء الواعظین

مُصنّف

الحافظ مُحمّد خان نوری ابدالوی

وائس پرنسپل محمدیہ غوثیہ بھیر شریف

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور۔ کراچی ○ پاکستان

ضیاء الواعظین

زیر نگرانی

ادارہ ضیاء المصنفین

بھیرہ شریف

مصنّف

الحافظ محمد خان نوری ابدالوی

وائس پرنسپل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور ○ کراچی ○ پاکستان

نام کتاب	ضیاء الواعظین (جلد اول)
مصنف	شیخ التفسیر حضرت مولانا حافظ محمد خان نوری
زیر اہتمام	ادارہ ضیاء المصنفین، بھیرہ شریف
زیر نگرانی	قاری اشفاق احمد خان
تاریخ اشاعت	نومبر 2009ء
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	KM1
قیمت	-/250 روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 37221953 فیکس:۔ 042-37238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 37225085-37247350

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-32212011-32630411۔ فیکس:۔ 021-32210212

e-mail:- info@zia-ul-quran.com

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بلغ العلیٰ بکمالہ

کشف الدجیٰ بجمالہ

حسنت جمیع خصالہ

صلوا علیہ وآلہ

فہرست مضامین

ابتدائیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ۔ وَعَلٰی مَنِ اتَّبَعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔

یہ بندۂ پر تقصیر اللہ تعالیٰ کی ان عنایات بے پایاں کا جتنا شکر ادا کرے کم ہے اس کے ان بے شمار انعامات میں سے ایک انعام یہ بھی ہے کہ اس نے اس ذرۂ ناچیز کو اس ہنگامہ خیز دور میں گوناگوں مصروفیات کے باوجود یہ چند سطور لکھنے کی توفیق مرحمت فرمائی اور قرآن وحدیث، اقوال صحابہ، اولیاء کرام کی زندگی کے زریں واقعات اور علماء ربانیین کے روشن خیالات کو ضیاء الواعظین کے نام پر جمع کرنے کا شوق اور ذوق عطا فرمایا کہاں اس ہیچمدان کا علم اور فہم نارسا اور کہاں وعظ وارشادات کی پرخار وادی جس میں چلنے والے مسافر کا زادراہ علم وتقویٰ اور زہد خلوص کے سوا کچھ نہیں ہوتا جس سے یہ بندۂ ناچیز تہی دامن تھا مگر پھر بھی اللہ رب العزت کی نصرت وتائید پر بھروسہ کرتے ہوئے سفر شوق جاری ہے اور اس کی توفیق خاص سے یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا اللہ کریم اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے اسے قبول فرمائے۔ یہ محض اس کا فضل واحسان اور حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی نظر عنایت کا صدقہ ہے کہ یہ بندۂ ناچیز چند موضوعات پر خامہ فرسائی کرنے کی جرأت کر سکا ہے اور اس نے یہ کوشش کی ہے کہ اپنے خیالات کو قرآن وحدیث کی روشنی میں جمع کرے تاکہ اس بے حیائی اور نفسانفسی کے عالم میں لوگ اس سے نفع حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ اس حقیر کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اجر عظیم سے بھی نوازے۔ (آمین ثم آمین)

اے مولائے کریم! تو اس بندۂ ناچیز کی خطاؤں کو معاف فرما، اس کے والدین کریمین کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرما اور اس کے اساتذہ کرام کو بلند درجات عطا فرما خصوصاً

حضور غریب نواز سیدی وسندی قبلہ ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کو جنت الفردوس میں بلند سے بلند مراتب عطا فرما جن کی نگاہ لطف و کرم کی بدولت یہ بندۂ ناچیز اس قابل ہوا کہ اس حقیری کاوش کو لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے پیش کر سکا۔ میرے عزیز و اقارب اہل وعیال اور اس کام میں میری معاونت کرنے والوں کو دین و دنیا کی سعادتیں عطا فرما خصوصاً عزیزتی میری نواسی جس نے یہ مسودہ تیار کرنے میں میرے ساتھ بھرپور تعاون کیا اے اللہ! تو اسے اپنے دین متین کا وافر علم بھی عطا فرما اور اس کو روشن ضمیر اور روشن دماغ بھی عطا فرما اس کے مستقبل کو روشن و منور فرما دین و دنیا کی ہر آزمائش سے اسے محفوظ رکھ۔ اگر اس بچی کا تعاون حاصل نہ ہوتا تو شاید میں یہ کام نہ کر سکتا۔ میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ اے مولائے کریم! تو ضیاء القرآن پبلی کیشنز کے جنرل مینجر الحاج صاحبزادہ محمد حفیظ البرکات شاہ صاحب اور شعبہ تصنیفات کے ڈائریکٹر میجر پیرزادہ محمد ابراہیم شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو اجر عظیم عطا فرما ان بچوں کو ہر قسم کی آزمائشوں سے محفوظ رکھ ان کے کاروبار میں بے شمار برکتیں عطا فرما، جن کی حوصلہ افزائی سے میں یہ مواعظ لکھنے میں کامیاب ہوا۔ اگر ان کی حوصلہ افزائی نہ ہوتی تو میرے لیے اس کام کو انجام دینا ناممکن سی بات تھی۔ اللہ تعالیٰ اس کار خیر میں ان کے تعاون کا انہیں بے شمار اجر عطا فرمائے۔ میں یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے حضور غریب نواز کے نام پر قائم کردہ تمام اداروں کو ترقی عطا فرمائے اور حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین، حضرت امین الامت پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب کو اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی بیش از بیش توفیق عطا فرما۔ (آمین ثم آمین)

حافظ محمد خان نوری عُفیَ عنہ۔

پہلا وعظ

اخلاص

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِیۡمِ
اَمَا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ
بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔
قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَنُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ
لَا شَرِیۡکَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِکَ اُمِرۡتُ وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ

(اے محبوب!) آپ فرمادیں کہ میری نماز۔ میری عبادت اور میری حیات وممات سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو سارے جہانوں کو پالنے والا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلے مسلمانوں سے ہوں۔

اسلام نے جس طرح انسان کی جبین نیاز کو پتھروں۔ درختوں۔ دریاؤں۔ سمندروں۔ آگ۔ ہوا۔ چاند۔ سورج اور تاروں وغیرہ معبودان باطل سے ہٹا کر بارگاہ رب العزت میں سجدہ ریز کیا جو وحدہ لاشریک ہے نہ اس کی ذات میں اور نہ ہی اس کی صفات میں کوئی اس جیسا ہے اسی طرح اس کے زندگی کے معیار کو اتنا بلند کیا کہ سیم وزر کے انبار۔ جواہرات کے ڈھیر۔ تخت وتاج اور نام ونمود ان کی حقیقت اس کی نظروں میں حقیر اور بے وقعت دکھائی دینے لگتی ہے وہ مقصد اعلیٰ کیا تھا؟

وہ معرفت الٰہی تھی جتنی اسے معرفت حاصل ہوتی گئی اتنا ہی اس کا مقصد پایہ تکمیل کو پہنچتا گیا اس راہ میں ایک ایسی منزل بھی آئی جہاں اس نے بے دھڑک یہ اعلان کر دیا کہ میری نماز میری عبادت میری زندگی اور موت کا مقصد صرف اور صرف پروردگار عالم کی ذات اقدس ہے نہ مجھے دنیا کی خواہش ہے اور نہ اس کی آسائشوں کی بلکہ یہ سب چیزیں اس

کی نگاہ حق بین میں لہو ولعب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں۔ یہ ہے اسلام کا وہ طرۂ امتیاز جو اسے تمام مذاہب عالم میں ممتاز کر دیتا ہے جس نے اپنی پیروی کرنے والوں کو یہ تلقین کی ہے کہ تمہاری کوششوں اور زندگی کا مقصد صرف خدائے پاک وحدہ لاشریک کی رضامندی ہے اور اگر کوئی شخص اپنی عبادات کا مقصد رضائے الٰہی کے سوا اور کسی چیز کو ٹھہرائے تو وہ اس کی عبادات اس کے لیے وبال جان ثابت ہوں گی۔ اور اسی کو شرک فی العبادت کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی غیر کو شریک کیا جائے اور اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا نہ ہو بلکہ دنیاوی اغراض ومقاصد۔ نمود ونمائش اور دکھاوا ہو اس کا مرتکب مشرک نہیں ہوتا بلکہ ریا کار کہلاتا ہے۔ ریا اور سُمعہ کا زہر اس کے اعمال کا ثواب ختم کر دیتا ہے اور اس کے اعمال کا ثواب اسے حاصل نہیں ہوتا بلکہ وہ اس کے لیے وبال جان ہوتے ہیں اگر وہ اپنی عبادت میں خلوص پیدا کرے اور اپنی نیت کا قبلہ درست کر لے تو اس کی عبادت قبول ہو جاتی ہے اور اس کی بخشش کی امید کی جاسکتی ہے۔ اسی لیے اسلام صرف توحید ذاتی اور صفاتی کا ہی درس نہیں دیتا بلکہ عملی شرک کی بھی بھرپور تردید کرتا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے ایک شہید کو پیش کیا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا کہ ہم نے تم پر بہت زیادہ احسانات کیئے ہیں تم نے ان کا شکریہ ادا کرنے کے لیے میری رضا کے لیے کیا عمل کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف کرتے ہوئے عرض کرے گا کہ اے اللہ! میں نے تیرا نام بلند کرنے اور تیرے دین کی سربلندی کے لیے جہاد میں شرکت کی اور خون کا آخری قطرہ تک بہا دیا تاکہ تو راضی ہو جائے اور جام شہادت نوش کیا تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ میں عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہوں اور میں جانتا ہوں کہ تو جھوٹ بول رہا ہے کیونکہ تیرا مقصد میری رضا نہ تھی بلکہ تو اس لیے لڑتا رہا کہ تجھے بہادر کہا جائے اور تجھے مال غنیمت حاصل ہو تجھے بہادر بھی کہا گیا اور تو نے مال غنیمت میں بھی حصہ پالیا پھر اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینکنے کا حکم دیا جائے گا اور اس پر فوراً عمل کیا جائے گا۔

پھر قاری معلم کو حاضر کیا جائے گا اس پر اپنے احسانات جتائے جائیں گے جن کا وہ اعتراف کرے گا۔ پھر اس سے سوال ہوگا کہ تم نے میرے لیے کیا کیا؟ وہ کہے گا۔

تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وعَلَّمْتُهُ وَقَرَأْتُ فِیْکَ الْقُرْآنَ قَالَ کَذِبْت لٰکِنَّکَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِیُقَالَ اِنَّکَ عَالِمٌ وَقَارٍ فسُحِبَ.

میں نے علم حاصل کیا اور اسے لوگوں کو سکھایا اور تیری رضا کے لیے قرآن کریم کی تلاوت کرتا رہا اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا حصول علم اور تلاوت قرآن سے تیرا مقصد میری رضا نہ تھی بلکہ تو یہ چاہتا تھا کہ تجھے عالم اور قاری کہا جائے پس وہ تجھے کہا گیا پھر اسے جہنم میں منہ کے بل گھسیٹ کر پھینک دیا جائے گا۔

اس کے بعد ایک دولت مند کو حاضر ہونے کا حکم ہوگا۔ جس کو وسیع رزق عطا کیا گیا تھا اس پر اللہ کی نعمتیں شمار کی جائیں گی جن کا وہ اعتراف کرے گا پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ تو نے اس مال و دولت سے میری رضا کے لیے کیا عمل کیا ہے وہ جواب دے گا:

مَا تَرَکْتُ مِنْ سَبِیْلٍ تُحِبُّ اَنْ یُنْفَقَ فِیْهَا اِلَّا اَنْفَقْتُ فِیْهَا لَکَ قَالَ کَذِبْتَ.وَلٰکِنَّکَ فَعَلْتَ لِیُقَالَ اَنْتَ جَوَّادٌ ثُمَّ اُمِرَ فَسُحِبَ فِیْ جَهَنَّمَ.

میں نے کوئی ایسا راستہ نہیں چھوڑا جس میں مال خرچ کرنے کو تو پسند فرماتا تھا مگر میں نے اس میں تیری رضا کے لیے خرچ کیا اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا لیکن تو نے یہ اس لیے کیا تاکہ تجھے سخی کہا جائے اور دنیا میں وہ تجھے کہا گیا پھر اسے گھسیٹ کر جہنم میں پھینکنے کا حکم ہوگا۔

سبحان اللہ بے غرضی اور بے نفسی کا یہ وہ بہترین سبق ہے جس سے مذاہب عالم کے صحائف خالی ہیں جان تک قربان کی دولت خرچ کر دی ساری زندگی تعلیم و تعلم میں صرف کر دی لیکن مقصود دنیا تھی اور رضائے الٰہی مراد نہ تھی یہ سب کچھ مقبول نہ ہوا اور اسے واصل جہنم کر دیا گیا۔

ایک اور مقام پر قرآن کریم میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے:

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا. وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا.

جو اپنے رب کی ملاقات کی امید کرتا ہے (یوم آخرت) چاہیے کہ وہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی غیر کو شریک نہ بنائے بلکہ اس کے دل میں عبادت الٰہی میں غیر اللہ کا خیال تک بھی نہ گزرے جس کے دل میں اتنا تقدس نہیں ہوتا اس کی اس پاکیزہ ادارہ میں کوئی گنجائش نہیں اور ایسے لوگوں کو بر سر محشر رسوا اور مخذول ہونا پڑے گا۔

مشکوٰۃ شریف کے باب الریاء میں یہ حدیث شریف مذکور ہے۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَمَعَ اللّٰهُ النَّاسَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَادٰى مُنَادٍ مَنْ اَشْرَكَ فِيْ عَمَلٍ عَمِلَهٗ لِلّٰهِ اَحَدًا فَلْيَطْلُبْ ثَوَابَهٗ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ اَوْ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ لوگوں کو جمع فرمائے گا تو ایک پکارنے والا ندا کرے گا جس نے اپنے اس عمل میں جو اس نے اپنے خیال کے مطابق اللہ کی رضا کے لیے کیا اس میں کسی کو شریک کیا تھا تو وہ اپنے عمل کا ثواب اللہ کے سوا اس غیر سے طلب کرے۔

اسی لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ جُبّ الحزن سے پناہ مانگا کرتے تھے آپ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا دوزخ میں ایک وادی ہے جس کا نام جُبّ الحزن ہے جو ریاکاریوں کے لیے مختص ہے میں اس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

قربِ حق از ہر عمل مقصود دار   تا جلالش باشد از تو آشکار

یعنی دنیا کو اپنے مقصد سے دور ہٹا دے اور اپنے ہر عمل سے حق تعالیٰ کا قرب مقصد زیست بنا لے۔ تا کہ اس کا جلال تجھ سے ظاہر ہو۔

کیونکہ دنیاوی چیزوں کی محبت تمہارے شایان شان نہیں یہ تو تمہارے ادنیٰ ترین خادم ہیں اور آقا کے لیے یہ سزاوار نہیں کہ وہ ان ادنیٰ غلاموں کی غلامی پر ہی قناعت کرے بلکہ اسے تو اپنے مولیٰ ہی کا طلبگار ہونا چاہیے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہر عمل رضاء الٰہی کے لیے ہو۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان ان دنیاوی نعمتوں سے فائدہ نہ اٹھائے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے سامنے رکاوٹ نہ بننے دے۔ میرے حضور غریب نواز حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ انسان کو دنیا میں اس طرح زندگی بسر کرنا چاہیے جس طرح مرغابی پانی میں اپنا اکثر وقت گزارتی ہے اور اس سے بھرپور فائدہ اٹھاتی ہے اس کے اندر غوطے لگاتی ہے اور اس میں تیرتی ہے لیکن جب باہر نکلتی ہے تو اس کے پروں پر پانی کا ایک قطرہ نہیں ہوتا اسی طرح بندۂ مومن کی بھی شان یہ ہے کہ وہ دنیاوی اسباب سے خوب فائدہ اٹھائے لیکن اس کا دل اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے درپے ہو جیسے ایک مقولہ ہے۔

ہتھ کار ول اور دل یار ول

ریاء نمود و نمائش اور دکھاوا ایسی عادت ہے جو نیک اعمال کے اجر و ثواب کو ضائع کر دیتی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے بچنے کا ایک طریقہ بتایا ہے جو یہ ہے۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

اَلشِّرْکُ فِیْکُمْ اَخْفٰی مِنْ دَبِیْبِ النَّمْلِ سَادَرُتُکَ عَلٰی شَیْءٍ ذَھَبَ عَنْکَ صِغَارُ الشِّرْکِ وَکِبَارُہٗ تَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ اَنْ اُشْرِکَ بِکَ شَیْئًا وَاَنَا اَعْلَمُ

وَاَسْتَغْفِرُکَ لِمَا لَا اَعْلَمُ تَقُوْلُھَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ (قرطبی)

کہ شرک تمہارے اندر چیونٹی سے بھی زیادہ خفیف چال میں چلتا ہے میں تجھے ایسی چیز سکھاتا ہوں اگر تو اس کے مطابق عمل کرے گا تو تجھ سے چھوٹا اور بڑا شرک دور ہو جائے گا اور وہ یہ ہے کہ تو اپنے رب کی بارگاہ میں عرض کرے۔ کہ اے اللہ میں تجھ سے اس بات کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں تیرے ساتھ کسی کو شریک بناؤں۔ اور اسے میں جانتا ہوں اور تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اس چیز کی جسے میں نہیں جانتا اور یہ دعا تین دفعہ مانگا کرو۔

مقبولان بارگاہ نے اپنے رب کی رضا کی خاطر وہ وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں جن پر عقل حیران ہو جاتی ہے آپ خلیل اللہ علیہ السلام کی طرف دیکھیں کہ آپ نے کس طرح پہلے اپنے چچا آزر اور قریبی رشتہ داروں کو چھوڑا پھر رضائے الٰہی کے لیے اپنی بیوی ہاجرہ سلام اللہ علیہا اور لخت جگر اسماعیل علیہ السلام کو لق ودق صحرا میں تن تنہا سپرد خدا کیا پھر جب اپنا اکلوتا لخت جگر دوڑنے لگا تو اس کی گردن پر حکم الٰہی سے چھری چلا دی۔ اور پھر بلا جھجک نار نمرود میں چھلانگ لگا دی اور وہ گل وگلزار بن گئی یہی سبق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یاد تھا جس کی وجہ سے آپ نے صنادید قریش مکہ کی ہر پیش کش کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا اور فرمایا کہ اگر وہ میرے دائیں ہاتھ پر آسمان سے سورج اتار کر اور بائیں ہاتھ پر چاند لا کر بھی رکھ دیں تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے مقابلہ میں انہیں ٹھکرا دوں گا۔

یہی وہ سبق تھا جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلاموں کو بھی یاد تھا حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم جب اپنے ایک مدمقابل یہودی کو پچھاڑ دیتے ہیں اور اس کی چھاتی پر بیٹھ کر اس کی گردن قلم کرنے لگتے ہیں تو وہ ایک بیہودہ جسارت کرتا ہے اور آپ کے منہ پر تھوک دیتا ہے تا کہ آپ اسے قتل کرنے میں دیر نہ لگائیں لیکن آپ اس کی جسارت کے باوجود اس کی چھاتی سے اترتے ہیں اور اسے چھوڑ دیتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ آپ نے ایسا کیوں کیا تو آپ جواب ارشاد فرماتے ہیں کہ میرا تیرے ساتھ جنگ کرنا اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تھا

لیکن جب تو نے یہ قبیح حرکت کی تو میرے دل میں ذاتی انتقام کی خواہش پیدا ہوئی اور میں یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ کام جو میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کروں اس میں کسی اپنی ذاتی خواہش کا دخل ہو اس لیے میں تجھے معاف کرتا ہوں تو وہ یہودی آپ کا یہ ایثار دیکھ کر شرمندہ ہوا آپ کے قدموں پر گر پڑا اور پڑھا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے مقدر میں فتح و نصرت لکھ دی گئی تھی اور جنہوں نے شجاعت و بہادری کی ایسی داستانیں صفحہ ہستی پر رقم کی ہیں جن کی مثال پیش کرنا محال نہیں تو ناممکن ضرور ہے۔ جب انہیں امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عین میدان جنگ میں سپہ سالاری کے عہدہ سے معزول کر دیا تو ان کے ذہن میں ذرہ برابر بھی پریشانی اور افسوس پیدا نہ ہوا بلکہ اسی سابقہ جذبہ کے تحت ایک سپاہی کی طرح جہاد کرتے رہے تو جب کسی نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا جب میں سپہ سالار تھا تو بھی اللہ کی رضا کے لیے جہاد کرتا تھا اور اب ایک سپاہی کی حیثیت سے جنگ کرنے سے بھی اسی کی رضا مطلوب ہے اس لیے میرے جذبہ جہاد میں کوئی فرق نہیں آئے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ قدردان ہے اور میرے دل کے ارادوں سے خوب باخبر ہے وہ اس پر مجھے ضرور اجر عطا فرمائے گا۔

وہ کام جو محض اللہ کی رضا کے لیے کیا جائے وہ اللہ کی بارگاہ میں اس قدر مقبولیت حاصل کرتا ہے کہ اگر وہ عمل دوسرے لوگوں کے عمل کے ساتھ ملا دیا جائے تو وہ سارے مقبول ہو جاتے ہیں۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے غلاموں کو جہاد کی ترغیب دی اور ساز و سامان خریدنے کے لیے انہیں اپنی دولت خرچ کرنے کا حکم دیا تو ہر صحابی اپنی اپنی استطاعت کے مطابق آپ کی بارگاہ میں ہر قسم کی جنس پیش کرنے لگا اور مسجد نبوی میں کھجوروں کا ایک ڈھیر جمع ہو گیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک صحابی جس کے گھر میں جہاد کی تیاری کے لیے پیش کرنے کے لیے کچھ نہ تھا وہ ایک یہودی کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے کہا کہ تیرا یہ باغ جو کنوئیں سے ڈول کھینچ کر سیراب کیا جاتا

ہے اگر میں یہ سیراب کر دوں تو تُو اس کا معاوضہ مجھے کیا دے گا تو اس نے دو سیر کھجوریں دینے کا وعدہ کیا تو آپ ساری رات ڈول کھینچ کھینچ کر اس کے باغ کو سیراب کرتے رہے صبح کے وقت حسب وعدہ اس سے دو سیر کھجوریں حاصل کیں اور گھر واپس آئے ایک صاع اس نے اپنے بال بچوں کے لیے اپنے گھر میں رکھا اور دوسرا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں لے کر حاضر ہو گیا اور وہ کھجوریں حاصل کرنے کا سارا عمل عرض کیا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ کھجوروں کا وہ ڈھیر جو مسجد کے کونہ میں پڑا ہوا ہے اس کے اوپر بکھیر دو اس کے صدقے اللہ تعالیٰ اس ڈھیر کو قبول فرمالے گا اس سے معلوم ہوا کہ جو کام اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کے لیے کیا جاتا ہے اس کی کیا ہی شان ہے اور وہ رب کی بارگاہ میں مقبول ومنظور ہوتا ہے۔

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ جو بہت بڑے بزرگ اور صوفی منش تھے وہ ایک دفعہ حج کے ارادہ سے ایک قافلہ کی معیت میں مکہ مکرمہ کی طرف تشریف لے جانے لگے راستہ میں ایک پراگندہ حال گرد وغبار سے اٹے ہوئے کپڑوں والے نوجوان سے ملاقات ہوئی اور وہ بھی آ کر قافلہ میں شریک ہو گیا آپ نے اس سے پوچھا کہاں جانے کا ارادہ ہے تو اس نے جواب دیا "اِلَی اللّٰہِ" پھر اس سے پوچھا کہاں سے آئے ہو تو اس نے جواب دیا "مِنْ عِنْدِاللّٰہِ" مزید استفسار کیا کہ زادِراہ اور سواری کہاں ہے تو اس نے جواب دیا "عَلَیْہِ" تو آپ نے فرمایا اس طویل اور کٹھن راستہ میں بغیر زادِراہ اور سواری کے سفر کرنا خطرہ سے خالی نہیں کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے؟ تو اس نے جواب دیا میرے پاس اللہ کے پانچ اسماء ہیں پوچھا وہ کون سے ہیں کہنے لگا۔ کھیٰعص۔ آپ نے ان کے معانی دریافت فرمائے تو اس نے جواب دیا کاف کا معنی اَللّٰہُ کَافٍ ہے اور "ھا" کا معنی اَللّٰہُ ھَادٍ ہے اور یا کا معنی اَللّٰہُ مُؤَدٍّ ہے (منزل مقصود تک پہنچانے والا) عین کا معنی اَللّٰہُ عَالِمٌ اور صاد کا مطلب اَللّٰہُ صَادِقٌ ہے تو جس کا مالک ومولیٰ کافی۔ ہادی۔ مؤدی عالم اور صادق ہو تو اسے ہلاکت کا خوف کیونکر ہو سکتا ہے راستے میں اس کا طرزِ عمل یہ تھا کہ جب رات کو اٹھتا

آسمان کی طرف منہ کر کے کہتا اے وہ ذات جس کو نیکیاں خوش کرتی ہیں اور نافرمانیاں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچاتیں مجھے وہ کچھ عطا فرما جو تجھے پسند ہے اور میرے وہ گناہ معاف کر دے جو تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ میقات پر احرام باندھتے وقت جب لوگوں نے تلبیہ کہنا شروع کیا جو یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ. وہ خاموش الگ تھلگ کھڑا تھا اور تلبیہ نہیں پڑھ رہا تھا جب اس سے پوچھا گیا کہ تم تلبیہ کیوں نہیں پڑھتے تو کہنے لگا۔ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ میں اللہ کی بارگاہ میں عرض کروں کہ میں حاضر ہوں اور وہ فرما دے لَا لَبَّیْکَ۔ تو حاضر نہیں تو میں کیا جواب دوں گا۔ پھر منیٰ میں اس سے ملاقات ہوئی تو حاجیوں نے اپنی قربانیاں ذبح کرنا شروع کیں اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے لگے تو وہ ایک کونہ میں کھڑے ہو کر یہ عرض کر رہا تھا اے اللہ تمام لوگوں نے اپنی قربانی کے جانور ذبح کر کے تیرا قرب حاصل کر لیا ہے اور میرے پاس کوئی رقم نہیں جس کے ساتھ قربانی خرید سکوں اور تیرا قرب حاصل کروں۔ میری یہ جان حاضر ہے اسے ہی قبول فرما لے پھر اس نے غش کھایا زمین پر گر پڑا روح قید جسم سے آزاد ہو گئی اور وہ دار فانی سے دار بقاء کی طرف رحلت فرما گیا تو غیب سے آواز آ رہی تھی۔

ھٰذَا حَبِیْبُ اللّٰہِ. ھٰذَا قَتِیْلُ اللّٰہِ. یہ اللہ تعالیٰ کا حبیب ہے اور اس کی محبت میں قتیل ہے مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ جب اس کی تجہیز و تکفین کر کے اسے دفن کر دیا گیا تو مجھے خواب میں اس کی زیارت کا شرف حاصل ہوا میں نے اس سے دریافت کیا کہ تیرے ساتھ کیا سلوک کیا گیا تو اس نے جواب دیا کہ میرے ساتھ میرے رب نے وہی سلوک کیا ہے جو شہدائے بدر کے ساتھ کیا گیا تھا۔ کیونکہ وہ کفار کی تلوار سے شہید ہوئے تھے اور میں جبار کی تلوار کا قتیل ہوں تو معلوم ہوا کہ وہ عبادت جو صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لیے کی جاتی ہے اور اس میں ریا اور سُمعہ کا شائبہ تک نہیں ہوتا تو اسے اسی طرح قبولیت کی خلعت

فاخرہ سے نوازا جاتا ہے۔ اور اسے اتنا عظیم الشان اجر وثواب عطا کیا جاتا ہے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ وَرَسُوْلِکَ مُحَمَّدٍ کُلَّمَا ذَکَرَهُ الذَّاکِرُوْنَ وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ کُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِکْرِهِ الْغَافِلُوْنَ. وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ.

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ.

دوسرا وعظ

عبادت کی روح کا تذکرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِیَدِہٖ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے دست قدرت میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جان ہے تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک والد، اس کے بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (رواہ مسلم و بخاری)

اس حدیث شریف کو حضرت انس رضی اللہ عنہ جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہیں نے روایت کیا ہے آپ کا نام انس بن مالک اور کنیت ابو حمزہ ہے قبیلہ خزرج کے ایک فرد تھے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ تشریف فرما ہوئے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ انہیں لے کر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں اس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک دس سال تھی آپ کی والدہ نے عرض کیا: ھٰذَا خُوَیْدِمُکَ تَقَبَّلْہُ لِخِدْمَتِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَسَلَّمَ یہ چھوٹا سا آپ کا خادم ہے اسے اپنی خدمت کے لیے قبول فرمایئے اس کی عمر، اولاد اور مال میں برکت کی دعا کریں۔ تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں قبول بھی فرمایا اور

مال، اولاد اور عمر میں برکت کی دعا بھی فرمائی حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے اس لیے آپ کا لقب خادم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کو شرف قبول بخشا اور آپ کی عمر ایک سو تین سال اور اولاد 80 لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں اور آپ کا باغ سال میں دو مرتبہ پھل لاتا تھا آپ کے پاس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک چھڑی تھی جس کو اپنے پاس بڑی ہی حفاظت اور احترام کے ساتھ رکھا ہوا تھا اور اپنی اولاد کو وصیت فرما رکھی تھی کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو اس چھڑی کو میرے ساتھ قبر میں دفن کر دینا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بعد آپ بصرہ میں رہائش پذیر ہو گئے تھے۔ اور جن صحابہ کرام نے بصرہ میں رہائش رکھی ہوئی تھی ان سب سے آخر میں آپ فوت ہونے والے تھے آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دو ہزار دو سو چھیاسی احادیث روایت کی ہیں۔

برادران اسلام: ہر ایک چیز کی ایک روح ہوتی ہے اسی طرح عبادات کی بھی ایک روح ہے وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اور عشق ہے جس کو اس حدیث شریف میں آپ نے بیان فرمایا ہے ایک کاغذ کا پھول ہوتا ہے جس کی رنگت اور پتیاں بھی ہوتی ہیں دور سے بڑا خوبصورت اور بھلا دکھائی دیتا ہے اسے دیکھنے والا حقیقی پھول میں اور اس میں فرق نہیں کر سکتا کیونکہ کسی ماہر کاریگر نے اس کی ظاہری شکل اور رنگت ایسی بنا دی ہوئی ہے جیسی حقیقی پھول کی ہوتی ہے اب دونوں میں فرق کیا ہے؟ جبکہ حقیقی پھول اور کاغذی پھول کی پتیاں اور رنگت بھی ایک جیسی ہے لیکن کاغذ کے پھول سے نہ خوشبو آتی ہے اور نہ ہی اس میں مہک ہوتی ہے تو جس پھول میں مہک ہوگی وہ حقیقی پھول ہوگا۔ اسی طرح ایک کانچ کا موتی ہوتا ہے جس کی بظاہر شکل لعل جیسی ہوتی ہے لیکن دونوں کی قیمت اور حسن و جمال میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے کانچ کا موتی بازار سے چار آنے ایک روپیہ یا پانچ روپیہ میں مل جاتا ہے لیکن اسی قسم کا ایک موتی جو حجم میں اس سے کم تر ہوتا ہے جس کو لعل کہتے ہیں اس کی قیمت ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں پونڈ ہوتی ہے وہ اسی طرح چمک رہا ہوتا ہے۔ اور اس کی رنگت بھی

اسی طرح ہے اس کا حجم بھی اتنا ہی ہے جتنا کانچ کے موتی کا ہے بظاہر ان دونوں میں کوئی خاص فرق نظر نہیں آتا لیکن ان کے درمیان جو چیز تمیز کرتی ہے وہ ''آب'' ہے جس موتی میں آب ہوتی ہے وہ لعل کہلاتا ہے اور جس میں آب نہیں ہوتی وہ کانچ کا منکا ہی ہے اب جس چیز نے لعل کو اتنا قیمتی بنا دیا اور کانچ کے موتی کو کم قیمت والا وہ آب ہے جو ان کے ظاہری حجم اور ظاہری شکل میں ایک جیسا ہونے کے باوجود ان کو جدا جدا کر دیتی ہے ایک کو قیمتی اور دوسرے کو سستا۔ اسی طرح ایک مٹی کا مجسمہ ہوتا ہے جسے کسی مصور اور سنگ تراش نے بڑا ہی خوبصورت بنایا ہوتا ہے اس کی آنکھیں۔ پلکیں۔ ہونٹ اور قد و قامت دیکھ کر انسان حیران اور مبہوت ہو جاتا ہے اس کے باوجود اسے انسان نہیں کہا جا سکتا وہ ایک مجسمہ اور صرف ایک تصویر ہے اب وہ کون سی چیز ہے جو اس مجسمہ کو حقیقی انسان نہیں بننے دیتی وہ روح ہے جہاں روح آ جاتی ہے وہاں انسانیت آ جاتی ہے اور جہاں روح نہیں ہوتی وہ محض ایک مجسمہ اور صرف ایک تصویر ہی ہوتی ہے جس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا آپ اندازہ لگائیں کہ کاغذ کا بھی پھول ہے اور گلاب کا حقیقی پھول بھی ہے گلاب کے پھول میں نکہت، خوشبو اور مہک ہے اور اس کی رنگت بھی خاص ہے جس میں یہ چیزیں ہوتی ہیں وہ حقیقی پھول کہلاتا ہے اور کاغذ کے پھول میں کتنی ہی خوشبو کیوں نہ انڈیل دی جائے وہ حقیقی پھول نہیں بن سکتا۔ اسی طرح دین کے اصول ہیں۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور ان کے علاوہ ساری عبادات اور ساری نیکیاں اس وقت تک ایک مجسمہ، کاغذ کے پھول اور کانچ کے منکے کی طرح ہی ہوتے ہیں جب تک ان میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح، محبت کی آب اور مہک نہیں ہوتی اور نہ ہی ان کی وہ قدر و منزلت ہو سکتی ہے جو ہونی چاہیے۔ اس مذکورہ بالا حدیث شریف میں اللہ کے پیارے محبوب اس کے حبیب، دونوں جہانوں کے آسرا اور رحمتِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلام کی اسی روح، آب اور مہک کا ذکر فرمایا ہے جو عبادت محبت مصطفیٰ اور عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ادا نہ کی جائے وہ کاغذ کے پھول کی طرح ہی رہتی ہے اور جب اس کے اندر یہ آب، روح اور مہک آ جاتی

ہے تو وہ تصویر کانچ کا منکا اور کاغذ کا پھول نہیں رہتی بلکہ لعل بن جاتی ہے جو بادشاہوں کے تاج کی زینت بنتا ہے اور وہ پتھر کا ٹکڑا نہیں رہتی بلکہ ان میں زندگی آ جاتی ہے اور وہ کاغذ کا پھول نہیں رہتیں بلکہ ان میں مہک، جاذبیت اور دلفریباں آ جایا کرتی ہیں۔ تو آپ فرماتے ہیں مجھے اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جان ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قسم اٹھائی ہے اگر آپ قسم اٹھا کر اس حقیقت کو بیان نہ فرمائیں تو بھی ہمارا یہ ایمان ہے کہ وہ بات حق اور سچ ہوتی ہے اس میں شک وشبہ کی گنجائش تک نہیں ہوتی ہم تو اس لیے قسم اٹھاتے ہیں کہ سننے والا ہماری بات مان لے اور ہماری تصدیق کرے۔ اور ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر سننے والا ہماری بات ویسے نہیں مانتا تو ہم اپنے رب کی قسم اٹھا کر یہ بات کہہ رہے ہیں تو وہ ہماری اس بات کا یقین کر لیتا ہے لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام اور مرتبہ اس سے کہیں بالاتر ہے آپ کی زبان پاک سے جو جملہ اور کلام نکلتا ہے وہ اللہ کے اس ارشاد گرامی کا پرتو ہوتا ہے وما یَنْطِقُ عَنِ الْهَویٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ. یُوْحٰی یعنی آپ وہی کلام فرماتے ہیں جو وحی الٰہی ہوتا ہے اگر کوئی آپ کے کلام پر اعتراض کرے یا اس میں شک کرے وہ اپنے آپ کو مومن کہلانے کا حق نہیں رکھتا لیکن اس کے باوجود آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام قسم اٹھا کر اس حقیقت کو بیان فرما رہے ہیں تا کہ اگر کسی کمزور ایمان والے انسان کے لیے کوئی وہم، کوئی شک اور کوئی تاویل جس سے اصل حقیقت سے گریز اور انکار کرنا چاہے تو اس کے لیے بھی گریز اور انکار کے سارے راستے بند ہو جائیں تو اللہ کا محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک حقیقت بیان فرما رہا ہے کس شان سے؟ اس کے بیان کرنے کا بھی ایک عجیب انداز ہے اور قسم اٹھا کر اس کو بیان فرمایا اور یہ عام قسم کی قسم نہیں جس طرح ہر آدمی قسم اٹھا لیتا ہے بلکہ اس کا ایک خاص انداز ایک خاص شان وعظمت اور جلالت ہے جس میں متکلم کی اپنی رفعتیں بھی چمک رہی ہیں کیونکہ آپ نے جن الفاظ سے قسم اٹھائی ان میں یہ نہیں فرمایا کہ مجھے عرش وفرش اور آسمانوں کے رب کی قسم ہے اور نہ ہی یہ فرمایا کہ مجھے چمکتے ستاروں، چاند اور سورج کے رب کی قسم ہے بلکہ

فرمایا مجھے اس ذات اقدس کی قسم ہے جس کے دست قدرت میں جان عالم محمد مصطفیٰ علیہ والصلاۃ والسلام کی روح ہے میں اس ذات پاک کے رب کی قسم اٹھاتا ہوں جس سے گراں تر اللہ نے کوئی چیز بنائی ہی نہیں اس سے کامل، اکمل اور مکرم تر مولا کریم نے کوئی چیز پیدا ہی نہیں فرمائی۔ تو جب اس جیسی کوئی چیز پیدا ہی نہیں فرمائی تو اس جیسی ہو کیسے سکتی ہے تو کائنات کا سب سے مایہ ناز ورثہ، سب سے بڑی حقیقت اور اس کا سب سے بڑا طرۂ امتیاز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس واطہر ہے اور قسم اٹھانے کا یہ انداز اور اسلوب اپنے اندر ایک اعجازی شان رکھتا ہے فرمایا مجھے اس ذات اقدس واطہر کی قسم جس کے دست قدرت میں مَیں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جان اور روح ہے اور کلام کو مدلل اور مؤکد بنانے کے لیے اس سے بہتر کوئی اور اسلوب ہو ہی نہیں سکتا آپ قسم اٹھا کر فرماتے ہیں لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ۔ کہ تم میں سے کوئی بھی مومن نہیں ہوسکتا اس میں "کم" کی ضمیر کا مرجع ابولہب اور ابوجہل نہیں ہیں اور نہ ہی عتبہ اور شیبہ اس میں داخل ہیں اس میں منکرین اور نہ ماننے والے اور نفاق کی مرض کے مریض نہیں بلکہ اس کے مخاطب حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے وہ غلام اور صحابہ کرام ہیں جو آپ کے ارد گرد حلقہ باندھے بیٹھے رہتے ہیں اور یہ وہ قدسی گروہ ہے جو اپنا سب کچھ آپ کے قدموں میں نچھاور کرتا رہتا ہے فرمایا اے میری محفل میں بیٹھنے والو! اور میرے دین کو قبول کرنے والو! اے ابوبکر! اے عمر! اے عثمان! اے علی! اے طلحہ! تم میں سے کوئی آدمی بھی اس وقت تک ایمان دار نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کے دل میں ہر چیز سے زیادہ میری محبت نہ ہو اور اسے ایمان کی نعمت حاصل ہی نہیں ہو سکتی جب تک میرے عشق کا متوالا نہ ہو۔ یہ عبادات اس وقت تک کاغذی پھول رہیں گی۔ جب تک ان میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مہک نہیں ہوگی اور یہ کانچ کا موتی ہی رہیں گی جب تک ان میں محبت مصطفیٰ کی آب نہیں ہوگی وہ لعل اور گوہر تب ہی بنیں گی جب انہیں عشق مصطفیٰ کی آب نصیب ہوگی وہ مجسمہ بیکار اور بے جان تصویر ہی رہے گا جب تک اس میں محبت مصطفیٰ کی روح پیدا نہیں ہوگی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا یہ ارشاد گرامی

بخاری شریف، مسلم شریف اور اسی طرح کئی دوسری کتابوں میں صحیح سند سے مروی ہے اور اس کی سند کے متعلق کسی قسم کا معمولی شائبہ بھی نہیں ہوسکتا زہد وتقویٰ، عدالت وصداقت، اور شہادت وجانثاری کے مقامات تو بڑے اونچے ہیں۔ لیکن ان صفات کے ساتھ متصف ہونے کے باوجود ایمان کی حویلی اور اس کے دیوان میں تم اس وقت تک قدم نہیں رکھ سکتے جب تک تمہیں میرے ساتھ اتنی محبت نہ ہو جتنی تمہیں اپنی اولاد، اپنے والدین اور دنیا کی تمام چیزوں کے ساتھ ہے بلکہ ان تمام چیزوں کی محبت سے بڑھ کر جب تک میری محبت تمہارے دلوں میں پیدا نہیں ہوگی تو ہزار کلمہ پڑھتے رہو، لاکھوں سجدے کرتے رہو اور ساری ساری رات کھڑے ہو کر اللہ کا ذکر کرتے رہو ایمان نصیب نہیں ہوگا جب تک تمہیں میرا عشق نصیب نہیں ہوگا۔ یہ ہے ایمان کے اس پھول کی مہک جس کی برکت سے وہ کاغذ کا پھول حقیقی پھول بن جاتا ہے اور وہ بے جان مجسمہ نہیں رہتا بلکہ اس میں حرکت کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ صرف کانچ کا ٹکڑا نہیں رہتا بلکہ لعل وگوہر بن جاتا ہے جسے جب تک بادشاہ اپنے تاج اور ملکہ اپنے گلے کے ہار میں سجا نہیں لیتے اس وقت تک انہیں چین نصیب نہیں ہوتا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کے بعد نہ کسی دلیل کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی برہان اور سند کی۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان حق اور سچ ہے کہ جب تک آپ کی محبت ہر چیز سے زیادہ ہمارے دلوں میں نہ ہو اس وقت تک ایمان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوسکتا اس لیے اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنا دامن پھیلا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت مانگا کرو کہ اے مولیٰ کریم! اگر چہ میں اس قابل تو نہیں کہ تیرے محبوب کے عشق کی نعمت سے سرفراز کیا جاؤں لیکن تُو تو کریم ہے میں اپنی خالی جھولی تیرے آگے پھیلا رہا ہوں تیرے حبیب کے صدقہ سے ہی تجھ سے مانگ رہا ہوں اے اپنے محبوب کو حسن وجمال عطا فرمانے والے! اسی کے حسن وجمال کے صدقے مجھے اپنے محبوب کا عشق عطا فرما۔

حضرات گرامی مرتبت! جب ہم اپنے رب سے بچے اور زمین مانگتے ہیں، ہم باغات اور ترقی مانگتے ہیں اور امتحان میں اعلیٰ ترین کامیابی حاصل کرنے کی دعائیں کرتے ہیں تو

ہمیں یہ دعا بھی مانگنی چاہیے کہ اے مولی کریم! ہمیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطہ سے اپنے محبوب کے عشق سے نواز دے اور جو تو نے ہمیں پہلے محبت عطا فرمائی ہے اس میں اور اضافہ فرما دے۔ اسلام کا تو پتہ ہی اس وقت چلتا ہے جبکہ ایسی محبت ہو جس کے سامنے انسان اپنا سب کچھ قربان کرنے پر آمادہ ہو جائے اور اللہ کی معرفت کا راستہ بجز محبت و عشق کے طے ہو ہی نہیں سکتا اور اس میں جو لطف و سرور اور کیف و مستی ہے اس کا اندازہ ہی نہیں لگایا جا سکتا اگر کسی انسان کے اردگرد گلاب اور چنبیلی کے پھولوں کے ڈھیر پڑے ہوئے ہوں لیکن وہ زکام کا مریض ہو اس کی ناک بند ہو اور اس کی قوت شامہ ہی بیکار ہو چکی ہو تو اسے کوئی خوشبو نہیں آتی اور اگر اس کے پاس عطر اور کستوری کی خوشبو بھی رکھ دی جائے تو اسے کوئی فائدہ نہیں ہوگا وہ یہی کہے گا کہ ان میں کوئی خوشبو نہیں یہ سب چیزیں بیکار پڑی ہیں لیکن جس کو اللہ تعالیٰ نے قوت شامہ بھی عطا فرمائی ہو اور اس کے ناک میں سونگھنے کی قوت صحیح اور سلامت ہو تو وہی عطر، کستوری، عنبر اور گلاب کے پھول کی پہچان کر سکتا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو یہی درس اور سبق یاد کرایا تھا کہ وہ اس کی عظمت کو اپنے دلوں میں جگہ دیں اور وہ اسی وجہ سے عشق و محبت کے امام بن گئے تھے عام طور پر جس کے پاس کوئی چیز ہو اسے یہ اعلان کرنا پڑتا ہے کہ میری دکان پر فلاں فلاں سودا اور فلاں فلاں چیز موجود ہے اور اسے یہ ہر ایک کو بتانا پڑتا ہے لیکن کچھ چیزیں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ آپ انہیں ہر حال میں چھپانے کی کوشش کریں ان پر ہزار پردے ڈالیں اور ان کو ظاہر کرنے سے بڑا ہی اجتناب کریں لیکن وہ ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی آپ انہیں لاکھ چھپائیں ان پر پردہ ڈالنے کی کوشش کریں لوگوں سے انہیں دور رکھنے کی بھرپور سعی کریں لیکن اس چیز کی فطرت ہی ایسی ہے کہ وہ چھپ ہی نہیں سکتی اور وہ کسی نہ کسی طرح ظاہر ہو کر رہتی ہے ان میں سے ایک جذبہ محبت ہے۔

زمشتاقاں اگر تابِ سخن بر دے نمی دانی
محبت می کند کہ گویا نگاہ بے زبانی را

اگر تو محبوبوں کے سامنے گفتگو نہیں کر سکتا تو محبت کر گویا وہ بغیر زبان کے گفتگو کرنا ہے
محبت کا جذبہ یہ ایسا جذبہ ہے جو چھپ نہیں سکتا۔ اپنے لبوں پہ ہزار تالے لگائیں اور یہ خیال کریں کہ عشق کو ظاہر نہیں ہونے دوں گا تو وہ ظاہر ہو کر رہتا ہے اور اگر آپ زبان بند کریں گے تو آنکھوں سے آنسو بند نہیں ہوں گے اور اگر آنسوؤں پر قابو پانا چاہیں گے تو آپ کے چہرہ کی رنگت بدل جائے گی اور اگر آپ اس پر بھی ضبط کر لیں تو آپ سے کوئی نہ کوئی ایسی حرکت ضرور سرزد ہو جائے گی جس سے آپ کی محبت کا پردہ فاش ہو جائے گا ایک دفعہ مجنوں اپنی معشوقہ لیلیٰ کے کھنڈرات سے گذر رہا تھا تو وہ انہیں مخاطب کر کے یہ کہہ رہا تھا ؎

اَمُرُّ عَلَی الدِّیَارِ دِیَارِ لَیْلٰی اُقَبِّلُ ذَا الْجِدَارَ وَذَا الْجِدَارَا

میں اپنی محبوبہ کے چھوڑے ہوئے کھنڈروں کے پاس سے گذر رہا ہوں کبھی میں اس کے دروازوں کو چومتا ہوں اور کبھی اس کی دیواروں کو بوسہ دیتا ہوں۔ کبھی گرے ہوئے ستونوں کو اپنے گلے سے لگاتا ہوں اور کبھی وہیں بیٹھ کر آنسو بہاتا ہوں۔ اس طرف سے گذرتا ہوں تو اس دیوار کو چومتا ہوں اور اس طرف سے گذرتا ہوں تو دوسری دیوار کو بوسہ دیتا ہوں۔

مَاحُبُّ الدِّیَارِ شَغَفْنَ قَلْبِیْ وَلٰکِنْ حُبُّ مَنْ سَکَنَ الدِّیَارَا

مجھے پاگل اور دیوانہ نہ سمجھو کہ میں پتھروں کو چوم رہا ہوں کبھی اس کے نقوش کو چومتا ہوں اور کبھی پکی دیواروں کو اور کبھی لکڑی کے آستانوں کو بوسہ دیتا ہوں اور یہ سب کچھ میں اس لیے کر رہا ہوں کہ ان کھنڈرات کو میری محبوبہ سے نسبت ہے۔ ممکن ہے اس کی زلفوں کو مس کرنے والی ہوا کے جھونکے ان دیواروں کے ساتھ آ کر لگے ہوں میں تو ہر اس چیز کو چوم کر دل کو تسلی دیتا ہوں جس کا تعلق میری محبوبہ کے ساتھ ہے۔

یہ تو ایک دنیا کے عاشق کی بات ہے لیکن جنہوں نے حسن مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا اور ان جلوؤں میں گم ہو کر رہ گئے وہ کیوں نہ یہ کہیں

کروں تیرے نام پہ جان فدا　　نہ یہ جان فقط دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا　　کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تو ذات ہی وہ ہے جس کے ساتھ جنگل کے درندے، درخت کے سوکھے تنے، پہاڑوں کے پتھر اور حیوانات بھی محبت کرتے ہیں بخاری شریف میں یہ حدیث شریف بیان کی گئی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مدینہ طیبہ پہنچے اور جمعہ کی نماز کا آغاز فرمایا تو آپ خطبہ دینے کے لیے ایک پرانی کھجور کے تنے کے ساتھ خطبہ ارشاد فرماتے تھے جو مدت ہائے دراز سے خشک ہو چکا تھا جس پر کوئی سبز پتا تھا نہ پھل۔ کچھ وقت تک آپ علیہ السلام کا اسی کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمانے کا معمول رہا آپ کی ایک خادمہ تھی جس کا ایک غلام نجار اور بڑھئی تھا وہ لکڑی کے کام میں بڑا ماہر تھا تو اس صحابیہ نے اپنے غلام سے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کھڑے ہو کر جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرماتے ہیں جس سے آپ کو تکلیف ہوتی ہوگی تم کوئی ایسی چیز بنا دو جس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بیٹھ کر خطبہ دیا کریں۔ تو اس نے وہ منبر بنایا جو اب بھی مسجد نبوی میں موجود ہے جب اس نجار نے منبر تیار کر لیا تو اس صحابیہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میں نے اپنے غلام سے ایک ایسی چیز بنوائی ہے جس پر آپ بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کریں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے پسند فرمایا اور مسجد میں لانے کی اجازت دے دی تو جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور اس منبر پر تشریف فرما ہو کر خطبہ ارشاد فرمانے لگے اور آپ اس جلے ہوئے اور خشک تنے کی طرف تشریف نہ لے گئے تو وہ خشک اور بے جان تنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فراق میں اس طرح چیخنے لگا جس طرح ماں اپنے گم شدہ بچے کے فراق میں چیختی اور چلاتی ہے کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے:۔

وَفَارَقَ جِذْعًا كَانَ يَخْطُبُ عِنْدَهٗ　　فَاَنَّ اَنِيْنَ الْاُمِّ اِذْ تَجِدُ الْفَقْدَا

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھجور کے اس تنے سے جدا ہوئے جس کے پاس آپ خطبہ ارشاد فرماتے تھے وہ اس طرح چیخنے لگا جس طرح ماں چیختی ہے جب

وہ اپنے گم شدہ بچے کو پالیتی ہے۔

تو چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سراپا کرم بنایا ہے آپ نے اسے روتے چلاتے سنا تو منبر سے نیچے تشریف لائے اور اس خشک تنے پر شفقت کا ہاتھ رکھا اور فرمایا اے کھجور کے خشک تنے اگر تو چاہتا ہے تو میں تجھے سدا بہار بنا دیتا ہوں تو تُو سرسبز و شاداب ہو جائے گا اور تیرے اوپر ہمیشہ پھل لگتا رہے گا اور اگر تو چاہتا ہے تو میں تجھے جنت کے درختوں میں سے ایک درخت بنا دیتا ہوں تو وہ بوسیدہ تنا اس طرح خاموش ہو گیا اور سکون پذیر ہو گیا جس طرح ماں اپنے بچے کو گود میں لیتی ہے تو اسے چین نصیب ہو جاتا ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے زمین میں دفن کر دیا یقیناً قیامت کے دن وہ جنت کے درختوں سے ہو گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے غلاموں کے لیے اس سے بھی بڑھ کر سراپا شفقت اور کرم ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ کہ تمہیں جو تکلیف پہنچتی ہے میرے محبوب پر وہ گرانی کا باعث بن جاتی ہے اور آپ کو بھی اس سے تکلیف پہنچتی ہے تو جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس خشک تنے کی آواز سن کر اس سے بے پرواہی نہیں کی تو آپ اپنے عاشقوں سے کیسے بے پرواہ ہو سکتے ہیں آپ جیسا قدر دان محبوب تو اللہ نے دنیا میں کوئی پیدا ہی نہیں کیا کوئی آپ سے محبت کر کے دیکھے تو تب اسے پتہ چلے کہ آپ اپنے عشاق اور غلاموں کے ساتھ کیا مہربانیاں فرماتے ہیں۔ کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد

اے خواجہ درد نیست ورنہ طبیب است

- شاعر کہتا ہے کہ اے لوگو! تم مجھے یہ تو بتاؤ کہ کسی نے میرے محبوب کے ساتھ سچا عشق کیا ہو اور پر خلوص محبت کے ساتھ آپ کی غلامی کا طوق اپنے زیب گلو کیا ہو۔ اور پھر آپ نے اس پر نظر کرم نہ فرمائی ہو اور اس کو یونہی روتا اور تڑپتا چھوڑ دیا ہو ان کے لطف کرم میں تو کوئی فرق نہیں۔ کسی کے دل میں جب درد ہی نہ ہو تو مسیحا اور طبیب اس کے سرہانے کیسے آئے؟ کیا کبھی ایسا بھی ہوا کہ صحت مند آدمی کے پاس ڈاکٹر یا طبیب اسے دیکھنے آئے طبیب تو

سے ہی دیکھنے جاتا ہے جو درد سے تڑپ رہا ہو جسے بخار نے بھون کر رکھ دیا ہو تیمارداری اسی کی کی جائے گی جو کسی بیماری یا تکلیف میں مبتلا ہو اور جو بے درد ہو کھانے سے پیٹ بھر کر چارپائی پر لیٹا ہوا ہو راحت اور سکون محسوس کر رہا ہو اور صبح کے وقت اس کی آنکھ بھی مشکل سے کھلتی ہو تو اس کو دیکھنے کے لیے کبھی کسی نے طبیب کو جاتے ہوئے نہیں دیکھا اس لیے تم اپنے دل میں درد پیدا کرو عشق و محبت کی تڑپ پیدا کرو تو ان کی سواری خود تمہارے گھر آ جائے گی۔ اور ان کی نگاہ لطف و کرم تیرے دل کی چاہت کو پورا کر دے گی کہ جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کھجور کے ایک خشک تنا پر کرم کرتے ہوئے جنت میں پہنچا دیتے ہیں تو آپ اپنے عاشق دلفگار پر کرم کیوں نہیں فرمائیں گے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے حسین اور صاحب کمال و جمال ہیں کہ انسان تو رہے انسان آپ سے ہر چیز محبت کرتی ہے۔ اور ہر ایک چیز آپ کی محبت میں سراپا بسمل بن کر تڑپ رہی ہے۔

پہاڑ کی محبت

ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام احد پہاڑ پر تشریف لے گئے یہ وہ پہاڑ ہے جس کے دامن میں حق و باطل کا معرکہ برپا ہوا اور جس میں بہت سے جلیل القدر صحابہ کرام نے درجہ شہادت پایا۔ تو آپ نے فرمایا: اُحُدٌ نُحِبُّهٗ وَيُحِبُّنَا یہ احد پہاڑ ہے جس سے ہم محبت کرتے ہیں اور وہ ہم سے محبت کرتا ہے پہاڑ میں پتھر چٹانیں اور سنگریزے ہوتے ہیں جو بے جان اور روح کے بغیر ہوتے ہیں وہاں نہ کسی نے کسی سے محبت کی ہوتی ہے اور نہ ہی وہاں کبھی پیار کی ندی جاری ہوتی ہے لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں یہ احد پہاڑ جس کو تم پتھر اور سنگریزے سمجھتے ہو اور انہیں محبت اور عداوت کے جذبات سے پاک خیال کرتے ہو ایسا نہیں یہ ہمارے ساتھ محبت کرتے ہیں اور ہم ان سے محبت کرتے ہیں تو وہ ذات پاک مرقع حسن و جمال جس کی محبت کھجور کے بوسیدہ تنا میں بھی ہو اور احد پہاڑ اور سنگریزے بھی اس کی محبت سے سرشار ہوں تو اگر اس کی محبت کا جذبہ ہمارے دلوں میں نہ ہو تو پھر ہم ان پتھروں، سنگریزوں اور بوسیدہ درخت کے تنے سے بھی گئے گزرے ہوں گے

کہ ہم ذی شعور ہوتے ہوئے اور سب کچھ دیکھتے ہوئے اس ذات ستودہ صفات سے محبت نہ کریں تو تف ہے ایسی انسانیت پر اور افسوس ہے ایسے عقل وشعور پر۔

اونٹ کی محبت

ایک دفعہ ایک صحابی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیک وسلم میرا ایک اونٹ ہے جو دیوانہ اور باولا ہو گیا ہے اور میں نے اسے زنجیروں سے جکڑ کر ایک حویلی کے اندر بند کر دیا ہے اور باہر سے تالا لگا دیا ہے آپ کرم فرمائیں اور تشریف لائیں اور اسے دم کریں۔ ہو سکتا ہے وہ صحت یاب ہو جائے تو آپ نے کمال شفقت فرماتے ہوئے فرمایا مجھے اس کے پاس لے چلو تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام کی معیت میں اس کی طرف تشریف لے گئے وہاں پہنچ کر آپ نے فرمایا دروازہ کھول دو۔ صحابہ کرام دروازہ کھولنے میں جھجک محسوس کرنے لگے کہ وہ اونٹ پاگل ہے دیوانہ اور باؤلا ہے کہیں وہ آپ کو اذیت نہ پہنچائے تو آپ نے فرمایا میں جو تمہیں حکم دے رہا ہوں کہ دروازہ کھول دو مجھ پر حملہ آور نہیں ہو گا بادل نخواستہ صحابہ کرام نے دروازہ کھول دیا اللہ کے محبوب نے جب اس حویلی میں قدم رنجہ فرمایا تو اونٹ نے دوڑ کر آپ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور کسی قسم کی بیہودگی کا مظاہرہ نہ کیا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ پتھر جنہیں ہم بے شعور سمجھتے ہیں اور وہ حیوان جن کو ہم عقل سے خالی تصور کرتے ہیں وہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہچانتے ہیں اور آپ کی محبت سے سرشار ہیں اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائے (آمین)۔

صحابہ کرام کی محبت

آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام کو جو والہانہ عشق اور محبت تھی وہ کسی پر مخفی اور پوشیدہ نہ تھی صرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہی نہیں بلکہ ہر وہ چیز جس کی نسبت اور تعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہوا وہ اسی کی محبت میں وارفتہ اور فریفتہ ہو گئے جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمرہ ادا کرنے کی غرض سے بمعہ چودہ سو

صحابہ کرام مکہ مکرمہ تشریف لائے اور قریش مکہ نے اپنی عداوت اور دشمنی کی وجہ سے آپ کو عمرہ ادا کرنے سے روک دیا اور آپ بمعہ صحابہ کرام حُدَیبیہ کے مقام پر فروکش ہوئے اور مصالحت کے لیے گفتگو شروع ہوئی کفار مکہ کی طرف سے کئی وفود آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ان میں سے ایک عروہ بن مسعود بھی تھا جو کٹر کافر تھا اور اس پر کفار کو پورا اعتماد تھا۔ وہ اپنی آنکھوں دیکھا حال بیان کرتا ہے اور کفار سے کہتا ہے کہ تم اس شخص کا مقابلہ نہیں کر سکتے کیونکہ میں بڑے بڑے شہنشاؤں کے درباروں میں گیا ہوں اور ان کے پیروکاروں میں وہ جذبہ عشق و محبت نہیں دیکھا جو حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کے دلوں میں دیکھا ہے جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضو فرماتے ہیں تو صحابہ کرام آپ کے اردگرد جمگھٹا بنا لیتے ہیں جب وضو کے پانی کا کوئی قطرہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک اور رخسار مبارک کو چھو کر نیچے گرتا ہے وہ اسے زمین پر نہیں گرنے دیتے بڑھ کر اپنے ہاتھوں پر اٹھا لیتے ہیں اور پانی کے ایک ایک قطرہ کے حصول میں آپس میں جھگڑتے ہیں کوئی کہتا ہے میں آب حیات کے قطروں کو اپنے ہاتھوں پر لوں گا اور کوئی کہتا کہ مجھے آب کوثر کے یہ قطرے اپنے ہاتھوں پر اٹھانے دو اور وہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسد اطہر کے ساتھ لگنے والے پانی کے قطرہ کو زمین پر نہیں گرنے دیتے اور ان قطرات کو اپنے چہروں اور سینوں پر مل لیتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ پانی کے وہ قطرے جن چہروں اور سینوں پر لگ جائیں گے وہ دنیا میں بھی اور قیامت کے دن بھی چمکتے رہیں گے اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعاب دہن زمین پر پھینکنے کی کوشش کرتے ہیں تو صحابہ کرام اسے اٹھا کر اپنے چہروں اور جسموں پر مل لیتے ہیں اور اس آب زلال کو اس طرح سے اٹھانے کا نہ قرآن کریم میں ذکر ہے اور نہ ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی زبان اقدس سے اس کا حکم فرمایا ہے یہ جذبہ محبت ہی تو ہے جو صحابہ کرام کو ایسا کرنے پر مجبور کر رہا ہے اور اگر کسی کو قطرہ نصیب نہیں ہوتا تو وہ اس صحابی کے ہاتھ سے ہاتھ مل لیتا ہے جو پانی کا قطرہ حاصل کر چکا ہوتا ہے تو گویا جو چیز محبوب کے جسد اطہر کے ساتھ لگ جاتی ہے اس کی شان ہی نرالی ہے اور اس کی قیمت

گراں تر ہو جاتی ہے۔ اور عشاق پروانوں کی طرح اس پر گرنے لگتے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ایسا کر کے انہوں نے ساری کائنات کی سعادتیں حاصل کر لی ہیں یہ سب اظہار محبت کے انداز ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عاشقوں کا ایک اور دلچسپ واقعہ سناتا ہوں مسیلمہ کذاب جو ایک بہت بڑے قبیلہ بنو حنیفہ کا سردار تھا اس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر دیا اور اس کے پورے قبیلہ نے اس کے اس دعویٰ کو تسلیم بھی کر لیا اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف خط لکھا جس میں یہ الفاظ تھے مِنْ مُسَيْلَمَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰى مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یہ خط اس مسیلمہ کی طرف سے جو اللہ کا رسول ہے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جو اللہ کے رسول ہیں اس کے جواب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ الفاظ لکھے مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى مُسَيْلَمَةَ الْكَذَّابِ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسے کذاب کہنا اتنا مشہور ہوا کہ یہ اس کی پہچان کی علامت بن گیا اس نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں بہت بڑی قوت حاصل کر لی تقریباً اسی ہزار کے قریب نوجوان اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے لیکن عاشق صادق جانشین مصطفیٰ علیہ السلام سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے باوجود ناساعدہ حالات کے اس کے فتنہ کو بیخ و بن سے اکھیڑنے کا عزم مصمم کر لیا اور اس کی سرکوبی کے لیے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر جرار بھیجا ان کا مسیلمہ کذاب کے لشکر جرار کے ساتھ یمامہ کے مقام پر کھلے میدان میں مقابلہ ہوا وہاں کثیر التعداد لوگ مارے گئے مسیلمہ کے لشکر میں بڑے بہادر، بڑے جنگجو اور بڑے سپہ سالار تھے اور اس کے تقریباً اسی ہزار کے قریب لشکر کے ساتھ مقابلہ ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی تعداد دس یا گیارہ ہزار کے قریب تھی جو خالد بن ولید کی کمان میں میدان جنگ میں اترے تھے جنگ کا آغاز کھلے میدان میں ہوا گھمسان کا رن پڑا دشمن کے قدم اکھڑ گئے اور وہ مسلمانوں کے لشکر سامنے نہ ٹھہر سکے مسلمانوں کا بھی بہت زیادہ نقصان ہوا۔ سات سو کے قریب حفاظ صحابہ کرام کو شہادت

نصیب ہوئی لیکن مسیلمہ کا لشکر تاب نہ لا سکا اور انہوں نے قریب ہی ایک بہت بڑے باغ میں پناہ لی جس کے اردگرد بہت ہی بڑی مضبوط اور مستحکم فصیل تھی وہ باغ قلعہ نما معلوم ہوتا تھا مسیلمہ کا لشکر اس کے اندر گھس گیا اور دروازے بند کر دیئے اور فصیل کی دیواروں پر نیزہ بردار اور تیروں سے لیس پہرہ دار مقرر کر دیئے اب مسلمانوں کے لیے بظاہر اس کے اندر داخل ہونا ناممکن تھا کیونکہ اس کے دروازے فولاد کے تھے اور دیواروں پر مشاق تیر انداز تھے نہ ان پر تلواروں سے وار کیا جا سکتا تھا اور نہ ہی انہیں نیزے چھلنی کر سکتے تھے کیونکہ جب مسلمان ان پر حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے تو وہ ان کو اپنے تیروں کا نشانہ بناتے اور اگر کوئی دیوار کے نزدیک پہنچنے کی کوشش کرتا تو وہ اس کی تکہ بوٹی کر دیتے ان سنگین ترین حالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک صحابی جن کا نام نامی اسم گرامی حضرت براء بن مالک تھا اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم اس طرح اس فتنہ وفساد کے معرکہ کو سر نہیں کر سکتے بلکہ تم ایسا کرو کہ مجھے ایک پنگھوڑے میں بٹھاؤ اور اس کو نیزوں کے ساتھ باندھو اور اسے اونچا کر کے مجھے دیواروں تک پہنچا دو میں چھلانگ لگا کر اس فصیل کے اوپر پہنچ جاؤں گا اور پھر نیچے چھلانگ لگا کر دوڑ کر دروازہ کھول دوں گا تو اس طرح تم اندر داخل ہو جاؤ گے اور ان کو واصل جہنم کر سکو گے تو جب صحابہ کرام نے اس کی یہ تجویز سنی تو کہنے لگے تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا اگر ہم اس طرح کریں گے تو فصیل پر کھڑے ہوئے بہادر تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے چھلانگ لگا کر اندر داخل ہونا اور دروازہ کھولنا تو بڑی دور کی بات ہے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی تیری زندگی کا چراغ گل ہو چکا ہو گا اور تیرے جیسے بہادر سپاہی سے محروم ہونا ہم پسند نہیں کرتے اور ہم جان بوجھ کر تمہیں موت کے منہ میں دھکیلنا نہیں چاہتے اس صحابی نے جب یہ بات سنی تو اس نے کہا کہ تم میری موت کی فکر نہ کرو قسم بخدا مجھے موت نہیں آسکتی تو صحابہ کرام نے پوچھا وہ کیسے تو اس نے بڑے یقین اور وثوق سے کہا موت مجھے اس لیے نہیں آسکتی کہ میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا تھا کہ مصر فتح ہو گا اور اس سے اتنا علاقہ تجھے بطور جاگیر عطا

فرمایا جائے گا تو اس لیے جب تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وعدہ پورا نہیں ہوتا اور مجھے مصر میں جاگیر نہیں ملتی اس وقت تک مجھے موت نہیں آسکتی۔ یہی ایمان کامل کی دلیل ہے کہ انہیں آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات پر بلا کا یقین تھا اس کی وجہ سے وہ موت کی آغوش میں جاتے بھی نہیں ہچکچاتے تھے ان کا یقین بے درد اور عشق سے خالی لوگوں کی طرح نہیں تھا کہ اگر پھولوں کی سیج ہوئی تو اللہ اکبر اور اگر کانٹے آگئے تو ادھر ادھر بھاگنے کی کوشش میں لگ جاتے ہیں وہ فرماتے ہیں میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے ساتھ جو وعدہ فرمایا تھا وہ ابھی تک پورا نہیں ہوا۔ اس لیے موت میرے قریب تک بھی نہیں آسکتی تو صحابہ کرام نے جب یہ سنا تو انہیں یقین ہو گیا اور انہوں نے آپ کو پنگھوڑے میں بٹھا دیا نیزوں کے ساتھ باندھ کر فصیل کے اوپر پہنچا دیا وہ چھلانگ لگا کر اس فصیل کے اوپر چڑھ گئے اور دشمن کی آنکھوں میں خاک ڈالتے ہوئے باغ کے اندر پہنچ گئے اور بھاگ کر دروازہ کھول دیا تو اس طرح لشکر اسلام اندر داخل ہو گیا اور دشمنوں کو تہ تیغ کر دیا اور وہ قلعہ فتح ہو گیا۔ یہ ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت گوہر بار کا اعجاز۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے تمام غلام آپ کی محبت میں سراپا عشق دکھائی دیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت ہی ایمان کامل ہے جو اس نعمت عظمیٰ سے محروم ہے سمجھو وہ ایمان سے ہی محروم کر دیا گیا ہے وہ لاکھ سر پٹختا رہے اسے صدیق وعمر رضی اللہ عنہما کا ایمان نصیب نہیں ہو سکتا اور اسے اس محبت کی قدر اس وقت معلوم ہو گی جب وہ بارگاہ الٰہی میں پیش ہو گا۔ اور اسے ابولہب اور ابوجہل کی صف میں کھڑا کر دیا جائے گا اس وقت وہ روئے گا، واویلا کرے گا اور چلائے گا لیکن اسے اس کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا مشہور ضرب المثل ہے

اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیا چگ گئی کھیت

اگر کوئی صرف زبانی دعویٰ کرتا ہے کہ میں بڑا محب اور بڑا عاشق ہوں تو وہ ان جھوٹے دعوؤں سے عاشق نہیں بن جاتا آؤ میں تمہیں محبت کی نشانی بتاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جب محبوب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف کی جائے تو آپ کا دل خوش ہو جائے اور

تعریف سن کر آپ کا چہرہ پھول کی طرح کھل جائے تو سمجھو کہ تمہارے دل میں ایمان کی شمع فروزاں ہے اور اگر آپ کی تعریف سن کر دل تنگ ہونے لگے اور پیٹ میں کڑول پڑنے لگیں تو تو سمجھ لے کہ تیرے ایمان کی شمع گل ہو چکی ہے کیونکہ ایمان والوں کے سامنے جب محبوب حقیقی کی تعریف کی جاتی ہے تو ان کی روح کو کیف و سرور حاصل ہوتا ہے اور ان کے ایمان میں اور اضافہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوب کی تعریف کرنے والوں اور سننے والوں سے کردے (آمین ثم آمین) اور اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں میں سے نہ کرے جو یہ کہتے ہیں کہ تم لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف میں حد سے بڑھ جاتے ہو۔

حاضرین محفل! کوئی حد سے تو تب بڑھے جب اس چیز کی کوئی حد ہو وہ حسن سرمدی تو ایسا ہے جس کی حد پر کوئی پہنچ ہی نہیں سکتا حد سے بڑھنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ علامہ بوصیری کیا ہی خوب فرماتے ہیں۔

كَالزَّهْرِ فِیْ طَرَفٍ وَالْبَدْرِ فِیْ شَرَفٍ
وَالْبَحْرِ فِیْ كَرَمٍ وَالدَّهْرِ فِیْ هِمَمٍ

وہ عرض کرتے ہیں کہ آپ اس قدر شگفتہ ہیں جس طرح گلاب کا پھول۔ اور اتنی عظمتوں اور رفعتوں کے مالک ہیں جتنا چودھویں کا چاند اور آپ اس قدر سخی ہیں جس قدر ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اور آپ کی ہمتوں کی پرواز اتنی ہے جتنی زمانہ کی ہمتیں ہیں تو حد سے کوئی کیا بڑھے گا۔ چیونٹی بے چاری ہزار چھلانگیں لگاتی رہے وہ کودتی رہے کیا وہ ماؤنٹ ایورسٹ کی چوٹی کو سر کر لے گی؟ ماؤنٹ ایورسٹ تو بے چارا کیا ہے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمتوں کی تو کوئی حد ہی نہیں حسان بن ثابت بول اٹھے عرض کرتے ہیں۔

لَهٗ هِمَمٌ لَا مُنْتَهٰى لِكِبَارِهَا
وَهِمَّتُهُ الصُّغْرٰى اَجَلُّ مِنَ الدَّهْرِ

وہ عرض کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بڑی بڑی عظمتوں ہمتوں کی تو انتہا نہیں حالانکہ آپ کی سب سے چھوٹی ہمت بھی زمانے سے کہیں بڑی ہے اور زما

وسعتوں سے کہیں دور ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ کہ اے محبوب اپنی پرواز نیچے کیجئے جب کوئی بہت اونچا اڑ رہا ہو اور اسے یہ کہا جائے کہ نیچے آ جا تو عربی میں کہتے ہیں وَاخْفِضْ اور جناح کا معنی ہے پر۔ چونکہ پرندے پروں سے اڑتے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ نے پرندوں کے پروں سے اڑنے کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے محبوب تیرے یہ غریب امتی تیرے یہ غلام تیری رفعتوں کو نہیں پہنچ سکتے ان کے لیے اپنے پروں کو نیچے کیجئے اور ان میں مکمل حل کر رہئے جامہ بشریت پہن کر ان میں زندگی گزاریئے تاکہ یہ تیرے عشاق اور تیرے غلام تیرے دامن رحمت کو پکڑ سکیں۔ تو اس بنانے والے نے اپنے محبوب کو بے حد خوبصورت بنایا حسان بن ثابت بول اٹھے۔

وَاَجْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَیْنِیْ
وَاَحْسَنُ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

آپ عرض کرتے ہیں:۔ کہ آپ جیسا حسین وجمیل آج تک میری آنکھ نے دیکھا ہی نہیں بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ جیسا حسن وجمال کا مرقع کسی عورت نے جنا ہی نہیں۔

علامہ اقبال بول اٹھے عرض کرتے ہیں۔

وہی ہے طور جہاں پڑ گئی نگاہ تیری
وہی ہے چمن جہاں مسکرا دیا تو نے

• اور ایک پنجابی شاعر یوں عرض کرتا ہے۔

جتھے ماہی پب دھردا اے
اوتھے اگدا سرو دا بوٹا اے

ہماری کیا حیثیت ہے اور ہم کیا ہیں ان لوگوں سے پوچھئے جنہوں نے ساری زندگی عشق مصطفیٰ علیہ السلام میں گزار دی اور انہیں بھی بالآخر یہ اعتراف کرنا پڑا کہ۔

گل چین تو از تنگی داماں گلہ داری

تیرے باغ حسن کے پھول چننے والا کتنا ہی بلند ظرف کیوں نہ ہو آخر یہی کہتا ہے۔
میرا دامن بہت تنگ تھا میں تیرے باغ حسن کے پھولوں سے تو کچھ نہ چن سکا اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے محبوب کے حسن کے باغ سے کچھ پھول چننے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اے لوگو! اپنے رب کریم سے عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مانگا کرو۔ اور جب کوئی ایسی گھڑی آجائے جو اللہ کی بارگاہ میں مقبولیت کا درجہ رکھتی ہو تو اس میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حصول کی التجا کیا کرو اور یہ کہا کرو۔

سب کچھ خدا سے مانگ لیا تجھ کو مانگ کر
اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ میرے اس دعا کے بعد

یہ سب چیزیں ظلمت میں تھیں لیکن جب محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان پر قدم پڑے تو روشنی ہی روشنی ہوگئی کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

جہاں جہاں سے گزر گئے وہاں وہاں سحر ہوئی
جہاں قدم نہیں گیا وہاں ہے رات آج بھی

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَحَبِیْبِنَا وَشَفِیْعِنَا مُحَمَّدِ نِ الْمَبْعُوْثِ رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ.
وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ.

تیسرا وعظ

اُسْوَہ حَسَنَہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا.

بے شک اللہ کے رسول کی (زندگی میں) تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے (خصوصاً) اس آدمی کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت کی ملاقات کی امید رکھتا ہو اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرتا ہو۔

اُسوہ کا معنی

اس لفظ کو بفتح ہمزہ اور بکسرہ ہمزہ بھی پڑھا گیا ہے اور اس کا معنی پیشوا، راہنما اور امام ہے اور دوسرا معنی یہ بھی ہے وہ ذات جس سے کوئی غمزدہ اور شکستہ دل تسلی حاصل کرے یعنی غمگسار و ہمدرد اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ السلام کی ذات اقدس میں تمہارے لیے بہترین شان غمگساری ہے۔

نظریات جب تک صرف نظریات ہوں نہ ان کے حسن وقبح کا صحیح اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور نہ ہی ان میں ایسی کشش اور جاذبیت پائی جاتی ہے جو کسی عمل پر ابھار سکے آپ دلائل کے انبار لگادیں۔ فصاحت وبلاغت کے آپ دریا بہادیں لوگ تحسین وآفرین ضرور کریں گے لیکن ان نظریات کو اپنانے کی جو ذمہ داریاں ہیں اور ان ذمہ داریوں کو نبھانے کی راہ میں جو خطرات ہیں ان کی وجہ سے کوئی انہیں اٹھانے کے لیے آمادہ نہیں ہوگا۔ بے شک عملی نمونہ

ان میں نکھار نہ پیدا کر دے جس طرح بچوں کو تعلیم دینے میں یہ ضروری سمجھا جاتا ہے کہ استاد جو سبق انہیں پڑھائے اس کو ذہن نشین اور محفوظ کرنے کے لیے طرح طرح کی مثالیں اور نمونے پیش کرے تا کہ بچہ اسے آسانی سے سمجھ کر یاد کر سکے مثلاً اگر استاد بچے کو الف کا تلفظ کروانا چاہتا ہے یا لکھوانا چاہتا ہے تو پہلے خود استاد اس کا تلفظ کرتا ہے جسے سن کر بچہ بھی اس کا تلفظ کر لیتا ہے اگر استاد خود زبان سے الف کا تلفظ نہ کرے بلکہ بچے کو ہی کہے کہ وہ اس کا تلفظ کرے تو اس کے لیے یہ ناممکن ہے اور جب تک استاد خود الف لکھ کر دکھاتا نہیں اور نہ ہی اس کی شکل بناتا ہے تو وہ بچہ اسے نہیں لکھ سکتا بعینہٖ اسی طرح امت اور نبی کا تعلق بھی استاد اور شاگرد کا سا ہے جب تک نبی اپنی تعلیم کا نمونہ بنا کر امت کے سامنے پیش نہیں کرتا اس وقت امت اس پر عمل کرنے سے قاصر رہتی ہے نمونہ جتنا کامل ہوگا اسی قدر استاد اپنے فن میں کامل اور اس کے شاگرد صفت کمال سے متصف ہوں گے اسی طرح نبی اپنی تعلیم کا جس قدر کمال نمونہ پیش کرے گا اور خود اس پر عمل کر کے دکھائے گا تو اسی قدر اس کی تعلیم عام فہم اور جاذب ہوگی اور واقعی یہی عمل اور نمونہ ایسا ہے جو کہ مشکل ترین ہے کسی بات کا کہنا بہت آسان ہے لیکن اسے کر کے دکھانا کار دارد یہ کہنا کس قدر آسان ہے کہ بدی کے عوض نیکی کرو لیکن ایسا کر کے دکھانا مشکل ہے اگر آپ کو کوئی گالی نکالے تو آپ بے قابو ہو کر اسے پندرہ بیس سنا دیتے ہیں اور اگر آپ کو کوئی پتھر مارے تو آپ کا دل چاہتا ہے کہ آپ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں اور اگر کوئی آپ کے لڑکے کو تھپڑ مار دے تو آپ اسے قتل کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں غرضیکہ ہر ادنیٰ سی ادنیٰ حرکت پر آپ پورا جائزہ نہ لیں تو آپ کو آرام نصیب نہیں ہوتا وقت تو یہی تھا کہ آپ بدی کے عوض نیکی کرتے گالی دینے والے کو دعائیں دیتے پتھر مارنے والے پر پھول نچھاور کرتے اور اپنے بیٹے کے مارنے والے کو معاف کر دیتے لیکن آپ کو اقرار کرنا پڑے گا کہ ایسا کرنا بہت مشکل ہے اسی طرح یہ جملہ کتنا خوبصورت ہے کہ غریبوں کی امداد کرو لیکن ایک غریب سردی میں کانپ رہا ہے اور آپ سے کپڑے کا سوال کرتا ہے کیا آپ اپنا گرم کوٹ اتار کر اس غریب کو دے کر اسے سردی سے

بچا سکتے ہیں اور اگر ایک غریب آدمی بیمار پڑا ہے اس کی جان خطرے میں ہے وہ آپ سے علاج کرانے کا سوال کرتا ہے کیا آپ اس کی خدمت کے لیے رقم وقف کر سکتے ہیں؟ کوئی مقروض آپ سے سوال کرتا ہے کہ مجھے قرض خواہ نے تنگ کر رکھا ہے نقدی رقم سے میری امداد کرو تو اس وقت آپ اس کی مدد نہیں کرتے تو آپ کو معلوم ہوا کہ یہ کام کتنا مشکل ہے۔ نبی کی ہستی ایسی مشکل کو حل کر دیتی ہے وہ عمل کر کے دکھاتا ہے کہ بدی کے عوض نیکی اس طرح ہوتی ہے دشمنوں کی خیر خواہی اس کا نام ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ: کہ اے مسلمانوں اے دنیا والو! اللہ کے رسول کی زندگی تمہارے سامنے عمدہ اور بہترین نمونہ ہے اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کو آپ مشعل راہ بنائیں گے اور آپ کی زندگی کا مطالعہ کریں گے تو آپ کے سامنے یہ واضح ہو جائے گا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے کوئی لفظ ایسا نہیں نکلا ہوگا جسے کر کے نہ دکھایا ہو۔

دنیا جنگ کی تکلیفوں سے گھبرا کر امن امن پکار رہی ہے ہر ملک اور ہر قوم صلح کے لیے بیتاب نظر آ رہی ہے بڑے بڑے مدبّر اور عقل مند اس سوچ میں پڑے ہوئے ہیں کہ کوئی ایسی تجویز سوچی جائے کہ دنیا جنگ کی تکلیفوں اور مصائب و آلام سے چھٹکارا حاصل کرے اور صلح و امن پیدا ہو جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے بڑی بڑی کانفرنسیں اور جلسے ہو رہے ہیں لیکن نہایت افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ جب تک وہ اسلام کے دامن میں پناہ نہیں لیں گے تو ان کی کوششوں کا انجام بھی اسی طرح ہوگا جس طرح پہلی جنگ عظیم کے بعد ان کی کوششوں کا انجام ہوا تھا اور وہ اپنی ان کوششوں میں ناکام ہو گئے تھے ہمیں ان کے اخلاص میں شبہ نہیں ہم ان کی صلح پسندی کو غلط نہیں کہتے اور نہ ہی ان کی نیک نیتی پر حملہ کرتے ہیں لیکن یہ ضرور کہتے ہیں کہ صلح و امن کے وہ تمام طریقے جو اسلام کے بتائے ہوئے طریقوں کے خلاف ہیں جس طرح پہلے تباہ کن اور خطرناک ثابت ہوئے تھے اسی طرح ہمیشہ ہمیشہ ایسے ہی برے نتائج پیدا کرتے رہیں گے اگر تمہارے اندر صلح و امن کی تڑپ ہے

اور تم دنیا کے آرام کے خواہش مند ہو تو آؤ میں تمہیں بتاتا ہوں صلح و امن کا طریقہ کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کرو تو اس کے سوا وہ چیز تمہیں کہیں نہیں مل سکتی اور تم آپ کے اسوۂ حسنہ کو سامنے رکھو اور دیکھو کہ اس نے عرب جیسے فسادی، بے امن اور جاہل ملک میں کس طرح امن قائم کیا اس نے پتھر برسانے والوں پر کس طرح رحمت کے پھول برسائے، اس نے گالیاں دینے والوں کو کس طرح دعائیں دیں، اس نے جان کے دشمنوں کو کس طرح معاف کیا، اپنی مقابل فوج اور جنگی قیدیوں سے کس طرح نرمی اور شفقت سے سلوک کیا، اس نے کس طرح عدل و مساوات کا درس دیا اور کس طرح اپنے حسن خلق سے اپنی محبت کا قیدی بنایا جن کو تلواریں اور نیزے نرم نہ کر سکے اس سراپا کرم کے حسن سلوک سے ایسے مطیع و فرمانبردار بنے کہ آپ کے اشارۂ ابرو پر اپنی گردنیں کٹانے لگے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں

سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردان عرب

جب ہم دیکھتے ہیں کہ جنگ کے وقت جب انسان غضب و غصہ سے بے تاب ہو جاتا ہے اور رحم و کرم کے تمام جذبات ختم ہو جاتے ہیں اور دشمن کو صرف اور صرف تباہ و برباد کرنا ہی پیش نظر ہوتا ہے عین اس وقت وہ خدا کا نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دشمنوں سے کریمانہ سلوک کرتا ہے اور ان کو معاف کر دیتا ہے تو مجبوراً یہ یقین کرنا پڑتا ہے کہ واقعی وہ ہستی سراپا کرم ہے۔ اور اس کا مقصد وحید یہی ہے کہ تمام عالم میں امن و امان قائم کیا جائے اہل مکہ غزوۂ احد میں جب بہت سے مسلمانوں کو شہید کر دیتے ہیں اور حضرت حمزہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے ہیں اور خود ذات بابرکات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دانت مبارک بھی شہید کر دیتے ہیں اور پیشانی مبارک کو زخمی کر دیتے ہیں تو کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ ان کے خلاف بددعا فرمائیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا:

اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ اِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ لِعَانًا وَلٰكِنِّیْ بُعِثْتُ دَاعِیًا اِلٰی رَحْمَتِهٖ۔

اے اللہ میری قوم کو ہدایت عطا فرما کیونکہ وہ نفع اور نقصان کو نہیں جانتے میں زحمت بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ اللہ کی رحمت کی طرف داعی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

سبحان اللہ! قربان جاؤں اس ذات پر جس نے عین تکلیف اور مصیبت کے وقت بھی دشمنوں کے قصور کو معاف کر دیا ان کے لیے ہدایت کی دعا کی بلکہ ان کی طرف سے اللہ کے سامنے عذر بھی پیش کیا۔ کہ اے اللہ! یہ اپنی جہالت کی وجہ سے اپنے نفع ونقصان کو نہیں جانتے اس طرح دنیا پر واضح کر دیا کہ اگر تمہارے دل میں دنیا کی خیر خواہی کا جذبہ ہے تو اپنے جان کے دشمنوں، رشتہ داروں اور پیارے دوستوں کے ظالم قاتلوں کو معاف کر دو اور ان کی ہدایت کی دعا مانگو تو دنیا میں امن وچین ہوگا اگر تم نے موقع پا کر دشمن کو تباہ وبرباد کر دیا ان کو ذلیل ورسوا کیا اور اپنا ذاتی انتقام لیا۔ تو پتہ چلے گا کہ تم فقط اپنے لیے ہی جنگ کر رہے تھے دنیا کی فلاح اور بھلائی سے تمہارا کوئی واسطہ نہیں اور جب تک تم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسوہ پر عمل نہیں کرو گے تو تم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ کسی نے کیا ہی خوب نظرانہ عقیدت پیش کیا ہے۔

سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں

عفو ودرگزر کے واقعات

بنو طے قبیلہ جو حاتم طائی کا قبیلہ تھا اس سے مسلمانوں کی جنگ ہوئی حق کو غلبہ ہوا بنو طے قیدی بنا کر بارگاہ رسالت میں پیش کیے گئے اتفاقاً ان قیدیوں میں حاتم کی لڑکی بھی تھی وہ ایسی خستہ حالت میں تھی کہ سر ڈھانپنے کو چادر پاس نہ تھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب اسے اس حالت میں دیکھا تو رحمت جوش میں آگئی فوراً اپنی چادر مبارک اتار کر اس کے سر پر رکھ دی کیا دنیا کے مصلح بھی اپنے دشمنوں سے ایسا سلوک کر سکتے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں یہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عربی کا ہی امتیاز ہے اس واقعہ کو حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ

تعالیٰ علیہ نے اپنے انداز خاص میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔

در مصافے پیش آں گردوں سریر | دختر سردار طے آمد اسیر
دخترک راچوں نبی بے پردہ دید | چادر خود پیش روئے او کشید
ما ازاں خاتون طے عریاں تریم | پیش اقوام جہاں بے چادریم
روز محشر اعتبار ما است او | در جہاں ہم پردہ دارِ ماست او

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تخت کے سامنے جب طے قبیلہ کے سردار کی لڑکی قیدی بن کر پیش ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب اس بیٹی کو بے پردہ دیکھا تو اپنی چادر مبارک اتاری اور اس کے ساتھ اس کے منہ اور چہرے کو ڈھانپ دیا۔ اے اللہ کے محبوب! صلی اللہ علیک وسلم ہم خاتون طے سے بھی زیادہ ننگے ہیں سارے جہاں کے سامنے بے پردہ ہیں حشر کے دن ہمارا اعتبار بھی اسی ذات والا صفات پر ہے کہ وہ ہمیں بھی اس جہان میں اپنے پردہ میں چھپالیں گے۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ اپنے تمام قبیلہ سمیت دائرہ اسلام میں داخل ہو گئی اور اپنے بھائی عدی بن حاتم جو کہ بھاگ گئے تھے کو لکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے بڑھ کر کوئی شریف اور کریم ذات نہیں اس لیے اس کے دامن میں آ کر پناہ حاصل کر لو۔

اس واقعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہادئ اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلح اور امن کا پیغام لے کر آئے تھے اور اپنے اسوۂ حسنہ سے بتا دیا کہ امن قائم کرنے کا یہ ڈھنگ ہے

فتح مکہ کا دن

وہ وقت کتنا دل فریب تھا جب سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دس یا پندرہ ہزار جانثاروں کے ہمراہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور یہ اعلان کر دیا کہ کسی کو بے جا قتل نہ کیا جائے، جو ابوسفیان کے گھر داخل ہو جائے اسے بھی امان، جو بیت اللہ شریف میں پناہ لے لے وہ بھی محفوظ اور جو ہتھیار ڈال دے وہ بھی مامون۔ کیا یہ وقت ایسا نہ تھا بائیس سال کے

دشمنوں سے خوب انتقام لیا جائے ایک ایک کافر کو چن چن کر تہ تیغ کیا جائے ان کے مال واسباب کو لوٹ لیا جائے اور ان کے بچوں کو غلام اور عورتوں کو لونڈیاں بنا لیا جائے اگر یہ سب کچھ اسی طرح کیا جاتا تو بھی بے جا نہ تھا۔ کیونکہ وہ اس سے بھی سنگین ترین سزا کے مستحق تھے لیکن رحمت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ شیوا نہ تھا۔ عین اس وقت جب تمام امراء مکہ اپنے بھیانک انجام سے لرزہ براندام تھے یہ مژدۂ جانفزا سنایا گیا:

اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ.

کہ اے کفار مکہ! آج تم آزاد ہو تمہیں کوئی سزا نہیں دی جائے گی اور تمہارے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ روا رکھا تھا۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ سب کے سب قدموں پر گر پڑے اور مشرف با سلام ہوئے یقیناً امن قائم کرنے کا یہی طریقہ ہے اپنے احسان واکرام سے دشمن کو اتنا ممنون کیا جائے کہ غلامی واطاعت کے سوا اس کے پاس کوئی چارۂ کار باقی نہ رہے۔ لطف یہ ہے کہ مہاجرین نے جب اپنی جائیدادوں کا سوال کیا تو فرمایا میں نے اپنی اور بنو ہاشم کی جائیدادیں بھی انہیں دے دی ہیں اور تم بھی اپنی جائیدادیں ان کو بخش دو اس طرح امن وامان قائم کر کے مخالف دلوں کو تسخیر کر لیا۔ اور ہمیشہ کے لیے امن کا سنگ بنیاد رکھ دیا۔

جنگ حنین میں جب مسلمانوں نے چھ ہزار عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر لیا اور کفار نے عرض کی کہ آپ انہیں رہا فرما دیں تو اس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان فسادیوں اور فتنہ پردازوں کے دلوں میں اس طرح صلح کا بیج بویا۔ جس کی مثال اہل دنیا پیش کرنے سے عاجز ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلان فرما دیا کہ میں اپنے اور بنو مطلب کے حصے کے قیدی بلا عوض رہا کرتا ہوں تو انصار ومہاجرین نے جب آپ کا یہ فیاضانہ انداز دیکھا تو کہنے لگے ہم بھی آپ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اپنے اپنے قیدیوں کو بلا عوض آزاد کرتے ہیں لیکن بنی فزارہ اور بنو سلیم نے جب غلاموں کو بلا عوض آزاد کرنے سے انکار کر دیا تو اس پیکر رحمت نے اپنی گرہ سے ان کے غلاموں کا فدیہ ادا فرما کر انہیں آزاد کرایا اور ان پر

مزید یہ کرم فرمایا کہ ان کے سردار کو خلعت سے سرفراز فرما کر تمام عالم کے سامنے خدائے قدوس کے اس فرمان کی تصدیق کر دی:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

ایک یہودی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ قرض لینا تھا وہ آپ کو راستہ میں مل گیا اور اس نے آپ سے قرض ادا کرنے کا مطالبہ کر دیا ابھی قرض ادا کرنے کی مدت معینہ میں بھی ایک دو دن باقی تھے اور کہنے لگا اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم) آپ نے مجھے بہت تکلیف دی ہے آپ میرا قرض کیوں ادا نہیں کرتے اس نے آپ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اکیلا دیکھ کر آپ کے گلے میں کپڑا ڈال لیا اور گھسیٹنے لگا اسی اثنا میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے وہ آپ کو اس حالت میں دیکھ کر غصہ سے بے قابو ہو گئے اور تلوار کھینچ لی تا کہ اس کا سر قلم کر دیں لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے خلق کا ایسا نمونہ پیش کیا جو سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہے اور فرمایا اے عمر! ٹھہرو کہ حق تو یہ ہے کہ تو مجھ سے پوچھ لیتا کہ معاملہ کیا ہے اسے تو میری وجہ سے تکلیف ہوئی ہے اس لیے اس کی دلجوئی کرنی چاہیے تھی نہ کہ آپ اس کے قتل کے درپے ہو جاتے۔ لہٰذا اسے چھوڑ دیا اور اس کا قرض ادا کر دیا حالانکہ قرض ادا کرنے کی مدت ابھی باقی تھی۔

عثمان بن طلحہ کا واقعہ

یہ کلید بردار خانہ کعبہ تھا ایک دفعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عثمان! خانہ کعبہ کی چابی مجھے دو تا کہ میں بیت اللہ شریف کے اندر داخل ہو کر نوافل ادا کر لوں لیکن اس نے چابی دینے سے انکار کر دیا اور کہنے لگا آپ کے علاوہ ہر کسی کو خانہ کعبہ میں داخل ہونے کی اجازت ہے لیکن آپ داخل نہیں ہو سکتے تو آپ نے فرمایا کہ اے عثمان عنقریب ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ یہ چابی میرے ہاتھ میں ہو گی جسے میں چاہوں گا عطا فرما دوں گا تو اس نے کہا کیا اس دن قریش مکہ ذلیل ہو چکے ہوں گے تبھی تو چابی آپ کے ہاتھ آ سکتی ہے تو آپ نے فرمایا اس دن قریش ذلیل نہیں ہوں گے بلکہ ان کی عزت و شہرت کا پھریرا

آسمانوں پر لہرا رہا ہوگا وقت گزرتا رہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ یہاں تک کہ مکہ مکرمہ فتح ہو گیا اور آپ نے عثمان بن طلحہ کو بلا کر اس سے چابی لی بیت اللہ شریف کو بتوں سے پاک کیا اور نوافل ادا کیے حضرت عباس جو آپ کے چچا تھے اور اسلام قبول کر چکے تھے انہوں نے عرض کیا کہ آپ یہ چابی مجھے عطا فرما دیں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے چچا! اَلْیَوْمَ یَوْمُ الْبِرِّ وَالْوَفَاءِ آج تو نیکی اور وفا کا دن ہے اس لیے آپ نے فرمایا: اَیْنَ عُثْمَانُ۔ عثمان کہاں ہے جب وہ تھرائے ہوئے سامنے آیا تو آپ نے فرمایا کہ اے عثمان! یہ چابی پکڑو۔ اور قیامت تک یہ چابی تیری نسل کے پاس رہے گی۔

یہ ہے وہ اسوۂ حسنہ جس نے ان سرکشوں کو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جانثار بنا دیا اللہ تعالیٰ ہمیں بھی آپ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ۔

چوتھا وعظ

متقین کے اوصاف اور ان کا اجر وثواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَسَارِعُوْا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

اور اس مغفرت کی طرف تیزی سے دوڑو جو تمہارے رب کی طرف ہے اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین جتنی ہے جو پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے وہ (پرہیزگار) جو خوشحالی اور تنگدستی میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ کو ضبط کرنے والے ہیں اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

اس آیت طیبہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی دو نعمتوں کے حصول کی لوگوں کو دعوت دی ہے ان میں سے ایک کا تعلق دنیا سے ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور بخشش حاصل کرنے کے اسباب ووسائل کی طرف جلدی کرنا ہے اور دوسری اخروی نعمت ہے جس کو جنت کے لفظ کے ساتھ تعبیر فرمایا اور جس کی چوڑائی سات آسمانوں اور زمین کے برابر ذکر فرمائی جس کی چوڑائی اتنی ہوگی اس کے طول اور لمبائی کا آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ کتنی ہوگی اور یہ جنت ان لوگوں کو حاصل ہوگی جو متقین اور پرہیزگار ہوں گے اور ان میں یہ چار صفتیں پائی جاتی ہوں گی (1) خوشحالی اور تنگدستی میں اللہ کے راستے میں خرچ کرنا (2) غصہ کو پی جانا (3) لوگوں کی غلطیوں سے درگزر کرنا (4) احسان کی صفت سے متصف ہونا۔ ان چاروں

اوصاف کو اپنانا آسان کام نہیں کیونکہ انسان مجموعہ اضداد ہے اس میں نیکی اور بدی کی دونوں قوتیں موجود ہیں یہ ظلم اور رحم کی دو متضاد صفات کا حامل ہے یہ اگر ایک وقت میں کسی مصیبت زدہ کو دیکھ کر بیتاب ہو جاتا ہے تو دوسرے ہی لمحہ میں کسی بسمل کی تڑپ اس کے لیے فرحت ونشاط کا باعث بنتی ہے اگر وہ ایک وقت میں کسی مقصد اعلیٰ کے لیے مصائب وآلام کے پہاڑوں سے ٹکراتا ہوا دیکھا جاتا ہے تو دوسرے وقت میں حرص وہوس کی موجوں میں تھپیڑے کھا رہا ہوتا ہے غرضیکہ اس میں ملکوتی اور حیوانی قوتوں کا امتزاج نا قابل فہم حد تک حیرت انگیز ہے اور یہی امتزاج اس کا طرۂ امتیاز ہے اگر اس کے مزاج میں سبعانہ بربریت کی آمیزش نہ ہوتی جسے مسخر کر کے ہمدوش ملائک بننا اس کے مقدر میں ہے تو اس ناتواں اور بے بس انسان کا مرتبہ مخلوقات عالم میں اتنا بلند نہ ہوتا کیونکہ اسلام انسان کو اس کے بلند مرتبہ تک پہنچانے کا مدعی ہے اس لیے اس نے اس کو سفا کی اور ظلم وحرص جیسی مذموم صفات سے مبرا کرنے اور اوصاف حمیدہ سے مزین کرنے کی ہر ممکن کوشش فرمائی ہے اگرچہ یہ ایک ایسا انعام تھا جس کے بعد ہم کسی مزید اجر کے مستحق نہیں تھے لیکن رحیم وکریم خدا نے انسان کو جلد از جلد مقام رفیع پر پہنچانے کے لیے ان اوصاف کو اپنانے کے عوض طرح طرح کی دنیاوی اور اخروی نعمتیں تجویز فرمائی ہیں تا کہ انسان کو ان اصولوں پر عمل کرنے میں اگر بظاہر کسی نقصان کا بھی اندیشہ ہو تو ان منافع کے حصول کی خواہش میں ان کو خیر باد نہ کہہ دے یہ اللہ تعالیٰ کا ایک مزید کرم ہے جس کے لیے وہ مزید شکر کے لائق ہے۔

ان چیزوں میں سے جو انسان کو حیوانیت سے بھی نیچے گرا دیتی ہیں بخل، غصہ اور انتقام ہیں اُس کے عوض اللہ نے انسان کو سخاوت، حلم اور عفو ودرگزر کے اوصاف سے متصف ہونے کو کہا ہے تا کہ انسان ان جلیل القدر صفات سے متصف ہو کر مظہر صفات ربانی ہو جائے اور خلیفۃ اللہ کے منصب جلیل پر فائز ہو سکے۔ اب ذرا قرآن کریم کی اس آیت طیبہ میں غور کریں کس حسین اسلوب سے تربیت انسانی کا فرض ادا کیا گیا ہے پہلے انعام کا ذکر فرمایا اور انعام بھی بہت بڑا یعنی (جنت) تا کہ سننے والا چوکنا ہو کر اس چیز کو سنے جو بعد میں

مذکور ہونے والی ہے اور جو ان صفات سے متصف ہوں گے انہیں ایک نہایت باعزت متقین کے لقب سے سرفراز بھی فرمادیا اور اس کے بعد ان صفات کا ذکر کیا جو کہ چار ہیں۔

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ

یعنی ان کے دل پتھر کی قاشیں نہیں ہیں جو کسی دردمند بھوکے کو دیکھ کر منہ موڑ لیں اور اپنے خزانے کے صندوق میں ایک دوسرے تالا کا اضافہ کر دیں بلکہ ان کے سینے میں ایک ایسا حساس دل ہے جو انسانی مصائب کو دیکھ کر بلبلا اٹھتا ہے ایثار اور ہمدردی کے احساسات اس میں موجزن ہو جاتے ہیں لیکن وہ موجیں بخارات بن کر سرد ہواؤں میں تبدیل نہیں ہو جاتیں بلکہ ثروت دنیا کی محبت کا فریب کافور ہو جاتا ہے جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے وہ خرچ کرنے کو تل جاتے ہیں لیکن صرف اس وقت ہی نہیں جبکہ ان کے پاس سیم وزر کی افراط ہو بلکہ ان میں یہ جوہر عالی اس قدر قوی ہوتا ہے کہ وہ تنگدستی کے باوجود اس جذبہ کو ظاہر کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے غلاموں نے اس کی ایسی ایسی مثالیں پیش کی ہیں جن سے عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

(1) جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے موقع پر جنگ کا ساز و سامان خریدنے کے لیے صحابہ کرام کو چندہ اکٹھا کرنے کا حکم ارشاد فرماتے ہیں تو ہر صحابی اپنی وسعت کے مطابق ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ دس ہزار مجاہدین کے لیے سواری کے جانور اور ان کے خورد و نوش کا سامان مہیا کرتے ہیں اور دس ہزار درہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیتے ہیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتنے خوش ہوتے ہیں کہ آپ اس رقم کو اپنی جھولی میں ڈال کر مسجد نبوی میں کھڑے ہو کر ارشاد فرماتے ہیں کہ آج کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جو بھی عمل کریں گے انہیں نقصان نہیں پہنچے گا۔ اور رب کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ ارْضَ عَنْ عُثْمَانَ فَاِنِّي عَنْهُ رَاضٍ.

کہ اے اللہ تو بھی عثمان سے راضی ہو جا کیونکہ میں عثمان سے راضی ہوں۔

اور حضرات صدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مثالیں تو اظہر من الشمس ہیں۔

(2) حضرت ابوعقیل انصاری رضی اللہ عنہ یہ غریب صحابہ کرام میں سے تھے یہ اپنے گھر تشریف لے جاتے ہیں اور اپنی بیگم سے پوچھتے ہیں کیا کچھ ہمارے گھر میں ہے جو اس موقع پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں پیش کیا جائے تو ادہر سے نفی میں جواب ملتا ہے وہ ایک یہودی کے پاس جاتے ہیں اور اسے فرماتے ہیں کہ اگر میں تیرا باغ کنوئیں سے ڈول کھینچ کر سیراب کر دوں تو تو مجھے اس کے عوض کیا دے گا تو اس نے کہا کہ میں تمہیں دو صاع کھجوریں دوں گا تو اس صحابی نے ڈول کھینچ کر اس کا باغ سیراب کیا اور دو صاع کھجوریں حاصل کیں ان کھجوروں میں سے ایک صاع اپنے اہل وعیال کو دیا اور دوسرا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا اور ساتھ ہی سارا واقعہ بھی بیان کر دیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھجوروں کے اس صاع کو کھجوروں کے ڈھیر پر بکھیر دو تا کہ اس کے صدقے یہ ساری کھجوریں اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہو جائیں۔

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ

کٰظمین یہ کَظَمَ سے مشتق ہے جس کا معنی شَدُّ رَأسِ الْقِرْبَةِ عِنْدَ امْتِلَاءِ هَا۔ بھری ہوئی مشک کے منہ باندھنے کو کظم کہتے ہیں۔ اور غیظ کسی ناپسندیدہ بات کو دیکھ کر طبیعت میں ہیجان برپا ہونے کو کہتے ہیں۔ تو معنی یہ ہوگا کہ جب ایسی ناپسندیدہ حرکات اور ضرر رساں امور رونما ہوتے ہیں جن سے انسان برافروختہ ہو جاتا ہے اور جذبہ انتقام سے اس کا دل لبریز ہو جاتا ہے تو وہ ایسے حال میں اپنے غصے کو ضبط کر لیتے ہیں اور اسے پی جاتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

(1) ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ آرَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ كَنَفِهٖ وَسَتَرَ عَلَيْهِ بِرَحْمَتِهٖ وَاَدْخَلَهٗ فِيْ مَحَبَّتِهٖ مَنْ اِذَا اُعْطِيَ شَكَرَ وَاِذَا قَدِرَ غَفَرَ وَاِذَا غَضِبَ كَظَمَ مَا مِنْ جُرْعَةٍ اَعْظَمُ اَجْرًا عِنْدَاللّٰهِ مِنْ جُرْعَةِ غَيْظٍ يَكْظِمُهَا عَبْدٌ اِبْتِغَاءَ لِوَجْهِ اللّٰهِ (ریاض الصالحین)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس آدمی میں یہ تین اوصاف ہوں اللہ تعالیٰ اسے اپنی حفاظت میں لے لیتا ہے اور اسے اپنی رحمت کے پردے میں چھپا لیتا ہے اور اسے اپنی محبت میں داخل کر لیتا ہے جب اللہ کی طرف سے اسے کوئی نعمت عطا کی جائے تو وہ اس کا شکر ادا کرے اور جب انتقام لینے پر قادر ہو تو مجرم کو معاف کر دے اور جب غصہ میں ہو تو اسے ضبط کر لے (کیونکہ) اللہ تعالیٰ کے نزدیک اجر کے اعتبار سے اس غصہ کے گھونٹ سے کوئی گھونٹ زیادہ عظیم نہیں جس کو وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خواہش سے پی لیتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنے غصے پر قابو پالینا اور اسے ظاہر نہ ہونے دینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظیم اجر کا باعث ہوتا ہے۔

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرْعَۃِ اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِکُ نَفْسَہٗ عِنْدَ الْغَضَبِ.

(متفق علیہ)

کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ وہ آدمی طاقتور نہیں جو اپنے مدمقابل کو بچھاڑ دیتا ہے بلکہ طاقتور وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو ضبط کر لیتا ہے۔

تو گویا غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو کر لینا اور کسی قسم کے ردعمل کا اظہار نہ کرنا طاقت اور بہادری کا نشان ہے۔

وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ

عَافِیْن یہ عَفْوٌ سے مشتق ہے جس کا لغوی معنی مٹانا ہے اور یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ انسان قدرت کے باوجود کسی کی خطا اور اس کے نقصان دہ عمل پر صرف خاموش ہی نہ رہے بلکہ اسے دل سے معاف بھی کر دے متقین کی یہ صفت غصہ کو ضبط کرنے سے بھی کہیں زیادہ اعلیٰ ہے۔

رُوِیَ عَنِ الْحَسَنِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ لِیَقُمْ مَنْ کَانَ لَہٗ عَلَی اللّٰہِ تَعَالٰی اَجْرٌ فَلَا یَقُوْمُ اِلَّا اِنْسَانٌ عَفَا۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اشاد فرمائے گا کہ وہ آدمی کھڑا ہو جائے جس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے تو اس وقت سوائے اس آدمی کے کوئی نہیں اٹھے گا جس نے کسی کی خطا معاف کی ہوگی تو گویا کسی آدمی کی غلطی کو معاف کرنا اتنا عظیم اجر ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ادا کرنا اپنے ذمہ کرم پر واجب کر لیتا ہے۔

وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ

مُحْسِنِیْنَ احسان سے مشتق ہے جس کا معنی نیکی کرنا ہے اصطلاح میں اس کا معنی یہ ہے کہ انسان اللہ کی عبادت اس طرح کرے گویا وہ اسے دیکھ رہا ہے اور اگر یہ عقیدہ پختہ نہ ہو تو کم از کم یہ خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ تو اسے دیکھ رہا ہے یہ مرتبہ پہلے تین مراتب سے بلندتر ہے کہ انسان دشمن سے انتقام بھی نہ لے، اسے دل سے معاف بھی کر دے اور اس پر لطف واحسان بھی کر دے تو اللہ تعالیٰ نے اس مرتبہ کی جلالت شان کو ظاہر کرنے کے لیے اسلوب کلام ہی بدل دیا اور فرمایا کہ ایسے آدمی کو محبوبیت کا شرف بھی بخش دیا جاتا ہے۔

بزرگان دین نے ان اوصاف پر اس طرح عمل کیا ہے کہ دنیا ان کے کارناموں کو دیکھ کر انگشت بدنداں ہے ایک واقعہ سماعت فرمائیے جس سے اس مذکورہ بالا کی تائید ہوتی ہے۔

• حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ جو کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے وہ صاحبزادے ہیں جنہوں نے سانحۂ کرب وبلا اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور ساری زندگی اللہ کی عبادت میں گزار دی تھی آپ کا معمول یہ تھا کہ ہر رات ایک ہزار رکعات نماز نفل ادا فرمایا کرتے تھے آپ عفو وکرم اور حلم کا ایک مضبوط پہاڑ تھے آپ کی ایک لونڈی تھی جو آپ کی خدمت کیا کرتی تھی وہ ایک دن آپ کو وضو کرانے لگی اس کے ہاتھ میں گرم پانی کا لوٹا تھا وہ گر پڑا جس سے آپ کو شدید تکلیف ہوئی تو آپ نے غضب آلود نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا تو اس

نے فوراً عرض کیا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے متقین وہ لوگ ہیں جو اپنے غصہ کو ضبط کر لیتے ہیں تو آپ نے فوراً فرمایا قَدْ كَظَمْتُ غَيْظِيْ کہ میں نے اپنا غصہ پی لیا تو لونڈی نے دریائے رحمت کو جوش میں دیکھا عرض کی اللہ فرماتا ہے وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ متقین لوگوں کے گناہ معاف کر دیتے ہیں تو آپ نے فرمایا عَفَا اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْكِ قَدْ عَفَوْتُكِ: کہ اللہ تعالیٰ تجھے معاف فرمائے میں نے تجھے معاف کر دیا تو اس نے عرض کیا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ کہ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے تو آپ نے فرمایا اِذْهَبِىْ فَاَنْتِ حُرَّةٌ لِوَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰى کہ چلی جاؤ میں اللہ کی رضا کے لیے تجھے آزاد کرتا ہوں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں کا یہی طریقہ تھا جس کی وجہ سے اسلام کا جھنڈا چار دانگ عالم میں لہرانے لگا یہاں میں ایک ایسا واقعہ نقل کرتا ہوں جو حضور غریب نواز ضیاء الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان کیا تھا۔

ایک دفعہ آپ اندلس تشریف لے گئے وہاں آپ نے ڈاکٹر حمید اللہ صاحب جو بہت بڑے سکالر ہیں سے ملاقات کی اور آپ نے اس سے پوچھا کہ اب اندلس میں مسلمانوں کا کیا مستقبل ہے تو اس نے جواب دیا کہ بہت روشن مستقبل ہے ہر روز دس فیصد لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں جس کی وجہ صوفیاء کرام کے حالات کو پڑھنا اور ان کے عمل اور قول میں موافقت پانا ہے کیونکہ صوفیاء کرام اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کی سختی سے پابندی کرتے ہیں لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ: تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم خود نہیں کرتے تو صوفیاء کرام کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ جو وہ زبان سے کہتے ہیں اس کے مطابق ہی ان کا عمل بھی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بصد عجز و نیاز التماس ہے کہ وہ ہمیں ان اوصاف جمیلہ سے متصف ہونے اور ان کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ. وَمَا تَوْفِيْقِىْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ.

پانچواں وعظ

علم کی فضیلت

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَی الْمَلٰٓئِکَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ قَالُوْا سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ.

اور آدم علیہ السلام کو تمام ظاہری اور باطنی اشیاء کے اسماء اور صفات سکھا دیے پھر ان کو ملائکہ پر پیش کیا پھر فرمایا کہ ان اشیاء کے اسماء سے مجھے آگاہ کرو۔ اگر تم (خلافت کے مستحق ہونے کے دعویٰ میں) سچے ہو۔ تو ملائکہ نے اپنی عاجزی کا اعتراف کرتے ہوئے عرض کیا (اے اللہ) تیری ذات ہر نقص اور ہر عیب سے پاک ہے ہمیں تو صرف وہی علم ہے جو تو نے ہمیں سکھایا بے شک تو سب کچھ جاننے والا دانا ہے۔

علم ایک لازوال دولت ہے جو عظمت کا نشان اور ترقی درجات کا ضامن ہے اور خلافت فی الارض کا تاج پہننے کے لیے ایک شرط ہے علم کے بغیر خدا کی پہچان بھی نہیں ہو سکتی جیسے شیخ سعدی فرماتے ہیں:

بے علم نتواں خدارا شناخت

اسی علم کی بدولت حضرت آدم علیہ السلام کو ملائکہ پر فضیلت حاصل ہوئی اور یہی خلافت فی الارض کا تاج پہنانے کا موجب بنا اور اسی علم کے طفیل حضرت آدم علیہ السلام مسجود ملائکہ

ٹھہرے مذکورہ بالا آیت طیبہ میں اسی حقیقت کو واضح کیا گیا ہے اور ایک عالم کی فضیلت کو جاہل پر ظاہر کرنے کے لیے فرمایا:

هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ.

کیا عالم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں۔

کیونکہ علم نور ہے اور جہالت ظلمت ہے علم کی روشنی سے جہالت اور گمراہی کی ظلمتیں چھٹ جاتی ہیں اور صاحب علم منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے اور اللہ کی طرف سے دنیاوی اور اخروی نعمتوں سے اسے نوازا جاتا ہے اس حقیقت کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات کے ساتھ بھی واضح فرمایا ہے حضرت ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب کوئی آدمی اس راستہ پر چلتا ہے جس میں وہ علم حاصل کرنا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کی طرف جانے والا راستہ آسان بنا دیتا ہے اور ملائکہ طالب علموں کے قدموں کے نیچے علم کی خوشی میں پر بچھا دیتے ہیں اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اللہ تعالیٰ سے عالم کے گناہوں کی بخشش طلب کرتے ہیں یہاں تک کہ پانی میں مچھلیاں بھی اور عالم کی فضیلت عابد پر اسی طرح ہے جس طرح چاند کی فضیلت باقی تمام ستاروں پر ہے اور علماء انبیاء کے وارث ہیں حالانکہ انبیاء کرام کسی کو درھم اور دینار کا وارث نہیں بناتے بلکہ وہ اپنے علم کا وارث بناتے ہیں اور جس نے علم حاصل کیا تو اس نے انبیاء کی وراثت کا وافر حصہ پالیا۔

(رواہ ابوداود والترمذی)

علم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوذر! تیرا صبح کے وقت اٹھ کر اللہ کی کتاب سے علم کا ایک باب حاصل کر لینا سو رکعات نفل ادا کرنے سے زیادہ بہتر ہے اور مزید ارشاد فرمایا کہ اگر تو صبح کے وقت اللہ کی کتاب سے علم کا ایک باب پڑھے اور اس کے مطابق عمل پیرا نہ بھی ہوا تو بھی ثواب سے

محروم نہیں ہوگا اور ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

مَنْ تَعَلَّمَ بَابًا مِّنَ الْعِلْمِ لِيُعَلِّمَ النَّاسَ أُعْطِيَ ثَوَابَ سَبْعِيْنَ صِدِّيْقًا.

کہ جس آدمی نے اس لیے علم حاصل کیا کہ وہ لوگوں کو سکھائے تو اسے ستر صدیقوں کے ثواب کے برابر اجر عطا فرمایا جائے گا۔" (احیاء العلوم)

اور آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

مَنْ جَلَسَ عِنْدَ الْعَالِمِ سَاعَتَيْنِ اَوْ اَكَلَ مَعَهٗ لُقْمَتَيْنِ اَوْ سَمِعَ مِنْهُ كَلِمَتَيْنِ اَوْ مَشٰى مَعَهٗ خُطْوَتَيْنِ اَعْطَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى جَنَّتَيْنِ كُلُّ جَنَّةٍ مِثْلُ الدُّنْيَا مَرَّتَيْنِ. (مشکوٰۃ الانوار)

کہ جو آدمی ایک عالم کے پاس دو گھڑیاں بیٹھے یا اس کے ساتھ دو کھانے کے لقمے تناول کرے یا اس سے دو کلمے حکمت کے سنے اور یا اس کی معیت میں دو قدم چلے تو اللہ تعالیٰ اسے دو جنتیں عطا فرماتا ہے اور ہر جنت دنیا سے دو گنا بڑی ہے۔

(نوٹ) حدیث پاک میں جس عالم کی معیت میں بیٹھنے کھانا کھانے یا اس کا کلام سننے وغیرہ کے متعلق ارشاد فرمایا گیا ہے اس سے مراد عالم ربانی ہے جس نے اپنے علم کے مطابق عمل کرتے ہوئے زندگی گذار دی اس سے مراد وہ عالم نہیں جو بے عمل اور فتنہ پرداز ہو۔

(درۃ الناصحین)

- سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جبرائیل سے پوچھا کہ علماء کی کیا شان ہے تو اس نے جواب دیا کہ وہ دنیا اور آخرت میں آپ کی امت کے روشن چراغ ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اس آدمی کو خوشخبری ہو جس نے علماء کی شان کو پہچانا اور اس کے لیے ہلاکت و بربادی ہے جس نے علماء کی شان کا انکار کیا اور ان کے ساتھ بغض و عداوت کا برتاؤ کرتا رہا۔ (کواشی)

عالم باعمل کو چھ انعامات

روایت کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص باجماعت نماز ادا کرے اور علم کی محفل میں بیٹھے اور اللہ کا کلام سنے پھر اس کے مطابق عمل بھی کرے تو اللہ تعالیٰ اسے چھ انعامات سے نواز دیتا ہے۔

(1) اسے رزق حلال عطا فرماتا ہے۔ (2) عذاب قبر سے اسے نجات حاصل ہوتی ہے۔ (3) قیامت کے دن اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں عطا کیا جائے گا۔ (4) پل صراط سے بجلی کی چمک کی طرح گزر جائے گا۔ (5) اس کا حشر انبیاء کرام کے ساتھ ہوگا۔ (6) اس کا گھر جنت میں سرخ یاقوت سے بنایا جائے گا۔ جس کے چالیس دروازے ہوں گے جس دروازے سے چاہے وہ اس سے جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (درۃ الناصحین)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا باعمل علماء کے درجات مومنین کے درجات سے سات سو گنا بلند ہوں گے اور ہر دو درجوں کی درمیانی مسافت پانچ سو سال کی ہوگی۔ اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ علم کی عمل پر فضیلت کی پانچ وجہیں ہیں۔ (1) بغیر عمل کے بھی علم حاصل ہو جاتا ہے اور عمل بغیر علم کے نہیں حاصل ہوتا (2) علم بغیر عمل بھی نافع ہوتا ہے اور عمل بغیر علم کے نفع کا باعث نہیں بنتا۔ (3) علم نور کا چراغ ہے جس سے عمل منور ہوتا ہے دینی علم کے علماء کا درجہ بنی اسرائیل کے انبیاء کی مانند ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں (5) علم اللہ کی صفت ہے اور عمل بندوں کی صفت ہے اور اللہ کی صفت بہر حال بندوں کی صفت سے افضل ہے۔

(تفسیر تیسیر)

مذکورہ بالا احادیث طیبہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عالم باعمل کا درجہ کتنا بلند ہے

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا خُیِّرَ سُلَیْمَانُ عَلَیْہِ السَّلَامُ بَیْنَ الْعِلْمِ وَالْمُلْکِ فَاخْتَارَ الْعِلْمَ فَاُعْطِیَ الْعِلْمُ وَالْمُلْکُ

جَمِیْعًا حضرت سلیمان علیہ السلام کو علم اور ملک میں سے کسی ایک چیز کو حاصل کرنے کا اختیار دیا گیا تو آپ نے علم کو پسند فرمایا تو اس کے سبب آپ کو علم اور ملک دونوں عطا کر دیئے گئے۔

مجالس الابرار میں کسی حکیم کا قول نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا اَلْعِلْمُ ثَلَاثَۃُ اَحْرُفٍ. عَیْنٌ وَّلَامٌ وَّمِیْمٌ. کہ علم کے تین حروف ہیں عین۔ لام اور میم عین عِلِّیِّیْن سے مشتق ہے اور لام لطف سے اور میم ملک سے ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ عین صاحب علم کو عِلِّیِّیْن تک پہنچا دیتی ہے جو جنت میں ایک خاص مقام کا نام ہے اور لام اسے لطیف یعنی مہربانی کرنے والا بنا دیتی ہے اور میم اسے مخلوق کا بادشاہ بنا دیتی ہے۔

علم کی فضیلت شرافت اور مرتبہ پر اللہ کا یہ ارشاد گرامی بھی دلالت کرتا ہے جس میں اللہ نے ارشاد فرمایا۔ اے میرے محبوب قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا. کہ آپ مجھ سے علم کی زیادتی طلب کریں۔ اور عرض کریں کہ اے میرے پروردگار میرے علم میں اضافہ فرما دے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کسی چیز کی بھی زیادتی طلب کرنے کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم نہیں فرمایا سوائے علم کے اس سے معلوم ہوا کہ علم ایک ایسی دولت ہے جس کا دنیا و مافیہا میں کوئی نعم البدل نہیں۔ دلی دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

عالم کی عابد پر فضیلت

مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث شریف بیان کی گئی ہے جس سے عالم کی فضیلت عابد پر بیان کی گئی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت کے دن لوگوں کا حساب شروع ہوگا تو چار آدمیوں کو بغیر حساب اور بغیر عذاب کے جنت کے دروازے پر لایا جائے گا اور وہ چار یہ ہیں (1) عالم باعمل (2) وہ حاجی جس نے اپنا حج اللہ کے احکام کے مطابق بغیر کسی فساد اور جھگڑا اور گالی گلوچ کے ادا کیا ہوگا (3) میدان جنگ میں شہید ہونے والا (4) وہ سخی جس نے حلال ذرائع سے مال کمایا اور بغیر نمود و نمائش اور ریاء کے اللہ کے راستے میں خرچ کیا تو جب ان چاروں کو جنت میں داخل ہونے کا حکم ہوگا تو وہ آپس میں

اس بات پر جھگڑنے لگیں گے کہ پہلے جنت میں کون داخل ہو تو اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت جبرائیل کو ان کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے بھیجے گا جبرائیل امین وہاں حاضر ہوں گے اور سب سے پہلے شہید سے پوچھیں گے کہ تم کس عمل کی وجہ سے سب سے پہلے جنت میں داخل ہونا چاہتے ہو تو وہ فوراً جواب دے گا کہ میں نے اللہ کے دین اور حق کے کلمہ کو بلند کرنے کے لیے کفار سے جنگ کی اپنے خون ناب کا آخری قطرہ تک بہا دیا۔ اور جام شہادت نوش کیا میرا مقصد اللہ کو راضی کرنا تھا اس لیے میں جنت میں پہلے داخل ہونے کا زیادہ حق رکھتا ہوں۔ تو جبرائیل امین اس سے پوچھے گا کہ تجھے کس نے بتایا کہ شہادت کا درجہ اتنا ہے کہ شہید بغیر حساب جنت میں داخل ہوگا تو وہ جواب دے گا یہ بات مجھے ایک عالم نے بتائی تھی اسی طرح حاجی اور سخی سے سوال پوچھے جائیں گے اور وہ بھی یہی جواب دیں گے کہ ان اعمال کی اہمیت ہمیں علماء نے بتائی تھی تو جبرائیل فرمائے گا کہ وہ عالم تمہارا استاد ہے اور استاد کے ادب کو ملحوظ خاطر رکھو تو عالم فوراً پکار اٹھے گا اور عرض کرے گا کہ اے اللہ! میں نے یہ علم اس سخی کی سخاوت اور احسان کے سبب ہی حاصل کیا تھا تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ اس عالم نے سچ کہا تو جنت کے محافظ کو حکم ہوگا کہ وہ جنت کا دروازہ کھول دے تاکہ سب سے پہلے سخی اس میں داخل ہو اس کے بعد باقی تمام کو یکے بعد دیگرے جنت میں داخل ہونے کا حکم ہوگا۔ (مشکوۃ الانوار)

عالم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ نِ الْبَاھِلِیْ قَالَ ذُکِرَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ اَحَدُھُمَا عَابِدٌ وَآخِرُھُمَا عَالِمٌ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِیْ عَلٰی اَدْنَاکُمْ. (مشکوۃ شریف)

ابی امامہ الباہلی سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے سامنے ایک عالم اور عابد کا ذکر کیا گیا اور پوچھا گیا کہ ان سے کون افضل ہے تو آپ نے ارشاد

فرمایا عالم کی عابد پر اس قدر فضیلت ہے جس قدر مجھے تم میں سے ایک ادنیٰ پر فضیلت حاصل ہے۔

آپ سے یہ بھی روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف اللہ نے وحی فرمائی اور فرمایا کہ۔

اَنَا عَلِیْمٌ وَّاُحِبُّ عَلِیْمًا۔

کہ میں علیم ہوں اور علیم ہی کو پسند کرتا ہوں۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قیامت کے دن علماء کی روشنائی کا وزن شہداء کے خون سے زیادہ ہوگا اور وہ خون سے بھاری ہوگی اور آپ نے نصیحت کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ یا تو عالم بنو یا متعلم یا علمی باتیں سننے والے اور ان کے علاوہ چوتھا نہ بننا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے پوچھا گیا کہ اعمال میں سے کون سا عمل افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کی معرفت حاصل کرنا کیونکہ علم اور معرفت کے ساتھ تھوڑا علم بھی نفع بخش ہوتا ہے اور جہالت کے ساتھ کثیر عمل بھی نفع بخش نہیں ہوتا ان تمام آثار واحادیث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ علم کا مرتبہ عبادت سے کہیں برتر ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جو کسی نے علم حاصل کیا اس کے مطابق عمل بھی کرے ورنہ وہ علم اس کے لیے نفع کا باعث نہیں ہوگا۔ اور ایک عالم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ عالم کی زیارت کرنا بھی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے، آسمانوں اور زمین کی تمام اشیاء، زمین پر رینگ کر چلنے والی چیونٹیاں اور سمندر کی اتھاہ گہرائی میں رہنے والی مچھلیاں لوگوں کو تعلیم دینے والے کے لیے بخشش کی دعا کرتی رہتی ہیں۔ کتنا بلند بخت ہے وہ شخص جو محض اللہ کی رضا کے لیے علم حاصل کرتا ہے اور لوگوں کو تعلیم دیتا ہے۔

عالم سے شیطان کا ڈرنا

روایت کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد کے دروازے پر تشریف

لائے وہاں شیطان کو حیران کھڑا پایا تو آپ نے اس سے پوچھا کہ تیرے یہاں اس طرح کھڑے ہونے کا کیا مقصد ہے تو اس نے جواب دیا کہ میں مسجد میں داخل ہو کر اس نمازی کی نماز میں خلل ڈال کر اسے اجر سے محروم کرنا چاہتا ہوں لیکن اس کے پاس جو آدمی سو رہا ہے اس سے ڈر رہا ہوں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ آدمی جو اللہ کی عبادت کر رہا ہے اور نماز میں مشغول ہے اور اپنے رب کے ساتھ سرگوشی کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہے تو اس سے کیوں نہیں ڈرتا اور غفلت میں سونے والے سے تو اتنا زیادہ کیوں خوفزدہ ہے تو شیطان نے جواب دیا کہ نمازی جاہل ہے اور اس کی نماز میں خلل ڈال کر اسے اجر سے محروم کرنا آسان ہے جبکہ سونے والا عالم ہے اور جب میں اس نمازی کو نماز کے ارکان سے غافل کر کے اس کی نماز کو ضائع کر دوں گا تو یہ سونے والا بیدار ہو کر جلدی جلدی اسے بتا کر اس کی نماز درست کر دے گا اس لیے میں اس سے خوفزدہ ہوں۔ اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ عالم کی نیند بھی جاہل کی عبادت سے بہتر ہے۔

علم کو یاد رکھنے کا وظیفہ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی اپنا علم یاد رکھنا چاہتا ہے وہ ان پانچ اعمال پر ہمیشگی اختیار کرے (1) نصف رات کے بعد نماز تہجد ادا کرے۔ اگرچہ دو رکعت ہی کیوں نہ ہوں (2) ہمیشہ باوضو رہے (3) ظاہر و باطن میں اللہ سے ڈرتا رہے (4) کھانا اس لیے کھائے تاکہ اللہ کی عبادت کرنے کے لیے اسے قوت حاصل ہو جائے نہ کہ خواہشات نفس کو پورا کرنے کے لیے (5) وہ ہمیشہ مسواک کرتا رہے۔ (درۃ الناصحین)

علماء کی زیارت کی فضیلت

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے علماء کی زیارت کرنے والوں کے لیے اپنے عرش کے نیچے ایک شہر پیدا فرما رکھا ہے جس کے دروازے پر یہ لکھا ہوا ہے کہ جس نے علماء کی زیارت کی وہ ایسا ہی ہوگا کہ گویا اس نے انبیاء کرام کی زیارت کا شرف حاصل کر لیا۔

اسی لیے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جُلُوْسُ سَاعَةٍ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ عِبَادَةِ اَلْفِ سَنَةٍ

. کہ علماء کی خدمت میں ایک گھڑی بیٹھنا اللہ کے نزدیک ایک ہزار سال کی عبادت سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ (درۃ الناصحین)

علم کی محفل میں بیٹھنے کا اجر

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ اللہ نے اپنے عرش کے نیچے ایک نور کا شہر پیدا فرمایا ہوا ہے جو اس دنیا سے دس گنا بڑا ہے اس میں موتیوں، یاقوت، زبرجد، مرجان اور لولؤ کے ایک ہزار درخت لگے ہوئے ہیں روز قیامت ان درختوں کے پتے اور پھول کھلے ہوئے ہوں گے اللہ کی طرف سے ایک منادی ندا کرے گا کہ وہ لوگ کہاں ہیں تو پانچ وقت باجماعت نماز ادا کرتے رہے علم کی محفل میں شریک ہوتے رہے وہ آج آگے بڑھیں اور درختوں کے گھنے اور ٹھنڈے سایہ میں بیٹھ جائیں تو باجماعت نماز ادا کرنے والے اور علم کی محفل میں بیٹھنے والے آگے بڑھ کر ان درختوں کے نیچے بیٹھ جائیں گے ان کی مہمان نوازی کے لیے ان کے سامنے نور کا ایک دسترخوان بچھا دیا جائے گا جس پر ان کی ہر مطلوبہ چیز موجود ہو گی جن سے ان کی آنکھیں مسرور اور ٹھنڈی ہوں گی پھر انہیں کہا جائے گا کہ دسترخوان پر پڑی ہوئی تمام چیزیں تمہارے لیے ہیں اور تم ان سے لطف اٹھاؤ اور انہیں خوب سیر ہو کر کھاؤ۔ (مکاشفۃ الاسرار)

عالم کی تعزیت کا ثواب اور اس کی توہین کی سزا

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مومن کسی عالم کی موت کی وجہ سے غمزدہ ہوتا ہے اور وہ پریشان ہو جاتا ہے تو اسے ہزار علماء اور ہزار شہداء کا ثواب عطا کیا جاتا ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ. کہ ایک عالم کی موت پورے جہان کی موت ہے اور کواشی میں ہے کہ جو آدمی کسی اہل علم کو گالی دے اور بکواس

کرے وہ دائرۂ ایمان سے خارج ہوتا ہے۔ امام محمد اور فقہاء کے نزدیک ایسے گستاخ کی عورت کو طلاق بائنہ واقع ہو جاتی ہے صدر الشریعہ نے فتاوی بدیع الدین میں یہی لکھا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ عنقریب میری امت پر ایسا زمانہ آئے گا جس میں لوگ علماء اور فقہاء سے نفرت کریں گے اور ان سے دور بھاگیں گے تو ان کو تین آزمائشوں میں مبتلا کر دیا جائے گا (1) ان کی کمائی سے برکت اٹھالی جائے گی (2) ان پر ظالم حکمران مقرر کر دیے جائیں گے (3) وہ دنیا سے رخصت ہوتے وقت ایمان سے محروم ہوں گے۔

بنو آدم کی آٹھ صفات

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اولاد آدم کی آٹھ صفات جو انہی کے ساتھ خاص ہیں ان میں چار اہل جنت کے لیے خاص ہیں (1) ان کے چہرے بڑے ہی خوبصورت ہوں گے (2) ان کی زبان بڑی ہی شستہ اور فصیح ہوگی (3) وہ از حد پرہیز گار ہوں گے (4) اور از حد سخی ہوں گے اور چار دوزخیوں کے لیے مختص ہیں (1) ان کا چہرہ سکڑا ہوا ہوتا ہے (2) ان کی زبان بڑی گندی اور غلیظ ہوتی ہے (3) وہ سخت دل ہوتے ہیں (4) اور از حد بخیل ہوتے ہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا وہ سچ ہے اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں سے محتاط رہا کرو (1) غافل علماء سے (2) دھوکہ باز فقراء سے (3) جاہل صوفیاء سے اور آپ نے فرمایا کہ دنیا کا قیام چار چیزوں سے ہے (1) علماء کے علم سے (2) حکماء کے عدل سے (3) اغنیاء کی سخاوت سے (4) فقراء کی دعا سے۔ اگر علماء کا علم نہ ہوتا تو جاہل ہلاک ہو جاتے اگر اغنیاء کی سخاوت نہ ہوتی تو فقراء برباد ہو جاتے اور اگر فقراء کی دعا نہ ہوتی تو اغنیاء تباہ ہو جاتے اگر عدل نہ ہوتا تو لوگ ایک دوسرے کو اس طرح کھا جاتے جس طرح بھیڑیا بکری کو کھا جاتا ہے۔

طلبا پر خرچ کرنے اور نماز ادا کرنے کی فضیلت

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس آدمی نے طالبعلم پر ایک درہم خرچ کیا تو اس کو احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرنے کے برابر اجر عطا کیا جائے گا اور جس نے چالیس دن تک مسلسل نماز با جماعت ادا کی اس سے کوئی رکعت کبھی فوت نہ ہوئی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی نفاق سے برأت لکھ دیتا ہے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا کہ جس شخص نے صبح کی نماز ادا کی اور پھر وہیں بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرنے لگ جائے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت الفردوس میں سونے اور چاندی سے جڑاؤ کیے ہوئے ستر محل عطا فرمائے گا اور آپ نے نماز کی اہمیت کو ظاہر کرنے کے لیے ایک مثال پیش فرمائی اور اپنے صحابہ کرام کو نماز کی اہمیت کا احساس دلایا اور فرمایا نماز کی مثل اسی طرح ہے جس طرح تم میں سے کسی آدمی کے گھر کے سامنے پانی کی نہر رواں دواں ہو اور وہ اس میں دن میں پانچ دفعہ غسل کرے تو کیا اس کے جسم پر میل کچیل کا کوئی نشان باقی رہ جائے گا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ نہیں تو آپ نے فرمایا کہ جو آدمی ہر روز پانچ وقت نماز ادا کرتا ہے تو وہ اس کو گناہوں سے اسی طرح پاک کر دیتی ہے جس طرح نہر کا پانی ظاہر جسم سے میل کچیل مٹا دیتا ہے اور نمازی تمام گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ (مسلم شریف)

وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

چھٹا وعظ

طہارت ونظافت

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط
فِیْهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ.

اس میں ایسے لوگ ہیں جو صاف ستھرا رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پاک صاف لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

یہ آیت طیبہ اہل قبا کے حق میں نازل ہوئی وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری نظافت اور پاکیزگی کی تعریف کی ہے تم میں وہ کون سی خصوصیت ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہیں پسند فرماتا ہے تو انہوں نے عرض کی کہ جب ہم قضائے حاجت سے فارغ ہوتے ہیں تو ہم پانی کے ساتھ استنجاء کرتے ہیں ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ کو ہماری یہی عادت پسند ہو۔

اسلام ایک پاکیزہ دین ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ پسندیدہ دین ہے اور یہ طہارت ونظافت کو بہت ہی اہمیت دیتا ہے اور اپنے ماننے والوں کو پاکیزگی اور صفائی کی بہت زیادہ تلقین کرتا ہے جو شخص صفائی اور نظافت کا خیال رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کا محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے ازحد پسند کرتے ہیں اور ان کے نزدیک وہ قابل تعریف ہے۔ اسلام جہاں باطنی اور قلبی صفائی کے لیے روشن تعلیمات دیتا ہے وہاں ظاہری صفائی اور نظافت کے احکام بھی جاری فرماتا ہے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں طہارت ونظافت اختیار کرنے والوں کی تعریف اور توصیف کرتا ہے اور ان کو ازحد پسند فرماتا ہے جیسے مذکورہ بالا آیت طیبہ

میں اس کی وضاحت موجود ہے اور ایک دوسری جگہ پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ.

بے شک اللہ تعالیٰ بہت زیادہ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور صاف ستھرا رہنے والوں کو بھی دوست رکھتا ہے۔

ان آیات طیبات کے علاوہ احادیث نبویہ صلی اللہ علیٰ صاحبہا وسلم نے بھی صرف طہارت وصفائی کی ترغیب ہی نہیں دی بلکہ طہارت کو نِصْفُ الْاِيْمَانِ۔ ایمان کا نصف یا شَطْرُ الْاِيْمَانِ ایمان کا حصہ قرار دیا ہے۔ اور ایمان ہی تمام عبادات کی قبولیت کی اصل ہے۔

حضرت ابو مالک الاشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَأُ الْمِيْزَانَ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَآنِ اَوْتَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَالصَّلٰوةُ نُوْرٌ وَّالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ والصَّبْرُ ضِيَاءٌ وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَکَ اَوْ عَلَيْکَ کُلُّ النَّاسِ يَغْدُوْ فَبَائِعٌ نَفْسَهٗ فَمُعْتِقُهَا اَوْ مُوْبِقُهَا. (مسلم شریف)

پاکیزگی نصف ایمان ہے الحمد للہ میزان کو بھر دیتا ہے سبحان اللہ والحمد للہ دونوں یا صرف الحمد للہ کا جملہ آسمان اور زمین کے درمیان کو بھر دیتے ہیں نماز نور ہے، صدقہ دلیل ہے، صبر روشنی ہے اور قرآن تمہارے حق میں یا تمہارے خلاف حجت ہے ہر شخص صبح اٹھتا ہے تو اپنے نفس کو فروخت کرنے والا ہوتا ہے پس یا تو اسے دوزخ کی آگ سے آزاد کروالیتا ہے یا اسے ہلاک کر دیتا ہے۔

اس حدیث شریف میں دو جملے وضاحت طلب ہیں۔

(1) اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ (2) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ. تَمْلَآنِ مَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔

(1) طہور یہ مصدر ہے اس کا معنی پاک ہونا ہے یعنی طہارت اور پاکیزگی ایمان کا نصف ہے

یا ایمان کا حصہ ہے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طہارت کی چار اقسام ہیں۔
(1) ظاہری جسم کا حدث اکبر یعنی جنابت وغیرہ اور حدث اصغر یعنی بے وضوگی وغیرہ سے پاک ہونا۔(2) جسمانی اعضا کا ہر قسم کے کبیرہ اور صغیرہ گناہ سے پاک ہونا۔
(3) دل کا ان اوصاف، خیالات، اور ظنون وگمانات سے پاک ہونا جو شرف انسانی کے مناسب نہیں مثلاً حرص، بخل، حسد، کینہ اور غصہ وغیرہ۔
(4) دل کا ہر اس چیز سے پاک ہونا جو اللہ رب العزت کی یاد اور اس کی محبت سے غافل کر دیتی ہے۔

مذکورہ حدیث شریف میں طہور کو شطر الایمان یا نصف الایمان قرار دیا گیا ہے ایمان نیک اعمال کرنے کا تقاضا کرتا ہے اور گناہوں سے بچنے کا درس دیتا ہے جب آدمی ایمان کے تقاضا کے مطابق عمل پیرا ہوتا ہے تو اسے اللہ کا قرب حاصل ہو جاتا ہے چونکہ گناہوں کی نجاست کا ایسا تعفن ہوتا ہے جس کو اللہ ناپسند فرماتا ہے اور نماز اللہ تعالیٰ کے ساتھ بلا واسطہ سرگوشی کرنے کا ذریعہ ہے اس لیے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نماز فرض فرمائی تو حکم دیا کہ نماز کے ادا کرنے سے پہلے ظاہری اور باطنی نجاستوں سے جسم کو پاک کرلیا جائے۔ اس لیے اس نے اچھے طریقے سے وضو کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ اس سے ظاہری طہارت بھی حاصل ہو جاتی ہے اور انسان کے تمام صغیرہ گناہ بھی معاف کر دیے جاتے ہیں پھر اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں باریابی حاصل کرنے کا حکم دیا جاتا ہے تاکہ اس کے لیے اپنے معبود برحق کے ساتھ سرگوشی کرنے میں کوئی مانع نہ ہو اور بلا واسطہ ہمکلامی کا شرف حاصل کرلے۔

اسی لیے نماز کی ادائیگی کے لیے طہارت کو شرط قرار دیا گیا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ ہر سلیم الفطرت انسان جب کسی صاحب مرتبہ یا معزز ہستی کی ملاقات کے لیے جاتا ہے تو وہ اپنے جسم کو میل کچیل سے صاف کرتا ہے، صاف ستھرا لباس پہنتا ہے اور جتنا ممکن ہو اچھے سے اچھے انداز میں اس کے سامنے جاتا ہے تو جب انسان سب سے بڑے بادشاہ اور قادر وقیوم رب کی بارگاہ میں جانے کا ارادہ کرلے تو بدرجہ اولیٰ نظافت وصفائی کا خیال رکھنا لازم

ہوگا۔ نماز کی طہارت کا آغاز جسم کی پاکیزگی اور استنجاء سے ہوتا ہے اس لیے سب سے پہلے استنجاء کے آداب واحکامات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جہاں زندگی کے ہر شعبہ میں راہنمائی فرمائی ہے اسی طرح اس سلسلہ میں بھی احکامات جاری فرمائے ہیں اور فرمایا کہ بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے درج ذیل دعا پڑھنی چاہیے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ قَالَ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ.

جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیت الخلاء میں داخل ہونے کا ارادہ فرماتے تو یہ دعا پڑھتے تھے اے اللہ میں تجھ سے پلیدی اور شیطانوں کے شر سے پناہ طلب کرتا ہوں۔

قبلہ شریف کی طرف منہ یا پیٹھ کر کے نہ بیٹھنا

حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیشاب یا استنجاء کرتے وقت قبلہ شریف کی طرف منہ کرنے یا پشت کرنے سے منع فرمایا ہے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے اہل مدینہ کو فرمایا

لَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا لِغَائِطٍ وَلَا بَوْلٍ وَلٰكِنْ شَرِّقُوْا اَوْغَرِّبُوْا

پاخانہ یا پیشاب کرتے وقت قبلہ شریف کی طرف نہ منہ کرو اور نہ ہی پیٹھ بلکہ مشرق یا مغرب کی جانب منہ کر کے بیٹھا کرو۔

اس حدیث شریف کا مقصد یہ ہے کہ جس سمت میں قبلہ شریف ہو اس طرف منہ یا پیٹھ کر کے پیشاب یا استنجا کی حالت میں بیٹھنا جائز نہیں خواہ قبلہ تمہاری مشرقی جانب ہو یا مغربی خواہ شمال میں ہو یا جنوب میں۔

پیشاب کے قطروں سے نہ بچنے کی سزا

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ مَرَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَبْرَيْنِ فَقَالَ اِنَّهُمَا يُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ اَمَّا هٰذَا فَكَانَ لَا يَسْتَنْزِهُ مِنْ بَوْلِهٖ وَاَمَّا هٰذَا فَاِنَّهٗ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ ثُمَّ دَعَا بِعَسِيْبٍ رَطْبٍ فَشَقَّهٗ اِثْنَيْنِ فَغَرَسَ عَلٰى هٰذَا وَاحِدًا وَعَلٰى هٰذَا وَاحِدًا. ثُمَّ قَالَ لَعَلَّهٗ يُخَفِّفُ عَنْهُمَا الْعَذَابَ مَالَمْ يَيْبَسَا. (نسائی)

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور یہ عذاب کسی بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں بلکہ اس قبر میں جو مدفون ہے یہ پیشاب کے قطروں سے پرہیز نہیں کرتا تھا اور جو دوسری قبر میں ہے یہ چغلی کھاتا تھا پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تر کھجور کی ایک ٹہنی منگوائی اسے دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ ایک قبر پر گاڑھ دیا اور دوسرا حصہ دوسری قبر پر گاڑھ دیا پھر فرمایا جب تک یہ دونوں ٹکڑے خشک نہیں ہوں گے ان کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔

اس حدیث شریف سے درج ذیل مسائل ثابت ہوتے ہیں۔

1۔ اگر کسی قبر پر کوئی تر ٹہنی رکھ دی جائے تو اس قبر والے کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے جس کی حکمت یہ ہے کہ وہ تر شاخ اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتی ہے اور ذکر کرتی ہے جس وجہ سے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ قبروں پر تازہ پھول اور ہری پتیاں ڈالنا اور رکھنا ہرگز بدعت نہیں بلکہ سنت ہے بخاری شریف جلد اول باب جرید القبر میں حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت کا ذکر ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ میری قبر میں دو گیلی شاخیں ڈال دی جائیں تاکہ میں عذاب قبر سے محفوظ رہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک چھڑی تھی جس کو

انہوں نے بڑی حفاظت کے ساتھ رکھا ہوا تھا جب آپ کی رحلت کا وقت قریب آیا تو آپ نے وصیت فرمائی کہ یہ چھڑی میرے ساتھ میری قبر میں دفن کر دینا تا کہ اس کے سبب میرے درجات بلند ہوں۔

2۔علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب سبز ٹہنیوں کی تسبیح سے میت کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے اگر کوئی مسلمان آدمی قبر کے پاس قرآن مجید کی تلاوت کرے تو بدرجہ اولیٰ اس سے میت کے عذاب میں تخفیف ہوگی کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ قرآن کریم برکت اور فضیلت میں شاخوں اور ٹہنیوں کی تسبیحات سے کہیں زیادہ بڑھ چڑھ کر ہے۔

(عینی، ص870)

(نوٹ) مزارات پر پھول چڑھانے اور سنگریزے رکھنے اور پانی چھڑکنے میں یہ حدیث پاک اصل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ۔ کہ کوئی چیز بھی ایسی نہیں مگر وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے لہٰذا سنگریزے بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتے ہیں۔

3۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے قرآن مجید کی تلاوت کا اجر وثواب میت کو پہنچتا ہے اس سلسلہ میں بکثرت احادیث وارد ہیں۔

ابو بکر نجار اپنی کتاب "السنن" میں حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ جو کوئی قبرستان میں سے گزرے اور گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب قبرستان میں مدفون قبر والوں کو بخش دے تو اللہ تعالیٰ اس قبرستان میں مدفون تمام مردوں کی تعداد کے مطابق انہیں ثواب عطا فرماتا ہے اور یہ عمل کرنے والا بھی ثواب واجر سے محروم نہیں رہتا۔ بلکہ اسے بھی انہیں کی تعداد کے مطابق ثواب دیا جاتا ہے۔

مذکورہ حدیث شریف میں صرف دو گناہوں کا ذکر ہے۔ 1۔ پیشاب کے قطروں سے نہ بچنا۔ 2۔ چغل خوری کرنا لیکن عذاب قبر میں مبتلا ہونے کے لیے صرف ان دو گناہوں کی تخصیص نہیں بلکہ ہر قسم کی نجاست۔ گوبر۔ پاخانہ اور خون وغیرہ نجاستوں سے بھی پرہیز نہ

کرناعذاب قبر کا سبب بن سکتے ہیں لہٰذا مسلمانوں کو گناہ کبیرہ کی تمام قسموں سے اجتناب اور پرہیز کرنا لازم ہے۔

2۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ يَمْلَآنِ مَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ.

سبحان اللہ والحمد للہ کا پڑھنا اجر وثواب کے ساتھ آسمان اور زمین کا درمیانی فاصلہ بھر دیتے ہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ جو آدمی ان دونوں کلمات کے ساتھ اللہ کا ذکر اور اس کی تسبیح پڑھتا ہے تو ان دونوں کا اجر اور ثواب اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ وہ زمین اور آسمان کے درمیانی فاصلہ کو بھر دیتے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد گرامی بھی ہے جس میں آپ فرماتے ہیں:۔

كَلِمَتَانِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ حَبِيْبَتَانِ عِنْدَ الرَّحْمَانِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ.

یہ دو مختصر کلمات ہیں جو زبان پر بہت ہی خفیف ہوتے ہیں لیکن ترازو میں بہت وزنی ہوتے ہیں اللہ کو وہ محبوب ہیں اور وہ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان العظیم ہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے استنجاء کرنے کا طریقہ بتاتے ہوئے وضاحت فرمائی کہ وہ اس کام کے لیے بایاں ہاتھ استعمال فرمایا کرتے تھے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

كَانَتْ يَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيُمْنٰى لِطُهُوْرِهٖ وَطَعَامِهٖ. وَقَالَتْ يَدُهُ الْيُسْرٰى لِلْخَلَاءِ وَمَا كَانَ مِنْ اَذًى.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دایاں ہاتھ طہارت اور کھانے کے لیے استعمال فرماتے تھے اور بایاں بیت الخلاء میں استنجاء کے لیے استعمال کرتے تھے اور ایسی چیزوں کے لیے جو طبع سلیم کو ناپسند ہوتی تھیں مثلاً ناک صاف کرنا وغیرہ اور

جب آپ پاخانہ سے فارغ ہوتے تو ہاتھ دھونے سے پہلے مٹی پر ہاتھ کو خوب رگڑ لیتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ فَلَمَّا اسْتَنْجٰی دَلَکَ یَدَهٗ بِالْاَرْضِ۔

جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضو فرماتے تو سب سے پہلے استنجا کرتے اور ہاتھ کو زمین پر ملتے تھے تا کہ اس سے بد بو وغیرہ زائل ہو جائے۔

آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اسلام کس طرح نفاست اور نظافت اور طہارت کی سختی سے تاکید فرماتا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر بات میں اپنی امت کی آسانی کا خیال رکھا اور اس پر شفقت فرمائی اس لیے آپ ایسی چیز استعمال فرماتے تھے جس سے ہر امیر و غریب فائدہ حاصل کر سکتا تھا۔ اگر آپ کوئی ایسی چیز استعمال فرماتے جو مہنگی اور نایاب ہوتی تو اس پر شاید کوئی امیر آدمی عمل کر لیتا لیکن غریب لوگ محروم ہی رہ جاتے۔

غسل خانہ اور لیٹرین سے باہر آنے کی دعا

جب انسان قضائے حاجت سے اور استنجاء سے فارغ ہو جائے تو لیٹرین اور غسل خانہ سے باہر نکلنے لگے تو اس وقت دایاں پاؤں پہلے باہر نکالے اور یہ دعا پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّیَ الْاَذٰی وَعَافَانِیْ۔

سب تعریف اس ذات پاک کے لیے ہے جس نے مجھ سے ناپسندیدہ چیز دور فرمائی اور اس سے مجھے نجات دی۔

یا یہ دعا پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَخْرَجَ عَنِّیْ مَا یُؤْذِیْنِیْ وَاَمْسَکَ عَلَیَّ مَا یَنْفَعُنِیْ۔

استنجاء سے فراغت کے بعد انسان اچھے طریقے سے وضو کرے اس کے تمام ارکان

،فرائض، سنن اور آداب کا خیال رکھے۔ تو جو آدمی اس طرح وضو کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے تمام صغیرہ گناہ مٹا دیتا ہے جیسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا تَوَضَّاَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ اَوِالْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ خَرَجَتْ مِنْ وَجْهِهٖ كُلُّ خَطِيْئَةٍ نَظَرَ اِلَيْهَا بِعَيْنِهٖ مَعَ الْمَاءِ اَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ اَوْ نَحْوَهٰذَا. وَاِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَتْ مِنْ يَدِهٖ كُلُّ خَطِيْئَةٍ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ اَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ حَتّٰى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِّنَ الذُّنُوبِ. (ترمذی شریف)

بندہ مومن جب وضو کرتا ہے اور اپنا چہرہ دھوتا ہے تو پانی کے قطروں کے ساتھ اس کی تمام خطائیں معاف ہو جاتی ہیں جو اس نے آنکھوں سے دیکھی ہوتی ہیں جب وہ ہاتھ دھوتا ہے تو پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ اس کے وہ تمام گناہ دھل جاتے ہیں جو اس نے ہاتھوں کے ساتھ کیے تھے حتیٰ کہ وضو کے مکمل کرنے کے بعد وہ گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے۔

وضو کے فوائد بیان کرتے ہوئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک ارشاد گرامی روایت کرتے ہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اِنَّ اُمَّتِیْ يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُّحَجَّلِيْنَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يُّطِيْلَ غُرَّتَهٗ فَلْيَفْعَلْ

میری امت قیامت کے روز اس حال میں بلائی جائے گی کہ ان کے چہرے ہاتھ اور پاؤں وضو کے آثار کی وجہ سے چمک رہے ہوں گے پس جو تم میں سے اپنی چمک کو زیادہ کرنا چاہے تو وہ کرلے۔ یعنی اپنے ان اعضاء کو دھونے میں مبالغہ کرے۔

اسی وجہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب وضو فرماتے تو وہ اپنے ہاتھ بغلوں تک اور پاؤں گھٹنوں تک دھوتے تھے جب آپ سے کسی نے پوچھا کہ ایسا کیوں کرتے ہو تو

آپ نے فرمایا زیادہ سے زیادہ چمک حاصل کرنے کے لیے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ قیامت کے دن میری امت کے وہ اعضاء جو وہ وضو کرتے وقت دھویا کرتے تھے، سفید ہوں گے اور چمک رہے ہوں گے اور اسی سفیدی اور چمک کی وجہ سے میں ان کو میدان محشر میں تمام لوگوں کے درمیان سے پہچان لوں گا۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّاَ رَجُلٌ مُّسْلِمٌ خَرَجَتْ ذُنُوْبُهٗ مِنْ سَمْعِهٖ وَبَصَرِهٖ وَيَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ فَاِنْ جَلَسَ جَلَسَ مَغْفُوْرًا۔ (ابن ابی شیبہ)

ابی امامہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی مسلمان وضو کرتا ہے تو اس کے کان، آنکھ، ہاتھ اور پاؤں کے گناہ دھل جاتے ہیں تو جب وہ بیٹھتا ہے تو اس کی گناہوں سے بخشش ہو چکی ہوتی ہے۔

ابوسعید خدری روایت کرتے ہیں۔

اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰی شَیْءٍ يُكَفِّرُ اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَزِيْدُ بِهٖ فِی الْحَسَنَاتِ قَالُوْا بَلٰی يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ قَالَ اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عِنْدَ الْمَكَارِهِ وَكَثْرَةُ الْخُطَا اِلَی الْمَسَاجِدِ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہاری ایسے کام کی طرف راہنمائی نہ کروں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف فرماتا ہے اور نیکیوں میں اضافہ کرتا ہے صحابہ کرام نے عرض کی کہ حضور! ضرور بتائیے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تکلیف دہ حالات میں مکمل وضو کرنا اور مساجد کی طرف زیادہ قدم چلنا۔

وضو کے بعد کی دعا

عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ فُتِحَتْ لَهٗ ثَمَانِيَةُ اَبْوَابٍ مِّنَ الْجَنَّةِ يَدْخُلُ مِنْ اَيِّهِمَا يَشَاءُ. (ترمذی)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے پھر وہ اشھد ان لا الہ الا اللہ الخ اوپر والی دعا پڑھے تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جس سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔

ان تمام روایات واقعات سے ثابت ہوا کہ ظاہری طہارت اور نظافت باطنی طہارت اور نظافت کا باعث بنتی ہیں۔ اور جو آدمی مذکورہ بالا طریقوں کے مطابق پاکیزگی حاصل کرتا ہے تو اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے مقصد حیات کو پانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دلی دعا ہے کہ وہ ہمیں ظاہری اور باطنی ہر قسم کی آلائشوں اور گناہوں سے پاک فرمادے اور ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم مذکورہ بالا کے مطابق عمل پیرا ہو سکیں۔ (آمین ثم آمین)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ نَبِيِّنَا وَ حَبِيْبِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

وَ مَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَيْهِ اُنِيْبُ.

ساتواں وعظ

نماز کی فضیلت واہمیت

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی فِی الْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ. حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ.

پابندی کرو سب نمازوں کی اور خصوصاً درمیانی نماز کی اور کھڑے رہا کرو اللہ کے لیے عاجزی کرتے ہوئے۔

اسلام میں نماز کو جو اہمیت حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں قرآن کریم میں اللہ تعالٰی نے اس کو پابندی کے ساتھ ادا کرنے کا حکم سو دفعہ کے قریب دیا ہے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کو دین کا ستون اور مومنین کی معراج قرار دیا ہے لیکن ہم مسلمان ہو کر نماز کے معاملہ میں جتنی سستی کرتے ہیں اس کی کوئی حد نہیں نماز بھی ذکر الٰہی کی ایک صورت ہے یہی اسلام کی روح ہے اور یہی وہ قوت ہے جس سے انسان بخوشی شریعت کے تمام قوانین پر عمل کرسکتا ہے اس لیے قرآن کا یہ اسلوب ہے کہ جہاں احکام وقوانین کا بیان ہو وہاں ساتھ ہی ذکر الٰہی کی طرف دلوں کو راغب کر دیا جائے تاکہ وہ ان احکام کی پابندی آسانی سے کرسکیں اس آیت کے ماقبل اور مابعد بھی خانگی زندگی کے متعلق احکام طلاق، خلع اور عدت بیان کر کے نماز کو پابندی کے ساتھ ادا کرنے کا حکم دیا تاکہ بندۂ مومن ان گھریلو معاملات میں الجھ کر اللہ کی یاد سے غافل نہ ہو جائے۔

نماز ہی ذکر الٰہی کا سب سے اعلیٰ اور موثر طریقہ ہے اس میں جسم و روح اور دل و دماغ

سب مصروف عبادت ومناجات ہوتے ہیں یہاں قرآن کریم کے الفاظ غور طلب ہیں ارشاد فرمایا حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ ۔ اِحْفَظُوْهَا نہیں فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب باب مفاعلہ کا صلہ علی آجائے تو اس وقت اس کا معنی کسی فعل کو بار بار اور علی الدوام کرنے کے ہوتے ہیں تو یہاں بھی مقصد یہی بتانا ہے کہ بار بار ہمیشہ نماز ادا کرتے رہو یہ نہیں کہ ایک بار نماز ادا کرلی اور ہفتہ بھر کے لیے چھٹی مل گئی جو اس طرح کرتا ہے اس کے متعلق سخت وعید ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ. کہ جس نے نماز کو خفیف سمجھتے ہوئے یا اس کے وجوب کا انکار کرتے ہوئے عمداً ترک کیا تو وہ کافر ہوگیا (اللہ کی پناہ) اس سلسلہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات بھی بے شمار ہیں جو نماز کی اہمیت اور نہ پڑھنے والوں کی سزا بیان کرتے ہیں ان میں سے چند پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں ممکن ہے کوئی خوش نصیب اس سے ہدایت پا جائے نماز کو باقاعدگی سے ادا کرنے والوں کے لیے انعام اور نہ ادا کرنے والوں کی سزا اس حدیث پاک میں بیان فرمائی ہے فرمایا:

مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهٗ نُوْرًا وَّبُرْهَانًا وَّنِجَاةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ لَّمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ تَكُنْ لَّهٗ نُوْرًا وَّبُرْهَانًا وَّنِجَاةً وَّكَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ قَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ. وَهَامَانَ. وَاُبَىِّ اِبْنِ خَلْفٍ. (رواہ احمد والطبرانی)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے نمازوں کے ظاہری اور باطنی تمام حقوق کی حفاظت کی اس کے لیے قیامت کے دن تین انعام ہوں گے نور، دلیل اور قیامت کے دن اللہ کے عذاب سے نجات اور جو ان پر محافظت نہیں کرتا اس کے لیے نہ نور ہوگا نہ دلیل اور نہ ہی نجات اور قیامت کے دن اس کا حشر قارون، فرعون، ھامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ (ماخوذ از ضیاء القران)

مذکورہ بالا آیت طیبہ میں بالخصوص صلوٰۃ وسطیٰ کی حفاظت کا ذکر فرمایا ہے اس سے کون سی نماز مراد ہے اس میں علماء کے اقوال مختلف ہیں لیکن راجح قول یہ ہے کہ اس سے مراد نماز عصر ہے۔ حضرت علی، ابن مسعود اور عائشہ صدیقہ وغیرھم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی قول ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مسلک ہے کیونکہ جنگ خندق کے موقع پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عصر کی نماز قضا ہو گئی تھی تو آپ نے فرمایا تھا کہ اللہ ان کفار کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے کیونکہ انہوں نے ہمیں درمیانی نماز پڑھنے سے مصروف رکھا۔ حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں۔

مَلَأَ اللّٰهُ بُيُوْتَهُمْ وَقُبُوْرَهُمْ نَارًا كَمَا شَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ. (مسلم شریف)

نماز گناہوں کی بخشش کا سبب

جو آدمی باقاعدہ نماز ادا کرتا ہے اور اس کے ظاہری و باطنی حقوق کا لحاظ رکھتا ہے تو اس کی نماز اس کے گناہوں کی بخشش کا باعث بن جاتی ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

اِذَا كَبَّرَ الْعَبْدُ لِصَلٰوةٍ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلْمَلَائِكَةِ ارْفَعُوْا ذُنُوْبَ عَبْدِيْ عَنْ رَقَبَتِهٖ حَتّٰى يَعْبُدَنِيْ طَاهِرًا فَتَاْخُذُ الْمَلَائِكَةُ الذُّنُوْبَ كُلَّهَا فَاِذَا فَرَغَ الْعَبْدُ مِنَ الصَّلٰوةِ تَقُوْلُ الْمَلَائِكَةُ يَا رَبَّنَا اَنُعِيْدُهَا عَلَيْهِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا مَلَائِكَتِيْ لَا يَلِيْقُ بِكَرَمِيْ اِلَّا الْعَفْوُ وَقَدْ غَفَرْتُ خَطَايَاهُ اَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ.

کہ جب آدمی نماز کے لیے تکبیر کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ ملائکہ کو فرماتا ہے کہ میرے بندے کے تمام گناہ اس کی گردن سے اٹھا لو یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک ہو کر میری عبادت کرے تو ملائکہ اس کے تمام گناہ اٹھا لیتے ہیں جب بندہ نماز

سے فارغ ہوتا ہے تو ملائکہ عرض کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار کیا ہم اس کے گناہ دوبارہ اس کی طرف لوٹا دیں تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اے میرے ملائکہ میری شان کرم نوازی کے لائق گناہ کو معاف کرنا ہے تحقیق میں نے اس کے تمام گناہ بخش دیئے ہیں۔

برادران محترم! اس روایت سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ نماز ادا کرنے سے اللہ تعالیٰ کس طرح اپنے بندے کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس سے بڑھ کر بندے کے لیے اور کون سا انعام ہو سکتا ہے۔

زہرۃ الریاض میں ایک حدیث پاک ذکر کی گئی ہے جو نماز کی حفاظت کرنے والوں کے انعام اور نماز کو ضائع کرنے والوں کی سزا کو واضح کرتی ہے یہ حدیث شریف قدسی ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ فرماتا ہے:

ثَلَاثٌ مَنْ حَافَظَ عَلَيْهِنَّ فَهُوَ وَلِيٌّ لِيْ حَقًّا.

جو آدمی تین اعمال کو پابندی سے ادا کرتا ہے وہ میرا حقیقی ولی ہے۔

وَمَنْ ضَيَّعَهُنَّ فَهُوَ عَدُوٌّ لِيْ حَقًّا.

اور جو ان کو ضائع کرتا ہے وہ میرا حقیقی دشمن ہے۔

صحابہ کرام نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول وہ کون سے عمل ہیں تو آپ نے فرمایا:

اَلصَّوْمُ وَالصَّلٰوةُ وغُسْلُ الْجَنَابَةِ.

کہ وہ تین عمل روزہ۔ نماز اور غسل جنابت ہیں۔

مزید آپ نے فرمایا کہ یہ تینوں عمل اللہ تعالیٰ اور اس کے بندہ کے درمیان امانت ہیں جن کی حفاظت کا اللہ نے حکم فرمایا ہے اور ان کی حفاظت سے مراد یہ ہے کہ ان کو اپنے اپنے اوقات میں فرائض، واجبات اور سنن کے ساتھ صحیح صحیح ادا کیا جائے اگر کوئی آدمی نماز کے مقررہ وقت میں اسے ادا نہ کرے تو وہ اس کو ضائع کر رہا ہے جیسا کہ روایت کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس رات مجھے آسمان کی سیر کرائی گئی تو میں نے

بہت سے مردوں اور عورتوں کو دیکھا جن کے سروں پر ضربیں لگائی جارہی تھیں تو ان کے سروں سے اس طرح خون بہہ رہا تھا جس طرح بہت بڑی نہر بہتی ہے اور وہ پکار رہے تھے یَا وَیْلَاہُ یَا ثُبُوْرَاہُ. ہائے ہلاکت ہائے بربادی تو میں نے جبرائیل سے پوچھا مَنْ هٰؤُلَاءِ یہ کون ہیں تو اس نے جواب دیا اَلَّذِیْنَ یُصَلُّوْنَ الصَّلٰوۃَ فِیْ غَیْرِ وَقْتِهَا یہ وہ ہیں جو نماز کو اپنے صحیح وقت میں ادا نہیں کرتے تھے۔ (زہرۃ الریاض)

اس مذکورہ بالا حدیث شریف کی قرآن کریم کا یہ ارشاد بھی تائید کرتا ہے۔

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا.

یعنی ان بزرگوں کے پیچھے ان کی ایسی اولاد خلیفہ بنی جنہوں نے نمازوں کو ضائع کیا اور خواہشات کی پیروی کی تو وہ عنقریب جہنم کی ایک گہری کھائی میں گریں گے۔

برادران اسلام! اپنی نمازوں کو ضائع کرنا اور ان کو اپنے وقت پر ادا نہ کرنا کس قدر ذلت ورسوائی کا باعث بنے گا اس لیے کوشش کرنی چاہیے کہ اپنی نمازیں اول وقت میں ادا کی جائیں اور انہیں ضائع ہونے سے بچایا جائے۔

نماز ادا کرنے کا اجر

مشکوٰۃ الانوار میں ایک طویل حدیث شریف نقل کی گئی ہے جس میں جبرائیل علیہ السلام کی تخلیق اور اس کا نماز شکر ادا کرنا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امت کے ایک فرد کی ناقص نماز کے ادا کرنے کا اجر بیان کیا گیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جب کوئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا غلام اللہ کے حکم سے نماز ادا کرتا ہے تو اسے کس قدر عظیم انعامات سے نوازا جاتا ہے۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل امین کو بہت ہی خوبصورت شکل میں پیدا فرمایا اور اسے خوبصورت سنہری پروں سے مزین کیا جن میں سے ہر ایک کی لمبائی مشرق سے لے کر مغرب تک ہے تو اس نے یہ دیکھ کر عرض کیا کہ اے

میرے اللہ! کیا تو نے مجھ سے زیادہ خوبصورت کسی چیز کو پیدا فرمایا ہے؟ تو جواب نفی میں ملا تو جبرائیل امین شکرانہ ادا کرنے کے لیے کھڑے ہو گئے اور دو رکعت نماز نفل ادا کی ہر رکعت میں بیس ہزار سال قیام کیا اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کی تو جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو اللہ نے فرمایا اے جبرائیل تو نے اس طرح میری عبادت کی ہے جس طرح میری عبادت کا حق ہے لیکن آخری زمانہ میں میرے محبوب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائیں گے جن کا نام نامی اسم گرامی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوگا آپ کی امت کمزور اور گناہ گار ہوگی اور وہ تھوڑے سے وقت میں سہو اور نقصان کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھے گی اور اس کی نماز میں مختلف قسم کے اچھے اور برے خیالات اس کے دل میں پیدا ہوتے رہیں گے مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم ان کی نماز تیری نماز سے مجھے بہت زیادہ پسند ہوگی۔ کیونکہ انہوں نے وہ نماز میرے حکم سے ادا کی ہوگی اور تو نے اپنی مرضی سے میرے حکم کے بغیر نماز ادا کی ہے تو جبرائیل نے عرض کیا اے میرے پروردگار! تو انہیں اس کا کیا اجر عطا فرمائے گا تو اللہ نے ارشاد فرمایا کہ میں ان کو جنت الماوٰی عطا کروں گا تو جبرائیل نے اسے دیکھنے کی خواہش کی۔ تو اللہ نے اسے اجازت فرما دی پس جبرائیل امین اپنے تمام پروں کو سمیٹ کر اڑنے لگے تو جب اس نے دو پر کھولے تو تین ہزار سال کی مسافت طے کر لی تو جب انہیں سمیٹا تو اسی طرح تین ہزار سال کی مسافت کو عبور کر لیا تو وہ اسی طرح تین سو سال تک مسلسل اڑتے رہے یہاں تک کہ وہ تھک کر ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گئے اور اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو گئے اور سر سجدے میں رکھ کر عرض کیا کہ اے میرے اللہ! میں نے اس جنت الماوٰی کا کتنا حصہ طے کر لیا ہے کیا نصف، ثلث یا چوتھا حصہ طے کر لیا ہے تو اللہ نے ارشاد فرمایا اے جبرائیل اگر تو تین ہزار سال تک اپنی پوری قوت اور اپنے تمام پروں کے ساتھ اسی طرح اڑتا رہے تو تُو اس کے دسویں حصہ تک بھی نہیں پہنچ سکتا جو کچھ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کو نماز کی ان دو رکعتوں کے بدلے عطا فرمایا ہے۔ (مشکوٰۃ الانوار)

حضور علیہ السلام کے امتی پر کرم بالائے کرم

روضۃ العلماء میں ایک روایت معاذ بن جبل اور جابر بن عبداللہ سے منقول ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معراج کی رات آسمانوں کی سیر کرائی گئی تو آپ نے ساتوں آسمانوں کے ملائکہ کو مصروف عبادت دیکھا پہلے آسمان کے فرشتے قیام کی حالت میں اللہ کا ذکر کر رہے تھے اور دوسرے آسمان کے فرشتے پیدا ہونے کے وقت سے رکوع میں مصروف عبادت تھے اور تیسرے آسمان کے فرشتے ابتدائے آفرینش سے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز تھے اور اپنے سجدہ سے سر نہیں اٹھاتے تھے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں سلام دیا تو انہوں نے آپ کی زیارت کرنے اور سلام کا جواب دینے کے لیے سجدہ سے سر اٹھائے اور پھر سجدہ میں گر گئے اور قیامت تک سجدہ میں گرے رہیں گے اسی لیے ہر رکعت میں دو سجدے شروع کئے گئے ہیں اور چوتھے آسمان والے فرشتے تشہد کی حالت میں تھے اور پانچویں آسمان والے تسبیحات پڑھ رہے تھے اور چھٹے آسمان والے تکبیر و تہلیل میں مصروف تھے اور ساتویں آسمان والے جو پیدا ہونے کے وقت سے لے کر وقوع قیامت تک السلام علیکم کہہ رہے ہیں اور کہتے رہیں گے۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کاش کہ ان تمام عبادات کا ثواب آپ کو اور آپ کی امت کو عطا کیا جائے تو اللہ نے جو عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہے آپ کے خیالات اور شوق کو جان کر ساتوں آسمانوں کے ملائکہ کی عبادات کو اکٹھا کیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تحفۃً پیش کر دیا اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ اے میرے محبوب! آپ کے غلاموں سے جس نے پانچ نمازیں ادا کیں تو وہ ساتوں آسمانوں کے فرشتوں کی عبادت کے ثواب کے برابر ثواب حاصل کر لیں گے۔ (روضۃ العلماء)

نماز کے فوائد

جو آدمی پانچ وقت باقاعدہ نماز ادا کرتا ہے اسے بے شمار نوازشات کے ساتھ نوازا جاتا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ نماز اللہ کی خوشنودی انبیاء کی سنت۔ ملائکہ کی محبت۔ معرفت

کا نور۔ایمان کی اصل۔دعا۔واجبات اور اعمال کی قبولیت کا باعث ہے۔مال و دولت میں برکت ہے دشمنوں کے خلاف ہتھیار ہے اور شیطان کو ذلیل کرنے کا باعث ہے نمازی اور ملک الموت کے درمیان شفاعت ہے اور قیامت تک نمازی کی قبر کا چراغ ہے اور قیامت کے دن اس کے سر پر سایہ اور تاج ہے اور اس کے بدن کا لباس ہے نمازی اور آگ کے درمیان پردہ ہے۔رب کی بارگاہ میں دلیل۔میزان میں وزنی عمل۔پل صراط کو عبور کرنے کا ذریعہ اور جنت کی کنجی ہے۔

بے نمازی کی سزا

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن جہنم سے ایک بچھو نکلے گا جس کا نام حریش ہوگا اس کی لمبائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہوگی اور چوڑائی مشرق سے مغرب تک ہوگی جبرائیل امین اس سے پوچھیں گے کہ اے حریش! تو کس کی تلاش میں کہاں جانا چاہتا ہے تو وہ جواب دے گا قیامت کے میدان میں جانا چاہتا ہوں اور پانچ اشخاص کی تلاش میں ہوں۔1۔نماز کا تارک۔2۔زکوٰۃ ادا نہ کرنے والا۔3۔والدین کا نافرمان۔4۔شراب نوشی کرنے والا۔5۔مسجد میں دنیاوی باتیں کرنے والا۔کیونکہ اللہ فرماتا ہے کہ مساجد اس لیے بنائی گئی ہیں کہ ان میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کو نہ پکارا جائے۔ (زبدۃ الواعظین)

(نوٹ) مساجد میں کسی دوسرے کو نہ پکارنے کا مطلب یہ ہے کہ وہاں اللہ کی عبادت کے سوا کسی غیر کی عبادت نہ کی جائے ذکر اذکار کرنا، درود شریف پڑھنا اور وعظ و نصیحت کرنا یہ اللہ کی عبادت اور ذکر کی ہی اقسام ہیں اس لیے یہ سب چیزیں جائز ہیں کیا آپ کو معلوم نہیں کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں ہجرت فرما کر تشریف لے گئے اور مسجد نبوی تعمیر ہوگئی تو آپ اسی مسجد میں وفود سے ملاقات بھی کرتے تھے اور فیصلے بھی فرماتے تھے۔

برادران اسلام! مذکورہ بالا وضاحت کے بعد یہ عرض کروں گا کہ عبرت حاصل کرو اور غافل نہ ہو جاؤ اور نماز پابندی سے ادا کیا کرو ورنہ انجام اچھا نہیں ہوگا۔

نماز باجماعت ادا کرنے کی فضیلت

اسلامی معاشرہ میں نماز کی فرضیت اور اہمیت کی وضاحت کر دی گئی ہے اور یہ نماز ہر عاقل، بالغ، مرد اور عورت پر فرض عین ہے اور اس کو باجماعت ادا کرنا درجات میں مزید بلندی کا باعث ہوتا ہے قرآن کریم میں اور احادیث طیبہ میں نماز باجماعت ادا کرنے کی خوب تاکید فرمائی گئی ہے اور جماعت کے ساتھ نماز نہ ادا کرنے والوں کے لیے سخت قسم کی وعیدات ذکر کی گئی ہیں اس لیے بعض علماء کرام نے باجماعت نماز ادا کرنا واجب کہا ہے۔ اور بعض نے سنت مؤکدہ۔ درج ذیل میں اس کے اجر اور عدم ادائیگی کی صورت میں سزا کے متعلق چند معروضات پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں اللہ ارشاد فرماتا ہے:

وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ. ”کہ رکوع کرنے والوں کے ساتھ مل کر رکوع کرو۔“

حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ الْجَمَاعَةَ تَفْضُلُ عَلَى الْمُنْفَرِدِ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً. ”نماز باجماعت ادا کرنا اکیلے نماز ادا کرنے والے سے ستائیس درجہ زائد ثواب کا موجب ہے۔“

ایک ارشاد گرامی میں یہ ارشاد فرمایا:

صَلَاةُ الرَّجُلِ مَعَ الْجَمَاعَةِ خَيْرٌ مِّنْ صَلَاةِ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً فِيْ بَيْتِهٖ مُنْفَرِدًا.

کسی آدمی کا جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا اس آدمی کی نماز سے کہیں زیادہ بہتر ہے جو چالیس سال تک اکیلے اپنے گھر میں نماز ادا کرتا رہا۔

جو آدمی با جماعت نماز ادا کرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ درج ذیل پانچ انعامات سے نوازتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَلّٰى صَلَاةَ الْخَمْسِ مَعَ الْجَمَاعَةِ فَلَهٗ خَمْسَةُ اَشْيَاءَ. اَلْاَوَّلُ. لَا يُصِيْبُهٗ فَقْرٌ فِي الدُّنْيَا وَالثَّانِيْ يَرْفَعُهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَذَابَ الْقَبْرِ وَالثَّالِثُ يُعْطٰى كِتَابَهٗ بِيَمِيْنِهٖ وَالرَّابِعُ يَمُرُّ

عَلَى الصِّرَاطِ كَالْبَرْقِ الْخَاطِفِ وَالْخَامِسُ يُدْخِلُهُ اللّٰهُ تَعَالٰى الْجَنَّةَ بِلَا حِسَابٍ وَّلَا عَذَابٍ. (مصابیح)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ جو آدمی باجماعت پانچ نمازیں ادا کرتا ہے اس کو پانچ انعامات سے نوازا جائے گا۔ 1۔ وہ دنیا میں فقر وافلاس سے محفوظ ہو گا۔ 2۔ اسے قبر کے عذاب سے نجات حاصل ہوگی۔ 3۔ قیامت کے دن اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ 4۔ وہ پل صراط سے بجلی کی چمک کی طرح گزر جائے گا۔ 5۔ اسے اللہ تعالیٰ بغیر حساب اور بغیر عذاب جنت میں داخل فرمائے گا۔

نماز کی خاطر مسجد کی طرف جلدی جانے کا انعام

ویسے تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ذکر کی طرف جانے والوں کے لیے بے شمار عنایات اور بخششیں ہیں جس طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو آدمی گھر میں وضو کرتا ہے اور پھر جماعت کی نیت سے مسجد کی طرف چلتا ہے تو اس کے ہر قدم کے ساتھ اسے ایک نیکی عطا فرمائی جاتی ہے اور اس کا ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے یہاں تک کہ جب وہ مسجد میں پہنچتا ہے تو اسکے گناہ معاف ہو چکے ہوتے ہیں اور نماز کا ثواب زائد حاصل ہو جاتا ہے لیکن بعض روایت میں مزید انعام کا ذکر کیا گیا ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب قیامت کا دن ہوگا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ جمع فرمائے گا ان میں ایک ایسی قوم ہوگی جن کے چہرے ستاروں کی طرح چمک رہے ہوں گے ملائکہ ان سے پوچھیں گے کہ تمہارے کیا اعمال تھے تو وہ کہیں گے کہ جب ہم اذان سنتے تھے تو ہم طہارت اور وضو کے لیے کھڑے ہو جاتے اور اس کے علاوہ کسی اور کام میں مشغول نہ ہوتے اور ان میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جن کے چہرے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے ان سے ملائکہ سوال کریں گے تمہارے کیا اعمال تھے تو وہ کہیں گے کہ ہم اذان سے پہلے وضو کر لیا کرتے تھے۔ اور کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن کے چہرے سورج کی طرح

روشن ہوں گے تو جب ان سے پوچھا جائے گا کہ تمہارے اعمال کیا تھے تو وہ کہیں گے کہ ہم نماز کی طرف اتنے جلدی جاتے تھے کہ اذان مسجد میں ہی سنا کرتے تھے۔ (درۃ الواعظین)

تو برادران اسلام! آپ اپنے خیالات کو ذرا اس مشکل وقت کی طرف لے جائیں جہاں پوری نسل آدم جمع ہوگی اور اللہ کے جلال اور رعب سے تھر تھر کانپ رہی ہوگی یہاں تک کہ انبیاء کرام بھی یَا رَبِّ نَفْسِیْ. یَا رَبِّ نَفْسِیْ کا ورد کر رہے ہوں گے۔ تو ایسے وقت میں مسجد میں جا کر نماز ادا کرنے والے کو مذکورہ بالا انعام سے نوازا جائے گا تو ان پر کیا فرحت ونشاط کی کیفیت طاری ہوگی۔ اور ان کی کیا شان اور مرتبہ ہوگا ہمیں بھی اللہ تعالیٰ ایسے ہی عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

نماز کی عدم قبولیت کے اسباب

کچھ لوگ ایسے بدبخت ہیں جن کی نہ نماز قبول ہوتی ہے اور نہ ہی ان کی باقی عبادات کا انہیں کوئی ثواب حاصل ہوتا ہے حضور نے ارشاد فرمایا دس آدمی ایسے ہیں جن کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ 1۔ رَجُلٌ صَلّٰی وَحِیْدًا بِغَیْرِ قِرَاءَ ۃٍ۔ وہ آدمی جو بغیر قرات اکیلا نماز ادا کرتا ہے۔ 2۔ وَرَجُلٌ یُصَلِّیْ وَلَا یُؤَدِّیْ زَکَاتَہٗ۔ دوسرا وہ آدمی جو نماز ادا کرتا ہے لیکن اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا۔ 3۔ وَرَجُلٌ یَؤُمُّ قَوْمًا وَھُمْ لَہٗ کَارِھُوْنَ اور وہ آدمی جو لوگوں کو جماعت کراتا ہے لیکن وہ اسے ناپسند کرتے ہیں۔ 4۔ وَرَجُلٌ مَّمْلُوْکٌ آبِقٌ۔ وہ غلام جو بھاگنے والا ہو۔ 5۔ وَرَجُلٌ شَارِبُ الْخَمْرِ مُدْمِنًا۔ 6۔ وَامْرَاَۃٌ زَوْجُھَا سَاخِطٌ عَلَیْھَا۔ وہ آدمی جو ہمیشہ شراب پیتا ہے یا وہ عورت جس کا خاوند اس پر ناراض ہے۔ 7۔ وَامْرَاَۃٌ صَلَّتْ بِغَیْرِ خِمَارٍ وہ عورت جو اوڑھنی کے بغیر نماز ادا کرتی ہے۔ 8۔ وَالْاِمَامُ الْجَائِرُ ظلم کرنے والا حاکم۔ 9۔ وَرَجُلٌ آکِلُ الرِّبٰوا۔ وہ آدمی جو سود خور ہے۔ 10۔ وَرَجُلٌ لَّا تَنْھَہٗ صَلَاتُہٗ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ اور وہ آدمی جس کی نماز اس کو بے حیائی اور گناہ سے نہیں روکتی تو اس کی نماز اللہ کے نزدیک سوائے ناراضگی اور دوری کے کسی چیز کا اضافہ نہیں کرتی۔

وَقَالَ الْحَسَنُ اِذْ لَمْ تَنْهَکَ صَلَاتُکَ عَنِ الْفَحْشَاءِ فَلَسْتَ بِمُصَلٍّ وَرُدَّتْ صَلَاتُکَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ عَلٰی وَجْھِکَ کَالْخِرْقَۃِ الثَّخِیْنَۃِ الْمُتَوَسِّخَۃِ۔ (مکاشفۃ القلوب)

حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ جب تجھے تیری نماز بے حیائی کی باتوں سے نہ روکے تو تو نمازی نہیں اور تیری نماز قیامت کے دن تیرے منہ پر اس طرح ماردی جائے گی جس طرح گندے اور موٹے کپڑے کا کوئی ٹکڑا پھینک دیا جاتا ہے۔

دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے اور اپنی رحمت اور کرم کے صدقے ہمیں اس طرح نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے جس طرح اسے پسند ہے اور ہمیں ان تمام غلط کاریوں اور گناہوں سے بچائے جو نماز کی عدم قبولیت کا سبب ہیں۔ (آمین ثم آمین)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ۔

آٹھواں وعظ

رمضان المبارک کی فضیلت

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ماہ رمضان کی فضیلت اور اس کی خیرات و برکات کا کون انکار کر سکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اور حضور علیہ السلام نے اپنے ارشادات میں اس کی فضیلت اور حکمت بیان فرمائی ہے اور لفظ رمضان کا معنی بھی یہی ہے کہ روزہ دار اس میں بھوک اور پیاس کی گرمی کی شدت برداشت کرتا ہے اور اس طرح اس کے سارے گناہ جل جاتے ہیں اللہ ارشاد فرماتا ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ.

ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن کریم اتارا گیا اس حال میں کہ وہ لوگوں کو راہ ہدایت دکھاتا ہے اور اس میں ہدایت اور حق و باطل میں امتیاز کرنے والی آیات ہیں۔

اس کی فضیلت بیان کرتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا جس کو ابو ہریرہ نے روایت کیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا (اے میرے غلامو!) تمہارے پاس رمضان شریف اور برکت والا مہینہ آیا ہے اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر اس کے روزے فرض کر دیئے ہیں اس میں آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور اس میں سرکش شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے اور اس میں اللہ کی طرف سے ایک رات عطا کی گئی ہے جس کی عبادت ایک

ہزار ماہ کی عبادت سے بہتر ہے جس کو اس کی خیر سے محروم کردیا گیا وہ تمام قسم کی بھلائیوں سے محروم کیا گیا چوں کہ اس ماہ مقدس میں قرآن کریم عطا کیا گیا جو اپنے اعجاز کی وجہ سے لوگوں کے لیے ہدایت اور آیٰت بیّنت ہونے کے اعتبار سے حق و باطل میں تفریق کرنے والا اور حق کی طرف راہنمائی کرنے والا ہے۔ اس لیے وہ مبارک مہینہ جس میں قرآن جیسی نعمت عظمیٰ عطا کی گئی اس قابل ہے کہ اس کے ہر لحظہ میں اپنے محسن حقیقی کا شکر ادا کیا جائے دن کو روزہ رکھا جائے اور رات میں قرآن کریم سنا اور سنایا جائے تا کہ نفس کی ایسی تربیت ہو جائے کہ وہ اس بار امانت کو اچھی طرح اٹھا سکے اور لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (تا کہ تم شکر گزار بن جاؤ) اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے اور قرآن کریم کا نزول بھی اسی ماہ مقدس کی لیلۃ القدر کو ہوا خواہ سارا قرآن یکبارگی لوح محفوظ پر اتار دیا گیا اور پھر آہستہ آہستہ حسب ضرورت نازل ہوتا رہا وہ رات جس میں یہ نازل ہوا وہ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ہے اور سابقہ کتب بھی اسی ماہ مقدس میں اتاری جاتی رہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے رمضان شریف کی پہلی تاریخ کو، تورات شریف چھ تاریخ کو، انجیل تیرہ تاریخ کو، زبور اٹھارہ رمضان شریف کو نازل ہوئی اور قرآن کریم کے نزول کا آغاز بھی چوبیس یا ستائیس رمضان المبارک لیلۃ القدر میں ہوا۔

احادیث طیبہ

رُوِیَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّه قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ والسَّلَامُ رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ اَیْ لَحِقَهٗ ذِلٌّ وَّحَقَارَةٌ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَیَّ وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ عِنْدَهٗ اَبَوَاهُ اَوْاَحَدُهُما فَلَمْ يَعْمَلْ فِیْ حَقِّهِمَا عَمَلًا يُّدخِلُ بِسَبَبِهِ الْجَنَّةَ وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمْضَانُ وَتَمَّ رَمْضَانُ قَبْلَ اَنْ يُّغْفَرَلَهٗ لِاَنَّ رَمْضَانَ شَهرُ رَحْمَةٍ وَّمَغْفِرَةٍ مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰی فَاِنْ لَّمْ يُغْفَرْلَهٗ فِيْهِ فَهُوَ مَغْبُوْنٌ۔ (زبدۃ الواعظین، السنن الکبریٰ للبیہقی)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ

آدمی جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ مجھ پر درود شریف نہ پڑھے تو اس کی ناک خاک آلود ہو یعنی وہ ذلیل و رسوا ہو اور وہ آدمی جس کے ماں باپ زندہ ہوں یا دونوں میں سے ایک زندہ ہو اور وہ ان کی خدمت کر کے انہیں راضی نہ کرے تو وہ بھی ذلیل و رسوا ہو۔ اور وہ آدمی جو رمضان شریف کو پائے اور اس کے ختم ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ نہ بخشوائے اس کی ناک بھی خاک آلود ہو کیوں کہ یہ ماہ مقدس اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور بخشش کا مہینہ ہے۔ جس کے اس مقدس ماہ میں گناہ نہ بخشے جائیں وہ بہت بڑے گھاٹے میں ہے۔

عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَنَّهُ قَالَ مَنْ فَرِحَ بِدُخُوْلِ رَمَضَانَ حَرَّمَ جِلْدُهٗ عَلَى النِّيْرَانِ۔

حضور علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جو رمضان شریف کی آمد پر خوش ہو اس کے جسم کو آگ پر حرام کر دیا جاتا ہے۔

آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو اللہ تعالیٰ اعلان فرماتا ہے کہ جو آدمی ہمارے ساتھ محبت کرتا ہے ہم اس کے ساتھ محبت کرتے ہیں اور جو ہماری خوشنودی طلب کرتا ہے ہم اس کی رضا کے طالب ہوتے ہیں اور جو ہم سے اپنے گناہ کی بخشش چاہتا ہے ہم رمضان شریف کے صدقے اسے بخش دیتے ہیں پس اللہ تعالیٰ رمضان شریف میں کراماً کاتبین کو حکم دیتا ہے کہ وہ روزے رکھنے والوں کی نیکیاں لکھیں اور ان کے گناہ نہ لکھیں اور اللہ تعالیٰ ان کے نامہ اعمال سے سابقہ تمام گناہ مٹا دیتا ہے۔ (درۃ الناصحین)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی آدمی رمضان شریف کے مہینہ میں نیند سے بیدار ہوتا ہے اور اپنے بستر میں حرکت کرتا ہے اور پہلو بدلتا ہے تو فرشتہ اسے کہتا ہے اٹھو! اللہ تعالیٰ تجھ پر اپنی برکت اور رحمت نازل فرمائے اور جب وہ نماز کی نیت سے اٹھ کھڑا ہوتا ہے تو اس کا بستر اللہ کی بارگاہ میں عرض کرتا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ اسے جنت الفردوس

میں بلند شان والے بستر عطا فرما اور اسکے جوتے عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ اس کے قدموں کو صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھ اور جب وہ وضو کرتا ہے تو پانی والا برتن اللہ کی بارگاہ میں اس کے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کو بخشنے کی التماس کرتا ہے اور وہ جگہ جہاں کھڑا ہو کر نماز ادا کرتا ہے اس کے لیے دعا کرتی ہے کہ اے اللہ تعالیٰ اس کی قبر کو وسیع فرما اور اسے اپنے نور سے روشن فرما۔ اور اپنی رحمتوں سے اسے نواز دے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ اے میرے بندے گناہوں سے بخشش طلب کرنا تیرا کام ہے اور اسے قبول فرما کر ان کو معاف کرنا میری ذمہ داری ہے (زبدۃ الواعظین)

زہرۃ الریاض میں ہے کہ قیامت کے دن رمضان المبارک بہت ہی خوبصورت شکل میں جلوہ افروز ہوگا اور اللہ کی جناب میں سجدہ ریز ہوگا تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ اے ماہ رمضان تو مانگ کیا مانگتا ہے تجھے عطا کیا جائے گا اور اس شخص کا ہاتھ پکڑ لے جس نے تیرا حق پہچانا تو وہ میدان محشر میں چکر لگائے گا اور اس آدمی کا ہاتھ پکڑ لے گا جو اس کا حق پہچانتا رہا اور اللہ کی جناب میں کھڑا ہو جائے گا اور عرض کرے گا کہ اے اللہ! تو اس شخص کو عزت و وقار کا تاج پہنا دے تو اللہ تعالیٰ اس کی سفارش قبول کرتے ہوئے اسے ایک ہزار سنہری تاج پہنائے گا اور پھر ستر ہزار کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے بخشش کی دعا کرے گا اور اللہ تعالیٰ اسے ایک ہزار حوروں کا مالک بنا دے گا جن میں سے ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار کنیزیں ہوں گی پھر وہ جنت میں ایک براق پر سوار ہوگا تو اللہ تعالیٰ نظر کرم فرماتے ہوئے رمضان شریف سے پوچھے گا کہ تیری کیا خواہش ہے تو وہ عرض کرے گا کہ اسے اپنے نبی کا قرب عطا فرما اور اسے اپنی رحمت اور برکت سے نواز تو اللہ تعالیٰ اسے ایک سو شہر عطا فرمائے گا جس کے محلات یاقوت سرخ اور سر سبز زبرجد کے بنے ہوئے ہوں گے اور ہر ایک شہر میں ایک ایک ہزار محل ہوگا وہ سارے کے سارے رمضان شریف کا حق پہچاننے والے کی ملکیت میں ہوں گے اور وہ ان میں رہائش پذیر ہوگا۔ (زہرۃ الریاض)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔ (رواہ مسلم و بخاری)

جس نے رمضان شریف کی راتیں عبادت کرتے ہوئے گذار دیں اور تراویح کی نماز ثواب کے حصول کا یقین کرتے ہوئے اور اخلاص نیت کے ساتھ ادا کیں اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان شریف کی پہلی تاریخ کو عرش الٰہی کے نیچے سے ہوا چلتی ہے جسے مثیرہ کہتے ہیں اور وہ جنت کے درختوں کے پتوں کو حرکت دیتی ہے ان سے بڑی ہی شیریں آواز سنائی دیتی ہے اس آواز سے کبھی زیادہ خوبصورت آواز نہیں سنی گئی اور جنت کی خوبصورت آنکھوں والی حوریں اسے دیکھ کر کہتی ہیں کہ اے اللہ اپنے رمضان شریف میں روزہ رکھنے والوں میں سے اپنے کسی بندے کو ہمارا خاوند بنا دے تو اللہ تعالیٰ روزے دار کی ایک خوبصورت خیمہ میں ان حوروں کے ساتھ شادی کر دیتا ہے جیسے قرآن کریم میں بھی اس کا ذکر ہے اللہ فرماتا ہے: حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِيَامِ ان میں سے ہر حور مختلف رنگوں کی ستر پوشاکیں پہنے ہوئے ہوں گی اور وہ سرخ رنگ کے موتیوں سے جڑاؤ کیے ہوئے ایک پلنگ پر بیٹھی ہوں گی اور ہر پلنگ پر ستر بستر بچھے ہوئے ہوں گے اور مختلف اقسام کے کھانوں سے سجے ہوئے دستر خوان ہوں گے اور یہ سب کچھ رمضان میں روزہ رکھنے والے کے روزہ کا اجر ہے اور اس کے علاوہ جو اسکی نیکیاں ہیں ان کا اجر ان کے علاوہ ہے اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ رمضان شریف کا احترام کرے غیر شرعی افعال سے پرہیز کرے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت میں مشغول رہے۔ نماز، ذکر، تسبیح و تہلیل اور قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف رہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ اے موسیٰ میں نے امت محمدیہ کو دو نور عطا فرمائے ہیں تاکہ دو اندھیرے اسے تکلیف نہ پہنچائیں موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا وہ دو نور اور دو اندھیرے کیا ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ نور رمضان شریف اور قرآن کریم ہیں اور

دوا ند میرے قبر اور قیامت کی ظلمتیں ہیں۔

حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ رمضان شریف میں اگر کوئی آدمی کسی دینی اور علمی محفل میں شریک ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ہر قدم کے بدلے ایک سال کی عبادت کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ اور وہ عرش کے نیچے میرے ساتھ ہوگا اور جو رمضان شریف میں ہمیشہ نماز باجماعت ادا کرتا ہے تو اسے ہر رکعت کے بدلے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے بھرا ہوا شہر عطا ہوتا ہے اور جو اپنے والدین سے رمضان شریف میں نیکی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت و بخشش کے ساتھ نوازتا ہے اور میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہو جاتا ہوں اور جو عورت رمضان شریف میں اپنے خاوند کی خدمت کر کے اس کی رضا حاصل کرتی ہے۔ تو اسے حضرت مریم اور حضرت آسیہ کی عبادتوں جتنا ثواب عطا کیا جاتا ہے اور جو اپنے کسی مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی حاجات کو بڑے ہی آسان انداز میں پورا فرماتا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یَقُوْلُ لَوْتَعْلَمُ اُمَّتِیْ مَا فِیْ رَمَضَانَ لَتَمَنَّوْا اَنْ تَكُوْنَ السَّنَةُ كُلُّهَا رَمَضَانَ لِاَنَّ الْحَسَنَةَ فِيْهِ مُجْتَمِعَةٌ وَالطَّاعَةَ مَقْبُوْلَةٌ وَالدَّعْوَاتِ مُسْتَجَابَةٌ وَالذُّنُوْبَ مَغْفُوْرَةٌ وَالْجَنَّةَ مُشْتَاقَةٌ لَهُمْ۔ (زبدۃ الواعظین)

حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور علیہ السلام سے سنا کہ اگر میری امت کو یہ معلوم ہو جائے کہ ان کے لیے رمضان شریف میں کتنی خیرات و برکات ہیں تو وہ یہ تمنا کریں کہ سارا سال رمضان شریف ہو جائے کیوں کہ اس ماہ مقدس میں تمام نیکیاں جمع کی جاتی ہیں اور اطاعت مقبول ہوتی ہے اور دعائیں مستجاب اور گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور جنت روزہ داروں کی مشتاق ہوتی ہے۔

حضور علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جب رمضان شریف کی پہلی تاریخ کا چاند طلوع ہوتا ہے تو شیاطین اور سرکش جنوں کو جکڑ دیا جاتا ہے اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں تو ان میں سے کوئی دروازہ نہیں کھولا جاتا اور جنت کے تمام دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ان میں سے کسی دروازے کو بھی بند نہیں کیا جاتا۔ تو ایک ندا دینے والا آواز دیتا ہے اے اچھے عمل اور ثواب کے طالب! متوجہ ہو جا اور اے گناہوں کے طالب! رک جا اور اللہ ہی کے لیے دوزخ سے آزاد کیئے جاؤ تو ہو سکتا ہے کہ تو بھی ان میں سے ہو جائے اور یہی سلسلہ تمام رات جاری رہتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

حضرت سلمان فارسی سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ شعبان کے آخری دن حضور علیہ السلام نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے فرمایا اے لوگو! تمہارے اوپر عظیم اور بڑی ہی برکتوں والا مہینہ طلوع ہونے والا ہے جس کی ایک رات کی عبادت ایک ہزار مہینہ کی عبادت سے افضل ہے اللہ تعالیٰ نے دن کے وقت اس کا روزہ فرض کر دیا ہے اور رات کا نفلی قیام مقرر کر دیا ہے جو نوافل میں سے کسی نفل کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل کرے گا تو وہ اس آدمی کی مانند ہوگا جس نے رمضان شریف کے علاوہ کسی مہینے میں فرض ادا کیا ہو اور جس نے رمضان شریف کے علاوہ کسی مہینے میں ستر فرض ادا کیے ہوں یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے یہ ہمدردی اور موانست کا مہینہ ہے اس مہینہ میں مومن کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے اور جو آدمی اس مہینے میں کسی روزہ دار کا روزہ افطار کراتا ہے تو یہ اس کے تمام گناہوں کی بخشش کا باعث بن جاتا ہے اور اس کی گردن کو دوزخ سے آزاد کرا دیتا ہے اور افطار کرانے والے کو اتنا ہی اجر ملتا ہے جتنا کہ روزے دار کو حاصل ہوتا ہے اور اس روزے دار کے اجر میں کچھ کمی نہیں کی جاتی ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہم میں سے ہر ایک آدمی تو ایسی چیز نہیں پاتا جس کے ساتھ وہ روزے دار کا روزہ افطار کروائے تو حضور نے فرمایا یہ ثواب اللہ تعالیٰ ہر اس آدمی کو عطا فرماتا ہے جو دودھ کے گھونٹ یا ایک کھجور یا پانی کے گھونٹ کے ساتھ کسی کا روزہ افطار کرواتا ہے اور جو کسی روزے دار کو پیٹ بھر کھانا کھلاتا ہے

تو اللہ تعالیٰ اسے میرے حوض سے ایسا گھونٹ پلائے گا جس کے بعد اسے پیاس نہیں لگے گی یہاں تک وہ جنت میں داخل ہوگا اور یہ وہ مہینہ ہے جس کا پہلا عشرہ رحمت کے نزول کا ہے اور درمیانی عشرہ گناہوں کی بخشش کا ہے اور آخری عشرہ دوزخ سے آزاد ہونے کا ہے اور جو آدمی اپنے کسی غلام سے تخفیف کرے گا تو اللہ اس کے گناہ بخش دے گا اور اسے دوزخ سے نجات عطا فرمائے گا۔ (مشکوۃ شریف)

روزے کی جزا اور اس کے احترام کا اجر

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ابن آدم کی ہر نیکی کا دس سے لے کر سات سو تک اجر عطا فرمایا جاتا ہے بلکہ اس سے بھی زائد لیکن روزے کے متعلق اللہ فرماتا ہے کہ روزہ میرے لیے ہے اور اس کی جزا میں ہی ہوں یا اس کی جزا میں اپنی قدرت کے ہاتھ سے عطا فرماؤں گا روزہ دار میری رضا کے لیے اپنی خواہشات نفس اور کھانا پینا چھوڑتا ہے اس کی دو خوشیاں ہیں ایک خوشی اسے روزہ افطار کرنے کے وقت حاصل ہوتی ہے اور دوسری خوشی اپنے رب کی ملاقات کے وقت حاصل ہوگی روزے دار کے منہ کی بساند اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے روزہ ڈھال ہے جو دوزخ کی آگ اور گناہ کی لعنت سے بچاتا ہے جب تم میں سے کوئی روزہ رکھے تو فحش کلامی نہ کرے اور نہ ہی ہذیان بکے اگر کوئی اسے گالی دے یا اس سے جھگڑے تو وہ کہہ دے میں تو روزے سے ہوں۔ (متفق علیہ)

حکایت

حفص الکبیر میں مذکورہ ہے کہ داؤد الطائی، جو بہت بڑے بزرگ تھے، نے فرمایا کہ میں نیند سے مغلوب ہو کر رمضان شریف کی پہلی رات سو گیا میں نے اپنے آپ کو جنت میں دیکھا کہ میں یاقوت اور موتیوں سے مزین ایک نہر کے کنارے پر بیٹھا ہوں تو اچانک میں نے وہاں جنت کی حوروں کو دیکھا جن کے چہرے آفتاب کی طرح چمک رہے تھے تو تعجب کرتے ہوئے میری زبان سے بے ساختہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا ورد

شروع ہوگیا اور میرا ذکر بن کردہ حوریں بھی کلمہ پڑھنے لگیں اور کہنے لگیں کہ ہم ان لوگوں کی خدمت کے لیے ہیں جو رمضان شریف کے مہینہ میں روزے رکھتے ہیں اللہ کی حمد و ثنا کرتے ہیں اور رکوع و سجود کرتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا جنت چار افراد کی مشتاق ہوتی ہے۔ 1۔ قرآن کریم کی تلاوت کرنے والا۔ 2۔ فحش کلامی سے زبان کی حفاظت کرنے والا۔ 3۔ بھوکوں کو کھانا کھلانے والا۔ 4۔ اور رمضان شریف کے مہینہ میں روزہ رکھنے والا۔

(درۃ الناصحین / رونق المجالس)

حکایت

زہرۃ الریاض میں یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ محمد نامی ایک شخص تھا جو عام طور پر فرائض کی ادائیگی میں غفلت کرتا تھا لیکن جونہی رمضان شریف کا چاند طلوع ہوتا غسل کرتا خوبصورت پاکیزہ لباس زیب تن کرتا اور خوشبو لگاتا اور مسجد میں جا کر وقتی نماز ادا کرتا اور قضا نمازیں پڑھتا اور عبادت و ریاضت میں خوب کوشش کرتا جب اس سے پوچھا جاتا کہ تو ایسا کیوں کرتا ہے تو وہ جواب دیتا کہ یہ رحمت و بخشش کا مہینہ ہے میں امید کرتا ہوں کہ اللہ کریم اس ماہ مبارک کی برکت سے میرے گناہ معاف فرما دے گا اور میری عبادت کو قبول فرمائے گا تو جب وہ فوت ہو گیا تو اسے خواب میں دیکھا گیا اور اس سے پوچھا گیا کہ اللہ کریم نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا تو اس نے جواب دیا کہ رمضان شریف کی تعظیم اور عزت و احترام کرنے کی وجہ سے مجھے بخش دیا گیا ہے۔ (زہرۃ الریاض)

مسائل فقہ

مساجد میں چراغاں کا اجر

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّهٗ قَالَ قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ اَسْرَجَ فِیْ مَسْجِدٍ مِّنْ مَّسَاجِدِ اللّٰهِ تَعَالٰی فِیْ رَمَضَانَ کَانَ لَهٗ نُوْرٌ فِیْ قَبْرِهٖ وَکُتِبَ لَهٗ ثَوَابُ الْمُصَلِّیْنَ فِیْ ذٰلِکَ

الْمَسْجِدِ وَصَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ وَاسْتَغْفَرَلَهُ حَمَلَةُ الْعَرْشِ مَادَامَ ذٰلِكَ فِي الْمَسْجِدِ۔ (ذخیرۃ العابدین)

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جس آدمی نے رمضان شریف کے مہینہ میں اللہ تعالیٰ کی مساجد میں سے کسی مسجد میں چراغ جلایا تو اس کی قبر نور سے روشن کر دی جائے گی اور اس مسجد میں نماز پڑھنے والوں کے ثواب کے برابر ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھ دیا جائے گا اور ان نمازیوں کے ثواب میں ذرہ برابر کمی نہیں کی جائے گی اور حاملین عرش اور دیگر ملائکہ اس کے لیے خیر و برکت اور گناہوں کی بخشش کی دعا اس وقت تک کرتے رہیں گے جب تک وہ مسجد قائم رہے گی۔

قرآن کریم اور روزوں کی سفارش

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصِّيَامُ وَالْقُرآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَقُوْلُ الصِّيَامُ اَىْ رَبِّ اِنِّىْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِىْ فِيْهِ وَيَقُوْلُ الْقُرْآنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِالَّيْلِ فَشَفِّعْنِىْ فِيْهِ فَيُشَفَّعَانِ۔

(رواہ البیہقی)

عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ روزے اور قرآن بندے کی شفاعت کریں گے روزے عرض کریں گے اے ہمارے رب! ہم نے اس کو دن کے وقت کھانے اور خواہشات نفس کو پورا کرنے سے روکے رکھا اس کے متعلق ہماری شفاعت قبول فرما اور قرآن عرض کرے گا کہ میں نے اس کو رات کے وقت سونے سے روکے رکھا میری بھی شفاعت اس کے حق میں قبول فرما تو ان دونوں کی شفاعت قبول کر لی جائے گی۔

شعبان کے مہینہ کی آخری تاریخ کو یوم شک کہتے ہیں اگر اس دن میں چاند کے طلوع

ہونے میں شک ہو جائے تو اس کا روزہ رکھنے کی فقہاء نے سات صورتیں لکھی ہیں۔ تین صورتیں ایسی ہیں جن میں روزہ رکھنا جائز ہے لیکن مکروہ ہے اور وہ یہ ہیں۔ 1۔ یوم شک کو رمضان شریف کے روزے کی نیت سے روزہ رکھا جائے۔ 2۔ کسی دوسرے واجب یعنی نذر یا قضا کے روزہ کی نیت سے روزہ رکھا جائے۔ 3۔ روزہ اس نیت سے رکھا جائے کہ اگر رمضان کا چاند طلوع ہو گیا تو رمضان کا روزہ ہوگا اور اگر رمضان کا چاند طلوع نہ ہوا تو شعبان کا روزہ ہوگا۔

تین صورتوں میں بلا کراہت روزہ جائز ہے اور وہ یہ ہیں۔

(1) نفلی روزہ کی نیت سے روزہ رکھا جائے۔

(2) رمضان کے روزے کی نیت نہ کی جائے بلکہ شعبان کے روزے کی نیت کی جائے۔

(3) مطلق کسی روزہ کی نیت سے رکھا جائے۔

اور ایک صورت ایسی ہے جس میں روزہ رکھنا بالکل ناجائز ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر رمضان شریف کا چاند طلوع ہو چکا ہے تو یہ رمضان کا ہوگا اور اگر چاند طلوع نہیں ہوا تو یہ روزہ نہ ہوگا۔ (قاضی خان)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ

نواں وعظ

روزے کی فضیلت اور اس کا شرعی حکم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۙ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ

اے ایمان والو! تمہارے اوپر اسی طرح روزے فرض کیے گئے ہیں جیسے ان لوگوں پر فرض کئے گئے تھے جو تم سے پہلے تھے تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔ یہ گنتی کے چند روز ہیں۔ پس جو تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اتنے روزے اور دنوں میں رکھ لے۔

اسلامی تاریخ میں روزے رکھنے کا حکم 2 ہجری میں ہوا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو ابتداء میں آپ ہر مہینہ کے تین روزے ایام بیض یعنی چاند کی 15،14،13 کو روزہ رکھا کرتے تھے انہی کو صوم داؤ دی بھی کہتے ہیں اور یوم عاشورہ کا بھی روزہ رکھا کرتے تھے اور بعد میں ان کو رمضان شریف کے روزے فرض ہونے کے ساتھ منسوخ کر دیا گیا اور یہ روزے صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت میں ہی فرض نہیں کئے گئے بلکہ سابقہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شریعتوں میں بھی کسی نہ کسی شکل میں فرض تھے اگر چہ ایام اور احکام میں مختلف تھے اسی لیے فرمایا ہے کہ تمہارے اوپر اسی طرح روزے فرض کئے گئے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے۔

روزے کا لغوی اور شرعی معنیٰ

اَلصِّیَامُ مفرد صَوْمٌ۔ اس کا معنی اَلْاِمْسَاکُ (روکنا) ہے تو مطلب یہ ہوا کہ انسان اپنے آپ کو ہر اس چیز سے روکے رکھے جس کی طرف نفس کشش محسوس کرے اور شریعت میں اس کا معنی یہ ہے کہ انسان عبادت کی نیت سے صبح صادق سے لے کر غروب شمس تک کھانے، پینے اور عمل زوجیت سے رکا رہے۔ اور اس سخت ریاضت کا مقصد اعلیٰ اور پھل یہ ہے کہ انسان متقی اور پرہیزگار بن جاتا ہے روزہ رکھنے کا صرف یہ مطلب نہیں کہ انسان ان مذکورہ بالا تینوں چیزوں سے ہی پرہیز کرتا رہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمام اخلاق رذیلہ، اعمال سیءہ اور صفات قبیحہ سے مکمل طور پر دستکش ہو جائے انسان پیاس سے تڑپ رہا ہو، بھوک سے بے تاب ہو، اسے کوئی دیکھ بھی نہ رہا ہو اور ٹھنڈے پانی کی صراحی اور لذیذ کھانا پاس رکھا ہوا ہو تو وہ ہاتھ بڑھا کر اسے اٹھا کر کھانا تو کجا آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرتا اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ روزہ کی حالت میں کھانے اور پینے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا ہے اور اس کا یہ یقین ہے کہ اس کا رب اسے دیکھ رہا ہے۔ اب جب حلال چیزیں وہ اپنے رب کے حکم سے ترک کر رہا ہے تو وہ چیزیں جن کو اس کے رب نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام قرار دے دیا ہے مثلاً چوری، رشوت، بددیانتی وغیرہ ان کا وہ ارتکاب کیسے کر سکتا ہے ہرگز نہیں۔ چونکہ روزہ خواہشات نفسانی کو توڑنے کا باعث ہوتا ہے اور ہر قسم کے گناہوں سے روکتا ہے اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

- يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ أَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ.

اے نوجوانوں کے گروہ! جو تم میں سے شادی کر سکتا ہے اسے شادی کر لینی چاہیے کیونکہ یہ نگاہوں کو زیادہ جھکانے کا باعث ہوتی ہے اور شرم گاہ کی حفاظت کا سبب ہوتی ہے اور جو شادی نہیں کر سکتا وہ روزہ رکھے کیونکہ یہ خواہش نفسانی کو

ختم کردیتا ہے۔

قرآن کریم میں سابقہ امم پر روزوں کی فرضیت کا تذکرہ ہے اوران پر بھی چند ایام کے ہی روزے فرض تھے لیکن وہ قومیں خود افراط وتفریط کا شکار ہوگئیں توان پر سختی کی گئی۔ روایت بیان کی گئی ہے کہ نصاریٰ پر رمضان شریف کے تیس روزے ہی فرض تھے لیکن انہوں نے اپنی طرف سے اس میں ترمیم واضافہ کیا جب یہ ماہ مقدس سخت گرمی یا سردی کے ایام میں آیا توانہوں نے ان ایام کے روزے رکھنا مشکل سمجھا لہٰذا انہوں نے اپنی طرف سے ہی یہ فیصلہ کیا کہ روزوں کی اس تعداد میں اضافہ کردیا جائے اور روزے صرف موسم بہار میں رکھے جائیں چنانچہ انہوں نے دس دن سردی کے عوض اور دس دن گرمی کے ان مقررہ روزوں پر بڑھا دیئے لہٰذا ان پر پچاس دنوں کے روزے فرض ہو گئے اور بعض نے روایت کیا ہے کہ ان میں ایک بیماری پھوٹ پڑی اوران کی کثرت سے اموات واقع ہوئیں تو انہوں نے اپنی طرف سے ان روزوں میں اضافہ کرلیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اسی مقررہ تعداد کو فرض کر دیا۔ جملہ معترضہ کے طور پر یہ عرض کرتا جاؤں کہ روزے اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور بخشش کا سبب ہوتے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود شریف بھیجنا بھی بخشش کا باعث ہوتا ہے اس لیے اس ضمن میں بھی ایک حدیث پاک سماعت فرمالیں جس کو عبدالرحمٰن بن عوف نے روایت کیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل امین حاضر ہوا اور اس نے اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام سنایا کہ اے محمد صلی اللہ علیک وسلم جو آدمی آپ پر درود شریف پڑھتا ہے تو اس کے لیے ستر ہزار فرشتے بخشش کی دعا کرتے ہیں اور جس کے لیے ملائکہ دعا کریں تو وہ اہل جنت سے ہو جاتا ہے۔ (زبدۃ الواعظین)

روزہ دار کا انعام

حدیث قدسی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم کا ہر عمل اس کے اپنے لیے ہے لیکن روزہ میرے لیے ہے اور اس کا بدلہ میں بذات خود ہوں یا اس کا بدلہ میں بذات خود عطا کروں گا یعنی درمیان میں کوئی واسطہ نہیں ہوگا کیونکہ

روزہ ایک ایسا مخفی عمل ہے جس میں کوئی ایسا عمل نہیں جس کا مشاہدہ کیا جائے بخلاف دوسرے اعمال کے اور اس وجہ سے بھی کہ اس عمل کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور نہ ہی کوئی دیکھتا ہے اس لیے اس کا ثواب و جزا دینا اسی کے ذمہ کرم پر ہے۔

اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ بھی مروی ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو میری امت کے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن کو پرندوں کی طرح پر عطا کیے جائیں گے جن کے ساتھ وہ جنت کی دیواروں سے پرواز کرتے ہوئے گذر جائیں گے اور جنت کا محافظ ان سے سوال کرے گا کہ تم کون ہو تو وہ جواب دیں گے کہ ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت سے ہیں وہ ان سے پوچھے گا کہ کیا تم حساب کے مراحل سے گذر کر آئے ہو تو وہ "نہیں" میں جواب دیں گے پھر وہ سوال کرے گا کہ کیا تم پل صراط کا کٹھن راستہ عبور کر کے آئے ہو تو اسے جواب دیا جائے گا کہ نہیں وہ متعجب ہو کر سوال کرے گا کہ تم ان درجات پر کیسے پہنچ گئے ہو وہ جواب دینگے کہ ہم دنیا میں تمام لوگوں سے چھپ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے تو اس کریم نے ہمیں تمام لوگوں سے مخفی جنت میں داخل فرما دیا اور ہمیں ان مراحل سے گذرنے کی تکلیف نہیں دی اور ان کی یہ عبادت روزہ ہی ہے۔

امت محمد ﷺ پر خاص انعام

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میری امت کو پانچ ایسی خاص نعمتیں عطا کی گئی ہیں جو سابقوں امتوں میں سے کسی کو بھی عطا نہیں کی گئیں۔ 1۔ جب رمضان شریف کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ میری امت کی طرف رحمت و کرم کی نگاہ فرماتا ہے اور جسے اللہ تعالیٰ رحمت کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو اسے کبھی عذاب نہیں دیتا۔ 2۔ اللہ تعالیٰ ملائکہ کو حکم دیتا ہے کہ وہ اس امت کی مغفرت و بخشش کے لیے میری جناب سے دعا کریں۔ 3۔ روزے دار کے منہ سے نکلنے والی بساند اللہ تعالیٰ کی جناب میں کستوری سے بھی زیادہ پاکیزہ اور پسندیدہ ہوتی ہے۔ 4۔ اللہ تعالیٰ مومنین روزے داروں کو خوشخبری سناتا ہے کہ یہ میرے دوست ہیں اور جنت کو حکم دیتا ہے کہ وہ ان کے لیے پوری زیب و زینت

کے ساتھ آراستہ ہو جائے۔5۔اللہ تعالیٰ ان تمام کے گناہ بخش دیتا ہے۔(زبدۃ الواعظین)

امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث شریف نقل کی ہے جو اس مذکورہ بالا حدیث پاک کی تائید کرتی ہے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس نے ایمان اور احتساب کے ساتھ روزہ رکھا اس کے ماسبق تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (مسلم شریف)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ رمضان شریف کی ہر ساعت میں چھ لاکھ ان دوزخیوں کو آگ سے نجات عطا فرماتا ہے جن پر دوزخ کی آگ واجب ہو چکی ہوتی ہے یہاں تک کہ لیلۃ القدر آ جاتی ہے اور لیلۃ القدر کو دوزخیوں کی اتنی تعداد کو دوزخ سے آزاد کیا جاتا ہے جتنی تعداد رمضان شریف کے آغاز سے لیلۃ القدر تک آزاد ہو چکی ہوتی ہے اور عید کے دن اتنی تعداد دوزخ سے آزاد کی جاتی ہے جتنی تعداد عید الفطر تک آزاد ہو چکی ہوتی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

امت مسلمہ کی قسمت پر زمین و آسمان کا رونا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کی ہے کہ جب رمضان شریف کی آخری رات ہوتی ہے تو زمین و آسمان اور ملائکہ امت مسلمہ کے غم میں رونا شروع کر دیتے ہیں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا گیا کہ وہ غم اور مصیبت کیا ہے جس پر زمین و آسمان اور ملائکہ روتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ وہ رمضان شریف کی مقدس ساعتوں کے گذرنے کا غم ہے کیونکہ رمضان شریف میں دعائیں مستجاب، صدقات مقبول اور حسنات دوگنا ہوتی ہیں اور عذاب سے نجات دی جاتی ہے اس لیے رمضان شریف کے گذرنے سے بڑی کونسی سے مصیبت ہو سکتی ہے۔تو ہمیں غور کرنا چاہئے کہ جب آسمان و زمین اور ملائکہ ہماری نیکیوں کے نقصان پر روتے ہیں تو ہم ان فضائل و کرامات کے منقطع ہونے پر کیوں نہ روئیں اور افسوس کیوں نہ کریں بلکہ ہم اس نقصان پر افسوس کرنے کے زیادہ حقدار ہیں۔ (حیاۃ القلوب)

روزہ داروں کے لیے فرشتوں کی دعا

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ پیدا فرما دیا ہے جس کے چار چہرے ہیں ہر چہرہ کے درمیان ایک ہزار سال کی مسافت کا فاصلہ ہے اور وہ اپنے ایک چہرہ کے ساتھ قیامت تک سجدہ ریز رہے گا اور وہ سجدہ میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور شان سبوحیت بیان کرتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ اے اللہ! تو ہر عیب اور نقص سے پاک ہے اور تیرا جمال کتنا عظیم ہے اور وہ دوسرے چہرہ کی آنکھوں کے ساتھ جہنم کی طرف دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ جو بد بخت اس میں داخل ہوگا اس کے لیے سوائے ہلاکت کے اور کچھ نہیں اور وہ اپنے تیسرے چہرے کی آنکھ کے ساتھ جنت کو دیکھ کر عرض کرتا ہے کہ جو خوش بخت اس میں داخل ہوگا اس کے لیے مبارک ہی مبارک ہے اور وہ اپنے چوتھے چہرہ کی آنکھ کے ساتھ رحمن و رحیم خدا کے عرش کو دیکھتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ اے خدایا! تو رحمت فرماتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت سے روزے رکھنے والوں کو عذاب جہنم سے بچالے اور اس کی سختیوں سے محفوظ فرمالے۔ (آمین) (زہرۃ الریاض)

تو گویا روزہ رکھنے والے مومن کے لیے معصوم فرشتے دعائیں کرتے ہیں جو یقیناً مقبول ہوں گی اے روزے دار! تو کتنا بلند اقبال ہے تیری قسمت پر جتنا بھی رشک کیا جائے کم ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے کہ رمضان شریف میں اللہ تعالیٰ کراماً کاتبین کو حکم دیتا ہے کہ وہ امت محمد علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی نیکیاں لکھیں اور ان کے گناہ نہ لکھیں اور ان کے سابقہ گناہوں پر قلم عفو پھیر دی جاتی ہے۔ (زہرۃ الریاض)

روزہ داروں کے درجات

روزہ اگرچہ سراپا بخشش ہی بخشش اور برکت ہی برکت ہے لیکن روزہ رکھنے والوں کے اعتبار سے اس کے تین درجات ہیں (1) عوام کا روزہ (2) خواص کا روزہ (3) اخص الخواص کا روزہ ہے۔

(1) پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو خواہشات نفس سے روکے رکھتا ہے اور کھانے پینے سے مخصوص اوقات میں اجتناب کرتا رہتا ہے اور ہر اس چیز سے اجتناب کرتا ہے جو مفطرات ہیں۔ یہ عوام کا روزہ ہے

(2) روزے کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ روزے دار اپنے تمام اعضاء کو ناجائز فعل کرنے سے بچائے رکھتا ہے وہ صرف کھانے اور پینے ہی سے باز نہیں رہتا بلکہ ہر اس چیز سے اجتناب کرتا ہے جس کو شریعت اسلامیہ نے ناجائز قرار دیا ہے۔ یہ خواص کا روزہ ہے اور اس روزے کے لیے چند شرائط ہیں جن کی پابندی سے یہ درجہ حاصل ہوتا ہے (1) غیر شرعی اشیاء کو دیکھنے سے نگاہوں کو جھکائے رکھنا (2) زبان کو جھوٹ بولنے چغلخوری اور غیبت کرنے اور جھوٹی قسمیں اٹھانے سے روکے رکھنا اور ممنوع اشیاء کی طرف شہوت کے ساتھ دیکھنے سے بچنا وغیرہ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مذکورہ بالا اشیاء روزے کے اجر کو باطل کر دیتی ہیں اسی طرح افطاری کے وقت مشکوک اشیاء سے پرہیز کرنا بھی روزے کے لوازمات میں سے ہے کیونکہ اس روزے کا کوئی مقصد نہیں جو حلال اشیاء سے رکھا جائے اور حرام اشیاء کے ساتھ افطار کیا جائے۔ جو آدمی ایسا کرتا ہے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو ایک خوبصورت اور مضبوط محل تعمیر کر کے خود اپنے ہاتھوں سے اسے گرا دیتا ہے۔

مولوی دلپذیر بھیروی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب پنجابی میں اس کی وضاحت فرمائی ہے۔

ہتھیں روزہ اکھیں روزہ کنیں روزہ تے روزہ سارے بدن دا

ایسے روزے داراں اتے وسے مینہ کرم دا

مسلم شریف کی اس حدیث پاک میں بھی اس کی وضاحت موجود ہے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ کتنے ہی ایسے روزے دار ہیں جن کو سوائے بھوک اور پیاس کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اور یہ درجہ حاصل کرنے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ افطاری کے وقت پیٹ بھر کر نہ کھایا جائے کیونکہ پیٹ بھر کر کھانا تقویٰ کے بھی منافی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کے اس ارشاد کا بھی مصداق بنتا ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس پیٹ سے زیادہ کوئی برتن ناپسندیدہ نہیں جس کو حلال کھانے کے ساتھ بھر دیا جائے۔

(3) روزے کا تیسرا درجہ اخص الخواص کا ہے اور وہ یہ ہے کہ کہ روزے دار اپنے دل کو تمام ناپسندیدہ افکار، گھٹیا خیالات اور ماسویٰ اللہ ہر چیز سے پاک رکھے ایسے روزے دار کے دل میں جب اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کوئی فاسد خیال پیدا ہوتا ہے تو اس کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور یہ درجہ صرف انبیاء کرام اور صدیقین کو ہی حاصل ہوتا ہے اور اس درجہ پر وہی فیض یاب ہو سکتا ہے جو ہر طرف سے منہ موڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہی متوجہ ہو جائے۔ (نسخہ کیمیاء)

جزاء کی اللہ کے ساتھ تخصیص کی وجہ

چونکہ روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی چیز بھی آگاہ نہیں ہوتی حتیٰ کہ روزے دار کے اعضاء بھی اس سے بے خبر ہوتے ہیں کیونکہ اس کا تعلق دل کے ساتھ ہوتا ہے اور دل پر آگاہی حاصل کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے تو معلوم ہوا کہ روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان خفیہ واسطہ ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ روزہ صرف میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا کیونکہ روزہ داران لوگوں کی طرح نہیں ہوتے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ معبودان باطلہ کی عبادت کرتے ہیں مثلاً سورج، چاند اور بتوں کے پرستار اور انکے سامنے سجدہ ریز ہونے والے اور انہی کے لیے صدقات و خیرات کرنے والے ہیں بلکہ وہ تو خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کی نیت سے روزہ رکھتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی طرف منسوب فرمایا اور خود ہی اس کو اجر عطا کرنے کی ذمہ داری لے لی جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ تو مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم اور ربوبیت کے صدقے روزے دار کے بالکل نزدیک ہوتا ہے اور بلا واسطہ اسے اللہ تعالیٰ کی ہم کلامی کا شرف بھی حاصل ہوتا ہے ابوالحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اَنَا اَجْزِیْ کا مطلب یہ ہے کہ ہر نیکی کا بدلہ جنت ہے اور روزے کا بدلہ میری ملاقات ہے اور میں روزے دار

کولطف وکرم کی نگاہ سے دیکھتا ہوں اور اس پر خوش ہو جاتا ہوں۔ (مختصر الروضۃ)

روزہ نہ رکھنے کی رخصت

اگرچہ روزہ ہر عاقل اور بالغ مرد اور عورت پر فرض ہے اور باوجود روزے رکھنے کی طاقت کے روزہ نہ رکھنا گناہ کبیرہ کا ارتکاب اور جہنم کی سزا کا موجب ہے اور روزہ کی فرضیت کا منکر کافر ہے مگر عذر کی وجہ سے رمضان شریف میں روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے اور عذر کے زائل ہونے سے روزہ رکھنا اور اس کی قضا لوٹانا فرض ہے جن صورتوں میں روزہ رمضان شریف میں نہ رکھنے کی رخصت ہے وہ یہ ہیں بھوک اور پیاس کی وجہ سے ہلاکت اور موت کا اندیشہ ہو۔ ایسا مریض ہو کہ روزہ رکھنے سے مرض میں اضافہ کا خوف ہو یا وہ سفر کی حالت میں ہو اور مسافت اتنی ہو جس میں قصر صلوٰۃ واجب ہوتی ہے یا شیر خوار بچے کی والدہ یا حاملہ کو بچے کے ضائع ہونے کا خدشہ ہو یا کوئی دائمی مریض یا بہت بوڑھا ہو ان تمام صورتوں میں روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے لیکن اس کا فدیہ یا قضاء لوٹانا ضروری ہے کیونکہ کسی شخص کا ان حالات سے دوچار ہونا ایسے عذر ہیں جس کی وجہ سے ممنوعات کو مباح کر دیا جاتا ہے عربی کا مقولہ ہے: اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِيْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ۔ (روضۃ العلماء)

عورت کو مس کرنا اور بوسہ دینا

احناف کے نزدیک وہ آدمی جو اپنی خواہشات نفس پر کنٹرول رکھتا ہو تو اسے حالت روزہ میں اپنی بیوی کو بوسہ دینا اور مس کرنا جائز ہے بشرطیکہ انزال اور جماع کا خدشہ نہ ہو البتہ سعید بن میتب کے نزدیک نوجوان کو نہ بوسہ دینے کی اجازت ہے اور نہ مس کرنے کی خواہ انہیں انزال کا اندیشہ ہو یا نہ ہو کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ ایک نوجوان آدمی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے کھڑا ہو گیا اور عرض کیا کہ روزہ کی حالت میں مَیں اپنی بیوی کو بوسہ دے سکتا ہوں یا نہیں تو آپ نے فرمایا ہرگز نہیں اسی وقت ایک بوڑھا آدمی اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور پوچھا کہ کیا میں بوسہ اور تقبیل کر سکتا ہوں تو آپ نے اسے اجازت دے دی تو فوراً وہ نوجوان کھڑا ہو گیا اور بڑی ہی بے باکی سے کہنے لگا کہ آپ ایک

چیز کو میرے لیے حرام اور دوسرے کے لیے حلال فرما رہے ہیں حالانکہ ہم ایک ہی دین کے پیروکار ہیں تو آپ نے فرمایا یہ بوڑھا ہے اسے خواہش نفس پر قابو پانا کوئی مشکل نہیں لیکن تو نوجوان ہے اور تجھے اپنے نفس اور خواہش پر کنٹرول کرنا آسان نہیں ممکن ہے تو نفس سے مغلوب ہو کر کسی فعل شنیع کا مرتکب ہو جائے اور گڑھے میں جا گرے اس لیے بوڑھے کو میں نے اجازت دے دی ہے اور تجھے ہلاکت میں گرنے سے بچا لیا ہے۔ (روضۃ العلماء)

دشمن پر غلبہ حاصل کرنے کا ذریعہ

بیان کیا جاتا ہے کہ روزہ ایک ایسا ہتھیار ہے جس کے ذریعہ سے شیطان پر غلبہ پایا جا سکتا ہے کیونکہ شیطان خواہشات نفس کے ذریعہ سے ہی انسان کو مغلوب کرتا ہے اور اسی وسیلہ سے اسے گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور خواہشات نفس اور شہوات زیادہ کھانے سے قوت پکڑتی ہیں اور جب انسان روزہ رکھتا ہے تو نفس کو بھوک اور پیاس کی بھٹی میں جھونک کر اسے ذلیل وخوار کرتا ہے تو شیطان کا وہ موثر ذریعہ کمزور ہو جاتا ہے جس کے ساتھ وہ انسان کو اللہ وحدہ لاشریک لہ کا باغی بناتا ہے تو اس طرح انسان اس پر غالب آ جاتا ہے اور شیطان ذلیل ورسوا اور مغلوب ہو جاتا ہے۔

روایت بیان کی گئی ہے کہ روزہ فرض کرنے کا سبب اور علت نفس اور خواہش نفس پر قابو پانا اور ان کو کمزور کرنا ہے وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا فرمایا اور اسے حکم دیا کہ وہ اس کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنی بندگی کا اظہار کرے تو وہ اطاعت گذار کی طرح حاضر خدمت ہو گئی پھر اللہ تعالیٰ نے اسے واپس پلٹنے کا حکم فرمایا تو اس نے حکم کی تعمیل کی تو اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ میں کون ہوں اور تیری حقیقت کیا ہے تو اس نے بصد عجز و نیاز عرض کیا: اَنْتَ رَبِّیْ وَاَنَا عَبْدُکَ کہ تو میرا رب ہے اور میں تیرا عاجز بندہ ہوں تو اللہ تعالیٰ نے اس کے عجز و نیاز کو دیکھ کر فرمایا کہ اے عقل میں تجھے اپنی مخلوق سے بلند مرتبہ پر فائز فرماتا ہوں اور تجھ سے بڑھ کر میرے نزدیک کوئی زیادہ معزز نہیں پھر اللہ تعالیٰ نے نفس کو پیدا فرمایا اور اسے اپنی طرف بلایا تو اس نے تکبر کی وجہ سے کوئی جواب نہ دیا تو اللہ تعالیٰ نے پر جلال

انداز میں فرمایا: مَنْ اَنَا وَمَنْ اَنْتَ کہ میں کون ہوں اور تو کون ہے؟ تو اس نے کہا: اَنَا اَنَا وَ اَنْتَ اَنْتَ میں میں ہوں اور تو تو ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی نخوت اور تکبر کو ختم کرنے کے لیے سو سال جہنم کی آگ میں جھونکے رکھا لیکن اس کی سرکشی میں ذرا کمی نہ ہوئی کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے اسے جہنم سے نکال کر اس سے وہی سابقہ سوال کیا تو اس نے وہی متکبرانہ جواب دیا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے سو سال بھوکا اور پیاسا رہنے کا حکم دیا اس کے بعد اس سے پوچھا کہ اب بتاؤ میں کون ہوں اور تو کون ہے تو اس نے حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے عرض کیا کہ اے مولا! تو میرا خالق اور میں تیرا بندہ ہوں تو اللہ تعالیٰ نے اس کی سرکشی نخوت اور تکبر کو ختم کرنے کے لیے اس پر روزے رکھنا فرض کر دیا۔ (مشکوٰۃ شریف)

تیس روزے فرض کرنے کی حکمت

بہجۃ الانوار میں ذکر کیا گیا ہے کہ تیس روزے فرض کرنے کی حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور آپ کو جنت میں رہائش پذیر ہونے کا حکم دیا اور آپ کی آزمائش کے لیے جنت کے کسی ایک درخت سے کھانے سے منع فرمایا سالہا سال گذر گئے آدم علیہ السلام اس حکم کی سختی سے پابندی کرتے رہے یہاں تک کہ آپ بھول گئے جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا کہ آدم علیہ السلام بھول گئے اور ہم نے اس فعل پر عمل پیرا ہونے کا ان کا عزم وارادہ نہیں پایا اور اس لغزش پر آپ عرصہ دراز تک آہ وزاری کرتے رہے اور معافی مانگتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے کرم فرماتے ہوئے توبہ قبول فرمائی چونکہ اس پھل کا اثر تیس دن تک آدم علیہ السلام کے بطن مبارک میں رہا اس لیے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام پر فرض کر دیا کہ تیس ایام روزے رکھنے ہیں اور آدم علیہ السلام کو یہ حکم رات اور دن روزہ رکھنے کا تھا لیکن حضور اکرم محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت پر کرم فرماتے ہوئے صرف دن کو روزہ رکھنے کا حکم دیا اور اس امت پر اللہ تعالیٰ کا یہ خصوصی کرم ہے۔ چونکہ لذت حاصل کرنے کے چار ہی ذرائع ہیں جن میں دو کا تعلق دن کے ساتھ ہے اور دو کا رات کے ساتھ یعنی عموماً کھانا اور پینا دن کو ہوتا ہے اور جماع اور نیند

رات کو اس لیے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو رات دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (بہجۃ الانوار)

رمضان شریف کے احترام کا اجر

روایت بیان کی گئی ہے کہ بصرہ میں ایک مجوسی یعنی آگ پرست رہائش پذیر تھا۔ اس نے اپنے لڑکے کو رمضان شریف میں دن کے وقت کوئی چیز کھاتے ہوئے دیکھ کر اسے ایک تھپڑ رسید کیا اور اسے کہا کہ تمہیں معلوم نہیں یہ مسلمانوں کا عزت و احترام والا مہینہ ہے اور وہ اس کے احترام کی وجہ سے دن کو کھانے، پینے اور دوسرے مفطرات اشیاء سے اجتناب کرتے ہیں دن گذرتے رہے یہاں تک کہ اس مجوسی کو موت نے اپنے آغوش میں لے لیا۔ اس کا ایک پڑوسی تھا جو عالم تھا اس نے اسے خواب میں دیکھا کہ وہ ایک سنہری مرصع پلنگ پر جلوہ افروز ہے اور بڑا ہی ہشاش بشاش ہے تو اس عالم نے حیران ہو کر اس سے پوچھا کہ کیا تو وہی مجوسی نہیں ہے جو میرے پڑوس میں رہائش پذیر تھا اس نے جواب دیا کہ میں وہی ہوں لیکن جب میری موت کا وقت قریب آیا تو میں نے اوپر سے ایک آواز سنی جو ملائکہ سے کہہ رہی تھی کہ اے فرشتو! اسے مجوسی نہ رہنے دو بلکہ ماہ رمضان کی عزت و کرامت کی وجہ سے اسلام کے اعزاز سے نواز دو تو میری زبان پر کلمہ شہادت جاری ہو گیا اور میرے سارے گناہوں کو معاف کر دیا گیا اور میری روح کو جنت کی ابدی نعمتوں سے نواز دیا گیا۔ تو اے اہل ایمان! اگر ایک آگ پرست کو رمضان شریف کی عزت کی وجہ سے ایمان کی دولت سے نواز کر جنت میں بھیج دیا جاتا ہے تو بندۂ مومن جو سارا دن روزہ بھی رکھتا ہے اور رمضان شریف کے مہینہ کی عزت و احترام بھی کرتا ہے اس کا مرتبہ کتنا بلند ہو گا؟ (زبدۃ المجالس)

حدیث قدسی

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب کا ارشاد ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ابن آدم جو بھی عمل کرتا ہے تو اسے اس کا اجر دس سے لے کر سات سو تک یا اس سے بھی زائد عطا کیا جاتا ہے لیکن روزہ خاص میرے لیے ہوتا ہے اس لیے اس کی جزا بھی

میں ہی عطا فرماؤں گا"

اس حدیث پاک کی وضاحت کرتے ہوئے علماء کرام نے درج ذیل توجیہات بیان فرمائی ہیں فرماتے ہیں کہ ہر عمل کا اجر اللہ تعالیٰ ہی عطا فرماتا ہے اور روزہ کے اجر کو اپنی ذات کے ساتھ خاص کرنے کی یہ وجوہات ہیں (1) چونکہ روزہ کا تعلق دل اور ارادہ سے ہوتا ہے جس میں کسی قسم کے ریا، سمعہ یا دکھاوے کا شائبہ تک نہیں ہوتا کیونکہ نیت اور ارادہ دل کا فعل ہے اور دل مخفی اور پوشیدہ ہوتا ہے اور اس پر سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے کوئی آگاہی حاصل نہیں کر سکتا اس لیے اس کی جزا بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں عطا کر سکتا (2) انسان کے باقی اعمال مخفی نہیں ہوتے بلکہ ان پر دوسرے لوگ بھی آگاہ ہوتے ہیں اور روزہ کے ثواب اور مقدار اور اس کے اضافہ کا علم بھی صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہوتا ہے اس لیے اس کی جزا کو بھی اپنی ذات کے ساتھ خاص فرما دیا۔

(3) اَنَا اَجْزِیْ بِهٖ کا ایک معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ عبادت اللہ تعالیٰ کو تمام عبادات سے زیادہ پسند ہے اس کا شعور دلانے کے لیے اس کے اجر کو اپنی ذات کے ساتھ خاص فرمایا۔ (4) اس عبادت کی جزا اپنی طرف منسوب کرنا اس کی شرافت اور کرامت کا اظہار کرنا ہے جیسے بیت اللہ اور ناقۃ اللہ میں خانہ کعبہ اور صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی شرافت و کرامت کو ظاہر فرمایا اور ان کی نسبت اپنی ذات کی طرف فرما دی۔

(نوٹ) علماء کرام اور صوفیاء عظام کے نزدیک جس روزہ کی جزا اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے ساتھ خاص کی ہے اس سے مراد وہ روزہ ہے جس میں روزہ دار روزہ کی تمام ظاہری اور باطنی شرائط کو ملحوظ رکھے مثلاً قول و عمل میں حد درجہ کی احتیاط کرے نہ زبان سے جھوٹ بولے نہ کسی کی غیبت اور فحش کلامی سے اپنی زبان کو آلودہ کرے اور تمام اعضاء کو خلاف شرع کاموں سے بچائے رکھے کیونکہ جو لوگ روزہ تو رکھ لیتے ہیں لیکن چوری، رشوت، بددیانتی، جھوٹ، غیبت اور نظر بازی وغیرہ سے باز نہیں آتے۔ انکے متعلق حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے واضح الفاظ میں فرمایا:

مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ.

یعنی جس نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہیں چھوڑا اگر اس نے کھانا پینا ترک کر دیا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کوئی قدر نہیں۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ایسا روزہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے جو اس کی رضا اور خوشنودی کا باعث ہو۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ

وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ

دسواں وعظ

عید الفطر کی فضیلت

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ

اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَكّٰى ● وَذَكَرَاسۡمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ● بَلۡ تُؤۡثِرُوۡنَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ وَّاَبۡقٰى ● اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الۡاُوۡلٰى ● صُحُفِ اِبۡرٰهِيۡمَ وَمُوۡسٰى

بے شک اس نے فلاح پائی جس نے اپنے آپ کو پاک کیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا البتہ تم لوگ دنیاوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت کہیں اس سے بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے یقیناً یہ سب کچھ اگلے صحیفوں میں لکھا ہوا ہے جو ابراہیم اور موسیٰ (علیہما السلام) کے صحیفے ہیں۔

1۔اَفۡلَحَ کی تشریح: یہ اِفۡلَاحٌ سے نکلا ہے جس کا لغوی معنی کھولنا اور یہاں اس سے مراد دونوں جہانوں میں مکمل کامیابی حاصل کرنا ہے۔

2۔تَزَكّٰى: یہ زکوٰۃ سے مشتق ہے جس کا معنی نشوونما پانا اور پاک ہونا ہے یعنی وہ شخص جو اپنے آپ کو شرک اور کفر کی آلودگیوں سے پاک کرتا ہے اپنے دامنِ عمل کو فسق و فجور اور نافرمانی وسرکشی سے بھی آلودہ نہیں ہونے دیتا اپنے رب کی یاد میں ہر وقت مشغول رہتا ہے اور نماز پنجگانہ میں بھی سستی نہیں کرتا اس کے سر پر دارین کی کامیابی کا تاج سجایا جائے گا بعض مفسرین نے تَزَكّٰى سے زکوٰۃ اور صدقہ فطر مراد لیا ہے۔اور ذَكَرَ اسۡمَ رَبِّهٖ سے مراد عید کے دن پڑھی جانے والی مخصوص تکبیرات لی ہیں مثلاً اَللّٰهُ اَكۡبَرُ اللّٰهُ اَكۡبَرُ لَا اِلٰهَ

إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ اور صلّٰی سے مراد عید کی نماز لی ہے تو مطلب یہ ہوا کہ اس آدمی نے دونوں جہانوں کی کامیابی حاصل کر لی جس نے رمضان شریف کے روزے رکھنے کے بعد صدقہ فطر ادا کیا اور عید کے دن تکبیر و تہلیل اور تسبیحات پڑھتا رہا اور مخصوص تکبیرات کے ساتھ دو نفل ادا کرتا رہا لیکن اہل دنیا کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ہمیشہ باقی رہنے والے اور بہترین اعمال پر دنیاوی زندگی کے آسائش و آرام کو ترجیح دیتے ہیں۔

عید کا معنی اور پس منظر

لفظ عید یا تو عَوْدٌ بمعنی لوٹنا سے مشتق ہے یہ دن مسلمانوں پر بار بار لوٹ کر آتا ہے اس لیے اسے عید کہتے ہیں یا یہ عَادَةٌ سے مشتق ہے کیونکہ اس دن میں اکٹھا ہونا لوگوں کی عادت ہے علامہ ازہری کہتے ہیں کہ اہل عرب کے نزدیک عید اس دن کو کہتے ہیں جس میں خوشی یا غمی لوٹ کر آئے اور علامہ شوکانی کے نزدیک وہ دن جس میں کوئی خوشی لوٹ کر آئے اسے عید کہتے ہیں تو مطلب یہ ہوا کہ عید کے دن اللہ تعالیٰ ہر سال اپنے بندوں پر انواع و اقسام کے احسانات لوٹاتا ہے اور اپنی بخشش و مغفرت کے دروازے کھول دیتا ہے اور اس دن میں فرح و مسرور اور نشاط و انبساط منانا لوگوں کی عادت ہے اس لیے اسے عید کہا جاتا ہے۔

پس منظر

دنیا کی کوئی قوم یا نوع انسانی کا کوئی فرد ہی ہو وہ اپنے مشاہیر اور بزرگوں کی یاد منانے کا فطری جذبہ رکھتا ہے اسلام دین فطرت ہے وہ کسی کے فطری جذبہ کو ختم نہیں کرتا بلکہ اس کو حقیقت میں بدل دیتا ہے اور جو اس میں غلط رسم و رواج جڑ پکڑ چکے ہوتے ہیں انہیں جڑوں سے اکھیڑ پھینکتا ہے اور ایسے اعمال کرنے کا حکم دیتا ہے جن میں انسانی فلاح و بہبود اور بہتری ہوتی ہے اقوام عالم کی تاریخ میں کچھ ایسے ایام بھی ہوتے ہیں جن میں ہونے والے کسی اہم کارنامہ کی یاد منانے کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے اسی طرح اسلام میں بھی کچھ ایسے ایام ہیں جنہیں خاص انداز میں منایا جاتا ہے اور ان میں مخصوص انداز میں عبادات کی جاتی ہیں اگر

ان ایام میں کسی غیر شرعی رسم کا رواج ہوا سے ختم کر دیا جاتا ہے ہجرت سے قبل عیدین کے موقع پر انصار مدینہ طیبہ مسرت وخوشنودی کا اظہار کرتے تھے خوب کھیلتے تھے نیزہ بازی کا مقابلہ کرتے تھے تلوار زنی کے جوہر دکھاتے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ شراب نوشی کا بھی عام رواج تھا اور خوب داد عیش دیتے تھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے اس کی وجہ سے دریافت کی تو انہوں نے عرض کی۔ کہ ہمارے بزرگ ان ایام کو اسی طرح منایا کرتے تھے تو ہم بھی ان کی پیروی کرتے ہوئے خوشی کا اظہار کرتے ہیں اور داد عیش دیتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ان ایام کو فضول کام کرنے اور لہو ولعب میں وقت ضائع کرنے کی بجائے ہم ان ایام میں کیوں نہ ایسے کام کریں جن میں تفریحات کے اسباب بھی مہیا ہوں اور اللہ کی رحمت وبخشش کا حصول بھی ہو اس لیے آپ علیہ السلام نے عید الفطر اور دسویں ذی الحجہ کو انہیں شرعی انداز میں منانے کا طریقہ بتایا ابن حبان روایت کرتے ہیں کہ ہجرت کے دوسرے سال جب شعبان معظم میں امت مسلمہ پر رمضان شریف کے روزے فرض کیے گئے اور سترہ رمضان المبارک کو غزوۂ بدر پیش آیا جو حق وباطل اور کفر وایمان کے درمیان پہلا معرکہ تھا جس میں ایک طرف کفار کا لشکر جرار تھا جس میں عرب کے ایک ہزار منتخب بہادر شجاع اور نامی گرامی تیغ زن تھے گھوڑوں کے گلے اور اونٹوں کی قطاریں تھیں خیمہ وخرگاہ استادہ تھے۔ کھانے پینے کا وافر سامان تھا نئی تلواریں اور مضبوط نیزے تھے غرضیکہ جنگی ساز وسامان اور افراد کی کمی نہ تھی لیکن ان کے مقابلے میں حق کے پیروکار شمع رسالت کے پروانے اور مجاہدین اسلام تھے جن کی تعداد صرف تین سو تیرہ تھی اور جنگی ساز وسامان بھی نہ ہونے کے برابر تھا صرف سترہ اونٹ اور دو گھوڑے تھے اس بے سروسامانی اور قلت تعداد کے باوجود ان کے چہروں کی چمک چاند کو شرماتی تھی آنکھیں نور معرفت سے روشن تھیں سینے عرفان کی دولت سے معمور تھے اور خدا کی ذات پر بھروسہ تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں پر اپنی جانیں نثار کرنے کا جذبہ اور دل میں مسرت تھی چشم پیر کہن نے شاید ہی کبھی ایسا منظر دیکھا ہو ان مٹھی بھر مجاہدین نے اس بے سروسامانی کے

باوجود کفر کو وہ شکست فاش دی جو ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھی اور مومنین کو فتح ونصرت سے نوازا۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے اس عظیم احسان پر شکر کرتے ہوئے واپس پلٹے میدان بدر سے واپسی کے آٹھویں دن بعد رمضان شریف کا مہینہ اختتام پذیر ہوا اور عید الفطر کا چاند طلوع ہوا تو اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے غلاموں کو دو خوشیاں عطا فرمائیں۔ کفار پر فتح ونصرت اور رمضان شریف کے گزرنے اور گناہوں کی بخشش کا مژدۂ جانفزا۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے غلاموں کو فرمایا کہ اللہ کی ان دو خاص نعمتوں کا شکر ادا کیا جائے کیونکہ ایک طرف خدا اس کے رسول اور اسلام کے دشمنوں پر فتح اور دوسری طرف رمضان کے گزرنے، گناہوں کی بخشش اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکات ونوازشات سے اپنے خالی دامنوں کو بھرنا تھا حدیث شریف میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا رمضان شریف کا پہلا عشرہ اللہ کی رحمت کا درمیانی عشرہ گناہوں کی بخشش کا اور آخری عشرہ دوزخ کی آگ سے نجات کا ہے تو اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے غلاموں کو ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے کا حکم فرمایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام جب کوئی کام ایک دفعہ کر لیتے تو پھر اس پر مداومت اختیار فرماتے تو اس طرح ہر سال عیدالفطر منانے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

عید کی اہمیت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب لوگ رمضان شریف کے روزے رکھتے ہیں اور یکم شوال کے دن عید کی نماز ادا کرنے کے لیے گھروں سے نکلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے میرے ملائکہ ہر مزدور اپنی اجرت طلب کرتا ہے اور میرے وہ بندے جنہوں نے رمضان شریف کے روزے رکھے اور عید کی نماز کے لیے گھروں سے نکلے تو وہ بھی اپنی اجرت طلب کرتے ہیں تم گواہ بن جاؤ میں نے ان کے تمام گناہ معاف کر دیے ہیں اور ایک منادی ندا کرتا ہے کہ اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت اپنے گھروں کی طرف لوٹ

جاؤ تمہارے تمام گناہ نیکیوں میں تبدیل کر دیے گئے ہیں۔ اور اس پر مستزاد یہ ندا دی جاتی ہے اے میرے بندو! تم نے میری رضا کے لیے روزے رکھے اور میرے لیے ہی افطار کیے اٹھو تمہیں بخش دیا گیا ہے۔ (زبدۃ الواعظین)

نوٹ: یہ حدیث شریف اگرچہ ضعیف ہے لیکن عملیات میں ضعیف احادیث کو ذکر کرنا علماء نے جائز قرار دیا ہے۔

وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ عید کے دن شیطان مردود زور زور سے چیختا ہے اور اس کے سارے چیلے اس کے پاس جمع ہو جاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کہ اے ہمارے سردار تمہیں کس نے تکلیف پہنچائی ہے ہم اس کی ہڈیاں توڑ دیتے ہیں اور جس نے تجھے ناراض کیا ہم اس کا کچومر نکال دیتے ہیں تو وہ کہتا ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں لیکن آج امت مسلمہ کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ عید الفطر کے دن ان تمام مومنوں کے گناہ معاف فرما دے گا جو عید کی نماز کے لیے جمع ہو کر مغفرت طلب کریں گے اس لیے عید گاہوں کے راستوں پر بیٹھ جاؤ اور لوگوں کو لہو ولعب میں مشغول کرو۔ اور انہیں شراب نوشی اور خواہشات نفسانی کو پورا کرنے پر لگا دو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہو جائے اور ان کے گناہ نہ بخشے جائیں۔ لہٰذا عقل مند آدمی وہ ہوگا جو عید کے دن خواہشات نفس اور منکرات سے اپنے آپ کو روکے رکھے گا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی بندگی پر مداومت اختیار کرے گا۔ اسی لیے حضور اکرم علیہ اطیب التحیات وازکی التسلیمات نے فرمایا کہ عید الفطر کے دن اچھے اعمال کرنے اور صدقے وخیرات دینے میں بھرپور کوشش کرو اور نماز وزکوٰۃ اور تسبیح وتہلیل میں مشغول رہو کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے اور ان کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے اور ان کی طرف رحمت وبخشش کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بندوں کا ہمیشہ سے یہ دستور رہا ہے کہ وہ ان مبارک ایام میں اللہ تعالیٰ کی

نوازشات کے حصول میں بھرپور کوشش کرتے رہتے ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک نیک آدمی جس کا نام صالح بن عبداللہ تھا وہ عیدالفطر کے دن عیدگاہ کی طرف جا کر نماز عید ادا کرتا اور فراغت کے بعد گھر آ کر اپنے تمام اہل وعیال کو اپنے پاس اکٹھا کر لیتا اور اپنی گردن میں لوہے کی ایک زنجیر ڈال لیتا اور زمین سے خاک اٹھا کر اپنے سر اور جسم پر ڈال لیتا اور خوب آہ وزاری کرتا تو لوگ اکٹھے ہو جاتے اور پوچھتے اے ابن عبداللہ آج تو خوشی اور عید کا دن ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و بخشش کا وقت ہے آپ نے یہ کیا حالت بنا رکھی ہے تو وہ جواب دیتے کہ مجھے یہ تو اچھی طرح معلوم ہے لیکن میرے رب نے مجھے نیک عمل کرنے کا حکم دیا اور میں نے اس کے ارشاد کے مطابق عمل کرنے کی کوشش بھی کی ہے لیکن مجھے یہ معلوم نہیں کہ میرا عمل مقبول بھی ہوا ہے یا نہیں اور مصلٰی کی ایک جانب منگتوں کی طرح بیٹھ جاتا جب آپ سے پوچھا جاتا کہ جائے نماز کے درمیان میں کیوں نہیں بیٹھتے تو وہ فرماتے کہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سائل بن کر بیٹھا ہوں اور سائل کے لیے یہی جگہ مناسب ہے۔

عید کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمل

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عید کے دن حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام غسل فرماتے، صاف ستھرا، پاکیزہ لباس زیب تن فرماتے، خوشبو لگاتے اور کاشانہ نبوت سے عیدین کی نماز کے لیے باہر تشریف لاتے اور عیدالفطر کے دن نماز سے پہلے کچھ تناول فرماتے اور عید الاضحیٰ کے دن عید کی نماز کے فوراً بعد قربانی ذبح فرماتے اور اس کا گوشت تناول فرماتے اور عیدین کی نماز کی طرف جاتے اور آتے وقت بلند آواز سے اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ پڑھتے اور جس راستہ سے نماز پڑھنے کے لیے جاتے واپسی پر دوسرے راستہ سے گذر فرماتے لوگوں کے ساتھ مصافحہ کرتے۔ نماز عید ادا کرنے کے لیے عیدگاہ کی طرف جانے کی آپ کی عجیب شان ہوتی تھی۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ ہوتے اور

ان کے ہاتھ میں وہ چھوٹا سا نیزہ ہوتا جو شاہ نجاشی نے آپ کو بطور نذرانہ پیش کیا تھا شاہ نجاشی نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ تین حرابے (چھوٹے نیزے) حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں بطور نذرانہ عقیدت بھیجے تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ نیزے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرما دیے تھے تو حضرت بلال وہ نیزہ ہاتھ میں لیے آگے آگے ہوتے اور دوسرے لوگ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عید گاہ کی طرف جاتا دیکھتے تو وہ بھی آپ کے ساتھ شامل ہو جاتے یہاں تک کہ لوگوں کا ایک ہجوم جلوس کی شکل اختیار کر لیتا اور ان کی زبانوں پر تکبیر و تہلیل اور حمد و ثنا کے نغمے ہوتے اس طرح یہ موکب ہمایوں عید گاہ میں پہنچ جاتا اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ نیزہ اس جگہ گاڑ دیتے جہاں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمانا ہوتا تھا پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں کھڑے ہو جاتے اور صفیں درست کرنے کا حکم فرماتے اور دو رکعت نماز معمول سے زائد تکبیرات کے ساتھ بلند قرآت کے ساتھ ادا فرماتے اور عموماً پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ اَعْلیٰ اور دوسری رکعت میں سورۃ غاشیہ تلاوت فرماتے نماز سے فراغت کے بعد خطبہ ارشاد فرماتے جس میں وعظ و نصیحت اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کی تلقین ہوتی۔

حضرت جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نماز عید کے موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ موجود تھا آپ نے اذان اور اقامت کے بغیر خطبہ سے پہلے نماز ادا فرمائی پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا وعظ فرمایا اور اللہ کی عبادت کرنے کی رغبت دلائی اور لوگوں کو وعظ و نصیحت فرمائی اور انہیں صدقہ کرنے کا حکم دیا اور پھر وہاں سے عورتوں کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو وعظ و نصیحت فرمائی اور فرمایا کہ تم صدقہ کیا کرو کیونکہ تم میں سے اکثر جہنم کا ایندھن ہیں۔ عورتوں کے نچلے حصہ سے ایک سیاہ رخساروں والی عورت کھڑی ہوگئی اور کہنے لگی۔ کیوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ نے فرمایا اس وجہ سے کہ تم بکثرت شکایت کرتی ہو اور اپنے

خاوند کی ناشکری کرتی ہو حضرت جابر کہتے ہیں کہ پھر عورتیں اپنے زیورات صدقہ کرنے لگیں اور حضرت بلال کے کپڑے میں اپنی بالیاں اور انگوٹھیاں ڈالنے لگیں۔ (مشکوۃ شریف)

یتیم لڑکا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفقت

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ عید کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز عید کے لیے کاشانہ اقدس سے باہر تشریف لائے اور آپ کے راستہ میں بچے کھیل رہے تھے ان میں سے ایک بچہ غمزدہ اور پریشان حال الگ تھلگ بیٹھا تھا اس کے کپڑے پھٹے پرانے تھے اور زاروقطار رورہا تھا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے اس حالت میں دیکھا تو آپ اس کے پاس تشریف لے گئے اور شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا اور محبت بھرے انداز میں اس سے پوچھا کہ اے بچے! تو کیوں رورہا ہے اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ کیوں نہیں کھیلتا وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہچانتا نہیں تھا اس لیے کہنے لگا اے آدمی! میں ایک یتیم بچہ ہوں میرا والد ایک جنگ میں شریک ہو کر شہادت کا جام نوش کر چکا ہے میری والدہ نے نئی شادی کر لی ہے اور انہوں نے میرے باپ کی جائیداد پر قبضہ کر لیا ہے اور مجھے اپنے باپ کی میراث سے محروم کر دیا ہے اور اس کے نئے خاوند نے مجھے اپنے گھر سے بھی نکال دیا ہے اب نہ تو میرے پاس کھانے پینے کا سامان ہے اور نہ ہی پہننے کے لیے کپڑے ہیں اور نہ ہی کوئی جائے پناہ ہے اور آج عید کا دن ہے جب میں ان بچوں کو دیکھتا ہوں جن کے باپ زندہ ہیں وہ نئے کپڑے پہن کر خوشیاں منا رہے ہیں تو مجھے اپنے والد کی یاد ستا رہی ہے اور مجھے یہ مصیبت پریشان کر رہی ہے اس لیے میں رو رہا ہوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے اپنے گلے سے لگا لیا اور فرمایا کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ میں تیرا باپ ہو جاؤں عائشہ صدیقہ تیری ماں حضرت علی المرتضیٰ تیرا چچا حضرت حسن وحسین تیرے بھائی اور حضرت فاطمۃ الزہرا تیری بہن ہو جائے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ تو اس بچے نے پہچان لیا کہ یہ تو اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں عرض کرنے لگا یارسول اللہ اس سے بڑھ کر میرے لیے اور کیا سعادت ہو سکتی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

ساتھ چمٹ گیا اور آپ کی اس کریمانہ پیش کش کو قبول کر لیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے اپنے دامن عفو و کرم میں پناہ دی اور اسے اپنے گھر لے آئے اسے بہترین لباس پہنایا خوب کھانا کھلایا نہلا دھلا کر خوشبو لگائی تو وہ بچہ ہنستا مسکراتا خوشی خوشی گھر سے باہر آیا جب دوسرے بچوں نے اسے اس حالت میں دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ تو وہی لڑکا ہے جو تھوڑی دیر پہلے بوسیدہ کپڑوں میں ملبوس تھا اور زاروقطار رو رہا تھا لیکن اب یہ نیا لباس زیب تن کیے ہوئے ہے اور بہت زیادہ خوش و خرم ہے انہوں نے اس سے اس کی وجہ دریافت کی تو اس نے انہیں بتایا میں یتیم تھا اب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے باپ ہیں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میری ماں ہیں حضرات حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں میرے بھائی ہیں اور حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم میرے چچا اور لخت جگر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا میری بہن ہیں میں بھوکا تھا اب سیر ہو گیا ہوں میرے کپڑے بوسیدہ تھے اب نیا لباس پہنے ہوئے ہوں تو میں اس سعادت پر کیوں نہ خوش ہوں تو ان بچوں نے رشک کرتے ہوئے بصد حسرت کہا کہ کاش ہمارے والد بھی اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے ہوئے جام شہادت نوش کر چکے ہوتے تو ہمیں بھی یہ سعادت نصیب ہو جاتی جو تم حاصل کر چکے ہو جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس دار فانی سے رخصت ہوئے اور رفیق اعلیٰ سے جا ملے تو وہ بچہ ازحد پریشان ہو گیا گھر سے باہر نکل کر اپنے سر میں مٹی ڈالنے لگا واویلا کرنے لگا اور مدد طلب کرنے لگا اور کہتا تھا کہ آج میں غریب ہو گیا ہوں میرے سر سے شفقت پدری کا سایہ اٹھ چکا ہے میرا کوئی والی نہیں اب میں کس دروازے پر جاؤں تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسے اس حالت میں دیکھا تو اسے اپنے ساتھ ملا لیا اور تادم واپسیں وہ ایک مشفق باپ کی طرح اس کی خدمت کرتے رہے۔ (زبدۃ الواعظین)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بندۂ مومن کے لیے پانچ عیدیں ہیں۔
1۔ جس دن وہ کسی گناہ کا ارتکاب نہ کرے۔ 2۔ جب وہ ایمان کی حالت میں اور کلمہ شہادت کا نغمہ الاپتے ہوئے شیطان کے مکر و فریب سے بچتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو

گا۔ 3۔ جب قیامت کے دن قیامت کی ہولناکیوں سے محفوظ پلصراط سے گزرے گا
دوزخ کے محافظوں اور ملائکہ سے چھٹکارا حاصل کرے گا۔ 4۔ جب وہ جنت میں داخل ہوگا
اور جہنم کے عذاب سے بچ جائے گا۔ 5۔ جب وہ آخرت میں اپنے رب ذوالجلال کے
دیدار سے مشرف باد ہوگا۔ (فقیہ ابواللیث)

عذاب جہنم سے آزادی کا دن

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ رمضانِ شریف کے ہر دن اور رات میں اللہ تعالیٰ ایک لاکھ عذاب کے مستحق لوگوں کو دوزخ سے نجات دیتا ہے اور لیلۃ القدر کو رمضان شریف کے مہینہ میں جہنم سے آزاد کیے گئے لوگوں کی تعداد کے برابر جہنم سے آزاد کرتا ہے اور عید الفطر کے دن ان تمام لوگوں کی تعداد کے مطابق دوزخیوں کو جہنم سے آزاد کیا جاتا ہے جتنی تعداد رمضان شریف کے مہینہ اور لیلۃ القدر کو آزاد کیے جاتے ہیں۔ (تنبیہ الغافلین)

صدقہ فطر کا وجوب

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روزوں کی زکوٰۃ کے طور پر اپنے غلاموں پر فطرانہ واجب کیا ہے اور جو آدمی فطرانہ ادا نہیں کرتا اس کے لیے سخت وعید ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو آدمی فطرانہ ادا نہیں کرتا اس کے روزے آسمان اور زمین کے درمیان لٹکے رہتے ہیں اور جب وہ فطرانہ ادا کر دیتا ہے تو اس کے روزوں کو دو سبز پر عطا کر دیے جاتے ہیں جن کے ساتھ وہ پرواز کرتے ہوئے ساتویں آسمان تک پہنچ جاتے ہیں پھر ان کو عرش کے ساتھ معلق قندیلوں میں سے ایک قندیل میں رکھ دیا جاتا ہے یہاں تک کہ روزے دار اس تک پہنچ جائیں گے تو اپنے اعمال کو محفوظ پائیں گے۔

صدقہ فطر ادا کرنے کا وقت

صدقہ فطر عید کے دن نماز کی طرف جانے سے پہلے ادا کرنا چاہیے اگر کوئی آدمی عید کی نماز سے پہلے صدقہ فطر ادا نہیں کرتا تو وہ اس کے ذمہ سے ساقط نہیں ہو جاتا بلکہ اسے عید کی

نماز کے بعد ادا کر دینا چاہیے لیکن عید کے بعد ادا کیے جانے والے صدقہ فطر کا ثواب عید کی نماز سے پہلے ادا کیے جانے والے صدقہ کے ثواب تک نہیں پہنچ سکتا۔ ایک دفعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نماز عید سے پہلے فطرانہ ادا کرنا بھول گئے اور اس کے کفارہ میں ایک غلام آزاد کیا پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئے کہ میں صدقہ فطر ادا کرنا بھول گیا تھا اور عید کی نماز کے بعد اس کے بدلہ میں نے ایک غلام آزاد کیا ہے کیا میرا صدقہ فطر ادا ہو گیا ہے۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس کا ثواب عید سے پہلے ادا کیے گئے فطرانہ کے ثواب کے برابر نہیں ہو سکتا ہے لیکن آپ نے انہیں یہ نہیں فرمایا کہ تیرا فطرانہ ادا نہیں ہوا صدقہ فطر روزوں کے لیے اسی طرح ہے۔ جس طرح نماز میں کمی بیشی کے لیے سجدہ سہو ہے کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ آپ بتائیے کہ نماز میں ایک رکوع اور دو سجدے کرنے میں کیا حکمت ہے تو اس نے جواب دیا کہ نماز میں رکوع کرنا یہ عبادت کا دعویٰ ہے اور کسی دعویٰ کو ثابت کرنے کے لیے دو گواہ ہوتے ہیں لہٰذا عبادت کے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لیے دو سجدے گواہ ہیں تو جس طرح رکوع بغیر سجدوں کے مقبول نہیں ہوتا اسی طرح فطرانہ ادا کیے بغیر روزے مقبول نہیں ہوتے کیونکہ فطرانہ روزوں کے لیے گواہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ (زبدۃ الواعظین)

صدقہ فطر ادا کرنے کا انعام

حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے روایت کیا گیا ہے کہ جو آدمی فطرانہ ادا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس کے بدلے دس انعام عطا فرماتا ہے۔ 1۔ فطرانہ ادا کرنے والا گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ 2۔ دوزخ کے عذاب سے نجات پاتا ہے۔ 3۔ اس کے روزے مقبول ہو جاتے ہیں حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صدقہ فطر روزوں کے لیے اسی طرح ہے جس طرح نماز میں کمی بیشی کے لیے سجدہ سہو ہوتا ہے اور جس طرح سجدہ سہو سے نماز کی کمی بیشی مکمل ہو جاتی ہے اسی طرح صدقہ فطر ادا کرنے سے اور تراویح کی نماز ادا کرنے سے روزوں کی کمی پوری ہو جاتی ہے کیونکہ نیکیاں تمام برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔

4۔صدقہ فطر ادا کرنے والا جنت کا مستحق ہو جاتا ہے بشرطیکہ دوسرے فرائض بھی ادا کرے۔5۔وہ اپنی قبر سے امن وامان کی حالت میں اٹھے گا۔6۔اس کے پورے سال کے نیک اعمال مقبول ہو جاتے ہیں۔7۔قیامت کے دن اس کے لیے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی شفاعت واجب ہو گی۔8۔پل صراط سے اس کا گزر بجلی کی چمک کی طرح ہو گا۔9۔اس کی نیکیوں کا پلڑا وزنی ہو گا۔10۔اس کا نام بدبختوں کی فہرست سے مٹا دیا جائے گا۔

صدقہ فطر کس پر واجب اور اس کی مقدار کیا ہے

ہر مسلمان مالک نصاب پر صدقہ فطر واجب ہے اور وجوب سے مراد صرف یہ نہیں کہ وہ اس کے وجوب کا اعتقاد رکھے بلکہ عملی طور پر اس کا ادا کرنا ضروری ہے اور صاحب نصاب سے مراد یہ ہے کہ اس کے پاس اتنا مال ہو جو اس کی ضروریات زندگی سے زائد ہو اگرچہ وہ مال نامی نہ ہو اور اس کے لیے حولان حول بھی شرط نہیں بلکہ صدقہ فطر ادا کرنے کے وقت اس کا صاحب نصاب ہونا ضروری ہے اور اس کے لیے فطرانہ لینا بھی حرام ہے اور اس پر قربانی کرنا واجب ہے ضروریات زندگی سے مراد رہائشی مکان۔ سامان خانہ داری پہننے کے لیے کپڑے، خادم، سواری کا جانور، ہتھیار اور اہل علم کی کتابیں جو اس کے مطالعہ میں ہوں وغیرہ ہیں۔

کس کس کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے

- جو آدمی صاحب نصاب ہو اور اس پر صدقہ فطر واجب ہو وہ درج ذیل لوگوں کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنے کا ذمہ دار ہے 1۔اپنی طرف سے 2۔اپنے چھوٹے فقیر بچے کی طرف سے 3۔خدمت کے غلام کی طرف سے اگرچہ وہ کافر ہو یا ام ولد ہو۔4۔اپنے مدبر غلام کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کرنا اس پر واجب ہے۔5 گھر میں آئے ہوئے مہمان کی طرف سے۔6 ۔اگر اس کی بیوی صاحب نصاب نہ ہو تو اس کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کرنے کا وہ ذمہ دار ہے۔

جن کا صدقہ فطر ادا کرنا اس پر واجب نہیں

1۔ اگر مالک نصاب مسلمان کی عورت صاحب نصاب ہو اس کا بڑا لڑکا غنی ہو اور خود کفیل ہو 2۔ وہ غلام جو تجارت کے لیے ہو 3۔ وہ غلام جو مکاتب ہو ان کی طرف سے اس پر صدقہ ء فطر ادا کرنا واجب نہیں بلکہ یہ خود اس کے ذمہ دار ہیں۔ اسی طرح چھوٹا لڑکا ہو اور مالدار ہو تو اس لڑکے کے مال سے فطرانہ ادا کرنا ہوگا۔

صدقہ فطر کی مقدار

گندم اور انگور کے علاوہ تمام اجناس میں ساڑھے چار سیر جہانگیری کی مقدار ادا کرنا ہر فرد کی طرف سے واجب ہے گندم اور انگور نصف صاع یعنی سوا دو سیر کی مقدار مقرر ہے۔

(نوٹ) اگر صدقہ ءفطر میں مذکورہ بالا اشیاء کی قیمت ادا کی جائے تو وہ افضل ہے کیونکہ اس سے حاجت مند کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ علیه
وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ.

گیارہواں وعظ

شوال کے چھ روزوں کی فضیلت

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَاج وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَلَا یُجْزٰٓی اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ۝

جو ایک نیکی لائے گا اس کے لیے اس ایک کے بدلے اس کی مانند دس ہوں گی اور جو کوئی ایک برائی کرے گا تو اسے ایک برائی کے برابر ہی سزا دی جائے گی اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اس آیت طیبہ میں اللہ تعالیٰ یہ وعدہ فرما رہا ہے کہ وہ اپنے بندے کو اپنے فضل و کرم کے ساتھ ایک نیکی کے بدلے دس نیکیوں کا ثواب عطا کرے گا۔ ایک نیکی کے بدلے دس عطا کرنے میں تحدید مقصود نہیں کیونکہ دوسرے مقامات پر یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ کسی کی خلوص نیت کے مطابق اس کو ایک کے بدلے سات سو تک اور بے حساب اجر عطا فرمایا جائے گا کیا ہی شان بندہ نوازی ہے۔ جس طرح بعض علماء کرام نے صراحتاً یہ فرمایا ہے کہ یہاں صرف دس کی تعداد مراد نہیں بلکہ اس سے مراد کثرت ہے اور جو کوئی گناہ کرے گا اللہ تعالیٰ اپنے عدل کے تقاضا کے مطابق ایک گناہ کے بدلے ایک ہی گناہ کی سزا دے گا یہ بھی اللہ کا احسان عظیم ہے وہ قادر مطلق ہے اگر ایک گناہ پر شدید ترین سزا کا ذکر فرما دیتا تو بھی عین انصاف ہوتا اور مزید فرمایا کہ نیکی کرنے والوں کے ثواب میں کمی کر کے اور گناہ کرنے والوں کے عذاب میں اضافہ کر کے ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

وہ حدیث پاک جس کو ابو ہریرہ اور ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت کیا ہے اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے رمضان شریف کے مکمل روزے رکھے پھر ماہ شوال میں عید کے فوراً بعد چھ روزے رکھے وہ اس طرح ہوگا جس طرح اس نے پورے سال کے روزے رکھے۔ اس لیے علماء کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کا جس میں ایک نیکی کے بدلے دس کا ثواب عطا کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے اس سے یہی مراد ہے وہ فرماتے ہیں کہ سال کے 360 دن ہوتے ہیں اور رمضان شریف کے 30 روزے ہوتے ہیں تو جب کوئی آدمی رمضان شریف کے تیس روزے رکھے گا تو وہ اس آیت کے مطابق تین سو روزوں کے ثواب کے برابر ہوگا باقی سال کے 60 دن رہ گئے تو جب کوئی آدمی شوال کے چھ روزے رکھ لے گا تو وہ ساٹھ روزوں کے برابر ہوں گے لہٰذا سال مکمل ہو گیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهٗ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ كُلِّهٖ.

ایک دوسری حدیث شریف میں شوال کے چھ روزے رکھنے کی فضیلت اس طرح بیان کی گئی ہے

رُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّه قَالَ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَامٍ مِّنْ شَوَّالٍ فَمَنْ صَامَ تِلْکَ السِّتَّةَ کَتَبَ اللّٰهُ تَعَالٰی لَهٗ بِعَدَدِ کُلِّ خَلْقٍ مِّنْ خَلْقِهٖ حَسَنَةً وَّ یَمْحُوْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ وَیَرْفَعُ دَرَجَاتِهٖ

آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو شوال کے چھ ایام میں پیدا فرمایا تو جس نے شوال کے چھ روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے ہر ایک کے بدلے اسے ایک حسنہ عطا فرمائے گا اور اس سے اسکے گناہ مٹا دے گا اور اس کے درجات کو بلند فرمائے گا۔ (درۃ الناصحین)

سَکَرَاتُ الْمَوْت کا آسان ہونا

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَمَنْ صَامَ هٰذِهِ السِّتَّةَ هَوَّنَ اللّٰهُ عَلَيْهِ سَكَرَاتِ الْمَوْتِ كَشُرْبِ الْمَاءِ الْبَارِدِ لِلْعَطْشَانِ کہ جس نے شوال کے چھ روزے رکھے اللہ تعالیٰ سکرات الموت کو اس کے لیے اس طرح آسان فرما دیتا ہے جس طرح پیاسے آدمی کا ٹھنڈا پانی پینا آسان ہوتا ہے کیونکہ آپ فرماتے ہیں اِنَّ لِلْمَيِّتِ سِتَّمَائَةِ عُضْوٍ عَلٰى كُلِّ عُضْوٍ مِّنْ اَعْضَائِهٖ اَلْفُ غَمٍّ اِلَّا عَلَى الْقَلْبِ فَاِنَّهٗ مَوْضِعُ الْمَعْرِفَةِ۔ کہ بے شک میت کے چھ سو اعضاء ہوتے ہیں اور ان اعضاء میں سے ہر ایک عضو کے لیے ہزار اندیشے ہوتے ہیں سوائے دل کے کیونکہ دل اللہ کی معرفت کا محل ہے۔ اس لیے بندۂ مومن کا دل ان اندیشوں سے خالی ہوتا ہے۔ اس لیے اس کے لیے سکرات الموت آسان ہوتے ہیں۔ (زبدۃ الواعظین)

شوال کے چھ روزوں کی فضیلت بیان کرتے ہوئے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک ارشاد روایت کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهٗ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِهٖ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ (الترغیب والترہیب)

جس نے رمضان شریف کے روزے رکھے پھر اس کے متصل بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جس طرح بچہ اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوتے وقت گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔

بعض لوگوں نے شوال کے چھ روزوں کو مکروہ کہا ہے کیونکہ ان کے خیال کے مطابق اس طرح فرض روزوں پر زیادتی کرنے میں اہل کتاب کے ساتھ مشابہت ہو جاتی ہے اور فرائض پر زیادتی کرنا ناجائز ہے اسی لیے اللہ نے اہل کتاب کی مذمت بیان فرمائی ہے اس لیے ان کے خیال کے مطابق عید کے متصل بعد شوال کے مہینہ میں روزے رکھنا مکروہ ہے۔

جواب: ان کا شوال کے چھ روزوں کو اہل کتاب کے ساتھ مشابہت کہنا درست نہیں۔

کیونکہ رمضان شریف کے روزوں اور شوال کے روزوں کے درمیان عید الفطر کا فاصلہ آجاتا ہے جو اس مشابہت کو زائل کر دیتا ہے اور اس وجہ سے بھی ان کا یہ خیال غلط ہے کیونکہ یہودیوں نے فرائض پر زیادتی کی تھی اور یہ نفلی روزے ہیں فرائض اور نوافل میں بہت بڑا فرق ہے اسی لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شوال کے مہینہ میں خود بھی روزہ رکھا کرتے تھے اور غلاموں کو بھی روزہ رکھنے کی ترغیب دیتے تھے اگر شوال کے مہینہ میں روزہ رکھنا یہود کے ساتھ مشابہت ہوتی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ خود روزہ رکھتے اور نہ ہی روزہ رکھنے کی ترغیب دیتے۔

شوال کے روزے رکھنے کی برکات

سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روایت کرتے ہیں کہ وہ تین سال مسلسل مکہ مکرمہ میں مقیم رہے وہ اہل مکہ سے ایک آدمی کو دیکھتے جو روزانہ ظہر کے وقت بیت اللہ شریف میں آتا، خانہ کعبہ کا طواف کرتا، نماز پڑھتا اور مجھے سلام کہہ کر واپس چلا جاتا جس کی وجہ سے میرے دل میں اس کی الفت پیدا ہوگئی اور اسے میرے ساتھ محبت ہوگئی وہ ایک دن بیمار ہوا۔ اس نے مجھے بلایا اور کہا جب میں مر جاؤں تو مجھے اپنے ہاتھوں سے غسل و کفن دینا اور میرے اوپر نماز جنازہ پڑھ کر مجھے دفن کر دینا لیکن میری قبر کی پہلی رات میں مجھے تنہا نہ چھوڑنا اور میری قبر کے پاس رات گزارنا اور جب مجھ سے منکر نکیر سوال کرنے لگیں تو اس وقت مجھے توحید کی تلقین کرنا۔ میں نے اس کی حامی بھر لی اور جب وہ فوت ہو گیا میں نے اس کی نصیحت کے مطابق عمل کیا اور رات بھر اس کی قبر پر بیٹھا رہا تو اچانک مجھ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ میں نیند اور بیداری کے درمیان تھا تو میں نے کسی غیبی آواز دینے والے کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ اے سفیان! اسے نہ تیری حفاظت کی ضرورت ہے نہ تلقین کی میں نے پوچھا کس وجہ سے تو اس نے جواب دیا کہ یہ آدمی رمضان شریف کے روزے رکھنے کے بعد شوال کے چھ روزے رکھا کرتا تھا۔ جس کی وجہ سے اسے نہ کسی کی حفاظت کی ضرورت ہے اور نہ تلقین کی پس میں بیدار ہوا تو وہاں کسی آدمی کو نہ دیکھا پھر میں نے وضو کیا نماز ادا کی اور سو گیا اور میں

نے بھی واقعہ اس رات تین دفعہ دیکھا تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ خواب رحمان کی طرف سے ہے نہ کہ شیطان رجیم کی طرف سے اور میں یہ دعا مانگتے ہوئے اس کی قبر سے واپس لوٹا

اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنِيْ لِصِيَامِ رَمَضَانَ وَاتِّبَاعِهٖ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ فَوَفَّقَنَا اللّٰهُ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِيْ

اے اللہ مجھے رمضان شریف اور اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھنے کی توفیق عطا فرما تو مجھے اللہ نے جو کہ بلند و بالا ہے اس کی توفیق عطا فرمائی۔ (بدر الدرر)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اَلصَّائِمُ بَعْدَ رَمَضَانَ كَالْكَارِّ بَعْدَ الْفِرَارِ

رمضان شریف کے بعد روزے رکھنے والا اس آدمی کی مانند ہے جو میدان جنگ سے بھاگنے کے بعد دوبارہ پلٹ کر حملہ کرتا ہے۔

یعنی وہ آدمی جو رمضان شریف کے روزوں سے فارغ ہو جائے پھر روزے رکھنے شروع کر دے وہ اپنے نفس پر اسی طرح حملہ کرنے والا ہوگا جس طرح میدان جنگ سے بھاگنے والا پلٹ کر حملہ کرتا ہے تو ان روزوں سے مراد شوال کے چھ روزے ہیں اسی وجہ سے شعبی کہا کرتے تھے۔

صَوْمُ يَوْمٍ بَعْدَ رَمَضَانَ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْ صَوْمِ الدَّهْرِ كُلِّهٖ۔ (معارج)

یعنی رمضان شریف کے بعد روزہ رکھنا اللہ کے نزدیک ایک پورا زمانہ روزہ رکھنے سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔

عبادات کیسے قبول ہوتی ہیں

عبادات کی قبولیت کی مثال ایک ایسے آدمی کے ساتھ دی گئی ہے جو اس امید پر درخت لگاتا ہے۔ کہ وہ اس سے پھل حاصل کرے گا وہ اسے کچھ عرصہ پانی سے سیراب کرتا رہتا ہے اگر اس کا درخت پانی کو روک لے تو اس کے پتے سبز ہوتے ہیں اور جب اس پر کچھ مدت

گزر جائے اور اسے سورج کی گرمی پہنچے تو اس کے پتے خشک ہو جاتے ہیں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس درخت کی جڑوں سے پانی خشک ہو چکا ہے اور اگر اس کے پتے خشک نہ ہوں اور ان کی شادابی میں اضافہ ہی ہو تو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس درخت کی جڑوں نے پانی کو روک رکھا ہے اسی طرح رمضان شریف میں بندۂ مومن کی حالت ہوتی ہے وہ اس ماہ مقدس میں نماز روزہ اور صدقات دینے میں جلدی کرتا ہے اور اسے یہ امید ہوتی ہے کہ رمضان شریف میں وہ عبادتوں اور نیکیوں پر ہمیشگی اختیار کرتا ہے۔ اور اس کی یہ لذت عبادت ختم نہیں ہوتی اسی وجہ سے وہ عید کے فوراً بعد شوال کے روزے بھی رکھنا شروع کر دیتا ہے۔ (حیاۃ القلوب)

شوال میں روزے رکھنے کی حکمت

عید کے فوراً بعد چھ روزے رکھنے کی حکمت یہ ہے کہ نفس اپنی ہمت کی وجہ سے عید کے دن خواہشات کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور وہ اس دن میں غفلت کا شکار ہوتا ہے اور اس کے سامنے حجاب حائل ہو جاتا ہے تو اس غفلت کو دور کرنے کے لیے اور بندہ اور اللہ کے درمیان حائل ہونے والے پردے کو ہٹانے کے لیے شوال میں روزے رکھنے کو جائز قرار دیا گیا ہے بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ رمضان شریف کے بعد چھ روزے رکھنے کی حکمت یہ ہے کہ بندہ ناقص اور عاجز ہے اس سے اللہ کی عبادت کرنے میں کمی اور نقص واقع ہو جاتا ہے اسی طرح رمضان شریف کے روزوں کی ادائیگی میں بھی انسان سے غلطی اور کمی ہو جاتی ہے تو اس کمی کو پورا کرنے کے لیے اور غلطی کے ازالہ کے لیے اسی طرح چھ روزے رکھنے کی ترغیب دی گئی جس طرح نماز کی ادائیگی میں سہو اور غلطی سے کمی یا زیادتی ہونے کی وجہ سے سجدہ سہو کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور سجدہ سہو سے نماز کی کمی یا زیادتی پوری ہو جاتی ہے اسی طرح شوال کے روزوں سے رمضان شریف کے روزوں میں کمی یا زیادتی کو پورا کر دیا جاتا ہے۔

ایک کے بدلے دس یا زیادہ ملنے کی مثال

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ وہ آدمی کی خلوص نیت کے مطابق ایک نیکی کے بدلے دس یا اس سے زیادہ کا ثواب عطا فرما دیتا ہے اس کی مثال اس روایت

میں مذکور ہے جس کو کعب الاحبار نے روایت کیا ہے آپ روایت کرتے ہیں کہ

ایک دفعہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیمار ہو گئیں اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم گھر تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ اے فاطمہ! کون سی میٹھی چیز کھانا پسند کرتی ہو تو آپ نے جواب دیا کہ میں انار کھانا چاہتی ہوں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کچھ دیر سوچتے رہے کیونکہ آپ کے پاس انار خریدنے کے لیے رقم نہ تھی پھر آپ اٹھے۔ بازار تشریف لے گئے اور کسی سے ایک درہم قرض لیا اس کے ساتھ انار خریدا تا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پیش کریں۔ تو راستے میں ایک مریض کو لیٹے ہوئے دیکھا آپ اس کے پاس کھڑے ہو گئے اور اس سے پوچھا اے شیخ! تیرا دل کون سی چیز کھانا چاہتا ہے تو اس بوڑھے نے جواب دیا اے علی! میں پانچ دنوں سے اسی طرح پڑا ہوں لوگ میرے پاس سے گزرتے رہتے ہیں اور کوئی بھی میری طرف متوجہ نہیں ہوتا لیکن میرا دل انار کھانے کی خواہش رکھتا ہے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک لمحہ سوچنے کے بعد فرمایا کہ اگر میں نے یہ انار جو فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے خریدا ہے اس سائل کو دے دیا تو وہ محروم رہ جائیں گی اور اگر میں یہ اسے نہیں دیتا تو اللہ کے فرمان کی مخالفت ہو گی اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ (کسی سائل کو مت جھڑکو۔) اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی فرمایا کرتے ہیں کہ کسی سائل کو خالی مت لوٹاؤ اگرچہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر ہی آئے۔ یہ خیال آتے ہی آپ نے انار توڑا اور اس مریض کو کھلا دیا وہ اسی وقت صحت یاب ہو گیا اور دعائیں دینے لگا لیکن اس صدقہ کی برکت سے فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی شفایاب ہو گئیں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم شرماتے ہوئے گھر تشریف لائے تو جب فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کو دیکھا تو احتراماً اٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔ اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو دلاسا دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ پریشان کیوں ہیں مجھے اللہ تعالیٰ کی عزت وجلال کی قسم جب آپ نے انار اس بوڑھے کو کھلایا تو میرے دل سے انار کھانے کی خواہش ختم ہو گئی تو اس گفتگو سے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خوشی کی انتہا نہ رہی اسی اثناء میں ایک آدمی نے دروازے پر دستک

دی تو آپ نے پوچھا تو کون ہے؟ تو اس نے جواب دیا میں سلمان فارسی ہوں دروازہ کھولو! سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے دروازہ کھول دیا اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھ میں ایک تھال ریشمی رومال میں ڈھکا ہوا لے کر حاضر ہوئے اور وہ تھال آپ کے سامنے رکھ دیا تو سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے پوچھا کہ یہ کس نے بھیجے ہیں تو سلمان فارسی نے عرض کیا یہ نبی کریم علیہ السلام نے آپ کی طرف تحفہ بھیجا ہے تو جب آپ نے اس سے پردہ اٹھایا تو اس میں نو انار تھے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا یہ میرے نہیں اگر یہ میرے ہوتے تو دس ہوتے کیونکہ اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ ایک کے بدلے کم از کم دس عطا فرماتا ہے سلمان فارسی ہنسنے لگے اور اپنی آستین سے دسواں انار نکال کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیا اور عرض کیا کہ خدا کی قسم یہ دس ہی تھے میں نے آپ کے یقین کا تجربہ کرنا چاہا چرانا میرا مقصد نہ تھا۔
(روضۃ المتقین)

نیکیوں کے دوچند ہونے کی حکمت

علماء نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کی نیکیوں میں اضافہ کی تین حکمتیں ہیں۔

1۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کو خیر الامم کا لقب دیا گیا ہے اور ان کی عمریں چھوٹی ہیں جبکہ سابقہ امتوں کی عمریں طویل ہوتی تھیں جس کی وجہ سے ان کی عبادت بھی زیادہ ہوتی تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کو اعمال کے اضافہ اور اوقات کی فضیلت کے ساتھ نواز دیا اور لیلۃ القدر جو خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ہے، عطا فرما دی تاکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کی نیکیاں سابقہ امتوں کی نیکیوں سے زیادہ ہو جائیں روایت کیا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے تورات میں یہ دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کی ایک نیکی کا بدلہ دس دس نیکیوں کا ثواب لکھا جاتا ہے اور ان کے گناہ کے بدلہ ایک ہی گناہ کی سزا لکھی جاتی ہے تو موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کی کہ اے میرے رب! یہ امت مجھے عطا فرما دے تو اللہ نے ارشاد فرمایا اے موسیٰ! یہ امت تو میرے

محبوب مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ہے جو سب سے آخر میں تشریف لائیں گے اس لیے یہ کسی اور کو نہیں دی جاسکتی۔

2۔ جنت میں مختلف درجات ہیں ایک سے ایک اعلیٰ اور ارفع ہے اور وہ درجات ان عبادات کی وجہ سے حاصل ہوتے ہیں جن کو اس طرح ادا کیا جائے جس طرح ان کے ادا کرنے کا حق ہے اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی امت کی عمریں سابقہ امتوں کے مقابلہ میں چھوٹی ہیں اس لیے ان کی عبادات بھی تھوڑی ہوں گی تو اللہ تعالٰی نے اپنے فضل وکرم کے ساتھ ان کی عبادات میں اضافہ فرمادیا تاکہ وہ جنت کے اعلیٰ سے اعلیٰ درجات کو حاصل کرسکیں اور نیکیوں کی کمی کی وجہ سے ان سے محروم نہ ہو جائیں۔

3۔ قیامت کا دن عدل وانصاف کا دن ہوگا اس دن جن لوگوں نے اپنی ہم جنس میں سے کسی پر زیادتی کی ہوگی اور انہوں نے اس سے اسے معاف نہ کرایا ہوگا تو اللہ تعالٰی زیادتی کرنے والوں کی نیکیاں ان کو عطا کردے گا جن کے ساتھ زیادتی کی گئی تو جب زیادتی کرنے والوں کے سارے اعمال ان کے خصم لے جائیں گے۔ تو جو زائد نیکیاں ہوں گی ان کے حصول کا بھی وہ مطالبہ کریں گے تو اللہ تعالٰی ارشاد فرمائے گا کہ نیکیوں کا یہ اضافہ ان کے اعمال کی وجہ سے نہیں بلکہ میری رحمت اور فضل کی وجہ سے ہے اور میں جس پر رحمت فرماتا ہوں اسے ان سے واپس نہیں لیتا لیکن میں تمہیں بھی اپنی رحمت عطا کروں گا۔

ہم بھی عرض کرتے ہیں کہ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

(نوٹ) کیا شوال کے روزوں میں پے در پے ہونا شرط ہے

محققین علماء میں سے بعض نے یہ فرمایا ہے کہ شوال کے چھ روزے پے در پے رکھنے چاہئیں نہ کہ جدا جدا۔ کیونکہ مسلسل روزے رکھنا متفرق روزے رکھنے کی بنسبت دل کی پاکیزگی کا اور صفائی کا زیادہ باعث بنتا ہے اسی لیے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا کہ شوال کے روزوں میں بھی اسی طرح اہتمام کیا جائے جس طرح رمضان شریف

کے روزے رکھنے میں اہتمام کیا جاتا ہے بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ شوال کے روزوں کا اہتمام رمضان شریف کے روزوں سے بھی زیادہ ہونا چاہیے کیونکہ یہ روزے رمضان شریف کے روزوں میں کمی اور نقصان کو پورا کرنے کے لیے اسی طرح ہیں جس طرح نماز کے لیے سجدہ سہو ہے پس اگر ان روزوں کو جدا جدا رکھا جائے یا شوال کے آخری ایام میں رکھے جائیں تو انہیں رمضان شریف کی اتباع کا شرف اور فضیلت حاصل نہیں ہوگی جس طرح کہ حدیث پاک میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت فرمائی ہے۔

(نوٹ) اس بحث کے آغاز میں جو آیت طیبہ نقل کی گئی ہے جس میں ایک نیکی کے بدلے دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے وہ صرف شوال کے روزوں کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ وہ حکم عام ہے اس لیے اس کی مناسبت سے ایک واقعہ نقل کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

زبدۃ الواعظین میں حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ ایک سال میں حج کے ارادہ سے مکہ مکرمہ حاضر ہوا۔ تو ایک دن حجر اسماعیل کے پاس سو گیا خواب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی زیارت کا شرف نصیب ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا جب تم واپس بغداد جاؤ تو بغداد کے فلاں محلہ میں جانا اور بہرام مجوسی کو تلاش کر کے اسے میرا اسلام کہنا اور اسے یہ بتانا کہ اللہ تجھ سے راضی ہو گیا ہے میں بیدار ہوا دل میں خیال گزرا کہ یہ شیطانی خواب ہے میں نے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ پڑھا اور وضو کیا پھر بیت اللہ شریف کا طواف کرنا شروع کر دیا جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا میں نے طواف کیا مجھ پر پھر نیند غالب آ گئی تو مجھے تین دفعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور آپ نے پہلے کی طرح ہی مجھے حکم فرمایا میں حج سے فراغت کے بعد بغداد شریف میں واپس آیا نشان زدہ محلہ میں داخل ہوا بہرام مجوسی کے گھر کو تلاش کیا وہاں ایک بوڑھے شیخ کو پایا اس سے پوچھا کیا تو ہی بہرام مجوسی ہے اس نے ہاں میں جواب دیا تو میں نے اس سے پوچھا کیا تو نے کبھی کوئی نیک عمل بھی کیا ہے تو اس نے کہا میں لوگوں کو بیع صرف کے طریقہ پر رقم پہلے دے دیتا ہوں اور جنس بعد میں وصول کرتا ہوں تو میرے

نزدیک یہ بھی نیکی ہے تو میں نے کہا یہ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین میں حرام ہے میں نے پوچھا اس کے علاوہ بھی کوئی نیک عمل کیا ہے تو اس نے کہا میری چار لڑکیاں تھیں اور چار ہی لڑکے تھے میں نے ان کی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ شادی کر دی تو میں نے کہا یہ بھی حرام ہے مزید اس سے پوچھا کہ کوئی اور نیکی؟ تو اس نے کہا میں نے اپنی اولاد کی شادی کے وقت مجوسیوں کو ان کی دعوت ولیمہ میں مدعو کیا اور خوب کھانا کھلایا میں نے کہا یہ بھی حرام ہے تیرا کوئی اور نیک عمل؟ تو اس نے جواب دیا کہ میری ایک لڑکی تھی جو بہت ہی خوبصورت تھی میں نے اس کے ساتھ اپنی شادی کر لی اور اسی رات ولیمہ کی دعوت دی مجوسیوں کے نزدیک وہ رات ہزار راتوں سے زیادہ افضل رات ہے میں نے کہا یہ بھی حرام ہے میرے پوچھنے پر اس نے اپنی ایک اور نیکی کا ذکر کیا اور کہا کہ میں ایک رات اپنی بیٹی کے ساتھ ہم بستری کرنے کو تیار تھا کہ ایک مسلمان خاتون میرے گھر آئی جو میرے چراغ سے روشنی حاصل کرنا چاہتی تھی میں نے چراغ جلا دیا وہ نکل گئی اس کے جانے کے بعد میں نے چراغ بجھا دیا وہ دوبارہ آئی تو میں نے پھر چراغ روشن کر دیا اور وہ چلی گئی میں نے اپنا چراغ گل کر دیا لیکن دل میں سوچنے لگا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ جاسوس ہو میں نے اس کا تعاقب کیا اس کے گھر میں داخل ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ اس کی چار بیٹیاں تھیں جو اپنی ماں سے کہہ رہی تھیں کہ اے اماں! کیا تو ہمارے کھانے کے لیے کوئی چیز لائی ہے کیونکہ اب بھوک اتنی شدید ہو گئی ہے کہ برداشت نہیں ہو سکتی اور اب صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے تو اس عورت کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے اور اپنی بچیوں کو تسلی دینے کے لیے کہا کہ مجھے اپنے رب سے حیاء آتا ہے کہ میں اس کے سوا کسی اور سے کوئی چیز مانگوں اور اللہ کے دشمن سے اپنی حاجت طلب کروں۔ وہ مجوسی ہے میں اس سے کچھ نہیں مانگ سکتی تو بہرام نے کہا میں نے اس کی گفتگو سنی گھر واپس آیا ایک تھال اٹھایا اس کو کھانے کی ہر چیز کے ساتھ بھر دیا اور بذات خود وہ تھال اٹھا کر اس عورت کے گھر لے گیا اور میں نے وہ اسے دے دیا اور وہ خوش ہو گئی۔ عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ میں نے اسے کہا کہ تیری یہی وہ نیکی ہے جو بارگاہ خداوندی میں مقبول ہوئی

ہے تجھے مبارک ہو پھر میں نے اسے اپنا خواب سنایا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اسے بشارت سنائی تو بہرام مجوسی کی آنکھوں سے گمراہی کے پردے ہٹ گئے۔ کفر کی تاریکیاں چھٹ گئیں اور اس کی زبان سے بے ساختہ نکلا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

وہ اسی وقت زمین پر گر پڑا اور اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ تجہیز و تکفین کے بعد اس پر نماز جنازہ پڑھی اور اسے دفن کر دیا۔ عبداللہ بن مبارک فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ کے بندو! اللہ کی مخلوق پر سخاوت کیا کرو کیونکہ وہ دشمنوں کو محبوب بنا دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی زمین و آسمان کا بادشاہ ہے وہ اپنی اور اپنے اسماء کی عظمت کے صدقہ انبیاء کرام کی معاشرت کے صدقے ہمارے گناہوں کو معاف فرما دے۔ (آمین) یہ ہے خلوص نیت کے ساتھ کی گئی نیکی کا اجر۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ. وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ.

بارہواں وعظ

ذکرالٰہی کی برکات اور اس سے اعراض کی سزا

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۔ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِىْٓ اَعْمٰى وَقَدْ
كُنْتُ بَصِيْرًا ۔ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا
وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ۔ وَكَذٰلِكَ نَجْزِىْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ
يُؤْمِنْ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ۔

جس نے میرے ذکر (قرآن) سے منہ پھیر لیا تو اس کے لیے زندگی کا جامہ تنگ کر دیا جائے گا اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے اور وہ کہے گا: اے میرے رب! تو نے مجھے نابینا کر کے کیوں اٹھایا ہے حالانکہ اس سے پہلے میں بالکل بینا تھا تو اللہ فرمائے گا کہ تیرے پاس اسی طرح میری آیات آئی تھیں تو نے انہیں بھلا دیا تھا اور اسی طرح تجھے آج فراموش کر دیا جائے گا اور ہم یونہی ہر اس شخص کو بدلہ دیں گے جس نے حد سے تجاوز کیا اور وہ اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لایا (سن لو) آخرت کا عذاب بڑا سخت اور بہت دیرپا ہے۔

اس مذکورہ بالا آیت میں "ذِکْرِیْ" کا لفظ ذکر کیا گیا ہے اس کی مراد کے متعلق دو رائے ہیں اکثر مفسرین نے اس سے قرآن مراد لیا ہے جبکہ بعض دوسرے مفسرین نے اس سے عام ذکر الٰہی مراد لیا ہے لیکن آیت کا سیاق و سباق پہلے قول کی ہی تائید کرتا ہے قرآن حکیم ہی وہ

کتاب مقدس ہے جس کو اللہ رب العزت نے ہی اتارا ہے اور اس کی عظمت شان کا وہی انکار کرتا ہے جو بصارت اور بصیرت سے محروم ہو کیونکہ یہ وہ کتاب ہے جو دینی و دنیاوی منافع کو شامل ہے اگر اس میں دنیاوی زندگی میں راہنمائی کے اصول و قانون موجود ہیں تو اخروی زندگی میں نجات اور سرخروئی کا بھی سامان موجود ہے اگر اس میں سیاسی و سماجی اور معاشرتی و معاشی فوائد کا تذکرہ ہے تو روحانی اور جسمانی بالیدگی کا علاج بھی موجود ہے غرضیکہ یہ انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے لیے ایسے اصول وقوانین دیتی ہے جو ہر لحاظ سے دیگر قواعد وضوابط سے بہتر زیادہ مفید اور بہت ہی نفع بخش ہیں اس لیے بلا جھجک اس سے انسان اپنی انفرادی، اجتماعی سیاسی، معاشی، تمدنی، اخلاقی، روحانی اور جسمانی ہر قسم کی راہنمائی حاصل کرسکتا ہے اس لیے اللہ نے فرمایا ہے۔ کہ یہ کتاب ہدایت کا نور ہے جس سے روشنی حاصل کرو تا کہ کسی کی وسوسہ اندازی سے تمہارا یقین مضمحل نہ ہو جائے علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ قرآن کریم وہ راستہ دکھاتا ہے جو تمام راستوں سے سیدھا ہے تو جو آدمی قرآن کریم کے اس دعویٰ کو صدق دل سے قبول کرتا ہے اور اس پر پوری دیانتداری سے عمل کرتا ہے تو یہ اسے ایسا مژدۂ جانفزا سناتا ہے کہ اس کا کوئی عمل رائیگاں نہیں جائے گا اور اس کی محنت بے ثمر نہیں ہوگی بلکہ اسے اس کی جدوجہد کا عظیم صلہ دیا جائے گا جس کی لذتوں سے وہ دونوں جہانوں میں شادکام ہوگا اور جو اس یمن و برکت والی کتاب سے روگردانی کرتا ہے وہ دونوں جہانوں میں خائب وخاسر ہوتا ہے اور ابدی عذاب کا مستحق ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کردہ احادیث طیبہ میں بھی اس کی خوب وضاحت موجود ہے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس نے قرآن کریم پڑھا اور اسے یاد کیا اس کی حلال کردہ چیزوں کو حلال سمجھا اور حرام کردہ اشیاء کو حرام ہی یقین کیا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا اور وہ اپنے خاندان کے ایسے دس افراد کی شفاعت بھی کرے گا جو دوزخ کی آگ کے مستحق تھے اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ بھی روایت ہے کہ جس نے

نماز میں قرآن کریم کی تلاوت کی تو اسے ہر ہر حرف کے بدلے سو نیکیوں کا ثواب ہوگا اور جس نے نماز کے باہر باوضو اس کی تلاوت کا شرف حاصل کیا تو اسے ہر حرف کے بدلے پچیس نیکیوں کا ثواب حاصل ہوگا اور جس نے اسے بغیر وضو پڑھا اسے دس نیکیوں کا اجر حاصل ہوگا۔ (ترمذی وابن ماجہ)

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِّنَ الْقُرْاٰنِ فَلَهٗ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا لَا يُقَالُ الٓمّٓ حَرْفٌ بَلْ اَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيْمٌ حَرْفٌ اَوْ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

کہ جس نے قرآن کریم کا ایک حرف پڑھا اسے ایک حسنہ کا ثواب حاصل ہوگا اور حسنہ سے مراد دس نیکیاں ہیں یہ نہ کہا جائے کہ الٓمّٓ ایک حرف ہے بلکہ الف الگ حرف ہے لام اور میم الگ الگ حروف ہیں تو گویا جس نے الٓمّٓ پڑھا تو اس نے تیس نیکیاں حاصل کر لیں۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا میں نے عرض کیا کہ آپ ہمیں ایسی بات بتائیں جس سے ہم نفع حاصل کریں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم سعادت مندوں کی طرح زندگی گزارنے، شہداء کی موت مرنے، حشر کے دن نجات حاصل کرنے اور شدت گرمی کے دن یعنی قیامت میں ٹھنڈا اور گھنا سایہ حاصل کرنے اور گمراہی سے بچنے کا ارادہ رکھتے ہو تو ہمیشہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہا کرو کیونکہ یہ رحمان کا کلام ہے شیطان سے بچنے کا محفوظ قلعہ ہے نیکیوں اور بدیوں کے ترازو میں بہت وزنی ہے اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میری امت کی عبادات میں سے افضل ترین عبادت قرآن کریم کی تلاوت کرنا ہے اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ہر مکلف آدمی پر واجب ہے کہ وہ قرآن کریم کا علم حاصل کرے اور اس کی تلاوت کرنے میں مشغول رہے۔

ذکر سے اعراض کرنے کی سزا

کیونکہ اوپر مذکور ہوا کہ ذکر سے مراد قرآن ہے اور اللہ تعالیٰ نے نماز کو بھی ذکر فرمایا ہے اس لیے ذیل میں ایسے دلائل ذکر کیے جاتے ہیں جو ان دونوں سے اعراض کرنے والوں کی سزا کو بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاَمَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَۃِ فَاُولٰٓئِکَ فِی الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ.

لیکن وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت مروی ہے جس میں نماز ترک کرنے والے کی سزا کا ذکر ہے۔آپ روایت کرتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک آدمی جو منافق تھا فوت ہو گیا تو آپ اس کی نماز جنازہ پڑھنے لگے تو اس کا کفن حرکت کرنے لگا آپ نے اسے دیکھا کہ وہاں ایک زہریلا سانپ اس کا خون چوس رہا تھا اور اس کا گوشت کھا رہا تھا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے مارنے کا ارادہ کیا تو وہ اللہ کی قدرت سے فصیح عربی زبان میں گفتگو کرنے لگا اور پڑھنے لگا اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. اور کہا اے ابوبکر! رضی اللہ عنک تو مجھے کیوں مارتا ہے حالانکہ میرا کوئی گناہ نہیں میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوں اس نے مجھے حکم دے رکھا ہے کہ میں اسے قیامت تک اسی طرح تکلیف پہنچاتا رہوں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے پوچھا کہ اسے کس گناہ کی یہ سزا مل رہی ہے تو سانپ نے کہا اس کے تین گناہ ہیں 1۔ یہ تارک نماز تھا۔ 2۔ زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تھا۔ 3۔ علماء کی گفتگو سننا اسے پسند نہ تھا۔ (حیاۃ القلوب)

بعض مفسرین نے "ذِکْرِیْ" سے مراد عام ذکر لیا ہے اور اگر اس سے عام ذکر ہی مراد لیا جائے تو اس کی بھی کوئی کم اہمیت نہیں بلکہ اللہ کے ذکر سے روگردانی کرنے والے کے

لیے سخت وعید ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ.

اے ایمان والو! تمہیں تمہارا مال اور تمہاری اولاد اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دے اور جو اللہ کے ذکر سے غافل ہو گئے وہی خائب وخاسر ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر لوگ اپنی اولاد کے حالات سنوارنے اور مال جمع کرنے میں مشغول ہو جائیں اور اللہ کے ذکر، نماز اور باقی تمام عبادات سے غافل ہو جائیں تو انہیں ہر قسم کی سعادتوں سے محروم کر دیا جائے گا۔ کیونکہ انہوں نے باقی رہنے والے عظیم منافع کو ضائع کر دیا اور فنا ہونے والی حقیر چیزوں کو ترجیح دی۔

ذکر کا اجر و ثواب

جو آدمی اللہ کے ذکر میں مشغول رہتا ہے اللہ اسے ہر قسم کے خوف سے امن عطا فرماتا ہے بظاہر اگر دنیا میں وہ کسی تکلیف میں مبتلا ہو جائے تو آخرت کی ہر قسم کی تکلیفوں سے محفوظ ہوگا۔ حدیث قدسی شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم میں اپنے ذکر کرنے والے بندے پر دو خوف مسلط نہیں کروں گا اور نہ ہی اس کے لیے دو امن جمع ہوں گے اگر میں نے اسے دنیا میں کسی آزمائش میں مبتلا کر دیا تو قیامت کے دن وہ ہر قسم کی آزمائشوں سے محفوظ ہوگا اور اگر دنیا میں وہ کسی آزمائش میں مبتلا نہ ہوا تو وہ قیامت کی آزمائشوں سے محفوظ نہیں ہوگا" اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

عَجَبًا لِعَبْدٍ مُؤْمِنٍ اِذَا اَصَابَهٗ خَيْرٌ فَشَكَرَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ وَاِذَا اَصَابَهٗ شَرٌّ فَصَبَرَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ.

کہ بندۂ مومن کی عجیب شان ہے اگر اسے کوئی بھلائی پہنچے تو وہ شکر کرے تو یہی اس کے لیے خیر اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچے تو وہ صبر کرے تو وہ بھی اس کے لیے

خیر ہے۔

حکایت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عرب میں ایک کافر بادشاہ تھا جو بہت ہی خوبصورت تھا اور حضرت جبرائیل امین اکثر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اسی کی شکل میں متشکل ہو کر حاضر ہوتے اور اللہ کا پیغام پہنچاتے اس کا نام دحیہ کلبی تھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ پسند فرماتے تھے کہ وہ اسلام قبول کر لے کیونکہ اسی کی وجہ سے اس کے خاندان کے سات سو آدمیوں کی دوزخ سے نجات تھی اس لیے آپ اس کے ایمان لانے کی اکثر دعا کرتے تھے اور اللہ کی بارگاہ میں عرض کرتے اَللّٰھُمَّ اھْدِ دَحْیَۃَ الْکَلْبِیْ کہ اے اللہ دحیہ کلبی کو ہدایت عطا فرما تو آپ کی دعا کو شرف قبولیت حاصل ہوا اور اس نے اسلام قبول کرنے کا ارادہ کیا اور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے لیے تیاری کرنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے صبح کی نماز کے بعد آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف فرشتہ بھیجا اور پیغام دیا کہ میں نے دحیہ کلبی کے دل میں نور ایمان پیدا فرما دیا ہے وہ ابھی ابھی آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا تو جب وہ مسجد میں داخل ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک اتار کر زمین پر بچھا دی اور اسے اس پر بیٹھنے کا اشارہ فرمایا دحیہ کلبی نے اپنی یہ عزت افزائی دیکھی تو آنکھوں سے تشکر کے آنسو ٹپکنے لگے اور اس نے نہایت ہی ادب کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چادر کو اٹھالیا اسے چوما اور اسے اپنے سر اور آنکھوں پر رکھا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا کہ آپ مجھے یہ بتائیں کہ اسلام کی شرائط کیا ہیں تو آپ نے فرمایا کہ تو پڑھ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تو اس نے فوراً کلمہ طیبہ پڑھا اور رونے لگا آپ نے پوچھا اے دحیہ! کیوں روتے ہو کیا اسلام قبول کرنے کی وجہ سے یا رونے کا کوئی اور سبب ہے وہ عرض کرنے لگا میں بہت سے کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہوا ہوں کیا ان کا کوئی کفارہ ہے اگر اپنے آپ کو قتل کرنے سے میرے وہ گناہ معاف ہو سکتے ہیں تو میں ایسا کرنے کے لیے بھی تیار ہوں اور اگر اپنا مال صدقہ کرنے سے میری بخشش ممکن

ہے تو میں اس کے لیے بھی تیار ہوں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہایت ہی شفقت سے
اس سے پوچھا کہ وہ گناہ کیا ہیں جن کی بخشش کی تو تمنا کرتا ہے تو اس نے جواب دیا کہ میں
اپنے قبیلے کا سردار اور بادشاہ تھا اور میں یہ بات ناپسند کرتا تھا کہ میری بیٹیوں کا کوئی خاوند
بنے اور یہ کہا جائے فلاں ابن فلاں دحیہ کلبی کا داماد ہے تو میں نے اپنے ہاتھوں سے اپنی ستر
بیٹیاں بغیر کسی گناہ کے قتل کر دیں۔ اس کے اعتراف جرم پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت
متعجب ہوئے تو فوراً حضرت جبرائیل امین اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر حاضر خدمت ہوئے اور
عرض کیا کہ دحیہ کلبی کو فرما دیجیے کہ اللہ تعالیٰ اپنی عزت اور جلال کی قسم اٹھا کر یہ فرماتا ہے کہ
اس نے کلمہ طیبہ پڑھنے کے عوض میں دحیہ کلبی کے ساٹھ سال کے کفر کو معاف کر دیا ہے تو اس
کی بیٹیوں کے قتل کو کیوں نہ معاف کرے گا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب اللہ کا یہ
پیغام بھری محفل میں اس کو سنایا تو محفل میں تمام موجود حضرات رونے لگے اور آپ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے نہایت ہی عاجزی کے ساتھ اللہ کی جناب میں عرض کیا کہ اے اللہ! تو نے
دحیہ کلبی کے ایک دفعہ کلمہ شہادت پڑھنے سے اس کی ستر بیٹیوں کا ناحق قتل معاف کر دیا ہے تو
میری امت کی بہت سی شہادتوں کی وجہ سے ان کے سارے گناہ معاف فرما دے حضور صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بڑے کریم تھے آپ اپنی امت کی بخشش کے لیے ہمیشہ دعا کرتے رہتے
تھے یہاں تک کہ اللہ نے یہ وعدہ فرمایا سَنُرْضِیْکَ فِیْ اُمَّتِکَ کہ اے محبوب صلی اللہ
علیک وسلم! ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے میں خوش کریں گے اور آپ کو پریشان نہیں
ہونے دیں گے۔

دحیہ کلبی کا تعارف

اس کا نام دحیہ کلبی بن خلیفہ بن فروا تھا اس کا تعلق قبیلہ کلب سے تھا یہ بہت ہی
خوبصورت تھا جب بھی کسی شہر میں جاتا تو وہاں کی تمام پردہ نشین عورتیں بھی اسے دیکھنے کے
لیے گھروں سے باہر نکل آتیں اور اس کے حسن و جمال کی وجہ سے جبرائیل امین اسی کی شکل
میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیغام رسانی کے لیے حاضر ہوتے وہ قدیم

الاسلام تھے غزوۂ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شریک ہوتے رہے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ تک زندہ رہے اور کفار کے خلاف لڑی جانے والی جنگوں میں شریک ہوتے رہے دمشق کے قریب ایک گاؤں میں رہائش اختیار کر لی تھی اور یہی وہ خوش بخت انسان تھے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گرامی نامہ لے کر بصریٰ کے عظیم پادری کے پاس حاضر ہوئے تا کہ وہ ہرقل بادشاہ تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گرامی نامہ پہنچا دے یہ واقعہ سن 6 ہجری کے آخر میں وقوع پذیر ہوا۔ (کرمانی)

کلمہ طیبہ کے ذکر کی فضیلت

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھتا ہے تو اس کے منہ سے سبز رنگ کے پرندہ کی شکل میں ایک فرشتہ نکلتا ہے جس کے دو پر ہوتے ہیں جو مشرق اور مغرب تک پہنچ جاتے ہیں اور وہ دونوں پر سفید رنگ کے یاقوت اور موتیوں سے مسجع ہوتے ہیں تو وہ اپنے ان پروں سے اوپر کی طرف اڑنے لگتا ہے اور عرش معلیٰ تک پہنچ جاتا ہے اس کی آواز شہد کی مکھی کی طرح ہوتی ہے حاملین عرش اسے اللہ کے جاہ وجلال کی وجہ سے اوپر جانے سے روکتے ہیں تو وہ کہتا ہے مجھے اس وقت تک سکون نصیب نہیں ہوگا جب تک کلمہ طیبہ کا ذکر کرنے والے کو بخش نہیں دیا جاتا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اسے بخش دیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس فرشتے کو ستر زبانیں بھی عطا کر دی جاتی ہیں اور اس کی ہر زبان کلمہ طیبہ کا ذکر کرنے والے کے لیے قیامت تک استغفار کرتی رہے گی اور قیامت کے دن وہی فرشتہ اس ذکر کرنے والے کو بازو سے پکڑ کر جنت میں لے جائے گا۔ (درۃ الناصحین)

حدیث شریف

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے سید الکائنات محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میں نے سید الملائکہ

جبرائیل امین علیہ السلام کو سنا کہ وہ کہتے تھے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے کلمہ جیسا جلیل القدر کوئی کلمہ زمین پر نہیں اترا۔ اسی کے ساتھ ساتوں آسمان، زمین، پہاڑ، درخت، خشکی اور تری قائم ہے اور یہی کلمہ اخلاص ہے اور یہی کلمہ اسلام ہے اور یہی قرب الٰہی ہے اور یہی کلمہ سراپا تقویٰ ہے اور یہی کلمہ دوزخ سے نجات دینے والا ہے یہی کلمہ عُلْیَا ہے اگر اسے ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور دوسرے پلڑے میں ساتوں آسمان اور سات زمینیں رکھ دی جائیں تو کلمہ طیبہ والا پلڑا بھاری ہوگا۔ (زبدۃ الواعظین)

نصیحت آموز حکایت

بیان کیا جاتا ہے کہ عرفات شریف میں ایک شخص کھڑا تھا اس کے ہاتھ میں سات پتھر تھے اور وہ ان پتھروں سے کہہ رہا تھا اے پتھرو! گواہ بن جاؤ کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں پھر اس نے وہ پتھر اپنے سر کے نیچے رکھے اور سو گیا تو اس نے خواب میں دیکھا قیامت قائم ہو چکی ہے اور اس کا حساب لیا گیا ہے اور اسے دوزخ کا مستحق قرار دیا گیا ہے فرشتے اسے پکڑ کر جہنم کے دروازے پر لے گئے ہیں تو اچانک ان پتھروں سے ایک پتھر نے اپنے آپ کو جہنم کے دروازے پر ڈال دیا عذاب کے تمام فرشتے اسے اٹھانے کے لیے جمع ہو گئے لیکن وہ اسے نہ اٹھا سکے پھر وہ اس آدمی کو پکڑ کر جہنم کے دوسرے دروازے کی طرف لے گئے تو ان سات پتھروں میں سے ایک پتھر وہاں بھی موجود تھا فرشتوں نے اسے اٹھانے کی بھرپور کوشش کی لیکن وہ اسے اٹھا نہ سکے اسی طرح وہ فرشتے اسے جہنم کے سات دروازوں پر لے جاتے رہے اور پتھروں میں سے ایک پتھر جہنم کے دروازے پر موجود ہوتا پھر وہ اسے پکڑ کر عرش کی طرف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے بندے! تو نے میری توحید کا پتھروں کو گواہ بنایا تو انہوں نے تیرا حق ضائع نہیں کیا اور تجھے جہنم میں گرنے سے بچا لیا تو اب میں تیرا حق کیسے ضائع کر سکتا ہوں جب کہ میں خود بھی تیری اس شہادت کا گواہ ہوں تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ اسے جنت میں داخل کر دو جب وہ جنت کے نزدیک پہنچا تو اس

کے تمام دروازے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی چابی کے ساتھ کھول دیئے گئے اور اسے یہ اختیار دیا گیا کہ جس دروازہ سے چاہو جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (زبدۃ الواعظین)

کلمہ طیبہ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مزید وضاحت فرمائی: "جب مجھے معراج کرائی گئی اور مجھے جنت دکھائی گئی میں اس میں داخل ہوا کہ جنت کے دروازے پر یہ تین سطریں لکھی ہوئی دیکھیں پہلی سطر میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا ہوا تھا اور دوسری سطر میں وَجَدْنَا مَا قَدَّمْنَا وَرَبِحْنَا مَآ اَكَلْنَا وَخَسِرْنَا مَا خَلَفْنَا لکھا ہوا تھا کہ جو ہم نے عمل کیا اس کو ہم نے پالیا اور جو ہم نے کھایا اس کو نفع بخش پایا اور اس مال میں ہم نے نقصان اٹھایا جس کو ہم نے پیچھے چھوڑا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی اس کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِيْدًا.

اس دن کو یاد کرو جب ہر نفس اپنے ہر عمل خیر کو اور ہر برے عمل کو اپنے سامنے پائے گا تو وہ یہ خواہش کرے گا کاش اس برے عمل کے درمیان اور نفس کے درمیان بہت بڑی دوری ہوتی۔

اور تیسری سطر میں یہ لکھا ہوا تھا اُمَّةٌ مُّذْنِبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ "کہ امت تو گناہ گار ہے لیکن رب بہت بخشنے والا ہے۔" (زبدۃ الواعظین)

ان مذکورہ بالا آیات واحادیث اور واقعات سے یہ معلوم ہوا کہ کلمہ شہادت اور اس کے ذکر کی کتنی فضیلت ہے اور اس کی وجہ سے کتنے مراتب بلند ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں ذکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مذکورہ بالا آیات طیبہ میں ضَنْكًا کا لفظ ہے اس کی مراد میں علماء کرام سے مختلف اقوال منقول ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کا معنی یہ منقول ہے کہ اس سے مراد شقاوت اور بدبختی ہے اور آپ ہی سے یہ بھی مروی ہے کہ جب کسی بندے کو قلیل یا کثیر مال

حاصل ہو اور وہ اس پر صبر نہ کرے تو اس مال میں اس کے لیے کوئی بھلائی نہیں ہوتی اور یہی معیشت کی تنگی ہے اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جب لوگ حق سے منہ موڑ لیں اور انہیں خوشحالی بھی حاصل ہو تو ان کی یہی حالت ان کے لیے تنگی کا باعث بن جاتی ہے کیونکہ وہ اس دولت پر اتنے مغرور ہو جاتے ہیں اور یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ ان کا کوئی خالق نہیں تو اس بد اعتقادی کی وجہ سے رزق کی وسعت کے باوجود ان کی زندگی تنگ ہو جاتی ہے۔ (بحر العلوم)

روایت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے منہ موڑنے والے پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے اور وہ اس کا ازلی دشمن ہے وہ اسے گمراہ کرنے اور ہلاک کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس آدمی سے زیادہ نہ تو کوئی تنگ دست ہوتا ہے اور نہ ہی اس سے زیادہ کوئی گمراہ اور بد بخت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی تنگی سے محفوظ رکھے۔ (آمین ثم آمین)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ. وَمَا تَوْفِيْقِىْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ.

تیرھواں وعظ

تارک الصلوٰۃ کا انجام

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۝

پس ان کے بعد ان کے جانشین وہ ناخلف بنے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشات نفسانی کی پیروی کی پس وہ عنقریب اپنی نافرمانی کی وجہ سے جہنم کی (اس) وادی کو پائیں گے (جس سے دوزخ کی باقی وادیاں پناہ مانگتی ہیں) بجز ان کے جو تائب ہوئے اور ایمان لائے اور نیک عمل کیے تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرا ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اس سے ماقبل آیت میں اللہ تعالیٰ کے مقبول جلیل القدر بندوں کے مناقب اور محامد بیان کیے گئے ہیں جو اپنے بلند مدارج کے باوجود اللہ تعالیٰ کی بندگی کو ہی اپنے لیے سرمایہ افتخار سمجھتے تھے جب آیات خداوندی کی تلاوت ہوتی تو ان کے دل پسیج جاتے۔ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب امڈ آتا اور اظہار عبودیت کے لیے وہ بارگاہ رب العزت میں سجدہ ریز ہو جاتے۔ اور ہر لحظہ جلال خداوندی سے ترساں اور لرزاں رہتے اور ان کی آنکھیں اشک افشاں رہتیں۔ لیکن ان کے بعد کچھ ایسے جانشین مقرر ہوئے جنہوں نے اپنے اسلاف کرام کے طریقہ کو بالکل فراموش کر دیا مستحبات و مندوبات کی پابندی تو کجا

نماز اور زکوٰۃ جیسے فرائض کو انہوں نے پس پشت ڈال دیا، یا تو سرے سے ہی وہ ان کی فرضیت کے قائل نہ رہے یا فرضیت کا انکار تو نہ کیا لیکن انہیں ادا کرنے کی زحمت گوارا نہ کی یا انہیں ادا تو کیا لیکن ان کے حقوق اور آداب و شرائط کو نظر انداز کر دیا اور ارشادات الٰہی کی بجا آوری کی بجائے اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی میں لگ گئے وہ یاد رکھیں کہ انہیں اپنے کیے کی سزا ضرور بھگتنی پڑے گی۔

مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں ہم ان لوگوں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کریں گے جو نماز جیسے اہم فریضہ کو نظر انداز کرتے رہے اور خواہشات نفس کی پیروی میں ایسے منہمک ہوئے کہ انہیں نہ تو خدا یاد رہا اور نہ ہی اس کے احکام کی پیروی کا دل میں خیال پیدا ہوا حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے نماز کی اتنی اہمیت بیان فرمائی کہ اسے دین کا ستون کہا جس نے اس کو منہدم کیا اس نے سارے دین کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیں اور جس نے نماز کے حقوق کا خیال رکھا اس نے دین کی بنیادوں کو مستحکم اور مضبوط کیا اور جو پابندی سے نماز ادا کرتے رہتے ہیں وہ دنیاوی اور اخروی بے شمار انعامات سے نوازے جاتے ہیں اور جو اس کی ادائیگی میں لاپرواہی کا مظاہرہ کرتے ہیں تو ان کا انجام سوائے ناکامی اور نامرادی کے اور کچھ نہیں ہوتا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهُ نُوْرًا وَّبُرْهَانًا وَّنِجَاةً يَّوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ لَّمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ يَكُنْ لَهُ نُوْرًا وَّ بُرْهَانًا وَّنِجَاةً وَّكَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ قَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَاُبَيِّ ابْنِ خَلَفٍ (رواہ احمد والطبرانی)

جو آدمی پابندی سے نماز ادا کرے گا تو وہ اس کے لیے قیامت کے دن نور ہو گی اور اس کے ایمان کی واضح دلیل ہو گی اور عذاب آخرت سے نجات کا باعث ہو گی۔ اور جس نے نماز پر پابندی نہ کی قیامت کے دن نہ اس کے پاس نور ہو گا اور نہ ہی ایمان کی کوئی دلیل اور نہ ہی بخشش کا کوئی وسیلہ ہو گا اس کا حشر

قارون، فرعون، ہامان اور ابی ابن خلف جیسے سرکشوں کے ساتھ ہوگا۔

مذکورہ بالا آیات طیبات میں نماز کو ضائع کرنے والوں اور خواہشات نفس کی پیروی کرنے والوں کا انجام اور ان کی سزا ذکر کی گئی ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے بالکل غافل اور خواہشات نفس کی اتباع میں سرگرداں رہتے تھے شراب نوشی، باپ کی طرف سے بہن کے ساتھ نکاح کو جائز قرار دینا گناہوں میں منہمک ہونا بلند و بالا محلات کی تعمیر میں مصروف رہنا، عمدہ گھوڑوں کی سواری پر فخر کرنا اور قیمتی لباس زیب تن کرنا ان کو مرغوب تھا اس لیے وہ اس کی شدید ترین سزا کے مستحق ہوں گے۔ وہ جنت کا راستہ بھول جائیں گے جہنم کی اتھاہ گہرائی ان کا ٹھکانہ ہوگی اور ان کے برعکس وہ لوگ جو اپنے گناہوں پر شرمندہ ہوئے، ندامت کے آنسو بہائے، سچے دل سے توبہ کی، اللہ کی وحدانیت اور احکام شریعت کی تصدیق کی اور نیک اعمال کرنے میں اپنی زندگیاں وقف کر دیں وہ جنت کی ابدی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے اور ان کے اجر و ثواب میں نہ تو سابقہ گناہ کمی کا باعث ہوں گے اور نہ ہی سابقہ کفر سے انکا اجر ضائع ہوگا۔

اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ.

آیت طیبہ کے اس حصہ کی مفسرین کرام نے مختلف انداز میں تفسیر بیان فرمائی ہے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں اس کا یہ معنیٰ لکھتے ہیں کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو نماز کی فرضیت کا اعتقاد نہیں رکھتے تھے اور اسے غیر اہم سمجھ کر ترک کر دیتے تھے اور نہ ہی اس کی پابندی کا انہیں کوئی احساس تھا اور انہوں نے اپنی عبادت گاہوں کو یا تو بالکل غیر آباد کر دیا تھا یا انہیں ویران کرنے میں بھرپور کوشش کرتے تھے یا نماز کی ادائیگی میں ریا کاری کا مظاہرہ کرتے اور کھلے بندوں لوگوں کی غیبت کرتے تھے جس کی وجہ سے وہ نماز کا اجر ضائع کر دیتے تھے۔ اور نہ ہی نماز کے ارکان اور اس کی شرائط کا انہیں کوئی لحاظ تھا اس لیے وہ دوزخ کے عذاب کے مستحق ٹھہرے۔

غیٌّ

اس کی بھی مفسرین نے مختلف توجیہات بیان کی ہیں وہب ابن منبہ فرماتے ہیں کہ غیٌّ جہنم میں ایک نہر کا نام ہے جو بہت ہی زیادہ گہری ہے اس کا پانی شدید گرم اور ذائقہ بدمزہ اور خبیث ہے اگر اس کے پانی کا ایک قطرہ اس دنیا میں گر پڑے تو تمام اہل دنیا ہلاک ہو جائیں۔

2۔ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ جہنم میں ایک ایسی وادی ہے جس کی شدت تپش کی وجہ سے جہنم کی باقی وادیاں اس سے اللہ کی پناہ طلب کرتی ہیں اور اس وادی میں بے نماز اور جماعت کے ساتھ نماز ادا نہ کرنے والوں کو پھینکا جائے گا۔

3۔ عطاء کے نزدیک یہ جہنم کی ایسی وادی ہے جس سے خون اور پیپ بہتا رہتا ہے۔

4۔ کعب الاحبار کہتے ہیں کہ جہنم میں بہت ہی گہری اور شدید ترین گرمی والی وادی کا نام ہے اور اس وادی میں ایک ایسا کنواں ہے جس کو ہبہب کہتے ہیں جب جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ کی شدت میں کچھ کمی ہوتی ہے تو اس کنواں کا منہ کھول دیا جاتا ہے جس سے جہنم کی آگ شعلہ زن ہو جاتی ہے اور بھڑک اٹھتی ہے۔

5۔ ضحاک کے نزدیک اس سے مراد زبردست خسارہ اور ہلاکت ہے تو مطلب یہ ہوگا نماز کو ترک کرنے والے اور اس کی ادائیگی میں غفلت اور سستی کا مظاہرہ کرنے والے جہنم کی اس وادی میں پھینک دیئے جائیں گے جس کو غی کہا جاتا ہے۔

تارک الصلوٰۃ کی سنگت سے شیطان کا فرار

سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ ایک آدمی جنگل میں سفر کر رہا تھا تو ایک دن شیطان اس کے ہم سفر ہو گیا اور وہ چوبیس گھنٹے اس کی معیت میں رہا اس آدمی نے دانستہ بغیر کسی شرعی عذر کے پانچ وقت کی نماز ادا نہ کی رات کے وقت جب وہ سونے لگا تو شیطان وہاں سے بھاگ نکلا۔ اس نے شیطان کو آواز دی اور کہا کہ اے میرے دن کے ساتھی اب مجھے اکیلے چھوڑ کر کیوں بھاگ رہے ہو۔ اس لعین نے جواب دیا کہ میں نے

پوری زندگی میں ایک دفعہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا تو مجھے راندۂ درگاہ کر دیا گیا اور رحمت کے دروازے تا ابد میرے لیے بند کر دیئے گئے اور لعنت کا سزاوار قرار دیا گیا اے ابن آدم! تو نے تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی پانچ وقت نافرمانی کی اور نماز ادا نہ کی تو میں ڈر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تجھ پر غضبناک ہوگا اور تجھے سخت سزا دی جائے گی تیری اس نافرمانی کی وجہ سے مجھے بھی مزید سزا کا مستحق قرار دیا جائے گا۔

یہ تو اس آدمی کی نحوست تھی جس نے اکیلے نماز ادا نہ کی اور اس سے شیطان مردود بھی دہشت زدہ ہوکر بھاگ نکلا لیکن جو لوگ دانستہ با جماعت نماز ادا نہیں کرتے انہیں کس قسم کی شدید آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑے گا ذیل میں اس کی وضاحت کی جاتی ہے۔

اسلام دین فطرت ہے اجتماعیت کا درس دیتا ہے الفت ومحبت کی تلقین کرتا ہے اور وہ کام کرنے کی ترغیب دیتا ہے جن میں لوگوں کا باہمی میل جول ہو اور ایک دوسرے کے حالات سے باخبر ہوں خوشی اور غمی میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہوں اور جو آدمی اس میں لاپرواہی کرتا ہے تو اسے سزا کا مستحق قرار دیا جاتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو آدمی بغیر شرعی عذر کے نماز با جماعت ادا کرنے میں غفلت کا مرتکب ہوتا ہے وہ بارہ مصیبتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ تین مصیبتیں دنیا میں اور تین موت کے وقت اور تین قبر میں اور تین قیامت کے دن ہوں گی۔

دنیاوی مصیبتیں

1۔ اللہ تعالیٰ اس کے رزق اور کمائی سے برکت اٹھا لیتا ہے۔ 2۔ اسے اس نور سے محروم کر دیا جاتا ہے جو صالحین کو عطا کیا جاتا ہے۔ 3۔ مومنین کے دلوں میں اس کی نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اسے از حد ناپسند کرتے ہیں۔

موت کے وقت کی مصیبتیں

1۔ وقت نزع وہ اتنی شدید پیاس محسوس کرے گا کہ اگر اسے دنیا کی تمام نہروں کا پانی

بھی پلا دیا جائے تو اس کی پیاس نہیں بجھے گی۔ 2۔ اس کی روح قبض کرنے میں بہت شدت اختیار کی جائے گی۔ 3۔ اس کی دولت ایمان لٹ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

قبر کی مصیبتیں

1۔ قبر میں منکر نکیر کے سوالوں کا جواب دینا اس کے لیے مشکل ہو جائے گا۔ 2۔ اس کی قبر میں گھپ اندھیرا ہوگا۔ 3۔ اس کی قبر اتنی تنگ ہوگی کہ اس کی پسلیاں آپس میں پیوست ہو جائیں گی۔

قیامت کے دن کی مصیبتیں

1۔ اس کا شدید ترین محاسبہ ہوگا۔ 2۔ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوگا۔ 3۔ جہنم کی آگ کا مستحق ہوگا۔ (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکَ) ان آزمائشوں کو برداشت کرنے کی کس کے اندر ہمت ہے؟ (کنز الاخبار)

جو آدمی باجماعت نماز ادا نہیں کرتا اس کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زبردست زجر و توبیخ فرمائی ہے۔ فرمایا کہ یہود و نصاریٰ کو اگر سلام دینا پڑے تو انہیں سلام دو لیکن میری امت کے یہودیوں کو سلام مت دو ان کے متعلق پوچھنے پر آپ نے فرمایا وہ وہ ہیں جو اذان اور اقامت سنتے ہیں اور نماز باجماعت ادا نہیں کرتے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک نابینا صحابی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا عرض کیا اے اللہ تعالیٰ کے محبوب! میں قوت بصارت سے محروم ہوں اور میری قیادت کرنے والا کوئی ایسا آدمی نہیں جو مجھے مسجد تک پہنچائے آپ مجھے اجازت فرمائیں کہ میں اپنے گھر میں ہی نماز ادا کر لیا کروں پہلے تو آپ نے اسے اجازت دے دی لیکن جب واپس جانے لگا تو فرمایا: کیا اذان سنتے ہو تو اس نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا نماز باجماعت ادا کیا کرو کیونکہ آپ مسجد کے پڑوسی ہو اور مسجد کے پڑوسی کو مسجد میں ہی نماز ادا کرنی چاہیے۔ باجماعت نماز ادا کرنے والوں کو بشارت دیتے

ہوئے فرمایا کہ جو آدمی تاریک راتوں میں چل کر آتا ہے اور مسجد میں باجماعت نماز ادا کرتا ہے تو اسے کامل ترین نور عطا فرمایا جائے گا۔ (زبدۃ الواعظین)

پوری نسل آدم کا نقصان

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تارک الصلوٰۃ کی سزا اور نقصان صرف اس کے گھر تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ اس کے اردگرد بسنے والے ستر آدمی بھی اس کی زد میں آجاتے ہیں۔ بلکہ موجودہ زمانہ میں تو اس کا نقصان آدم علیہ السلام تک پہنچ جاتا ہے کیونکہ نمازی جب تشہد پڑھنے کے لیے بیٹھتا ہے تو وہ اس میں اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ بھی پڑھتا ہے اور یہ دعا صرف موجودین تک ہی محدود نہیں رہتی بلکہ تمام مومنین کی ارواح بھی اس سے لطف اندوز ہوتی ہیں اور بے نمازی اس ثواب سے لوگوں کو محروم کر دیتا ہے جس کی وجہ سے تمام مسلمین اس نقصان سے دوچار ہو جاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مَنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ کہ بھلائی سے روکنے والا حد سے تجاوز کرنے والا گناہ گار ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جو آدمی نماز ادا نہیں کرتا وہ تمام مومنین کو بھلائی سے محروم کر رہا ہے اس لیے اس کا اثر موجودین اور غیر موجودین سب کو شامل ہوگا۔

مسئلہ

مذکورہ بالا روایات کی وجہ سے علماء نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ جو آدمی اذان کی آواز سنتا ہے اور اس کو کوئی شرعی عذر نہیں ہوتا تو اسے نماز باجماعت ادا نہ کرنے کی رخصت نہیں کیونکہ یہ سنت مؤکدہ ہے اور سنت مؤکدہ کا تارک گناہ گار ہوتا ہے اگر کسی بستی کے رہنے والے نماز باجماعت ادا نہ کریں تو ان کے ساتھ جہاد کرنا واجب ہے کیونکہ نماز باجماعت ادا کرنا اسلام کے پہچاننے کی ایک نشانی ہے اس لیے شرعی عذر کے بغیر باجماعت نماز ادا نہ کرنے والا سزا کا مستحق ہے اور اس کی شرعی طور پر شہادت بھی مقبول نہیں ہوگی اور جو امام یا مؤذن اس کی اس غفلت پر خاموش رہے اور اسے زجر و توبیخ نہ کرے تو اسے تین کوڑوں کی سزا دی جائی

چاہیے۔ خلاصہ الفتاویٰ میں لکھا ہوا ہے کہ اگر قاضی یا حاکم مناسب سمجھے تو اس کا مال چھین لے اور اسے کوڑوں کی سزا نہ دے بشرطیکہ یہ اس کے لیے مؤثر ہو۔

جماعت کی رخصت کے شرعی عذر

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے ہر کام میں آسانی پسند فرماتا ہے اور انہیں مشقت میں مبتلا نہیں کرتا اور نہ ہی انہیں ایسے احکام کا مکلف بناتا ہے جن پر عمل پیرا ہونا اس کے لیے مشکلات کا باعث بنتا ہو اس لیے اللہ تعالیٰ نے بعض وجوہات کی بنا پر باجماعت نماز ادا نہ کرنے کی رخصت دی ہے۔ اور اس کی صورتیں یہ ہیں۔

اگر کوئی آدمی تفسیر، حدیث اور فقہ کی کتابوں کے مطالعہ میں مصروف ہو اور وہ جماعت میں شریک نہ ہو سکے تو وہ گناہ گار نہیں ہوگا بشرطیکہ ترک جماعت کا عادی نہ ہو اور نہ ہی سستی اور غفلت کا مظاہرہ کرنے والا ہو رفاہ عامہ کے کاموں میں مشغول ہونا، بیمار ہونا، بارش کا برسنا، سردی کا سخت ہونا، شدید تاریکی ہونا اور دشمنوں کے حملہ کا خدشہ ہونا وغیرہ تو ان تمام صورتوں میں اگر کوئی آدمی نماز باجماعت ادا نہ کرے تو شرعی طور پر اس پر کوئی گرفت نہیں۔

اگر ان مذکورہ بالا اعذار کے علاوہ کوئی آدمی دانستہ نماز باجماعت ادا نہیں کرتا تو اس کے متعلق حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ تمام آسمانی کتابوں میں لعنتی لکھا گیا ہے اور ایسا آدمی جب زمین پر چلتا ہے تو وہ اس پر لعنت کرتی ہے اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو جاتا ہے اور ملائکہ اس سے نفرت کرتے ہیں غرضیکہ زمین و آسمان کی تمام چیزیں جنت کے فرشتے اور سمندر کی مچھلیاں بھی اس پر لعنت کرتی ہیں۔ (درۃ الناصحین)

سعادتوں سے محرومی

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو آدمی پانچ اعمال کو دانستہ غیر اہم سمجھتے ہوئے ترک کرتا ہے تو اسے پانچ سعادتوں سے محروم کر دیا جاتا ہے 1۔ جو دعا کے لیے ہاتھ نہیں اٹھاتا تو اسے دعا کی قبولیت سے محروم کر دیا جاتا ہے 2۔ جو صدقہ نہیں دیتا وہ شفا سے محروم ہو جاتا ہے 3 جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتا اس کا مال محفوظ نہیں رہتا 4۔ جو عشر ادا نہیں کرتا اس کی کمائی

سے برکت اٹھالی جاتی ہے 5۔ جو نماز با جماعت ادا نہیں کرتا اسے موت کے وقت کلمہ شہادت پڑھنے سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

مزید حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے جبرائیل اور میکائیل نے بتایا کہ جو جماعت کا تارک ہوگا وہ جنت کی خوشبو سے بھی محروم ہوگا حالانکہ اس کی خوشبو اتنی منتشر ہوگی کہ پانچ سو سال کی مسافت سے بھی مشام جاں کو معطر کر دے گی اگرچہ اس آدمی کے اعمال تمام اہل زمین سے زیادہ ہی کیوں نہ ہوں اور وہ آدمی دنیا و آخرت میں لعنتی ہوگا۔

مقام غور ہے کہ جب تارک جماعت کی یہ سزا ہے تو تارک صلوٰۃ کا انجام کیا ہوگا۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عباس سے دریافت کیا کہ جو آدمی دن کو روزہ رکھے رات کو قیام کرے لیکن جمعہ کی نماز کی شمولیت اور باجماعت نماز ادا کرنے سے باز رہا ہے تو اس کو اسی حالت میں موت آجائے تو اس کا ٹھکانہ کہاں ہوگا تو آپ نے فرمایا اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بے شمار معجزات میں سے ایک معجزہ یہ بھی ہے حضرت عقیل روایت کرتے ہیں کہ میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شریک سفر تھا دوران سفر ایک اونٹ دوڑ کر آپ کی بارگاہ میں پہنچا اور آپ سے پناہ طلب کرنے لگا تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ ایک اعرابی تلوار سونتے ہوئے آپ کے پاس آیا تو آپ نے اس سے پوچھا تیرا اس اونٹ کے ساتھ کیا معاملہ ہے تو اس نے عرض کیا میں نے اسے بڑی گراں قیمت دے کر خریدا ہے اور یہ اب میری اطاعت نہیں کرتا میں اسے ذبح کر کے اس کے گوشت سے نفع حاصل کرنا چاہتا ہوں آپ نے اونٹ کو فرمایا کہ تو اپنے آقا کی نافرمانی کیوں کرتا ہے تو اس نے فصیح عربی زبان میں جواب دیا کہ میں اس کی خدمت کرنے سے انکاری نہیں ہوں لیکن اس کی اطاعت نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا قبیلہ ایک بہت بڑے گناہ اور اللہ کی نافرمانی کا مرتکب ہے اور یہ انہیں اس سے منع نہیں کرتا وہ عشاء کی نماز پڑھے بغیر سو جاتے ہیں اس طرح اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کرتے ہیں اگر یہ پابندی سے نماز ادا کرنے کا وعدہ کرے تو میں

اس کی نافرمانی نہیں کروں گا کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی نافرمانی کی وجہ سے ان پر اللہ کا عذاب نازل ہو اور میں بھی اس میں مبتلا کر دیا جاؤں تو وہ اعرابی شرمندہ ہوا۔ اور پابندی سے نماز ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ تو آپ نے اونٹ اس کے حوالہ کر دیا۔ اور وہ خوشی خوشی اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹ گیا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

تو نہ پیچد گردن ز حکم خدا
نہ پیچد پیچ گردن از حکم ترا

اگر تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی گردن نہ پھیرے جہان کی کوئی چیز بھی تیرے حکم سے گردن نہیں پھیرے گی۔

ایک بے نماز کی وجہ سے پوری بستی کا تباہ ہونا

حکایت بیان کی گئی ہے کہ ایک دفعہ عیسیٰ علیہ السلام سفر کر رہے تھے آپ ایک بستی کے پاس سے گزرے جس کے رہنے والے اللہ کی عبادت میں بڑی سنجیدگی سے مصروف تھے خوب عاجزی وانکساری کر رہے تھے عالیشان محلات میں رہائش پذیر تھے آپ انہیں سلام کہہ کر ان کے ہاں تشریف فرما ہوئے۔ آپ نے ان کے پاس بہت لذیذ کھانے دیکھے مختلف قسم کے پھل اور خالص شراب ملاحظہ کی ان کی اولاد بڑی ہی خوبصورت اور ان کی بیویاں حسن وجمال کا پیکر تھیں۔ اور وہ ہر قسم کی زینت سے آراستہ تھیں آپ یہ خوبصورت منظر دیکھ کر وہاں سے آگے تشریف لے گئے کچھ عرصے کے بعد آپ کا دوبارہ اس بستی سے گزر ہوا تو آپ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ تمام اہل بستی بمع اولاد وازواج ہلاک ہو چکے ہیں اور وہ بستی صفحہ ہستی سے مٹ چکی ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی اس حالت پر بہت متعجب ہوئے اور ازحد افسوس کیا اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! انہیں یہ سزا کس گناہ کی وجہ سے دی گئی ہے کیا انہوں نے تیری اطاعت ترک کر دی تھی تارک الصلوٰۃ ہو گئے تھے یا کسی ایسے گناہ کے مرتکب ہوئے جس سے تو ناراض ہو گیا اور انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے روح اللہ ایسا نہیں بلکہ ایک نماز کا تارک ان کے

پاس سے گزرا اس نے ان کے چشموں سے پانی لے کر اپنا منہ دھویا اور اس کا مستعمل پانی ان کی زمینوں اور گھروں پر واقع ہوا جس کی نحوست سے یہ اس اندوہناک تباہی سے دوچار ہو گئے۔ غور کریں کہ ایک بے نماز آدمی کی نحوست کیا تباہی مچاتی ہے۔ (انیس المجالس)

نزہۃ الانوار میں ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے ساتھ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے ایک عربی نوجوان مسجد کے دروازے پر آیا زار و قطار رونے لگا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے پوچھا کہ اے نوجوان اس آہ وزاری کا کیا سبب ہے تو وہ لب کشا ہوا عرض کیا میرا والد فوت ہو گیا ہے اس کی تجہیز و تکفین کا میرے پاس کوئی سامان نہیں جس کے ساتھ میں اسے دفن کر سکوں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حکم دیا کہ وہ اس کے ساتھ جائیں اور میت کی تجہیز و تکفین کا بندوبست کریں انہوں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور اس کے ساتھ چل دیئے انہوں نے اس کے باپ کی میت کو دیکھا جس کی شکل بگڑ چکی تھی اور وہ سیاہ خنزیر کی مانند ہو چکا تھا وہ دونوں گھبرا گئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اس المناک واقع کی خبر دی آپ یہ سن کر بذات خود وہاں تشریف لے گئے تا کہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی مغفرت کی التجا کی جو قبول ہوئی اس میت کی شکل درست ہو گئی آپ نے اس کی نماز جنازہ ادا کی اس کے لڑکے سے پوچھا کہ اس کا اتنا گھناؤنا کیا عمل تھا تو اس نے جواب دیا کہ یہ نماز ادا نہیں کرتا تھا۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تم نے بے نمازی کی حالت کو دیکھا جو سیاہ خنزیر کی شکل میں بدل چکا تھا اور اللہ تعالیٰ نے میری دعا کے صدقے اس کا گناہ بخش دیا لیکن قیامت کے دن یہ اسی بدلی ہوئی شکل کے ساتھ اٹھے گا۔ (العیاذ باللہ)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ.

چودھواں وعظ

زکوٰۃ کی اہمیت اور ادا نہ کرنے والوں کی سزا کا بیان

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ۭ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دو۔ اور جو تم اپنے لیے نیکی سے آگے بھیجو گے تو اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے پاس بہتر اور عظیم شکل میں پاؤ گے بے شک اللہ تعالیٰ بہت زیادہ بخشنے والا ہے۔ بہت زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

قرآن کریم اور احادیث طیبہ میں نماز کے ساتھ جس عبادت کا ذکر کیا گیا ہے وہ زکوٰۃ ہے چونکہ اس کی وجہ سے سرمایہ داروں اور غریبوں کے درمیان توازن پیدا ہوتا ہے اور ارتکاز زر میں کمی کا باعث بنتا ہے دولت گردش میں رہتی ہے مسلمانوں کے درمیان ہمدردی، باہمی امداد اور یگانگت پیدا ہوتی ہے اور اس کا اہم ترین فائدہ نظام جماعت کے قیام کے لیے سرمایہ بہم پہنچایا جاتا ہے غریبوں اور مسکینوں پر مال خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے دل سے حب دنیا اور حرص کی مرض دور کرنے کا علاج ہوتا ہے اور زکوٰۃ ادا کرنا مال کی پاکیزگی اور طہارت کا باعث بنتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا

آپ ان کے مالوں سے صدقہ وصول کر کے ان کو پاک کریں اور اس کے ساتھ ان کا تزکیہ کریں۔

غرور و تکبر، سرکشی اور فسق و فجور جو مال کی کثرت اور اس کی زیادتی سے پیدا ہوتے ہیں ان کا یا تو بالکل خاتمہ ہو جاتا ہے یا ان میں کمی آ جاتی ہے اس سے ایک انسان کی دوسرے انسان پر شفقت کا اظہار ہوتا ہے اور آمدنی کے وسائل نہ رکھنے والوں کی ضروریات کو پورا کیا جاتا ہے غریب، یتیم، مسکین اور نادار طلباء کی کفالت کا باعث بنتی ہے اور اس قسم کی بیشمار حکمتیں ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی بہت ہی اہمیت بیان فرمائی ہے اور نماز اور زکوٰۃ کو مربوط انداز میں ذکر فرمایا ہے اور اس کی ادائیگی کو قرضہ حسنہ کے ساتھ تعبیر فرمایا۔ اور قرآن کریم میں اس کی اہمیت کو ظاہر کرنے کے لیے بتیس دفعہ صراحتاً زکوٰۃ کا لفظ ذکر فرمایا ہے کیونکہ اسلام میں حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کا یکساں خیال رکھا جاتا ہے اس لیے زکوٰۃ، جو کہ حقوق العباد سے تعلق رکھتی ہے، دینے والوں کی تعریف اور توصیف بیان فرمائی ہے اور نہ دینے والوں کی سخت مذمت اور شدید عذاب کی وعید کا تذکرہ کیا ہے۔ احادیث طیبہ میں بھی نماز کے بعد زکوٰۃ کا ذکر کرنا اس کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے تو گویا ایمان جو اصل الاعمال ہے اور نماز جو دین کا ستون ہے ان کے بعد فوراً زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا جو اسلام کا تیسرا رکن اور قنطرۃ الاسلام یعنی اسلام کا پل ہے اور اس واقعہ سے بھی اس کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے کہ سن 9 ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو فرمایا:

فَلْيَكُنْ اَوَّلُ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلٰى اَنْ يُّوَحِّدُوا اللّٰهَ فَاِذَا عَرَفُوْا ذَالِكَ فَاَخْبِرْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوٰتٍ فِيْ يَوْمِهِمْ وَلَيْلَتِهِمْ فَاِذَا صَلُّوْا فَاَخْبِرْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكٰوةً فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ غَنِيِّهِمْ

فَتُرَدُّ عَلٰی فُقَرَائِهِمْ۔ (بخاری شریف، ج۱ص۱۰۹)

پس سب سے پہلی وہ بات جس کی طرف آپ انہیں دعوت دیں وہ یہ ہے کہ وہ اللہ کو وحدہ لاشریک مانیں تو اس کا جب اعتراف کرلیں تو انہیں آگاہ فرمائیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں پس جب وہ نماز پڑھیں تو انہیں آگاہ فرمائیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کے مالوں میں ان پر زکوٰۃ فرض فرمائی ہے جو ان کے دولت مندوں سے لی جائی گی اور ان کے فقیروں میں تقسیم کی جائے گی۔

زکوٰۃ کی فرضیت کی تاریخ میں کچھ اختلاف ہے ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ سن 2 ہجری میں جب صدقہ فطر مدینہ طیبہ میں فرض ہوا تو زکوٰۃ کی باقی مدات بھی اسی سال فرض ہوئیں۔ لیکن قابل اعتماد قول یہ ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت اجمالاً مکہ مکرمہ میں ہو چکی تھی کیونکہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعثت کے پانچویں سال دوسرے صحابہ کرام کی معیت میں جب ہجرت کر کے حبشہ تشریف لے گئے تو کفار مکہ کی پیش کش پر کہ انہیں ملک حبشہ سے نکال دیا جائے تو شاہ حبش نجاشی نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دربار میں بلا کر اسلام کی حقیقت اور اس کی تعلیمات کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔

اَمَرَنَا بِالصَّلٰوةِ وَالزَّکٰوةِ وَالصِّیَامِ۔

(مسند امام احمد، ج۱ص202)

کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھنے زکوٰۃ ادا کرنے اور روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے۔

اسی طرح سن 2 ہجری میں ابوسفیان، جو ابھی تک دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوا تھا، کو ہرقل بادشاہ کے دربار میں اس وقت بلایا گیا جب اس کے پاس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گرامی نامہ پہنچا تھا تو اس نے قریش مکہ کے سردار ابوسفیان کو اپنے دربار میں بلایا اور اس سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیغام اور آپ کی تعلیمات کے متعلق پوچھا تو اسے بھی یہ

کہنا پڑا کہ

اِنَّهٗ یَاْمُرُنَا بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ وَالصِّلَةِ وَالْعَفَافِ.

(مسلم شریف، ج 2ص 98)

کہ وہ ہمیں نماز پڑھنے، زکوٰۃ ادا کرنے، صلہ رحمی کرنے اور پاک دامنی کا حکم دیتے ہیں۔

یہ دونوں واقعات مدینہ طیبہ کی جانب ہجرت سے پہلے وقوع پذیر ہوئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجمالی طور پر زکوٰۃ آغاز اسلام میں ہی فرض ہو چکی تھی اور اس کی تفصیلات مدینہ طیبہ میں فرض کی گئیں۔ زکوٰۃ کی اس اہمیت کی وجہ سے اس کے ادا کرنے کو اللہ تعالیٰ نے مال کی پاکیزگی نفس کی طہارت، اجر عظیم اور قرضہ حسنہ قرار دیا ہے اور جو آدمی اس اہم فریضہ کو ادا نہیں کرتا اس کو سخت سزا کا مستحق قرار دیا ہے اس لیے اب ہم ان لوگوں کی سزا کا ذکر کرتے ہیں جو اسے ادا نہیں کرتے۔ ہو سکتا ہے کسی کے لیے یہ عبرت کا باعث بن جائے اور وہ جہنم کی اس سزا سے محفوظ ہو جائے جس کا تذکرہ درج ذیل میں کیا جا رہا ہے۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کی سزا

وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝ یَّوْمَ یُحْمٰی عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُکْوٰی بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ فَذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ۝

اور جو لوگ سونا اور چاندی جوڑ جوڑ کر رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اسے خرچ نہیں کرتے (تو اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے جس دن وہ سونا اور چاندی جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس کے ساتھ ان کی پیشانیاں ان کے پہلوؤں اور ان کی پشتیں داغی جائیں گی (اور انہیں بتایا جائے گا) کہ یہ وہ ہے جو تم نے (اپنے نفع اور عزت کے

لیے) جمع کر رکھا تھا پس جو تم جمع کرتے تھے اب اس کی سزا چکھو۔

اس مذکورہ بالا آیت طیبہ میں بھی زکوٰۃ اور مالی حق ادا نہ کرنے والوں کی شدید ترین سزا بیان کی گئی ہے بعض مفسرین نے اس آیت کا مصداق یہود کے علماء اور عیسائیوں کے پادری قرار دیئے ہیں کیونکہ وہ جائز اور ناجائز ذرائع سے مال جمع کرنے کے بڑے حریص تھے اور اس کو خرچ کرنے میں بہت ہی بخیل تھے۔ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ اس میں اہل کتاب اور مسلمان، تمام کو خطاب ہے جو بھی مالِ اکٹھا کرے اسے جمع کرے اور اس کا حق ادا نہ کرے تو وہ اسی قسم کی سزا کا مستحق ہوگا اس کو ماقبل کلام میں اہل کتاب سے رشوت لینے والوں کے ساتھ اس لیے متصل بعد ذکر کیا ہے کہ اس گناہ نے جرم کی شدت اور سخت عذاب کی وضاحت ہو جائے۔

احادیث طیبہ میں بھی زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کی سزا بیان فرمائی گئی ہے مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

مَنْ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا وَلَمْ يُؤَدِّ زَكٰوتَهٗ مُثِّلَ مَالُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا اَقْرَعَ.

کہ وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ مالِ عطا کرے اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن اس کا مال گنجے سانپ کی شکل اختیار کر لے گا۔

گنجے سانپ سے مراد وہ سانپ ہے جس کی زہر کی شدت کی وجہ سے اس کے سر پر بال نہیں ہوتے۔ اور اس کی دونوں آنکھوں کے اوپر دو سیاہ رنگ کے نقطے ہوتے ہیں اور وہ سانپ زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے آدمی کی گردن میں طوق کی طرح لٹک جائے گا۔

فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا

تو وہ اسے شدید ترین عذاب میں مبتلا کر دے گا۔

وَيَقُوْلُ اَنَا مَالُكَ الَّذِيْ كَنَزْتَهٗ فِي الدُّنْيَا وَلَمْ تُؤَدِّ زَكٰوتَهٗ

وہ کہے گا میں تیرا وہ مال ہوں جو تو نے دنیا میں جمع کر رکھا تھا اور تو اس کی زکوٰۃ ادا نہیں

کرتا تھا۔ (مسلم شریف)

اور اللہ کا یہ ارشاد گرامی بھی اسی کی وضاحت کر رہا ہے فرمایا:

وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ ھُوَ خَیْرًا لَّھُمْ بَلْ ھُوَ شَرٌّ لَّھُمْ سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ

وہ لوگ جو اس مال میں بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا ہے یہ گمان نہ کریں کہ زکوٰۃ ادا نہ کرنا ان کے لیے بہتر ہے بلکہ وہ تو ان کے لیے سراپا شر ہے عنقریب قیامت کے دن جس چیز میں وہ بخل کرتے رہے تھے اسی کے طوق ان کو پہنائے جائیں گے۔

وہ روایت جس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے وہ بھی معنوی اعتبار سے اس ماقبل میں بیان کردہ حدیث کی تائید کرتی ہے اگرچہ الفاظ میں کچھ اختلاف ہے آپ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالًا وَّلَمْ یُؤَدِّ زَکٰوتَہٗ اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَۃِ صُفِّحَتْ لَہٗ صَفَائِحُ مِنَ النَّارِ فَاُحْمِیَ عَلَیْھَا نَارُ جَھَنَّمَ فَتُحْرَقُ بِھَا

جس کو اللہ تعالیٰ مال عطا فرمائے وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن اس کے لیے دوزخ کی آگ سے تختیاں بنائی جائیں گی پھر انہیں جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا۔ جس کے ساتھ یعنی ان کے اموال کے ساتھ اس کی پیشانی اور اس کے پہلوؤں اور پشت کو جلایا جائے گا جب بھی وہ تختیاں ٹھنڈی ہو جائیں گی انہیں دوبارہ گرم کر لیا جائے گا اور یہ سب کچھ اس دن ہوگا جس دن کی مقدار ہزار سال ہوگی جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۔

تیرے رب کے نزدیک وہ دن اس ایک ہزار سال کی مانند ہوگا جسے تم شمار کرتے ہو۔

حَتّٰی یُقْضٰی بَیْنَ الْعِبَادِ فَیَرٰی سَبِیْلَهٗ اِمَّا اِلَی الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَی النَّارِ

یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا پس وہ اپنا راستہ دیکھ لے گا یا جنت کی طرف یا جہنم کی طرف یعنی یا وہ جنت میں داخل ہو گا یا جہنم میں۔

(زبدۃ الواعظین)

زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے ساتھ چار ایسے احکام ہیں جن پر عمل پیرا نہ ہونے کی وجہ سے بھی انسان کو شدید ترین عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ مَنَعَ نَفْسَهٗ عَنْ خَمْسٍ مَنَعَ اللّٰهُ عَنْهُ خَمْسًا اَلْاَوَّلُ مَنْ مَنَعَ الزَّکٰوةَ مِنْ مَالِهٖ. مَنَعَ اللّٰهُ حِفْظَ مَالِهٖ مِنَ الْاٰفَاتِ وَالثَّانِیْ. مَنْ مَنَعَ الْعُشْرَ مِمَّا یَخْرُجُ مِنَ الْاَرْضِ مَنَعَ اللّٰهُ تَعَالٰی الْبَرَکَةَ مِنْ کَسْبِهٖ وَالثَّالِثُ. مَنْ مَنَعَ الصَّدَقَةَ مَنَعَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ الْعَافِیَةَ وَالرَّابِعُ. مَنْ مَنَعَ الدُّعَاءَ لِنَفْسِهٖ مَنَعَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ الْاِجَابَةَ وَالْخَامِسُ. مَنْ مَنَعَ الْحُضُوْرَ مَعَ الْجَمَاعَةِ مَنَعَ اللّٰهُ عَنْهُ کَمَالَ الْاِیْمَانِ. فَلَا یَکُوْنُ اِیْمَانُهٗ کَامِلًا.

(زبدۃ الواعظین)

جو پانچ عمل کرنے سے رک جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اپنی پانچ نعمتیں روک لیتا ہے 1۔ جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کے مال کو آفتوں سے محفوظ نہیں رکھتا۔ 2۔ جو زمین سے پیدا ہونے والی پیداوار کا عشر ادا نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کی کمائی سے برکت اٹھا لیتا ہے۔ 3۔ جو صدقہ ادا نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس سے عافیت چھین لیتا ہے۔ 4۔ جو اپنی ذات کے لیے دعا نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول نہیں فرماتا۔ 5۔ جو آدمی نماز باجماعت ادا نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس سے ایمان کے کمال کو روک دیتا ہے اس کا ایمان کامل نہیں ہوتا۔

مال کی حفاظت اور بیماریوں سے نجات کا ذریعہ

اپنے مال کی زکوۃ ادا کرنا اور صدقہ وخیرات دینا مال کی حفاظت کا باعث بنتا ہے اور کئی بیماریوں سے نجات کا ذریعہ ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زکوۃ ادا کر کے اپنے اموال کی حفاظت کرو اور صدقہ دے کر اپنے مریضوں کا علاج کرو اور دعا اور عاجزی کے ساتھ آزمائشوں کا مقابلہ کرو۔ آپ کے اس ارشاد گرامی کی وضاحت آپ اس واقعہ میں مشاہدہ کریں گے۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھیوں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی سنا رہے تھے کہ ایک نصرانی آپ کے پاس سے گزرا اس نے یہ مذکورہ بالا حدیث شریف سنی اور چلا گیا۔ اس نے آپ کے اس ارشاد گرامی کو آزمانا چاہا اس لیے جا کر اپنے مال کی زکوۃ ادا کر دی تو اس کا ایک ساتھی جو تجارت کے لیے مصر گیا ہوا تھا اس نصرانی نے خیال کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے قول میں سچے ہیں تو میرا مال میرے شریک کے پاس محفوظ رہے گا تو میں اسلام قبول کرلوں گا اور سچے دل سے آپ کی تصدیق کروں گا اور اگر آپ کا یہ قول حقیقت پر مبنی نہ ہوگا تو میں تلوار سے (نعوذ باللہ) آپ کا سر قلم کردوں گا تو ایک دن اچانک قافلہ والوں کی طرف سے ایک خط موصول ہوا جس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ راستہ میں ان پر چوروں نے حملہ کردیا ان کا مال، لباس اور جو کچھ ان کے پاس تھا وہ سب کا سب چھین کے لے گئے نصرانی نے جب یہ بات سنی تو وہ کانپ اٹھا اور جوش میں آ کر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قتل کرنے کے لیے تلوار سونت لی اور گھر سے باہر نکل آیا۔ ابھی اس نے اپنے ارادے پر عمل نہیں کیا تھا کہ اس کو اپنے شریک کی طرف سے ایک خط موصول ہوا جس میں اس نے لکھا تھا کہ پریشان ہونے اور غمزدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ میرا مال بالکل محفوظ ہے اور میں خود بھی صحیح سلامت ہوں کیونکہ میں قافلہ والوں سے پیچھے تھا اور ڈاکوؤں کی دست برد سے محفوظ رہا۔ جب اس نصرانی نے اپنے ساتھی کا خط پڑھا تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی اور کہنے لگا۔ کہ حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سچے اور نبی برحق ہیں

لہذا وہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا عرض کیا کہ مجھے اسلام سکھا کر اپنے غلاموں میں داخل فرما لیجئے۔ لہذا وہ سچے دل سے دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا اور حضور کی غلامی کا پٹہ اپنے گلے میں ڈال لیا اور مال کی زکوٰۃ ادا کرنے کی برکت سے اس کا مال محفوظ رہا۔

فقراء کی جنت میں کثرت

وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ وافر مقدار میں رزق عطا فرماتا ہے اور وہ اس مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تو ان کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مردہ فرمایا ہے اور ان کی ہم نشینی سے منع فرمایا ہے۔

ابی درداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ کسی ایسے غنی کی ہم نشینی، جو زکوٰۃ ادا نہ کرتا ہو، سے مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ میں محل سے گروں اور میری ہڈیاں چور چور ہو جائیں کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ مردوں کی ہم نشینی سے بچو تو آپ سے اس کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ کون ہیں تو آپ نے فرمایا وہ اپنے اموال سے زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے اغنیاء ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جنت میں سب سے زیادہ فقراء میں نے دیکھے ہیں اور جہنم میں سب سے زیادہ اغنیاء دیکھے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ رَاَيْتُ الْجَنَّةَ فَرَاَيْتُ الْفُقَرَآءَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ سَعْيًا. وَلَمْ اَرَ مِنَ الْاَغْنِيَاءِ مَنْ يَدْخُلُهَا مَعَهُمْ اِلَّا عَبْدَالرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ وَهُوَ مِنَ الْعَشْرَةِ الْمُبَشَّرَةِ بِالْجَنَّةِ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جنت کو دیکھا کہ اس میں فقراء، مہاجرین اور مسلمان دوڑ کر داخل ہو رہے ہیں اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ میں نے کسی غنی کو بھی جنت میں داخل ہوتے نہیں دیکھا اور یہ ان دس صحابہ کرام میں سے تھے جن کو اسی دنیا میں جنت کی بشارت دی گئی تھی۔

اور جن دس صحابہ کرام کو جنت کی بشارت دی گئی ہے وہ یہ ہیں۔
1۔ابوبکر 2۔عمر 3۔عثمان بن عفان 4۔علی ابن ابی طالب 5۔طلحہ 6۔زبیر ابن عوام 7۔عبدالرحمٰن ابن عوف 8۔سعد ابن ابی وقاص 9۔سعید ابن زید 10۔ابوعبیدہ ابن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

نوٹ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مذکورہ بالا فرمان ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر صادق نہیں آتا کیونکہ انہوں نے اپنا سارا مال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اشارۂ ابرو پر اللہ کے راستے میں قربان کر دیا تھا لہٰذا وہ اس وعید میں داخل نہیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَيْلٌ لِلْاَغْنِيَاءِ مِنَ الْفُقَرَآءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا ظَلَمُوْنَا حُقُوْقَنَا الَّتِىْ فُرِضَتْ عَلَيْهِمْ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَعِزَّتِىْ وَجَلَالِىْ لَاُ بْعِدَنَّهُمْ وَلَاُ قَرِّبَنَّكُمْ اَوْكَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

اغنیاء کو قیامت کے دن فقراء کی طرف سے ہلاکت کی دعا کا سامنا کرنا پڑے گا وہ عرض کر رہے ہوں گے اے ہمارے پروردگار! انہوں نے ہمارے حقوق ادا نہ کر کے ہم پر ظلم کیا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی عزت اور جلال کی قسم اٹھاتے ہوئے ارشاد فرمائے گا کہ میں انہیں اپنی رحمت سے دور کروں گا اور تمہیں اس کے قریب کروں گا۔

پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت طیبہ تلاوت کی:۔

وَالَّذِيْنَ فِىْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ

وہ لوگ ان کے مالوں میں مانگنے والوں اور نہ مانگنے والوں کے لیے معیّن حصہ ہے۔

اقوال زرّیں

1۔کسی عارف سے پوچھا گیا کہ دوسو درہم میں کتنی زکوٰۃ فرض ہے تو انہوں نے فرمایا

شریعت کے مطابق عام لوگوں پر دوسو درہموں سے پانچ درہم زکوٰۃ دینا فرض ہے اور ہمارے جیسے لوگوں پر تمام مال فی سبیل اللہ خرچ کرنا فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:
وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰکُمْ. "اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں رزق عطا فرمایا ہے"۔
2۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ فرائض کیا ہیں تو آپ نے جواب دیا:
اللہ کی محبت پھر آپ سے سنتوں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا دنیا کا ترک کرنا پھر آپ سے پوچھا گیا کہ زکوٰۃ کی کتنی مقدار فرض ہے تو آپ نے فرمایا تمام مال خرچ کرنا فرض ہے۔ پھر آپ سے پوچھا گیا کہ کیا دو سو درہم میں پانچ درہم ادا کرنا فرض نہیں؟ تو آپ نے فرمایا۔ یہ حکم تو بخیلوں کے لیے ہے تو سائل نے پوچھا تم اس مذہب میں کس امام کی اقتداء کر رہے ہو تو آپ نے جواب دیا میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پیروی کر رہا ہوں جبکہ آپ نے سارا مال صدقہ کر دیا تھا اور ٹاٹ کا لباس پہن کر بیٹھ گئے تھے اور آپ کی یہ عزت افزائی ہوئی کہ جبرائیل امین بھی اسی لباس میں حاضر ہوئے اس کے بعد سائل نے پوچھا کہ آپ کے اس مذہب کی کوئی قرآن کریم میں بھی دلیل موجود ہے تو آپ نے فرمایا ہاں اور یہ آیت طیبہ پڑھ کر سنادی:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ.

بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنین کی جانوں اور ان کے اموال کو جنت کے بدلے ان سے سودا کر لیا۔

تو جب بندہ اپنا مال اور جان فروخت کر دیتا ہے تو اس کے لیے اپنا مال خریدار کے سپرد کر دینا واجب ہے۔ مال تو ایک عام چیز کا نام ہے ورنہ ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی کو عطا کی جاتی ہے اس کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کا نام اشتراء ہے۔

عبرت آموز واقعہ

قارون جو موسیٰ علیہ السلام کا قریبی رشتہ دار تھا اور فرعون کی طرف سے اپنی قوم کا حاکم

تھا ابتداء میں یہ مفلس اور کنگال تھا لیکن موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے یہ امیر ترین ہو گیا اور اس کے دل میں بخل نے پنجے گاڑ لیے اس کا تفصیلی تذکرہ کچھ اس طرح ہے اس کا اصل نام قارون بن یصہر بن قاہث بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام بن اسحاق علیہ السلام بن ابراہیم علیہ السلام تھا موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی تھا اسے تورات ازبر تھی اور یہ بڑے درجے کا منافق تھا بظاہر یہ موسیٰ علیہ السلام کا خیر خواہ تھا لیکن اندر سے آپ کا شدید ترین مخالف تھا وہ ہر وقت موسیٰ علیہ السلام کو تکلیف پہنچاتا رہتا تھا اور آپ اپنی رشتہ داری کی وجہ سے اس کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ فرماتے تھے جب زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا تو اس نے ایک ہزار دینار سے ایک دینار اور ہزار درہم سے ایک درہم بطور زکوٰۃ دینا قبول کیا تھا حالانکہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں بنی اسرائیلی پر مال کا چوتھا حصہ بطور زکوٰۃ دینا فرض تھا۔ اس کے مال کے ذخائر اتنے وسیع تھے اتنی قلیل مقدار میں زکوٰۃ نکالی گئی وہ ایک بہت بڑے ڈھیر کی طرح محسوس ہونے لگی جب اس نے دیکھا کہ اتنا کثیر مال غرباء لے جائیں گے تو اس نے بخل کا مظاہرہ کیا اور بالکل زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے مال کے خزانے اتنے وافر تھے کہ اس کے خزانوں کی چابیاں طاقتور خچروں کا بوجھ تھا حالانکہ ہر خزانے کی چابی ایک انگشت سے زیادہ موٹی نہ تھی۔ تو قارون نے بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ السلام کے خلاف بھڑکانے کی غرض سے کہا کہ یہ تمہارا مال غصب کرنا چاہتے ہیں تو کیا تم اسے زکوٰۃ دو گے؟ تو انہوں نے کہا کہ تو ہمارا سردار ہے جو تیرا حکم ہوگا ہم اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے تیار ہیں تو اس نے کہا کہ فلاں بدکار عورت کو میرے پاس لاؤ تا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام پر بدکاری کا الزام لگا دے تو انہوں نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور اسے حاضر کر دیا تو قارون نے اسے ایک ہزار دینار دینے کا وعدہ کر کے موسیٰ علیہ السلام پر بدکاری کی تہمت لگانے کا حکم دیا اور اسے یہ بھی کہا کہ وہ یہ کہے کہ میرے بطن میں اسی کا نطفہ قرار پکڑے ہوئے ہے قارون نے ایک دن تمام لوگوں کو اکٹھا کیا اور وہ ان کی عید کا دن تھا اور موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگا کہ آج آپ ہمیں مختصر سا وعظ سنائیں تو موسیٰ

علیہ السلام نے دوران گفتگو یہ فرمایا کہ چور کی سزا یہ ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے اور کسی
پر جھوٹی تہمت لگانے کی سزا کوڑے لگانا ہے اور جو محسن بدکاری کا مرتکب ہوگا اسے رجم
کرنے کی سزا ہے تو قارون لعین بے باکی سے بولا کہ اگرچہ آپ ہی اس فعل شنیع کے مرتکب
ہوں تو آپ نے فرمایا اگرچہ میں ہی کیوں نہ ہوں تو قارون لعنۃ اللہ علیہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور
کہنے لگا بنی اسرائیل کہتے ہیں کہ آپ نے فلاں عورت سے بدکاری کی ہے تو آپ نے اسے
بلانے کا حکم دیا وہ حاضر ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تو اس طرح قسم اٹھا کر مجھے اس
ذات کی قسم جس نے تجھے پیدا کیا اور جس نے سمندروں کو پیدا فرما کر ان کو روانی بخشی اور
جس نے تورات نازل فرمائی کہ تو سچ کہے گی تو اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی راہنمائی فرمائی
اور اسے سچ بولنے کی توفیق عطا فرمائی تو وہ بول اٹھی کہ اے موسیٰ علیہ السلام! جو تہمت یہ آپ
پر لگا رہا ہے آپ اس سے بری ہیں اور قارون نے مجھے ایک ہزار دینار اس شرط پر دینے کا
وعدہ کیا ہے کہ میں آپ پر جھوٹی تہمت لگاؤں لیکن اب میں اللہ سے ڈرتی ہوں کہ میں اللہ
کے رسول پر یہ تہمت لگاؤں تو موسیٰ علیہ السلام سجدہ ریز ہو کر رونے لگے اور اللہ کی بارگاہ میں
عرض کی کہ اے میرے پروردگار! اگر میں تیرا سچا نبی ہوں تو تو میری مدد فرما تو فوراً اللہ تعالیٰ
نے پیغام بھیجا کہ اے موسیٰ! میں نے زمین کو تیرے حکم کا پابند بنا دیا ہے تو اسے جو حکم دے گا
وہ تیری اطاعت کرے گی تو آپ نے فرمایا: کہ جو قارون کے ساتھی ہیں وہ اس کے ساتھ
کھڑے رہیں اور جو میرے عقیدت مند ہیں وہ اس سے الگ ہو جائیں پس دو آدمیوں کے
سوا سارے کے سارے قارون سے علیحدہ ہو گئے تو آپ نے زمین کو حکم دیا کہ وہ انہیں
پاؤں سے پکڑ لے تو زمین نے انہیں گھٹنوں تک اپنے اندر کھینچ لیا پھر حکم دیا تو اس نے انہیں
درمیان تک کھینچ لیا حالانکہ عذاب کی گرفت کی وجہ سے وہ آپ کے سامنے عاجزی و انکساری کا
اظہار کر رہے تھے لیکن شدت غضب کی وجہ سے آپ ان کی طرف متوجہ نہ ہوئے تیسری بار
آپ کے حکم کے مطابق زمین نے انہیں گردنوں تک اپنے اندر جذب کر لیا اور وہ اب بھی چیخ
چیخ کر التجا کر رہے تھے جس کا آپ پر کوئی اثر نہ ہوا کیونکہ وہ غضب الٰہی کے سزاوار ہو چکے تھے

اور آپ کے چوتھی بار حکم دینے سے ان پر زمین منطبق ہو گئی تو بنی اسرائیل سرگوشیوں میں کہنے لگے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس کے گھر اور خزانوں کا مالک بننے کے لیے اس کے خلاف بددعا کی۔ تو جب موسیٰ علیہ السلام نے ان کی یہ یاوہ گوئی سنی تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اس کے گھر والے خزانے سمیت اسے زمین میں غرق کر دیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ

تو ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔

وہ نیچے کی طرف حرکت کرتا رہا اور روزانہ ایک آدمی کے قد کے برابر زمین کے اندر دھنستا رہا یہاں تک کہ زمین کی نچلی گہرائی تک پہنچ گیا اور قیامت تک وہ اپنے مال اور گھر سمیت نیچے کی طرف دھنستا رہے گا۔ (مشکوٰۃ شریف)

اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ قارون زیب و زینت کے ساتھ آراستہ ہو کر اور خوبصورت لباس پہن کر سفید خچر کے سنہری زین پر سوار ہو کر نکلتا تھا اور اسی طرح زرق برق لباس میں ملبوس چار ہزار افراد اس کے ساتھ ہوتے تھے اور شہسواروں کی سواریوں پر سرخ ریشم ہوتا تھا اس کی دائیں جانب تین سو غلام اور بائیں جانب تین سو سفید رنگ والی کنیزیں خوبصورت ریشمی لباس میں ملبوس ہوتی تھیں تو جب اس نے موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی اور تکبر کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے یہ سزا دی۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

نوٹ: اس مذکورہ بالا تفصیل سے دو باتیں واضح ہوئیں 1۔ زکوٰۃ فرض کرنے کی اہمیت کیا ہے اور اس میں کیا حکمتیں ہیں۔ 2۔ زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے، حقوق العباد کی پرواہ نہ کرنے والے اور بخیل لوگوں کا انجام کتنا ہولناک ہوتا ہے اور قیامت کے دن وہ کس قسم کی شدید سزا کے مستحق ہوں گے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَحَبِیْبِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ.

پندرھواں وعظ

صدقہ کی فضیلت

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۗ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔

ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانے کی سی ہے جو سات بالیں اگاتا ہے ہر بالی میں سو دانہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بھی بڑھا دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ وسیع بخشش والا سب کچھ جاننے والا ہے۔

شان نزول

اس مذکورہ بالا آیت طیبہ کے نزول میں دو روایات ذکر کی گئی ہیں 1۔ ابو اللیث کا کہنا ہے کہ یہ آیت طیبہ حضرت عثمان ابن عفان اور حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حق میں نازل ہوئی اور یہ دونوں حضرات عشرہ مبشرہ میں سے ہیں وہ اس طرح کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو صدقہ کرنے کی ترغیب دی تاکہ دشمن کے مقابلہ کے لیے جنگی ساز و سامان تیار کر لیا جائے تو حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو صحابہ کرام میں سے بہت ہی مالدار تھے چار ہزار درہم لے کر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں آٹھ ہزار درہم

کا مالک ہوں میں نے ان میں سے چار ہزار اپنے اہل وعیال کے خرچ کے لیے رکھ لیے ہیں اور چار ہزار اپنے رب کو قرض دینے کے لیے حاضر خدمت کر دیئے ہیں۔ تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس مال میں بھی برکت فرمائے جو تو نے اپنے اہل وعیال کے لیے رکھا ہے اور اس میں بھی برکت فرمائے جو تو نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں صدقہ کیا ہے اور حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے عرض کیا کہ میں تین سو اونٹ بمع ساز وسامان آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں اور ہر اس آدمی کو زادراہ پیش کروں گا جس کے پاس زادراہ نہ ہو اور ایک ہزار دینار اپنی آستین میں لپیٹ کر لائے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گود مبارک میں ڈال دیئے اور عرض کیا کہ یہ لشکر کے شہسواروں کے اسلحہ اور زاد راہ پر خرچ کرنے کے لیے ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوشی کی انتہا نہ رہی ان کو آپ نے اپنی گود مبارک میں ڈال لیا اور آپ ان کو چھنکاتے اور فرماتے تھے:

مَاضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَوْمِ مَرَّتَيْنِ۔ (رواہ احمد)

آج کے بعد عثمان جو عمل بھی کرے وہ اس کے لیے نقصان دہ نہیں ہوگا یہ آپ نے دو دفعہ فرمایا۔

اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی

دوسری روایت کلبی اور مقاتل سے مروی ہے کہ یہ آیت طیبہ سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل ہوئی اس وقت آپ کے پاس صرف چار درہم تھے اور ان کے علاوہ آپ کسی چیز کے مالک نہ تھے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جب صدقہ کی ترغیب والی آیت طیبہ نازل ہوئی تو آپ نے وہ پڑھ کر سنائی تو سیدنا علی کرم اللہ وجہ الکریم نے ایک درہم رات کے وقت اور ایک درہم دن کے وقت اور ایک درہم پوشیدہ اور ایک درہم اعلانیہ صدقہ کیا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

اگرچہ قرآن کریم کی آیت کے نزول کا کوئی ایک واقعہ ہی سبب ہوتا ہے لیکن اس کا حکم

عام ہوتا ہے اسی طرح یہاں بھی اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر اپنی ان عنایات بے پایاں کا ذکر فرما رہا ہے جو خلوص نیت کے ساتھ اس کے راستہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں اور مسلمانوں کو یہ ترغیب دلانا مقصود ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرتے ہوئے مال میں کمی کا تصور تک نہ کریں۔ کیونکہ جب انہیں یہ یقین ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنے سے ان کے مال میں کمی نہیں ہوتی بلکہ اس میں اس قدر اضافہ ہوتا ہے جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے اور اللہ تعالیٰ ان کے خلوص نیت کے مطابق ایک کے بدلے سات سو تک ہی عطا نہیں فرماتا بلکہ جس کیلئے چاہتا ہے اسے اس سے بھی کہیں زیادہ عطا فرما دیتا ہے۔ اور اس کی نوازشات بے حساب ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے راستہ میں خرچ کرنے کی مثال ایک دانہ کے ساتھ دی ہے جو زمین میں کاشت کیا جائے تو اس کی سات بالیں اگتیں ہیں اور ہر بالی پر ایک خوشہ ہوتا ہے جس میں ایک سو تک دانے ہوتے ہیں۔ تو گویا اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کر دیا کہ جو اس کے راستہ میں ایک دانہ خرچ کرے گا اسے اللہ تعالیٰ سات سو تک عطا فرما دے گا۔ بلکہ اگر چاہے تو بغیر حساب بھی عطا فرما سکتا ہے۔ امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کا اس آیت کی تفسیر میں یہ لکھنا کہ یہ محض تمثیل ہے اس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں کیونکہ ان کے نزدیک عموماً ایسا واقعہ نہیں ہوتا لیکن ان کا یہ کہنا مناسب نہیں۔ کیونکہ بھٹہ، گندم، چنا اور کنگنی وغیرہ جو زرخیز زمین میں کاشت کی جائیں تو ان کے خوشوں میں یہ مقدار دیکھی جا سکتی ہے خصوصاً اس موجودہ دور میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ گندم کے ایک ایک خوشہ میں سو سو دانہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے سے مراد دینی کام ہیں مثلاً دین کا علم حاصل کرنے والے طلباء، دین کی سربلندی کے لیے جہاد کرنے والے مجاہد اور غازی اور غرباء اور مساکین وغیرہ اور آیت کے آخر میں وَاسِعٌ اور عَلِیْمٌ کی صفات ذکر فرما کر ہر قسم کے خدشات کا ازالہ کر دیا کہ عطا کرنے والا وہ ہے جس کی بخشش بے اندازہ اور خزانے بے حساب ہیں اور وہ خرچ کرنے والوں کی نیتوں سے اور ان کے خرچ کے اندازوں سے پوری

طرح باخبر ہے اور اسے اپنے خزانوں کے ختم ہونے کا کوئی اندیشہ بھی نہیں۔

صدقہ کی قوت اور شدت

جس طرح قرآن کریم میں صدقہ کرنے کی اہمیت اور اس کے اجر وثواب کا ذکر فرمایا ہے اسی طرح حدیث پاک میں بھی اس کی اہمیت واضح فرمائی گئی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا فرمایا تو وہ حرکت کرنے لگی تو اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پیدا فرما کر زمین کے اوپر رکھ دیئے تو اسے قرار حاصل ہوا۔ اس پر ملائکہ نے تعجب کا اظہار کیا اور عرض کرنے لگے:

يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ اَشَدُّ مِنَ الْجِبَالِ قَالَ نَعَمْ اَلْحَدِيْدُ

اے ہمارے پروردگار! کیا تو نے پہاڑوں سے بھی زیادہ مضبوط کوئی چیز پیدا فرمائی ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں وہ لوہا ہے۔

پھر انہوں نے عرض کیا:

يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ اَشَدُّ مِنَ الْحَدِيْدِ قَالَ نَعَمْ اَلنَّارُ

اے ہمارے پروردگار! کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز لوہے سے بھی زیادہ سخت ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں وہ آگ ہے۔

فرشتوں نے پھر عرض کی

يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ اَشَدُّ مِنَ النَّارِ قَالَ نَعَمْ اَلْمَاءُ

اے ہمارے پروردگار! کیا تیری مخلوق میں آگ سے بھی زیادہ کوئی چیز سخت ہے فرمایا ہاں وہ پانی ہے۔

پھر وہ بولے

يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ اَشَدُّ مِنَ الْمَاءِ قَالَ نَعَمْ الرِّيْحُ

اے ہمارے پروردگار! کیا تیری مخلوق میں پانی سے بھی کوئی چیز سخت ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں وہ ہوا ہے

انہوں نے پھر عرض کیا

يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ اَشَدُّ مِنَ الرِّيْحِ شَيْءٌ قَالَ نَعَمْ اِبْنُ آدَمَ يَتَصَدَّقُ صَدَقَةً بِيَمِيْنِهٖ يُخْفِيْهَا عَنْ شِمَالِهٖ وَهُوَ اَشَدُّ مِنْهُ

اے ہمارے پروردگار! کیا تیری مخلوق میں ہوا سے بھی زیادہ کوئی چیز سخت ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں ابن آدم کا وہ صدقہ ہے جو اپنے دائیں ہاتھ سے دیتا ہے اور اسے اپنے بائیں ہاتھ سے چھپاتا ہے۔ پس یہ اس ہوا سے بھی زیادہ سخت ہے۔

اور اس کی مختلف وجوہات ہیں:

1۔ نفلی صدقہ چھپ کر کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ

یعنی اگر تم اس صدقہ کو مخفی رکھو گے اور فقراء کو عطا کرو گے وہ تمہارے لیے بہتر ہے۔

اسی سبب سے اسلاف کرام اپنے صدقات لوگوں کی نگاہوں سے چھپانے میں بہت زیادہ مبالغہ کرتے تھے یہاں تک کہ ان میں سے بعض کسی سوئے ہوئے فقیر کے کپڑے میں باندھ دیتے اور بعض اپنے صدقات کو راستہ میں پھینک دیتے تاکہ وہ اسے اٹھا لیں۔

2۔ صدقہ کرنے پر احسان جتلانے اور اذیت دینے سے صدقہ دینے والا اجتناب کرے جیسے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ

کہ اے ایمان والو اپنے صدقات کا اجر احسان جتلا کر اور اذیت دے کر ضائع مت کرو۔ اس آدمی کی طرح جو اپنا مال لوگوں پر دکھلاوے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اسے ضائع کر دیتا ہے۔

3۔ صدقہ اپنے حلال اور پاک مال سے دیا جائے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ

تم ہرگز نیکی کا ثواب نہیں پاؤ گے جب تک تم اس مال سے خرچ نہیں کرو گے جسے تم پسند کرتے ہو۔

اور دوسرے مقام پر فرمایا تاکہ تو ان لوگوں میں سے نہ ہو جائے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ

وہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں وہ چیز خرچ کرتے ہیں جسے وہ ناپسند کرتے ہیں۔

اسی لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ اِلَّا الطَّيِّبَ

اللہ تعالیٰ طیب ہے اور وہ طیب اور حلال کو ہی پسند فرماتا ہے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ کی اطاعتوں میں حرام مال خرچ کرے تو وہ اس آدمی کی مانند ہوگا جس نے ناپاک کپڑے کو پیشاب کے ساتھ پاک کیا تو وہ کپڑا پاک نہیں ہوگا کیونکہ ناپاک کپڑا پاک پانی سے ہی پاک ہوتا ہے اسی طرح گناہوں کی گندگی بھی حرام مال سے نہیں دھلتی بلکہ حلال مال خرچ کرنے سے ہی صاف ہوتی ہے

4۔ وہ خندہ پیشانی اور خوشی سے صدقہ دے نہ کہ جبر کر وا کر جیسے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

کہ وہ لوگ اپنا مال اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں پھر اس کے پیچھے جو انہوں نے خرچ کیا نہ احسان جتلاتے ہیں اور نہ ہی اذیت پہنچاتے ہیں ان کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس محفوظ ہے نہ انہیں خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمزدہ ہوں گے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ ایک درہم کا صدقہ ایک لاکھ درہم خرچ کرنے سے سبقت لے جاتا ہے یعنی اپنے حلال مال سے ایک درہم خندہ پیشانی سے خرچ کرنا وہ ناپسندیدگی کے ساتھ ایک لاکھ درہم خرچ کرنے سے افضل ہے۔

5۔ صدقہ کرنے والا موزوں جگہ تلاش کر کے صدقہ دے ایک پرہیزگار ایسے عالم کو صدقہ کے لیے منتخب کرے جو اس سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور تقویٰ پر مدد حاصل کرتا ہے یا کسی نیک اور مفلس آدمی کو صدقہ سے نوازے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ ......الخ

یعنی صدقات کے حقدار فقراء اور مساکین ہی ہیں......الخ

صدقہ کی گفتگو

رُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ الصَّدَقَةُ اِذَا خَرَجَتْ مِنْ يَدِ صَاحِبِهَا تَكَلَّمَتْ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ اَلْاُوْلٰى كُنْتُ صَغِيْرَةً فَكَبَّرْتَنِیْ وَالثَّانِيَةُ كُنْتُ حَارِسِیْ فَالْاٰنَ صِرْتُ حَارِسَكَ وَالثَّالِثَةُ كُنْتُ عَدُوًّا فَاَحْبَبْتَنِیْ وَالرَّابِعَةُ كُنْتُ فَانِيَةً فَاَبْقَيْتَنِیْ وَالْخَامِسَةُ كُنْتُ قَلِيْلَةً فَكَثَّرْتَنِیْ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا.

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ صدقہ جب صدقہ دینے والے کے ہاتھ سے نکلتا ہے تو پانچ کلمات کے ساتھ

کلام کرتا ہے۔ 1۔ وہ کہتا ہے میں چھوٹا تھا تو نے مجھے بڑا کردیا۔ 2۔ تو میری حفاظت کرتا تھا پس اب میں تیرا محافظ ہوں۔ 3۔ میں دشمن تھا تو تُو نے مجھے محبوب بنالیا۔ 4۔ میں فانی تھا تو نے مجھے باقی بنالیا۔ 5۔ میں تھوڑا تھا تو نے مجھے کثیر بنادیا جیسے اللہ نے ارشاد فرمایا جس نے ایک نیکی کی اس کے لیے اس کی مثل دس نیکیوں کا ثواب ہوگا۔

آگ سے نجات کا باعث

صدقہ خواہ کسی جنس اور کسی رنگ میں دیا جائے وہ صدقہ دینے والے کو دوزخ کی آگ سے نجات دینے کا باعث ہوتا ہے بشرطیکہ صدقہ دینے والا مومن ہو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بھی مسلمان جب اپنے کسی بھائی کو کھانا کھلاتا ہے اور وہ اسے اتنا کھانا دیتا ہے جس سے وہ سیر ہو جاتا ہے اور وہ اسے اتنا پانی پلاتا ہے جس سے وہ سیراب ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کی آگ سے دور کر دیتا ہے اور اس کے درمیان اور آگ کے درمیان ایسی سات خندقیں بنا دیتا ہے جن میں سے ہر دو کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت کا فاصلہ ہوتا ہے اور جہنم پکار کر عرض کرتی ہے اے میرے پروردگار! مجھے اپنی بارگاہ میں سجدۂ شکر ادا کرنے کی اجازت فرما کیونکہ تو نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت سے ایک آدمی کو میرے عذاب سے نجات دینے کا ارادہ فرمایا ہے اور اس لیے بھی کہ مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شرم آتی ہے کہ میں آپ کی امت سے صدقہ دینے والے کو تکلیف پہنچاؤں تو اب میرے لیے یہ واجب ہے کہ میں تیری اس رحمت اور بخشش کا شکریہ ادا کروں۔ پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ وہ آدمی جو روٹی کا ایک لقمہ صدقہ کرے یا کھجور کی ایک مٹھی صدقہ دے وہ جنت میں داخل ہو جائے۔

ایک دوسری حدیث شریف میں حضور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِتَّقُوْا مِنَ النَّارِ وَلَوْ بِشَقِّ تَمْرَۃٍ

اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ اگرچہ چھوہارے کا ایک ٹکڑا صدقہ کرنے

سے ہی نجات حاصل ہو جائے۔

حکایات لطیفہ

1۔حکایت بیان کی گئی ہے کہ بنی اسرائیل میں مسلسل کئی سال شدید ترین قحط سالی کا سماں رہا اور ایک عورت کے پاس روٹی کا ایک ٹکڑا تھا اس نے اسے کھانے کے لیے اپنے منہ پر رکھا ہی تھا کہ دروازے پر سے کسی سائل نے آواز دی مجھے اللہ تعالیٰ کے واسطہ سے ایک روٹی کا لقمہ دے دو تو اس عورت نے وہ لقمہ اپنے منہ سے نکالا اور سائل کو دے دیا پھر وہ جنگل کی طرف نکلی تا کہ ایندھن اکٹھا کرے اس کے ہمراہ اس کا ایک چھوٹا بیٹا بھی تھا ایک بھیڑیا آیا تو اس نے بچے کو اٹھایا اور بھاگ نکلا والدہ نے اپنے بچے کی چیخ سنی تو وہ اس بھیڑیے کے پیچھے دوڑی تو اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کو حکم دیا کہ جاؤ اور اس بچے کو بھیڑیے کے منہ سے نکال کر اس کی والدہ کو دے دو اس نے ایسا ہی کیا اور پھر اس عورت سے کہا کہ اے اللہ کی بندی! کیا تو اس بات سے خوش نہیں کہ تیرے ایک لقمہ خیرات کرنے سے تیرے بچے کو بھیڑیے کا لقمہ بننے سے روک دیا۔

بخیلوں کا ٹھکانا

2۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ ایک عورت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس کا دایاں ہاتھ خشک ہو چکا تھا اس نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ میرا ہاتھ درست کر دے تو آپ نے اس سے پوچھا کس وجہ سے تیرا ہاتھ خشک ہوا ہے تو اس نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہو چکی ہے اور جہنم بھڑک رہی ہے اور جنت بالکل نزدیک کر دی گئی ہے تو میں نے اپنی والدہ کو جہنم کی آگ میں دیکھا اور اس کے ہاتھ میں ایک چربی کا ٹکڑا تھا اور دوسرے ہاتھ میں چھوٹا سا کپڑا تھا جن کے ساتھ وہ اپنے آپ کو آگ سے بچا رہی تھی تو میں نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ میں تجھے اس وادی میں دیکھ رہی ہوں حالانکہ تو اپنے رب کی اطاعت کرنے والی تھی اور تیرا خاوند تجھ سے راضی تھا تو اس نے کہا

اے بیٹی! میں دنیا میں بخیل تھی اور جہنم میں یہ ٹھکانا بخیلوں کے لیے مختص ہے میں نے اس سے پوچھا تیرے ہاتھ میں یہ چربی کا ٹکڑا کیسا ہے تو اس نے جواب دیا یہ دونوں ٹکڑے وہ ہیں جو میں نے دنیا میں صدقہ کیے تھے اور میں نے اپنی پوری زندگی میں یہی دو چیزیں صدقہ کی تھیں میں نے اس سے اپنے باپ کے متعلق پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ وہ سخی تھا اور وہ سخیوں کی جگہ میں ہے پھر میں جنت میں داخل ہوئی اور دیکھا کہ میرے والد آپ کے حوض پر کھڑے ہو کر آپ کی امت کے پیاسوں کو حوض کوثر سے پانی پلا رہے ہیں یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میں نے اپنے والد محترم سے عرض کیا کہ میری والدہ جو تیری بیوی تھی وہ اپنے رب کی فرمانبردار تھی اور تو بھی اس سے راضی تھا وہ جہنم کی آگ میں جل رہی ہے اور تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوض سے لوگوں کو آب کوثر پلا رہا ہے تو تُو اسے بھی اس حوض سے ایک گھونٹ عطا کر دے تو اس نے کہا اے میری بیٹی! اللہ تعالیٰ نے بخیلوں اور گناہ گاروں پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوض کو حرام کر دیا ہے پھر میں نے اپنے باپ کی اجازت کے بغیر پانی کا ایک پیالہ پکڑا اور پیاسی امی کو پلا دیا پھر میں نے ایک آواز سنی جو کہہ رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے تیرا وہ ہاتھ خشک کر دیا ہے جس کے ساتھ تو نے بلا اجازت اپنی والدہ کو پانی پلایا ہے۔ پس میں بیدار ہوئی تو میرا ہاتھ خشک ہو چکا تھا تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی یہ بات سنی تو اپنا عصا اس کے ہاتھ پر رکھ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا اے اللہ! اس کے اس خواب کے بدلے اس کے ہاتھ کو درست فرما دے تو اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا کے صدقے اور عصا کی برکت سے اس کا ہاتھ درست فرما دیا۔ اور وہ اسی طرح ہو گیا جس طرح پہلے تھا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سخاوت جنت میں ایک درخت ہے جس کی ٹہنیاں دنیا میں لٹکی ہوئی ہیں جس نے اس کی کوئی ٹہنی پکڑ لی وہ اسے جنت میں لے جائے گی اور بخل بھی دوزخ میں ایک درخت ہے جس کی ٹہنیاں دنیا میں لٹکی ہوئی ہیں پس جس نے اس کی ٹہنی پکڑ لی وہ اسے جہنم میں لے جائے گی اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"سخی حق اور مخلوق کے نزدیک ہوتا ہے اور بخیل حق اور مخلوق سے دور ہوتا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْبَخِیْلُ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ وَلَوْ کَانَ زَاھِدًا. بخیل جنت میں داخل نہیں ہوگا اگر چہ وہ دنیا سے کنارہ کش ہی کیوں نہ ہو جائے۔ اللہ کی بارگاہ میں التجا ہے کہ وہ ہمیں بخل سے بچائے اور سخاوت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

صدقہ ذریعہ نجات

3۔ بیان کیا گیا ہے کہ ایک چیل سلیمان ابن داؤد علیہما السلام کے پاس آئی اور آپ کی خدمت میں عرض کی کہ ایک آدمی کا ایک درخت ہے میں اس درخت پر گھونسلا بنا کر اس میں بچے دیتی ہوں اور وہ آدمی میرے چوزوں کو اٹھا لیتا ہے سلیمان علیہ السلام نے درخت والے کو بلا کر اسے ایسا کرنے سے روک دیا اور آپ نے دو شیطانوں کو حکم دیا کہ وہ اس درخت کی حفاظت کریں جب آئندہ سال آئے اور وہ آدمی اس پرندے کے چوزے اٹھانے کی کوشش کرے تو تم دونوں اس کو پکڑ لینا اور اس کے دو ٹکڑے کر کے ایک ٹکڑا مشرق میں اور دوسرا مغرب میں پھینک دینا جب آئندہ سال آیا اور چیل نے اس درخت پر انڈے دے کر بچے نکالے اور درخت کا مالک سلیمان علیہ السلام کی بات بھول چکا تھا اور اس نے درخت پر چڑھنے سے پہلے ایک روٹی کا لقمہ صدقہ کر دیا پھر اس نے درخت پر چڑھ کر چیل کے چوزوں کو اٹھا لیا پس وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور درخت کے مالک کی وہی شکایت کی تو سلیمان علیہ السلام نے ان دونوں شیطانوں کو بلایا اور انہیں سزا دینا چاہی اور ان کو فرمایا کہ تم نے وہ کام کیوں نہیں کیا جس کا میں نے تمہیں حکم دیا تھا تو انہوں نے عرض کیا اے خلیفۃ اللہ! ہمارا کوئی قصور نہیں بلکہ درخت کے مالک نے جب درخت پر چڑھنے کا ارادہ کیا تا کہ وہ چوزوں کو اٹھا لے تو ہم نے اسے آپ کے حکم کے مطابق پکڑنا چاہا تو چونکہ وہ ایک مسلمان آدمی کو بطور صدقہ روٹی کا ایک ٹکڑا دے چکا تھا جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے دو فرشتے اس کی مدد کے لیے بھیج دیئے ان میں سے ہر ایک فرشتے نے ہم میں سے ایک ایک کو پکڑا اور اس آدمی کو پکڑنے سے ہمیں روک دیا اور

ان فرشتوں نے ہم میں سے ایک کو مشرق کی طرف اور دوسرے کو مغرب کی طرف پھینک دیا وہ اس طرح ہمارے ہاتھوں بچنے میں کامیاب ہو گیا۔

4۔ حکایت بیان کی گئی ہے کہ ایک دفعہ بنی اسرائیل میں قحط پڑ گیا ایک فقیر ایک غنی کے دروازے پر آیا اور سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ایک ٹکڑا روٹی کا صدقہ کرو۔ تو اس بخیل دولت مند کی لڑکی نے ایک گرم روٹی نکالی اور اس سائل کو دے دی وہ بد بخت دولتمند آیا تو اس نے اپنی لڑکی کا وہ ہاتھ کاٹ دیا جس کے ساتھ اس نے صدقہ دیا تھا تو اللہ تعالیٰ کا غضب جوش میں آیا تو اس نے اس کی حالت بدل دی اور مال ختم کر دیا اور وہ محتاج ہو گیا اور اسی ذلت کی حالت میں مر گیا اس کی وہ لڑکی بہت ہی خوبصورت تھی وہ لوگوں کے دروازے پر جاتی اور بھیک مانگتی ایک دن وہ ایک دولتمند کے دروازے پر آئی اس امیر کی والدہ باہر نکلی اور بچی کے حسن و جمال کو دیکھ کر حیران رہ گئی پھر وہ اس لڑکی کو اپنے گھر کے اندر لے گئی اور اس نے اپنے بیٹے کے ساتھ اس کی شادی کا ارادہ کیا۔ تو اس نے اس لڑکی کو ہر قسم کی زینت سے آراستہ کیا اور اپنے لڑکے کے ساتھ اس کی شادی کر دی۔ رات کے وقت اس نے اس کے سامنے دستر خوان بچھایا اور اس پر کھانا چن دیا تو اس لڑکی نے اپنے خاوند کے ساتھ مل کر کھانا کھانے کے لیے اپنا بایاں ہاتھ باہر نکالا۔ تو اس کے خاوند نے طنز کرتے ہوئے کہا کہ میں نے سن رکھا تھا کہ یہ بھوکے لوگ بے ادب ہوتے ہیں تو اپنا دایاں ہاتھ نکال تو اس لڑکی نے شرمندگی کے ساتھ دوبارہ بایاں ہاتھ ہی نکالا۔ تو اس کا خاوند دایاں ہاتھ نکالنے پر اصرار کرتا رہا لیکن وہ ایسا نہ کر سکی یہاں تک کہ گھر کے ایک گوشے سے غیبی آواز آئی کہ اے میری بندی! تو اپنا دایاں ہاتھ نکال کیونکہ تو نے ہمیں خوش کرنے کے لیے ایک بھوکے کو روٹی کھلائی تھی جس کے بدلے تیرا ہاتھ کاٹ دیا گیا تھا اس لیے ہم تیرا ہاتھ واپس لوٹاتے ہیں تو اس لڑکی نے اپنا دایاں ہاتھ نکالا جو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے درست ہو چکا تھا اور اس نے اپنے خاوند کے ساتھ مل کر کھانا تناول کیا۔

اے عقل مند لوگو! ان واقعات سے عبرت حاصل کرو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرو

بھوکوں کو کھانا کھلاؤ تا کہ تمہیں دونوں جہانوں کی سعادتیں حاصل ہو جائیں۔

مذکورہ بالا تمام روایات اور حکایات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ صدقہ انسان کے لیے ذریعہ نجات ہوتا ہے یہاں تک کہ جہنم کی آگ سے بھی وہ صدقہ دینے والے کو نجات عطا فرماتا ہے۔ اور اجر عظیم کا باعث بنتا ہے دنیا اور آخرت کی آزمائشوں، مصیبتوں اور خطرات سے نجات کا ذریعہ بنتا ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ ستر مصیبتوں سے نجات کا باعث بنتا ہے ان تمام مصیبتوں میں سب سے ہلکی اور آسان مصیبت جذام اور برص ہے جن سے صدقہ نجات دیتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ۔

سولہواں وعظ

اطاعت ومحبت کا ثمر

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ج وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝

اور جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین اور کیا ہی اچھے ہیں یہ ساتھی۔

شان نزول

اس آیت طیبہ کا شان نزول اس طرح ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک صحابی جو آپ کے عشق میں متوالا تھا۔ جن کا اسم گرامی حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ تھا۔ وہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کا چہرہ اترا ہوا اور پژمردہ تھا۔ پریشانی کی وجہ سے رنگ زرد اور پیلا تھا۔ چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے پریشانی کی وجہ پوچھی تو اس دردمند عاشق نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم کوئی جسمانی تکلیف نہیں اور نہ ہی جسم میں کوئی درد ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب آپ کا رخ انور آنکھوں سے اوجھل ہوتا ہے تو زیارت کے لیے دل بیتاب ہو جاتا ہے۔ فوراً حاضر خدمت ہو جاتا ہوں۔ اور لذت دیدار سے شادکام ہوتا ہوں۔ اور دل مضطرب کو آپ

کی زیارت سے تسلی اور تسکین حاصل ہو جاتی ہے۔ اب رہ رہ کر مجھے یہ پریشانی ستا رہی ہے کہ جب ہم اس دنیا سے رخصت ہو جائیں گے اور آپ جنت کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہوں گے۔ اور آپ کا یہ غلام بیدام کسی گوشہ میں پڑا ہوگا اور رخ تاباں کی زیارت سے محروم ہو جاؤں گا۔ اور جب آپ کا چہرۂ والضحیٰ کی زیارت نہیں ہوگی تو میرے لیے جنت کی ساری لذتیں ختم ہو جائیں گی۔ فراق وہجر کا یہ جانکاہ صدمہ تو اس دل ناتواں سے برداشت نہ ہو سکے گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے عاشق زار کا یہ قلق انگیز واقعہ سن کر فرمایا:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ.

قیامت کے دن آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس کو محبت ہوگی۔

تو فوراً جبرائیل امین یہ مژدۂ جانفزا سنانے کے لیے حاضر ہو گئے اور یہ آیت طیبہ پڑھ کر سنائی جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ہم اطاعت گزار عشاق کو جنت میں جدائی کا صدمہ نہیں پہنچائیں گے بلکہ انہیں اپنے محبوب کی معیت اور وصال میسر ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں صرف ثوبان کی ہی یہ کیفیت نہ تھی بلکہ آپ کے ہر عاشق کا یہی حال ہے۔ اس آیت طیبہ کی مزید وضاحت سے پہلے اس میں ذکر کردہ چند الفاظ کے معانی بیان کر دینا فائدہ سے خالی نہیں ہوگا۔

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت ومحبت کرنے والوں کو جن کی سنگت نصیب ہوگی ان کو اللہ تعالیٰ نے چار اقسام میں تقسیم فرمایا ہے۔ اور ان کی یہ تقسیم علم اور عمل میں انکے حسب مراتب ہے۔ اور عام لوگوں کو اس بات پر برانگیختہ کرنا مطلوب ہے کہ وہ کسی اعتبار سے بھی ان سے پیچھے نہ رہیں۔

1۔ النبیین:

مفرد نبی اس کے مادۂ اشتقاق دو ہیں۔ (1) نبأ بمعنی عظیم خبر دینا۔ (2) نبوۃ ونباوۃ بمعنی بلند اور نمایاں جگہ ہے۔ نبی اپنے علم اور عمل کے کمال درجے پر فائز ہوتا ہے۔ وہ عظیم فائدہ مند اور غیب کی خبریں دیتا ہے۔ اس لیے اسے نبی کہا جاتا ہے۔ اگر دوسرے معنی کا

اعتبار کیا جائے تو معنی یہ ہوگا کہ نبی وہ ہوتا ہے جو تمام مخلوق سے بلند مرتبہ، سب سے اعلیٰ اور شان میں سب سے نرالا ہوتا ہے۔ اور وہ کمال کی حد سے تجاوز کر کے تکمیل کے درجہ پر فائز ہو چکا ہوتا ہے اس لیے اسے نبی کہتے ہیں۔ (مفردات)

2۔ صدیقین

مفرد صدیق نہایت راستباز اور راست گفتار کو کہتے ہیں اور یہاں اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو آیات اور دلائل میں نظر و فکر کی سیڑھیوں پر بلند ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ریاضات، مجاہدۂ نفس، اور تصفیہء قلب کے معرکوں کو سیر کرتے ہوئے اوج عرفان تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں۔ اور خود ان کی حقیقتوں کا اعتراف کرتے ہوئے دوسروں کو ان سے آگاہ کرتے ہیں۔

3۔ شہداء

یہ شہید کی جمع ہے۔ اس کا معنی توحید اور دین کی حقانیت کی شہادت دینے والا اور اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے محبوب کی اطاعت و محبت اور حق کے اظہار کی کوشش میں اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرتے ہیں۔ اور وہ اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا کر اعلاء کلمۃ اللہ کی شہادت دیتے ہیں۔

4۔ صالحین

مفرد صالح اس کا معنی نیک آدمی اور یہاں اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنی زندگیاں اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اور اپنے مال اس کی رضا میں صرف کر دیتے ہیں اور اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے زندگیاں گزار دیتے ہیں۔

5۔ وحَسُنَ اُولٰئِکَ رَفِیقًا

یہ کتنے اچھے دوست ہیں یہاں ماضی کا صیغہ اظہار تعجب کے لیے ہے۔ اور رفیقا کو بطور تمیز یا حال منصوب پڑھا گیا ہے۔ قاعدہ کے مطابق یہاں رفقاء ہونا چاہیے تھا۔ لیکن یہ لفظ صدیق کی طرح واحد اور جمع کے معنی میں استعمال ہوتا رہتا ہے۔ وہ لوگ کتنے خوش نصیب اور بلند بخت ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کا شرف

حاصل ہوا جس کے بدلے میں ان سے یہ وعدہ کیا گیا ہے۔ کہ قیامت کے دن انہیں تمام مخلوق سے اعلیٰ مرتبہ کے اعتبار سے عظیم لوگوں کی مرافقت نصیب ہوگی۔ (ضیاء القرآن)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی سے بھی اس کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ جس طرح ابھی ذکر کیا جائے گا۔ لیکن اس سے پہلے ان لوگوں کے ساتھ سنگت بنانے کا ایک وسیلہ بیان کیا جاتا ہے تا کہ کوئی باہمت آدمی اس وسیلہ کو اپنا کر ان لوگوں کی معیت حاصل کرلے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عَشْرًا اِذَا اَصْبَحَ وَعَشْرًا اِذَا اَمْسٰى اٰمَنَهُ اللّٰهُ مِنَ الْفَزَعِ الْاَكْبَرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَكَانَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ۔ (زبدۃ الواعظین)

کہ وہ آدمی جو مجھ پر صبح کے وقت دس دفعہ درود شریف پڑھتا ہے اور دس دفعہ شام کے وقت تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے بہت بڑی گھبراہٹ سے امن عطا فرمائے گا۔ اور وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا اور وہ انبیاء اور صدیقین ہیں۔

محبت کا تقاضا

محبت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ جس کے ساتھ محبت ہو اس کا کثرت کے ساتھ ذکر کیا جائے۔ جیسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اَحَبَّ شَيْئًا اَكْثَرَ ذِكْرَهٗ۔

جو کسی شئی کے ساتھ محبت کرتا ہے وہ اس کا کثرت سے ذکر کرتا ہے

اور جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرتا ہے تو وہ بھی اس کے ساتھ محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی محبت کا کیا مطلب ہوگا؟ جبکہ وہ اس قسم کے جذبات سے بے نیاز ہے۔ اور اس کا اظہار وہ کیسے فرماتا ہے اس کی وضاحت اس روایت سے ہوتی ہے۔ جس کو حضرت عائشہ

صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روایت کیا ہے۔ آپ فرماتی ہیں:

مَنْ اَحَبَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ وَثَمْرَتُہٗ اَنْ یَّذْکُرَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی رَحْمَتِہٖ و غُفْرَانِہٖ وَیُدْخِلَہُ الْجَنَّۃَ مَعَ اَنْبِیَاءِ ہٖ وَاَوْلِیَاءِ ہٖ وَیُکْرِمُہٗ بِرُؤْیَۃِ جَمَالِہٖ وَمَنْ اَحَبَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَکْثَرَ الصَّلٰوۃَ عَلَیْہِ وَثَمْرَتُہُ الْوُصُوْلُ اِلٰی شَفَاعَتِہٖ وصُحْبَتِہٖ ﷺ فِی الْجَنَّۃِ۔ (کذا فی الجامع الصغیر)

جو آدمی اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے تو وہ اس کا کثرت سے ذکر کرتا ہے۔ تو اس کا اسے اجر یہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت اور بخشش سے نواز دیتا ہے۔ تو اس کو انبیاء کرام اور اولیاء کرام کے ساتھ جنت میں داخل فرمائے گا۔ اور اپنے جمال جہاں آرا کے مشاہدہ سے اس کی عزت افزائی کرے گا۔ اور جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے۔ وہ آپ پر کثرت سے درود شریف پڑھتا ہے تو اسے اس کا اجر یہ حاصل ہو گا کہ اسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی اور جنت میں آپ کی سنگت سے بہرہ ور ہوگا۔

محبت کی پہچان

محبت کی پہچان یہ ہے کہ جس کے ساتھ محبت ہو اس کی اطاعت کی جائے اور اس کا کثرت سے ذکر کیا جائے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّۃِ. فَمَنْ اَرَادَ اَنْ یَنَالَ رُؤْیَۃَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلْیُحِبَّہٗ حُبًّا شَدِیْدًا وَّعَلَامَۃُ الْحُبِّ الْاِطَاعَۃُ فِیْ سُنَّتِہٖ وَاِکْثَارُ الصَّلٰوۃِ عَلَیْہِ السَّلَامُ لِاَنَّ النَّبِیَّ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ قَالَ مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ۔ (رواہ فی الفردوس)

جس نے میری سنت سے محبت کی تو اس نے میرے ساتھ محبت کی۔ اور جس نے میرے ساتھ محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزید فرماتے ہیں کہ جو آدمی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف باد ہونا چاہتا ہے۔ وہ آپ سے زیادہ محبت کرے اور اس کی محبت کی ظاہری علامت یہ ہے کہ آپ کی سنت کے مطابق عمل کرے اور آپ پر کثرت سے درود پڑھا جائے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی شئی سے محبت کرتا ہے وہ اس کا کثرت سے ذکر کرتا ہے۔

اور وہ آدمی جو احکام شریعت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کرتا ہے اور آپ کی سنت پر عمل پیرا ہوتا ہے اسے عظیم اجر سے نوازا جاتا ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

اطاعت اور سنت پر عمل پیرا ہونے کا انعام

عمر بن مرۃ الجہنی بیان کرتے ہیں کہ بنو قضاعہ کا ایک آدمی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جناب میں حاضر ہوا اور عرض کیا: کہ اے اللہ تعالیٰ کے رسول! آپ یہ فرمایئے کہ اگر میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، آپ کی رسالت کے برحق ہونے کی شہادت دوں، پانچ وقت نماز ادا کروں، رمضان شریف کے ماہ مبارک کے روزے رکھوں، اس کی راتوں میں قیام کروں اور باقاعدگی سے زکوٰۃ ادا کروں تو میرا حشر کن لوگوں کے ساتھ ہوگا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس کی موت اس دین پر ہوگی تو وہ قیامت کے دن انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ اس طرح ہوگا پھر آپ نے اپنی انگلی اٹھا دی جب تک کہ وہ اپنے والدین کی نافرمانی نہیں کرے گا کیونکہ والدین کا نافرمان رحمٰن سے بہت دور ہوتا ہے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِيْ فَلَهٗ أَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ

جس نے میری امت کے فساد کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے پکڑے رکھا تو

اسے سو شہیدوں کا ثواب حاصل ہوگا۔

اور زید بن طلحہ نے اپنے باپ اور اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اِنَّ الدِّیْنَ بَدَأَ غَرِیْبًا وَسَیَرْجِعُ غَرِیْبًا فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَآءِ الَّذِیْنَ یُصْلِحُوْنَ مَا اَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ بَعْدِیْ مِنْ سُنَّتِیْ

کہ دین کی ابتداء اجنبیت سے ہوئی اور عنقریب یہ اجنبیت کی طرف لوٹ جائے گا پس مبارک ہو ان غرباء کے لیے جو اس کی اصلاح کریں گے جو میرے بعد لوگوں نے میری سنت میں بگاڑ پیدا کر دیا ہوگا۔ غرباء سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کے مطابق عمل کرنے کی تلقین کرنے والے ہیں۔

(الطریقۃ المحمدیہ)

علماء کرام فرماتے ہیں کہ بندے کے نیک اعمال کی تین اقسام ہیں جن کے مطابق اس کو وہ انعامات حاصل ہوں گے جن کو نہ کسی کان نے سنا ہوگا اور نہ ہی کسی آنکھ نے دیکھے ہوں گے اور نہ ہی ان کے متعلق کسی انسان کے دل میں خیال تک پیدا ہوا ہوگا اور وہ تین قسم کے اعمال یہ ہیں: 1۔ تصدیق قلبی جو نہ دیکھی جاتی ہے اور نہ ہی کانوں سے سنی جاتی ہے بلکہ اسے معلوم ہی کیا جا سکتا ہے 2۔ وہ اعمال جن کو کانوں سے سنا جاتا ہے مثلاً قرآن کریم کا پڑھنا اور احادیث کا سننا وغیرہ 3۔ وہ اعمال جن کو آنکھوں سے دیکھا جاتا ہے جیسے انبیاء کرام کی زیارت اور بیت اللہ شریف کا دیکھنا وغیرہ جو آدمی ان تینوں اقسام کے اعمال کے کرنے پر ہمیشگی اختیار کرتا ہے اور اطاعت پر مواظبت اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں کے ثواب میں کچھ بھی کمی نہیں کرتا بلکہ وہ اسے جنت عطا فرماتا ہے اور بلند درجات پر فائز کرتا ہے۔

دعویٰ محبت میں جھوٹا

وہ آدمی جو کسی کے ساتھ محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور پھر اس کے احکام کی پیروی نہیں کرتا تو وہ اپنے اس دعویٰ میں جھوٹا ہے کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

اَلْمُحِبُّ لِمَنْ يُحِبُّهٗ مُطِيْعٌ

کہ جو کسی کے ساتھ محبت کرتا ہے وہ اس کی اطاعت کرتا ہے۔ تو معلوم ہوا اطاعت محبت کے ساتھ لازم ہے حضرت حاتم الزاہد ایک بہت بڑے صوفی اور تارک الدنیا تھے وہ فرمایا کرتے تھے:

مَنِ ادَّعٰی حُبَّ مَوْلَاهُ مِنْ غَيْرِ وَرَعٍ فَهُوَ كَذَّابٌ وَمَنِ ادَّعٰی دُخُولَ الْجَنَّةِ مِنْ غَيْرِ اِنْفَاقِ مَالٍ فَهُوَ كَذَّابٌ وَمَنِ ادَّعٰی حُبَّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ اتِّبَاعِ السُّنَّةِ فَهُوَ كَذَّابٌ وَمَنِ ادَّعٰی حُبَّ الدَّرَجَاتِ مِنْ غَيْرِ صُحْبَةٍ مَعَ الْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ فَهُوَ كَذَّابٌ. (تنبیہ الغافلین)

جو پرہیزگاری کے بغیر اپنے مولیٰ کی محبت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے اور جو مال خرچ کیے بغیر جنت میں داخل ہونے کا مدعی ہو وہ بھی کذاب ہے اور جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کیے بغیر آپ سے محبت کا دعویٰ کرے وہ بھی کذاب ہے اور جو فقراء اور مساکین کی محبت کے بغیر بلندیٔ درجات کی محبت کا دعویٰ کرے وہ بھی جھوٹا ہے۔

عشاق کے اقوال زریں

سعدون مجنون سے مروی ہے کہ وہ ایک دن اپنی ہتھیلی پر اللہ تعالیٰ کا نام رقم کر رہا تھا تو اسے سری سقطی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اے سعدون! تو کیا لکھ رہا ہے تو اس نے جواب دیا میں اللہ سے محبت کرتا ہوں اور میں نے اس کا نام اپنے دل کی تختی پر لکھا ہوا ہے تا کہ اس میں غیر کی جگہ نہ رہے اور میں نے اس کو اپنی زبان کا ورد بنا رکھا ہے تا کہ اس پر کسی غیر کا ذکر جاری نہ ہو جائے اب میں اسی نام کو اپنی ہتھیلی پر لکھ رہا ہوں تا کہ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھتا رہوں جس سبب سے میری نظر اسی میں مشغول رہے۔ (درۃ الناصحین)

2۔ سمنون ایک بہت بڑے بزرگ اور صوفی تھے انہوں نے اپنی آخری عمر میں ایک

عورت سے شادی کر لی اس سے ایک بچی پیدا ہوئی جب وہ تین سال کی عمر کو پہنچی تو اس نے اپنے دل میں اس کی محبت کو پایا تو اس نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہو چکی ہے انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے جھنڈے نصب کر دیے گئے ہیں اور ان جھنڈوں کے پیچھے ایک ایسا جھنڈا بھی ہے جس کی روشنی بہت بلند اور ہر طرف پھیلی ہوئی ہے آپ نے اس کے متعلق پوچھا تو لوگوں نے آپ کو جواب دیا یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خالص محبت کرنے والوں کا جھنڈا ہے سمنون نے بھی اپنے آپ کو ان میں دیکھا اچانک ایک فرشتہ نمودار ہوا جس نے سمنون کو ان کے درمیان سے باہر نکال دیا تو اس نے کہا میں بھی تو اللہ تعالیٰ کا محبّ ہوں اور یہ عشاق کا جھنڈا ہے مجھے اس سے کیوں نکالا جا رہا ہے تو اس فرشتے نے جواب دیا کہ واقعی تو بھی اللہ کے عشاق میں سے تھا لیکن جب تیری محبت اپنی اولاد سے تیرے دل میں حائل ہوگئی تو ہم نے تیرا نام اللہ تعالیٰ کے عشاق کی فہرست سے مٹا دیا ہے تو سمنون رونے لگا اور بڑی ہی عاجزی سے عرض کرنے لگا اے میرے اللہ! اگر اولاد سے محبت تجھ سے دوری کا باعث ہے تو اس کو مجھ سے دور کر دے تا کہ میں تیرے لطف و کرم سے تیرے نزدیک تر ہو جاؤں تو سمنون نے ایک غیبی آواز سنی جو کہہ رہی تھی ہائے افسوس! پس سمنون بیدار ہوئے پوچھا یہ شور کیسا ہے تو لوگوں نے کہا کہ تیری لختِ جگر چھت سے گر کر دارِ بقا کو سدھار گئی ہے تو آپ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ پڑھا اور کہا اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ۔ کہ تمام تعریفیں اس ذات پاک کے لیے ہیں جس نے اس رکاوٹ کو مجھ سے دور کر دیا۔ (مشکوٰۃ الانوار)

3۔ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ آپ نے ایک آدمی کو ہوا میں چوکڑی مار کر بیٹھے ہوئے دیکھا اور وہاں وہ اللہ کا ذکر کر رہا تھا تو ذوالنون مصری نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے تو اس نے جواب دیا عَبۡدٌ مِّنۡ عِبَادِ اللّٰہِ کہ میں اللہ کے بندوں سے ایک بندہ ہوں تو آپ نے اس سے پوچھا تجھے یہ کرامت و شرافت کیسے حاصل ہوئی تو اس نے جواب دیا میں نے اپنے نفس کی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر قربان کر دیا ہے تو اس نے مجھے ہوا میں بٹھا دیا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ خواہشات نفس اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع کرنے

سے یہ بلند مرتبہ نصیب ہوتا ہے۔

خلاصہ کلام

اس پوری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت اور محبت انبیاء، اولیاء اور صالحین کے ساتھ ملانے کا باعث بنتی ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! صلی اللہ علیک وسلم اس آدمی کے متعلق آپ ارشاد فرمایئے جو کسی قوم سے محبت کرتا ہے کیا اسے ان کے ساتھ ملا دیا جائے گا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔ آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ محبت کرتا ہے۔ (کذا فی المصابیح)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَحَبِیْبِنَا وَشَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ۔

سترہواں وعظ

سلام دینے کی فضیلت

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَآ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ حَسِيْبًا.

اور جب تمہیں کسی لفظ دعا سے سلام دیا جائے تو تم ایسے لفظ سے سلام دو جو اس سے بہتر ہو یا کم از کم وہی لفظ دہرا دو بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔

اسلامی معاشرہ کی بنیاد محبت اور پیار پر ہے ہر وہ عمل جو باہمی محبت اور پیار میں اضافہ کا باعث بنتا ہے اسلام اسے عملی جامہ پہنانے کا حکم دیتا ہے کسی کو السلام علیکم کہنا یہ اس کو سلامتی کی دعا ہے جو محبت میں اضافہ کا باعث بنتی ہے اور جس کو سلام دیا جائے اسے بھی یہ حکم ہے کہ وہ اسی قسم کے الفاظ کے ساتھ یا اس سے بہتر الفاظ کے ساتھ جواب لوٹائے جس طرح مذکورہ بالا آیت طیبہ میں سلام کا جواب دینے کا حکم فرمایا گیا ہے۔

حُيِّيْتُمْ: یہ تَحِيَّةٌ باب تفعیل کے مصدر سے مشتق ہے جس کا معنی زندگی کی درازی کی دعا دینا ہے لیکن جمہور مفسرین کے نزدیک اس سے مراد سلام کہنا ہے سلام دینا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پسندیدہ سنت ہے اور اس کا جواب دینا فرض ہے سلام کا جواب دینے کے قرآن حکیم نے دو طریقے سکھائے ہیں 1۔ سلام کا جواب دینے والا وہی الفاظ دہرائے جن سے اسے سلام کہا گیا ہے 2۔ وہ جواب میں ایسے الفاظ کا اضافہ کرے جو محبت و تکریم پر دلالت کرتے ہیں۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ اگر تمہیں کوئی السلام علیکم کہے تو تم جواب میں وعلیکم السلام ورحمة اللہ کہو اور اگر کوئی السلام علیکم ورحمة اللہ کہے تو تم اسے وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ کے ساتھ جواب دو باہمی محبت و پیار کے جذبات کو ترو تازہ کرنے کا یہ بڑا ہی موثر طریقہ ہے ایک دفعہ ایک آدمی حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو اس نے آپ کو السلام علیک کہا تو آپ نے اس کا جواب وعلیک السلام ورحمة اللہ کے ساتھ دیا اور دوسرا آدمی آیا اس نے السلام علیکم ورحمة اللہ کے ساتھ سلام دیا تو آپ نے اس کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ کہا۔ اور ایک تیسرا آدمی آیا تو اس نے السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ کہا تو آپ نے اس کا جواب صرف وعلیک کے ساتھ جواب دیا۔

تو اس آدمی نے عرض کیا کہ آپ نے قرآن کریم کی آیت کے مطابق جواب نہیں دیا اور اس نے مذکورہ بالا آیت طیبہ تلاوت کر دی تو آپ نے فرمایا کہ تو نے میرے لیے کوئی فضیلت چھوڑی ہی نہیں جس کی مثل میں تیرے سلام کا جواب لوٹاتا۔ (ضیاء القرآن)

جو آدمی کسی اپنے بھائی کو اچھے الفاظ میں سلام دیتا ہے تو اسے اس کے الفاظ کے مطابق اللہ تعالی کی طرف سے بہترین انعام دیا جاتا ہے عمران بن حصین روایت کرتے ہیں:

ایک آدمی حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ فَرَدَّ عَلَیْہِ ثُمَّ جَلَسَ اس آدمی نے السلام علیکم کہا جس کا جواب حضور نے لوٹا دیا پھر وہ بیٹھ گیا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَشْرٌ تو حضور نے فرمایا اس کے لیے دس نیکیاں ہیں۔

ثُمَّ جَآءَ اٰخَرُ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ فَرَدَّ عَلَیْہِ فَجَلَسَ فَقَالَ عِشْرُوْنَ.

پھر دوسرا آدمی آیا اس نے السلام علیکم ورحمة اللہ کہا تو آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اس کا جواب لوٹایا پس وہ بیٹھ گیا تو حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا اس

کے لیے بیس نیکیاں ہیں۔

ثُمَّ جَآءَ اٰخَرُ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ فَرَدَّ عَلَیْهِ فَجَلَسَ فَقَالَ ثَلَاثُوْنَ. پھر تیسرا آدمی آیا اس نے السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاته کہا تو آپ نے انہی الفاظ کے ساتھ اس کا جواب لوٹایا وہ بیٹھ گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے لیے تیس نیکیاں ہیں۔ (رواہ الترمذی وابوداؤد)

سلام کی یہ تعلیم اور فضیلت بہت سے فوائد حاصل کرنے کا ذریعہ اور سبب ہے مثلاً اس کے ذریعہ سے نقصانات سے سلامتی کی دعا دی جاتی ہے اور منافع کے حصول اور ان کے ثبات کی آرزو ہوتی ہے اور اس میں یہ اختیار دیا گیا ہے چاہے تو انہیں الفاظ کے ساتھ جواب لوٹایا جائے یا اس میں کچھ الفاظ کا اضافہ کیا جائے تو یہ بے شمار برکتوں اور سعادتوں کا باعث ہوتا ہے اور یہ جواب لوٹانا فرض کفایہ ہے یعنی اگر سلام کا جواب کوئی بھی نہ لوٹائے تو سارے مجرم ہوں گے اور اگر جماعت میں سے ایک بھی جواب لوٹا دے گا تو تمام گناہ سے بچ جائیں گے اور بعض مقامات پر سلام کا جواب لوٹانا فرض نہیں بلکہ ممنوع ہے جیسے عنقریب اس کی تفصیلات بیان کی جائیں گی۔

سلام کی فضیلت

سلام چونکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے اس کا پھیلانا بہت بڑی فضیلتوں کا باعث ہوتا ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

اَنَّهٗ قَالَ اَلسَّلَامُ اِسْمٌ مِنْ اَسْمَآءِ اللّٰهِ تَعَالٰی فَافْشُوْهُ بَیْنَکُمْ.

آپ نے فرمایا السلام اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے اسے آپس میں خوب پھیلاؤ۔

اور دوسری روایت میں ہے:

اِذَا سَلَّمَ الْمُسْلِمُ عَلَی الْمُسْلِمِ فَرَدَّ عَلَیْهِ سَلَّمَتْ عَلَیْهِ

اَلْمَلَائِکَۃُ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً

جب کوئی مسلمان کسی مسلمان کو سلام دیتا ہے اور وہ اس کا جواب لوٹاتا ہے تو ملائکہ اس کے لیے ستر دفعہ سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔

فَاِنْ لَمْ یَرُدَّ عَلَیْہِ رَدَّ عَلَیْہِ مَنْ مَعَہٗ فَیَلْعَنُوْنَہٗ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً

اگر وہ آدمی جواب نہ لوٹائے اور اس کے ہم نشین سلام کا جواب لوٹا دیں تو فرشتے اس پر ستر دفعہ لعنت کرتے ہیں۔

وَکَانَ اَبُوْ مُسْلِمِ الْخَوْلَانِیُّ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ یَمُرُّ عَلٰی قَوْمٍ فَلَا یُسَلِّمُ عَلَیْھِمْ

ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ جب کسی قوم کے پاس سے گزرتے تو انہیں سلام نہ دیتے۔

اور کہتے:

لَا یَمْنَعُنِیْ مِنَ السَّلَامِ عَلَیْھِمْ اِلَّا اَنِّیْ اَخْشٰی اَنْ لَّا یَرُدُّوْا عَلَیَّ فَتَلْعَنُھُمُ الْمَلَآئِکَۃُ (بحر العلوم)

میں انہیں اس لیے سلام نہیں کہتا کہ میں ڈرتا ہوں کہ اگر وہ میرے سلام کا جواب نہیں لوٹائیں گے تو ملائکہ ان پر لعنت کریں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے جس میں وہ سلام دینے کی فضیلت اس طرح بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ حَتّٰی تُؤْمِنُوْا اِیْمَانًا کَامِلًا وَّلَا تُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی تَحَابُّوْا اَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی شَیْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْہُ تَحَابَبْتُمْ اَفْشُوا السَّلَامَ بَیْنَکُمْ (رواہ مسلم وابوداؤد)

تم جنت میں داخل نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ تم کامل ایمان نہ لاؤ اور تم کامل مومن نہیں بن سکتے یہاں تک کہ آپس میں محبت کرو کیا میں تمہیں وہ عمل نہ بتاؤں

کہ جب تم وہ کرو تو آپس میں محبت کرو گے اور وہ یہ ہے کہ تم اپنے درمیان سلام کو عام کرو۔

نوٹ: اس حدیث پاک سے سلام کے پھیلانے اور تمام مسلمانوں کو سلام کرنے پر ابھارنا ہے۔ خواہ تم اسے پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے:

اَیُّھَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوا بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ

اے لوگو! سلام پھیلاؤ اور کھانا کھلاؤ اور رات کو اس وقت نماز ادا کرو جب باقی لوگ سو رہے ہوں تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

اس نماز سے مراد تہجد ہے جو بہت بڑی بخششوں کا باعث ہوتی ہے۔

انس بن مالک کو وصیت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دس سال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کام میں نے کیا اس کے متعلق مجھ سے یہ نہیں پوچھا کہ تو نے یہ کام کیوں کیا اور جو کام میں نے نہیں کیا اس کے بارے میں یہ نہیں فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں نہیں کیا۔ ایک دن آپ نے مجھے فرمایا: اَنَسُ اِنِّیْ مُوْصِیْکَ بِوَصِیَّۃٍ فَاحْفَظْھَا کہ اے انس! میں تجھے وصیت کرتا ہوں تو اسے یاد کر لے پھر فرمایا:

اَکْثِرِ الصَّلٰوۃَ فِی اللَّیْلِ تُحِبُّکَ الْحَفَظَۃُ وَاِذَا دَخَلْتَ عَلٰی اَھْلِکَ فَسَلِّمْ عَلَیْھِمْ یَزِدِ اللّٰہُ فِیْ بَرَکٰتِکَ

رات کو کثرت سے نوافل پڑھا کر تو محافظ فرشتے تجھ سے محبت کریں گے اور جب تو اپنے گھر میں داخل ہو تو ان کو سلام کہو۔ اللہ تعالیٰ تیری برکتوں میں

اضافہ فرمائے گا۔

اور اگر تو بستر پر سونے سے پہلے طہارت کر سکتا ہے تو کر فَاِنَّکَ اِنْ مِتَّ مِتَّ شَہِیْدًا کہ اگر تو اس حالت میں مرے گا تو تو شہادت کی موت مرے گا اور جب تو گھر سے باہر نکلے تو ہر اس آدمی کو سلام کہا کرو جس سے تیری ملاقات ہو کہ اللہ تعالیٰ تیری نیکیوں میں اضافہ کرے گا۔ اور بڑے مسلمانوں کی عزت کیا کرو اور ان کے چھوٹوں پر رحم کیا کرو تو میں اور تو جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح اکٹھے ہوں گے اور پھر آپ نے شہادت اور درمیانی انگلی ملا دی۔ اور فرمایا اے انس! تو جان لے اللہ تعالیٰ بندے پر اس لقمہ کے بدلے راضی ہو جاتا ہے جو وہ کھاتا ہے اور اس پر اللہ کی حمد بیان کرتا ہے"۔ کیا ہی شان بندہ نوازی ہے؟ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ نصیحتیں فرمائی ہیں جن کی وجہ سے آپ کی نیکیوں میں اضافہ ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب کا جنت میں قرب حاصل ہوگا اور ان سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے گا۔

پہلے کون سلام دے

بستان العارفین میں مذکور ہے کہ جب تم کسی قوم کے پاس سے گزرو تو ان کو سلام کہو تو ان پر تمہارے سلام کا جواب دینا واجب ہوگا پھر آپ نے فرمایا کہ چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام دے اور عمر میں چھوٹا بڑے کو اور سوار پیدل کو سلام کرے اور گھوڑے کا سوار گدھے کے سوار کو سلام دے۔ اور پیچھے سے آنے والا آگے جانے والے کو سلام دے اور وہ آدمی جو سلام دینے والے کی آواز نہیں سنتا اس پر سلام کا جواب دینا واجب نہیں اور اگر گھر میں داخل ہو تو اپنے اہل خانہ کو سلام دے اور اگر گھر میں کوئی آدمی موجود نہ ہو پھر اس طرح سلام دے:

اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ. اَلسَّلَامُ عَلٰى اَهْلِ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

کیونکہ روایت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہر مسلمان آدمی کے گھر میں موجود

ہوتے ہیں اور آپ اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں اور فرشتے بھی اس کے سلام کا جواب لوٹاتے ہیں بچوں کو سلام دینے میں علماء کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک بچوں کو سلام نہ دینا افضل ہے اور بعض کے نزدیک ان کو سلام دینا جائز ہے۔

سلام کے مختلف مسائل

1۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے اپنی کتاب میں مجھ پر درود شریف بھیجا تو ملائکہ اس کے لیے اس وقت تک اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے رہیں گے جب تک میرا نام اس کتاب میں موجود رہے گا۔

2۔ گفتگو کرنے سے پہلے اور ضرورت سے پہلے سلام دینا پسندیدہ سنت ہے۔

3۔ اگر جماعت موجود ہو تو اس جماعت میں سے ایک فرد کا سلام دینا تمام کی طرف سے کافی ہو جائے گا لیکن ان تمام کا سلام دینا افضل اور اکمل ہے۔

4۔ جس کو سلام دیا جائے اس پر واجب ہے کہ وہ سلام کا جواب لوٹائے اگر وہ سلام کے الفاظ نہ سنے تو بھی جواب لوٹانے کا فرض اس پر ساقط نہیں ہوگا۔

5۔ اگر وہ بہرہ ہو تو سلام دینے والے پر واجب ہے کہ وہ سلام کے الفاظ کے ساتھ اپنے ہونٹوں کو بھی اس طرح حرکت دے کہ جواب لوٹانے والا انہیں دیکھ لے تاکہ وہ سلام کا جواب لوٹا سکے۔

6۔ اگر کوئی آدمی السلام علیک کہے تو جواب دینے والا وعلیکم السلام کہے کیونکہ بندۂ مومن اکیلا نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ محافظ فرشتے بھی ہوتے ہیں اب اگر وہ صرف وعلیک السلام کے ساتھ جواب لوٹائے گا تو ملائکہ کی دعاؤں سے محروم رہ جائے گا۔

7۔ سلام کا جواب فوراً لوٹانا چاہیے اگر کوئی آدمی جواب لوٹانے میں دانستہ تاخیر کرے تو وہ جواب نہیں ہوگا اور ایسا کرنے والا گناہ گار ہوگا۔

جن کو سلام دینا جائز نہیں

فتاویٰ تاتارخانیہ میں مرقوم ہے کہ 1۔ بلند آواز سے قرآن کریم کی تلاوت کرنے

والے کوسلام دینا مکروہ تحریمی ہے لیکن اگر کوئی آدمی اسے سلام دے دے تو اس کے لیے جواب کا لوٹانا بہتر ہے کیونکہ اس طرح اسے دو فضیلتیں حاصل ہوں گی۔ 1۔ قرآن کریم کی تلاوت کی۔ 2۔ سلام کا جواب لوٹانے کی فضیلت۔

2۔ دوران خطبہ اور غسل کرتے وقت سلام دینا اور جواب لوٹانا دونوں ناجائز ہیں۔

3۔ جو آدمی قرآن کریم سن رہا ہو یا کسی علمی مذاکرہ میں حصہ لے رہا ہو یا اذان دے رہا ہو۔ یا اقامت کہہ رہا ہوان تمام صورتوں میں نہ سلام دینا جائز ہے اور نہ ہی جواب لوٹانا جائز ہے اگر ان صورتوں میں کوئی سلام دے یا کوئی سلام کا جواب لوٹائے تو وہ دونوں گناہ گار ہوں گے۔

4۔ نمازی کوسلام دینے والا اور جواب لوٹانے والا دونوں گناہ گار ہیں۔

5۔ عدالت میں جج کوسلام دینا مکروہ ہے اس پر سلام کا جواب دینا واجب نہیں۔

6۔ اگر کوئی استاد سبق پڑھا رہا ہو تو اسے سلام دینا مکروہ ہے اور اس کے لیے جواب دینا واجب نہیں۔

7۔ شطرنج کھیلنے والا۔ جھوٹ بولنے والا، بدعتی، ملحد، زندیق، ہنسانے والا، جھوٹے قصے کہانیاں بیان کرنے والا بے ہودہ باتیں اور گالی گلوچ کرنے والا، خوبصورت عورتوں اور بغیر ڈاڑھی کے لڑکوں کو دیکھنے کے لیے راستہ میں بیٹھنے والا، بازاری لوگوں کی طرح بازار میں کھانے پینے والا، گانے گانے والا، کبوتر باز، اور کافر وغیرہ تمام کوسلام دینا اور ان کے سلام کا جواب لوٹانا بالکل ناجائز ہے۔ (درۃ الناصحین)

- اگر کوئی بدمذہب یا بے دین یا کافر سلام دے تو اس کے جواب میں صرف علیک کا لفظ استعمال کیا جائے اور اس سے پہلے واؤ ذکر نہ کی جائے۔ اور ان کوسلام دینا حرام ہے جیسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا تَبْدَؤُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی بِسَلَامٍ وَإِذَا لَقِیْتُمْ اَحَدَهُمْ فِی الطَّرِیْقِ فَاضْطَرُّوْهُ اِلٰی مَنْعِه.

"یہود و نصاریٰ کوسلام دینے کے ساتھ ابتدا نہ کرو اگر راستہ میں اتفاقاً ان کے ساتھ ملاقات ہو جائے تو انہیں سلام نہ دینے پر مجبور کرو کیونکہ ابتداءً کسی کوسلام دینا اس کے لیے اعزاز

ہوتا ہے اور کفار اس قابل نہیں کہ انہیں اس اعزاز سے نوازا جائے۔ اس لیے ان کو سلام دینے میں پہل کرنا یہ قطعاً ناجائز ہے۔

جنت کی نعمتوں کی فضیلت اور ان کے حصول کا طریقہ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ہر قسم کے رنگوں سے رنگین کمرے ہیں اور وہ اتنے شفاف ہیں کہ ان کے اندر سے ان کا باہر نظر آتا ہے اور ان کے باہر سے ان کا اندر نظر آتا ہے اور ان میں ایسی نعمتیں ہیں جن کو نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ ہی ان کے متعلق کسی کان نے سنا ہے اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں ان کا خیال تک پیدا ہوا ہے تو صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم ایسے محلات کن خوش نصیبوں کے لیے ہوں گے تو آپ نے فرمایا: کہ یہ محلات ان لوگوں کے لیے ہوں گے جو سلام پھیلاتے ہیں اور لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور ہمیشہ روزے رکھتے ہیں رات کو اٹھ کر تہجد کی نماز ادا کرتے ہیں جبکہ دوسرے لوگ میٹھی نیند کے مزے لے رہے ہوتے ہیں تو صحابہ کرام نے عرض کیا اے اللہ کے محبوب! ایسے کام کرنے کی کون طاقت رکھ سکتا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا میں تمہیں اس کی خبر دیتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جب کوئی آدمی دوسرے مسلمان بھائی سے ملاقات کرے تو اسے سلام کہے اور اپنے اہل وعیال کو کھانا کھلائے۔ یہاں تک کہ وہ انہیں خوب سیر کر دے اور وہ آدمی جو رمضان شریف کے روزوں کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو گویا اس نے ہمیشہ روزے رکھے اور وہ آدمی جس نے عشاء اور صبح کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی گویا اس نے تمام رات نماز پڑھتے گزار دی اور سونے والے لوگوں سے مراد یہود ونصاریٰ اور مجوسی ہیں اسی طرح علامہ امام اندلسی نے تصریح فرمائی ہے۔

شیطان کی آہ وفغاں

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں:

اِنَّ اِبْلِيْسَ عَلَيْهِ اللَّعْنَةُ يَبْكِيْ عِنْدَ سَلَامِ الْمُؤْمِنِ وَيَقُوْلُ وَاوَيْلَاهُ لَا يَفْتَرِقُ هٰذَانِ الْمُؤْمِنَانِ حَتّٰى يُغْفَرَ بِهِمَا.

جب ایک مومن اپنے دوسرے مومن بھائی کو سلام دیتا ہے تو شیطان لعین زاروقطار رونا شروع کر دیتا ہے اور پکارتا ہے ہائے ہلاکت ہائے بربادی کہ یہ دونوں مومن ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ ان دونوں کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

مختلف قوموں کے سلام

نصاریٰ کا سلام منہ پر ہاتھ رکھنا ہے، یہود کا سلام انگلی سے اشارہ کرنا ہے، مجوسیوں کا سلام جھکنا ہے، مسلمانوں کا سلام السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ہے یہ سب سے زیادہ اشرف سلام ہے اور عربوں کا سلام خدا تجھے زندہ رکھے اور انگریزوں کا سلام Good Evening Good Morning وغیرہ ہے۔

نوٹ: اس تمام مذکورہ بالا بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام میں سلام کی بہت زیادہ اہمیت ہے یہ آپس میں محبت کے اضافہ کا سبب ہے، جنت کی نعمتوں کے حصول کا ذریعہ ہے اور گناہوں کی بخشش کا باعث ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کے احکام پر سچے دل سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ

اٹھارہواں وعظ

ماہ رجب کی فضیلت

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِیۡمِ

اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ.

وَسَارِعُوۡۤا اِلٰی مَغۡفِرَةٍ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَجَنَّةٍ عَرۡضُهَا السَّمٰوٰتُ

وَالۡاَرۡضُ اُعِدَّتۡ لِلۡمُتَّقِیۡنَ.

(اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے) اور اپنے پروردگار کی مغفرت کے حصول کی طرف اور اس جنت کی طرف، جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، جلدی کرو جو متقین کے لیے تیار کی گئی ہے۔

اس آیت طیبہ میں اللہ تعالیٰ یہ حکم فرما رہا ہے کہ ان اسباب کو تلاش کرنے میں جلدی کرو جو تمہارے پروردگار کی بخشش اور جنت تک پہنچانے کا باعث بنتے ہیں جس طرح اپنے گناہوں پر ندامت کے آنسو بہانا، سچے دل سے توبہ کرنا اور استغفار کرنا یہ گناہوں کی بخشش اور مغفرت کا ذریعہ ہوتے ہیں درجات کی بلندی اور برکات کے حصول کا باعث بنتے ہیں اسی طرح اعمال بھی جنت کی ابدی نعمتوں کے پانے اور بخشش کے حصول کا ذریعہ بن سکتے ہیں اس لیے علماء کرام نے اس آیت طیبہ کے معانی اور تفسیر بیان کرنے میں اپنے ذوق اور عمل کا مظاہرہ کیا ہے امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مَغۡفِرَةٍ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ کی طرف جلدی کرنے سے مراد ان اعمال کو اپنانے کا حکم ہے جو بخشش اور وسیع تر جنت کے حصول کا باعث بن سکتے ہیں مثلاً اسلام، توبہ اور اخلاص۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، جو کہ سید المفسرین ہیں، نے بھی اس سے یہی مراد لیا ہے البتہ عکرمہ اور علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہما نے

فرائض کا ادا کرنا مراد لیا ہے جبکہ ابو عالیہ اور ضحاک نے ہجرت اور جہاد کے ساتھ اس کی تفسیر بیان فرمائی ہے۔ مقاتل نے اعمال صالحہ اور انس ابن مالک نے اس سے تکبیر اولی مراد لی ہے اور جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ کہ جنت جس کا عرض آسمانوں اور زمین کی وسعت کے برابر کہنا بطور تمثیل اور مبالغہ ہے اور عرض کا ذکر کرنا بھی مبالغہ کے لیے ہی ہے۔ تو جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہوگا اس کے طول کا کون اندازہ لگا سکتا ہے اسی لیے جب انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا جنت آسمان میں ہے یا زمین میں تو آپ نے فرمایا کون سی ایسی زمین اور آسمان ہے جس میں جنت سما سکتی ہے آپ نے فرمایا کہ جنت سات آسمانوں کے اوپر اور عرش کے نیچے ہے اور جہنم سات زمینوں کے نیچے ہے امام زہری فرماتے ہیں کہ جس کے عرض کا یہ وصف ہے اس کا طول اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(بیضاوی شریف)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس عمل کی طرف جلدی کرنے کا حکم مراد لیا وہ تکبیر اولیٰ ہے اس لیے تکبیر اولیٰ اور اس کے اجر و ثواب کی وضاحت کر دینا بھی فائدہ سے خالی نہیں ہوگا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

اَلتَّكْبِيْرَةُ الْاُوْلٰى يُدْرِكُهَا الْمُؤْمِنُ مَعَ الْاِمَامِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ حَجَّةٍ وَّعُمْرَةٍ

بندہ مومن جو امام کے ساتھ تکبیر اولیٰ میں شریک ہوتا ہے یہ اس کے لیے ہزار حج اور عمرہ سے زیادہ بہتر ہے۔

وَلَهٗ مِنَ الْاَجْرِ وَمَنْ تَصَدَّقَ بِوَزْنِ جَبَلِ اُحُدٍ ذَهَبًا عَلَى الْمَسَاكِيْنِ يُكْتَبُ لَهٗ بِكُلِّ رَكْعَةٍ عِبَادَةُ سَنَةٍ وَّيَكْتُبُ اللّٰهُ لَهٗ بَرَآءَتَيْنِ بَرَآءَةً مِّنَ النَّارِ وَبَرَآءَةً مِّنَ النِّفَاقِ وَلَا يَخْرُجُ مِنَ الدُّنْيَا حَتّٰى يَرٰى مَكَانَهٗ فِى الْجَنَّةِ وَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِلَا

حِسَاب۔

اس آدمی کو تکبیر اولیٰ میں شریک ہونے کا ثواب جبل احد کے وزن کے برابر مساکین پر سونا خرچ کرنے کے برابر ملتا ہے اور ہر رکعت کے بدلے اس کے لیے ایک سال کی عبادت لکھ دی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے لیے دوزخ اور نفاق سے براءت لکھ دیتا ہے۔ اور وہ دنیا سے اس وقت تک نہیں نکلے گا جب تک کہ وہ جنت میں اپنا ٹھکانہ نہیں دیکھ لیتا اور وہ بغیر حساب جنت میں داخل ہوتا ہے۔

(مجالس الانوار)

فقہی مسئلہ

تکبیر اولیٰ کی تعریف میں علماء کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ تکبیر اولیٰ کا وقت امام کے سورہ فاتحہ سے فارغ ہونے تک ہے اور بعض کہتے ہیں کہ امام کے قرآت شروع کرنے تک کا وقت ہے لیکن اکثر مفسرین اور فقہا نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے۔

رجب شریف کا مہینہ ان اسباب میں سے ہے جو بندۂ مومن کے گناہوں کی بخشش کا باعث بنتے ہیں اور جن کو اپنانے پر اجر عظیم حاصل ہوتا ہے بشرطیکہ وہ فرائض پابندی سے ادا کرتا رہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَحْیٰی اَوَّلَ لَیْلَةٍ مِّنْ رَجَبَ لَمْ یَمُتْ قَلْبُہٗ اِذَا مَاتَتِ الْقُلُوْبُ وَصَبَّ اللّٰہُ الْخَیْرَ مِنْ فَوْقِ رَأْسِہٖ صَبًّا وَّخَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِہٖ کَیَوْمٍ وَّلَدَتْہُ اُمُّہٗ فَیَشْفَعُ بِسَبْعِیْنَ اَلْفًا مِّنْ اَھْلِ الْخَطَایَا قَدِ اسْتَوْجَبُوا النَّارَ کَذَا فِیْ لُبِّ الْاَلْبَابِ مِنَ الْمَوْلٰی تَاجِ الْعَارِفِیْنَ (اعراجیہ)

جو آدمی رجب کی پہلی رات جاگ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو اس کا دل مردہ نہیں ہوگا جبکہ دوسرے لوگوں کے دل مردہ ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اس پر خیرات و برکات خوب انڈیلتا ہے اور وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے

جس طرح وہ بچہ گناہوں سے پاک ہوتا ہے جب وہ اپنی ماں کے بطن سے جنم لیتا ہے۔ اور وہ ستر ہزار ایسے گناہ گاروں کی شفاعت کرے گا (اللہ کے اذن سے) جو آگ کے مستحق ہو چکے تھے۔

رجب شریف میں روزہ رکھنے کا ثواب

جس طرح ماہ رجب میں رات کی عبادت کرنا گناہوں کی بخشش اور دوزخ سے آزادی کا باعث بنتی ہے اسی طرح اس کے دن کا روزہ رکھنا بھی بے شمار برکتوں اور سعادتوں کا باعث بنتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

اَلَا اِنَّ رَجَبَ شَهْرُ اللّٰهِ الْاَصَمُّ فَمَنْ صَامَ مِنْهُ يَوْمًا اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا اِسْتَوْجَبَ عَلَيْهِ رِضْوَانُ اللّٰهِ الْاَكْبَرُ وَمَنْ صَامَ يَوْمَيْنِ لَا يَصِفُ الْوَاصِفُوْنَ مِنْ اَهْلِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ مَا لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْكَرَامَةِ. وَمَنْ صَامَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ عُوْفِيَ مِنْ كُلِّ بَلَاءِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْاٰخِرَةِ وَالْجُنُوْنِ وَالْجَذَامِ وَالْبَرْصِ وَمِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ وَمَنْ صَامَ سَبْعَةَ اَيَّامٍ غُلِقَتْ عَلَيْهِ سَبْعَةُ اَبْوَابِ جَهَنَّمَ وَمَنْ صَامَ ثَمَانِيَةَ اَيَّامٍ فُتِحَتْ لَهٗ ثَمَانِيَةُ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَمَنْ صَامَ عَشْرَةَ اَيَّامٍ لَمْ يَسْئَلْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ. وَمَنْ صَامَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا غَفَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى ذُنُوْبَهٗ مَا تَقَدَّمَ وَبَدَّلَ سَيِّاٰتِهٖ بِحَسَنَاتٍ وَّمَنْ زَادَ زَادَهُ اللّٰهُ اَجْرَهٗ. (زبدۃ الواعظین)

کہ بے شک رجب اللہ تعالیٰ کا بہرہ مہینہ ہے جو اس میں ایمان اور ثواب کے حصول کے لیے ایک روزہ رکھے گا وہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی خوشنودی کا مستحق بنا دیا جائے گا اور جو رجب کے دو روزے رکھے گا اسے اللہ کی طرف سے ایسی کرامت اور شرافت حاصل ہو گی جس کو اہل آسمان اور زمین بیان کرنے

سے قاصر ہیں۔ اور جس نے رجب کے تین روزے رکھے تو اسے دنیا کی ہر آزمائش اور آخرت کے عذاب، جنون، جذام، برص اور دجال کے فتنہ سے بچالیا جائے گا۔ اور جس نے اس ماہ کے سات روزے رکھے اس پر جہنم کے سات دروازے بند کر دیے جائیں گے اور اس ماہ میں آٹھ روزے رکھنے والے کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جائیں گے اور جو اس ماہ کے دس روزے رکھے گا تو وہ اللہ سے جو مانگے گا وہ اسے عطا کر دیا جائے گا اور جس نے اس ماہ کے پندرہ دن روزے رکھے اس کے سابقہ تمام گناہ اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا اور اس کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دے گا اور اس ماہ میں کوئی جتنے زیادہ روزے رکھے گا اس کے اجر میں اللہ تعالیٰ اتنا ہی اضافہ کر دے گا۔ بشرطیکہ باقی تمام فرائض ادا کرتا رہے۔

اس ماہ مقدس کے روزوں کی برکات کے متعلق ایک اور روایت سن لیجئے جو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی گئی ہے ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''رجب کے پہلے جمعہ کی رات کا جب تیسرا حصہ گزر جاتا ہے تو آسمان اور زمین کے تمام ملائکہ خانہ کعبہ میں جمع ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں دیکھ کر فرماتا ہے اے میرے ملائکہ! جو چاہتے ہو مانگو تمہیں عطا کیا جائے گا تو وہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہماری التجا یہ ہے کہ تو ہر اس آدمی کے گناہ معاف کر دے جو ماہ رجب میں روزہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے ان کو معاف کر دیا۔'' (زبدۃ الواعظین)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن تمام لوگ بھوکے ہوں گے سوائے انبیاء کرام اور ان کی اہل بیت اور شعبان، رجب اور رمضان شریف کے روزے رکھنے والوں کے۔ کیونکہ وہ اس طرح سیر ہوں گے کہ انہیں بھوک اور پیاس نہیں ستائے گی۔ (رونق المجالس)

رجب میں درود شریف پڑھنے کا ثواب

مجالس الابرار میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک روایت نقل کی گئی ہے جس میں رجب شریف کے مہینہ میں درود شریف پڑھنے کا خصوصی ثواب حاصل ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ معراج کی رات میں نے ایک ایسی نہر دیکھی جس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا، برف سے زیادہ ٹھنڈا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے۔ میں نے جبرائیل سے پوچھا یہ نہر کس کے لیے ہے تو اس نے جواب دیا یہ ہر اس آدمی کے لیے ہے جو ماہ رجب میں آپ پر درود شریف پڑھتا ہے۔

حضرت مقاتل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ کوہ قاف کے پیچھے ایک سفید زمین کا حصہ ہے جس کی مٹی چاندی کی طرح اور جس کی وسعت دنیا سے سات گنا ہے جو ملائکہ سے بھری ہوئی ہے اور ملائکہ کی وہاں اتنی تعداد ہے کہ اگر سوئی گر جائے تو وہ ان میں سے کسی ایک پر ہی گرے گی ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایسا جھنڈا ہے جس پر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا ہوا ہے۔ وہ رجب کی ہر جمعرات کو کوہ قاف کے اردگرد اکٹھے ہوتے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کی سلامتی کے لیے عاجزی کے ساتھ دعا کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں: اے ہمارے پروردگار: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت پر تو رحم فرما اور انہیں عذاب نہ دے اور وہ صبح تک عاجزی سے استغفار کرتے رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اے میرے ملائکہ! مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم میں نے ان تمام کو بخش دیا ہے۔ (مجالس الابرار)

رجب کے الفاظ کے معانی

رجب کے لفظ میں تین حروف ہیں 1۔ ر: یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر دلالت کرتی ہے۔ 2۔ ج: بندے کے جرم کو ظاہر کرتی ہے۔ 3۔ ب: اللہ کے احسان پر دلالت کرتی ہے تو مطلب یہ ہوا کہ اللہ فرماتا ہے اے میرے بندے! میں نے تیرا جرم اور گناہ اپنی رحمت اور احسان کے درمیان کرلیا ہے۔ رجب شریف کے مہینہ کی برکت سے نہ تیرا جرم باقی رہے گا

اور نہ ہی گناہ۔ (مجالس الانوار)

رجب کو اصم کہنے کی وجوہات

بیان کیا گیا ہے کہ جب رجب کا مہینہ گزر جاتا ہے تو وہ آسمان کی طرف بلند ہوتا ہے تو اسے اللہ فرماتا ہے: ''کیا لوگ تجھے پسند کرتے ہیں اور تیری تعظیم کرتے ہیں تو وہ خاموش ہو جاتا ہے اور کچھ نہیں بولتا یہاں تک کہ تین دفعہ یہی سوال دہرایا جاتا ہے تو پھر وہ عرض کرتا ہے اے میرے اللہ! تو ستار العیوب ہے اور تو نے اپنی مخلوق کو بھی یہ حکم دے رکھا ہے کہ مَنْ سَتَرَ عُیُوْبَ النَّاسِ سَتَرَ اللّٰہُ عَیُوْبَہٗ کہ جو لوگوں کے عیب چھپاتا ہے اللہ اس کے عیب چھپاتا ہے۔ اور تیرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے اصم (بہرہ) کا نام دیا ہے میں لوگوں کی نیکیاں سنتا ہوں لیکن ان کے گناہ نہیں سنتا اسی وجہ سے مجھے اصم کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ تو بہرہ ہے جو ایک عیب ہے اور میرے بندے بھی عیوب سے خالی نہیں میں تیری عزت کی وجہ سے ان کو عیوب کے باوجود قبول کرتا ہوں جس طرح میں نے تجھے قبول کیا اور تجھ سے حیا کرتے ہوئے تیرے اندر کیے جانے والے ان کے گناہ نہیں لکھے جاتے''۔

بعض نے کہا ہے کہ اس ماہ کو اصم کا لقب دینے کی وجہ یہ ہے کہ باقی تمام مہینوں میں کراماً کاتبین اچھے اور برے سب اعمال لکھتے ہیں اور رجب کے مہینہ میں صرف نیک اعمال ہی لکھے جاتے ہیں گویا کہ انہوں نے لوگوں کے گناہوں کے متعلق سنا ہی نہیں کہ وہ ان کو لکھتے۔

ماہ رجب کی عبادات کی فضیلت

اخلاص کے ساتھ کی جانے والی عبادت خواہ کسی وقت اور کسی مہینے میں کی جائے اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے بعض ایام کو یہ شرف بخشا ہے کہ ان میں کی جانے والی عبادت زیادہ مقبول ہوتی ہے اور اس کا اجر و ثواب بہت زیادہ ہوتا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ رَجَبَ شَھْرُ اللّٰہِ وَشَعْبَانَ شَھْرِیْ وَرَمَضَانَ شَھْرُ اُمَّتِی

بے شک رجب اللہ کا مہینہ ہے اور شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے۔

یعنی رجب اللہ کی بخشش کا مہینہ اور شعبان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی التجاؤں کو قبول کرنے کا مہینہ اور رمضان شریف امت کے گناہوں کی بخشش کا مہینہ ہے۔

ابو محمد الخلال حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے رجب کے فضائل کے متعلق ایک حدیث پاک نقل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

صَوْمُ اَوَّلِ يَوْمٍ مِنْ رَجَبَ كَفَّارَةُ ثَلَاثِ سِنِيْنَ وَالثَّانِيْ كَفَّارَةُ سَنَتَيْنِ. وَالثَّالِثُ كَفَّارَةُ سَنَةٍ. ثُمَّ كُلُّ يَوْمٍ كَفَّارَةُ شَهْرٍ. كَمَا فِي الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ وَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يَصُمْ بَعْدَ رَمَضَانَ اِلَّا رَجَبَ وَشَعْبَانَ. (رواہ البخاری والمسلم)

رجب کے پہلے دن کا روزہ تین سالوں کے گناہوں کا کفارہ ہے دوسرے دن کا روزہ دو سالوں کے گناہوں کی بخشش کا ذریعہ اور تیسرے دن کے روزہ سے ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اس کے بعد ہر دن کا روزہ ایک مہینہ کے گناہوں کا کفارہ ہے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان شریف کے بعد رجب اور شعبان کے سواء کسی مہینے میں بھی روزہ نہیں رکھتے تھے۔

رجب نام رکھنے کی وجہ

عربوں نے جب سال کے مہینوں کے نام تجویز کیے تو انہوں نے موسموں کی مناسبت سے ان کے نام رکھے۔ اسی طرح رجب کا نام رکھنے کی ایک خاص وجہ بیان کی ہے اور وہ یہ ہے کہ رجب کا معنی تعظیم کرنا ہے اور عربوں کے ہاں یہ مہینہ بہت ہی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور اس کی تعظیم کی جاتی تھی اسی وجہ سے اس کا اَشْهُرُ الْحُرُمْ یعنی حرمت کے

مہینوں میں شمار کیا گیا ہے اور رجب کے مہینہ کی ان کے ہاں اتنی تعظیم تھی کہ کعبہ کے خدام اس پورے مہینہ میں بیت اللہ کا دروازہ کھولے رکھتے تھے جبکہ سال کے باقی مہینوں میں صرف سوموار اور جمعرات کو اس کا دروازہ کھولتے تھے اور وہ یہ کہتے تھے کہ رجب اللہ تعالیٰ کا مہینہ اور کعبہ اللہ تعالیٰ کا گھر اور انسان اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کے بندے کو اللہ تعالیٰ کے مہینے میں اللہ تعالیٰ کے گھر داخل ہونے سے نہیں روکا جا سکتا۔

حکایت

بیان کیا جاتا ہے کہ بیت المقدس میں ایک عبادت گزار عورت رہائش پذیر تھی اس کی عادت یہ تھی کہ جب رجب کا مہینہ آتا تو ہر روز اس میں بارہ دفعہ سورۂ اخلاص پڑھتی اور قیمتی لباس پہننا چھوڑ دیتی اور ٹاٹ کا لباس پہن لیتی۔ وہ رجب کے مہینہ میں بیمار ہو گئی اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ وہ اسے ٹاٹ کے کفن میں ہی دفن کرے جب وہ فوت ہو گئی تو اس کے بیٹے نے نمود و نمائش کے لیے اسے بہترین قسم کے کفن میں دفن کیا تو اسے خواب میں اپنی والدہ کی زیارت ہوئی جو اسے جھڑک رہی تھی کہ اس نے اس کی وصیت کے مطابق عمل کیوں نہیں کیا۔ اور وہ اس سے ناراض دکھائی دیتی تھی وہ گھبرا کر نیند سے بیدار ہوا اپنی والدہ کی وصیت پر عمل کرنے کے لیے اس کی قبر اکھیڑ دی لیکن اسے قبر میں نہ پا کر ششدر رہ گیا اور رونے لگا اچانک غیب سے آواز آئی کہ تو نہیں جانتا کہ جو ہمارے مہینہ رجب کی عزت کرتا ہے ہم اسے قبر میں اکیلا نہیں چھوڑتے۔ (زبدۃ الواعظین)

بجلی کے چمکنے کی طرح پل صراط سے گذرنا

فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ جو آدمی رجب کے مہینہ میں نفلی عبادت کرتا ہے اسے رَجَبِیْ کہتے ہیں اور قیامت کے دن اس کو بڑی عزت و احترام کے ساتھ پل صراط کے اوپر سے گذارا جائے گا بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن ایک بلانے والا آواز دے گا کہ رجب کے مہینہ میں عبادت کرنے والے کہاں ہیں؟ پھر ایک نور ظاہر ہوگا جس کے پیچھے جبرائیل اور میکائیل چل رہے ہوں گے اور ان کے پیچھے رجب شریف کے مہینہ میں عبادت کرنے

والے ہوں گے اور وہ سب پل صراط کا کٹھن اور پر پیچ راستہ چشم زدن میں بجلی کی چمک کی طرح طے کریں گے اور پل صراط سے بحفاظت وسلامتی گزرنے کے بعد وہ سجدہ ریز ہوں گے اور ان کا یہ سجدہ کرنا سجدۂ شکر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ انہیں فرمائے گا کہ آج مخلوق عالم کے سامنے تم فخریہ انداز میں سر اونچا کر کے چلو کیونکہ تم نے میرے رجب کے مہینہ میں خوب سجدے کیے ہیں۔

عذاب قبر میں تخفیف

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ایک قبرستان سے گذرے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک قبر کے اوپر کھڑے ہو کر رونے لگے اور بہت عاجزی کے ساتھ دعا کرنے لگے میں نے رونے اور دعا کرنے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اے ثوبان! اس قبرستان میں مدفون لوگوں کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا ہے اور میں ان کی بخشش کے لیے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کر رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے کرم فرماتے ہوئے ان کے عذاب میں تخفیف فرما دی ہے اگر یہ لوگ رجب کے مہینہ میں روزہ رکھ لیتے اور رات اللہ تعالیٰ کی یاد میں بسر کرتے تو انہیں اس عذاب سے بچا لیا جاتا۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا ایک دن کا روزہ اور ایک رات کا قیام عذاب قبر سے نجات کا باعث بن جاتا ہے تو آپ نے فرمایا: مجھے اس ذات پاک کی قسم ہے جس نے مجھے نبی برحق بنا کر بھیجا ہے کوئی مسلمان مرد یا مسلمان عورت فرائض کے ادا کرنے کے ساتھ ساتھ رجب کے مہینہ کا ایک روزہ رکھ لے اور رات کو قیام کر لے اور اس سے ان کا مقصد محض اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہو تو اللہ تعالیٰ ایک ہزار سال کی عبادت کا ثواب ان کے اعمال نامہ میں لکھنے کا حکم دے دیتا ہے۔

ماہ رجب اور ماہ شعبان میں عبادات پر تنقید

ان دونوں مہینوں میں دو قسم کی عبادات کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

1۔ ان میں روزہ رکھنا۔ 2۔ نفلی نماز پڑھنا۔ جہاں تک روزوں کا تعلق ہے تو ان کا ان دونوں

مہینوں میں رکھنا مستحب خیر و برکات اور بخشش کا سبب بنتا ہے کیونکہ ان مہینوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا روزہ رکھنا بھی ثابت ہے اور ان کے رکھنے کی ترغیب بھی دلائی گئی ہے جیسے اس کی تفصیل اس باب میں بیان کردہ روایات سے واضح ہو چکی ہے۔ لیکن ماہ رجب کی پہلی جمعرات کو جس نماز کو مخصوص انداز میں ادا کرنے کا ذکر کیا گیا ہے اور اسے صلوٰۃ الرغائب کا نام دیا گیا ہے اور جس کو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے یہ جائز نہیں بلکہ بدعت ہے علامہ عثمان بن حسن نے رومی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ وہ تمام روایات جو اس نماز کی فضیلت ثابت کرنے کے لیے ذکر کی گئی ہیں وہ سب موضوع ہیں اور ان کا واضع ابن الجہم ہے۔ بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ اس نماز کی فضیلت بعض رسائل اور کتابوں میں مذکور ہے اور اس کو خیر و برکات اور ثواب کے حصول کا ذریعہ بیان کیا گیا ہے اور اسے دین کا معاملہ قرار دینا اور حصول ثواب کا ذریعہ اور دوزخ سے نجات کا سبب بنانا بالکل جائز نہیں کیونکہ ان کتب اور رسائل میں اس کی اس اہمیت کا ذکر کرنا یہ عدم علم اور کم عقلی کی دلیل ہے۔ کیونکہ یہ نماز نہ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ادا فرمائی اور نہ ہی صحابہ کرام میں سے کسی نے اس کو پڑھا اور نہ اس کے پڑھنے کا حکم دیا لہٰذا یہ ایک فضول عمل ہے جس کے کرنے سے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے اسی طرح علامہ ماوردی نے اپنی کتاب "اِقْنَاعْ" میں لکھا ہے کہ رجب اور شعبان میں روزے رکھنا تو مستحب ہے لیکن ان مہینوں میں کوئی خاص نماز مخصوص انداز میں بیان کرنا ثابت نہیں لیکن تقویٰ اور دیانتداری کا تقاضا یہ ہے کہ اس قسم کے عمل کی طرف بالکل نہ تو توجہ کی جائے اور نہ ہی اسے خیر و برکات کا ذریعہ سمجھا جائے۔ اور کسی کا یہ کہنا کہ اس موجودہ زمانہ میں بہت سے لوگ اس پر عمل پیرا ہیں اور بڑے بڑے شہروں میں اس کا ادا کرنا مشہور و معروف ہے یہ اس کے جواز کی دلیل نہیں بن سکتا۔ جبکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی واضح حدیث موجود ہے کہ دین میں ایسی بات مت داخل کرو جس پر میری اور میرے صحابہ کرام کی سنت نہ ہو کیونکہ وہ بدعت سیئہ ہوگا اور بدعت سیئہ گمراہی ہے اور گمراہی جہنم میں لے جاتی ہے آپ نے فرمایا:

وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ۔

اور دوسری حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں: شَرُّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا۔ کہ تمام امور سے بدتر وہ امر ہے جو دین میں اپنی طرف سے گھڑ لیا جائے ان دونوں احادیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ رجب کی پہلی جمعرات کو ادا کی جانے والی نفلی نماز بدعت ہے جو نہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی اور نہ ہی صحابہ کرام اور تابعین کے زمانہ میں پڑھی گئی اور نہ ہی آئمہ مجتہدین کے زمانہ میں اس کا کوئی وجود نظر آتا ہے بلکہ یہ خیر القرون سے چار سو سال بعد متعارف کرائی گئی اس لیے متقدمین علماء کے ہاں اس کا کوئی ثبوت نہ تھا اس لیے انہوں نے اس کے جواز اور عدم جواز کے متعلق کوئی کلام نہیں فرمایا۔ لیکن متاخرین علماء کرام نے اس کو جائز قرار نہیں دیا بلکہ اسے بدعات اور منکرات میں شمار کیا ہے۔ اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کو مضبوطی سے پکڑ کر اس کے مطابق عمل کرنا چاہیے اور اس قسم کی بدعات سے بچنا چاہیے۔ اور صحابہ کرام کا یہ معمول تھا کہ جو کام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ادا نہ کیا جاتا اسے بالکل ہی ترک کر دیا جاتا جیسے مجمع البحرین کے مصنف نے وضاحت کی ہے کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک آدمی کو عید کے دن عید کی نماز سے پہلے نفلی نماز پڑھنے سے روک دیا تھا تو اس آدمی نے عرض کیا یہ تو میں جانتا ہوں لیکن نماز پڑھنے سے اگر ثواب حاصل نہ ہو تو عذاب تو نہیں دیا جاتا آپ رضی اللہ عنہ نے برہم ہو کر فرمایا کہ جو کام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہو وہ فضول اور حرام ہے اور عید سے پہلے نفلی نماز پڑھنا بالکل فضول ہے ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف عمل کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ عذاب میں مبتلا کر دے اور جو کچھ میں نے تمہیں بتایا ہے اسے مضبوطی سے پکڑ لو اور متشبہین میں سے نہ ہو جاؤ۔

خلاصہ کلام

جن امور کو محدثات کہا گیا ہے ان سے مراد وہ اعمال ہیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اور صحابہ کرام کے زمانہ میں موجود نہ تھے بلکہ بعد میں ایجاد کر لیے گئے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر وہ نیک کام جو خیر القرون کے بعد ایجاد کیا گیا ہو اور اس پر جمہور مسلمین عمل پیرا بھی ہوں تو وہ ممنوع اور ناجائز ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے مَنْ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهٗ وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ عَلَيْهِ. کہ جس نے کوئی نیک کام ایجاد کیا تو اس کے لیے اس کا اور جو اس پر عمل کرے گا ان کا ثواب ہوگا۔ اور عمل کرنے والوں کو بھی ثواب ملے گا مثلاً مساجد کو منقش کر کے خوبصورت بنانا، دینی مدارس قائم کرنا، قرآن کریم کی جز بندی کرنا اور اس پر اعراب ونقاط لگانا وغیرہ یہ سب جائز ہے ان کو کسی نے بھی بدعت نہیں کہا اور جمہور مسلمین اس پر عمل پیرا بھی ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَفَّقَنِیْ بِكِتَابَةِ هٰذِهِ السُّطُوْرِ بِمَنِّهٖ وَاِحْسَانِهٖ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

وَمَا تَوْفِيْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ.

انیسواں وعظ

دین کی تکمیل

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور میں نے تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند فرما لیا ہے۔

یہ آیت طیبہ سن 10 ہجری 9 ذی الحجہ عصر کے بعد جمعہ کے دن حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات شریف کے میدان میں نازل ہوئی اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرفہ کے مقام پر اپنی اونٹنی پر سوار تھے اس آیت طیبہ کے نازل ہونے کے بعد فرائض میں سے کوئی فرض نازل نہیں ہوا۔ تو آپ اس کے معانی کو برداشت نہ کر سکے تو اپنی اونٹنی پر جھک گئے وہ اونٹنی بیٹھ گئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ دین جس کا داعی بنا کر آپ کو بھیجا گیا تھا آج وہ ظاہری، باطنی، صوری، معنوی، معاشی اور معاشرتی ہر لحاظ سے پایہء تکمیل تک پہنچ گیا ہے اور اس دین کا غلبہ اور فتح مندی کا جو وعدہ آپ سے کیا گیا تھا وہ آج آپ اور آپ کے غلام مشاہدہ کر رہے ہیں کہ وہ پورا کر دیا گیا ہے نیز وہ عقائد جن پر تمہاری نجات کا انحصار ہے وہ مکمل طور پر تمہیں سکھا دیے گئے ہیں شریعت و قانون کے وہ بنیادی قواعد تفصیلاً اور اصولاً بیان کر دیے گئے جو ہر زمانہ اور ہر حالت میں تمہارے لیے روشنی کا مینار ثابت ہوں گے تمہیں ایسے اصولوں کی تعلیم بھی دے دی جن کی مدد سے تم ہر نئے نئے پیش آنے والے

مسئلے کا حل اور جواب معلوم کر سکو گے۔ قرآن کریم جیسی کتاب ہدایت اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسا ہادی برحق عطا فرما کر تم پر ہدایت کی راہ روشن کر دی اور تمہیں اس پر چلنے کی توفیق عطا فرما دی۔ اور دین کو مکمل کر کے، فتح مکہ عطا فرما کر اور جاہلیت کے ستون کو گرا کر اپنی نعمت مکمل کر دی۔ اور تمہارے لیے تمام دینوں سے پسندیدہ دین اسلام منتخب کر لیا۔

جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا اب جبکہ آپ کا دین مکمل ہو چکا حرام وحلال، جائز وناجائز اور نفع ونقصان کی وضاحت کر دی گئی ہے اس لیے اب اپنے صحابہ کرام کو اکٹھا کریں اور انہیں اس سے آگاہ کر دیں اور انہیں یہ بتا دیں کہ آج کے بعد میں آپ کی طرف وحی لے کر نازل نہیں ہوں گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے واپس تشریف لائے اور مدینہ طیبہ پہنچ گئے تو تمام صحابہ کرام کو جمع کیا اور انہیں یہ آیت طیبہ پڑھ کر سنائی اور انہیں اس بات سے باخبر کیا جو جبرائیل امین نے عرض کی تھی تمام صحابہ کرام بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے اب ہمارا دین مکمل ہو چکا ہے لیکن ابو بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پریشان تھے ابو السعود نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یہ سن کر رونے لگے لیکن یار غار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دلدار ابو بکر الصدیق کی عجیب ہی حالت تھی وہ اپنے گھر تشریف لائے اور اپنے دروازے بند کر کے رات دن رونے لگے۔ جب صحابہ کرام نے آپ کی یہ حالت سنی تو وہ سب آپ کے گھر تشریف لائے اور رونے کا سبب دریافت کیا اور کہنے لگے کہ اے ابو بکر! خوشی اور سرور کے موقع پر رونا ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کیونکہ اب اللہ تعالیٰ نے ہمارا دین مکمل کر دیا ہے پھر رونے کی وجہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا تمہیں معلوم نہیں تم کن مشکلات اور مصائب کا شکار ہونے والے ہو۔ کیونکہ جب کوئی چیز پایہ تکمیل تک پہنچ جاتی ہے تو اس میں نقصان شروع ہو جاتا ہے یہ آیت طیبہ ہمیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جدائی، آسمانی خبروں کے بند ہونے، حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے یتیم ہونے اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے بیوہ ہونے کی خبر دے رہی ہے یہ سن کر صحابہ کرام بھی رونے لگے تو کسی نے جا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں سارا

واقعہ عرض کر دیا اور عرض کیا کہ سوائے ان کی چیخ وپکار اور رونے کے ہمیں کچھ معلوم نہیں کہ انہیں کیا ہو گیا ہے آپ کا رنگ متغیر ہو گیا اور فوراً صحابہ کرام کے پاس پہنچ گئے اور دریافت فرمایا تمہارے اس طرح آہ وفغاں کا سبب کیا ہے؟ تو سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا کہ ابوبکر کہتے ہیں کہ یہ آیت طیبہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جدائی کی خبر دے رہی ہے تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکر نے سچ کہا ہے اور اب میرے اس دار فانی کو خیر آباد کہنے کا وقت قریب آ گیا ہے اور میں تم سے جدا ہونے والا ہوں۔ یہ سن کر تمام حاضرین کی چیخیں نکل گئی اور تھر تھر کانپنے لگے یہاں تک سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے بھی صبر کے بند ٹوٹ گئے اور آنکھوں سے موتیوں کی لڑیاں اس طرح بکھرنے لگیں جس طرح موسلا دھار بارش برسنا شروع ہو جاتی ہے غرضیکہ آسمان کے فرشتوں سے لے کر سمندر کی مچھلیوں تک ہر ایک چیز زار و قطار رونے لگی۔ پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں تسلی دینے کی خاطر ہر ایک سے مصافحہ کیا اور صبر کی تلقین فرمائی اور بہت قیمتی نصائح سے نوازا۔ اس آیت طیبہ کے نزول کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باختلاف روایات 81,50-35 یا 21 دن اس دنیا میں جلوہ افروز رہے۔ اسی اثناء میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دن مسجد نبوی میں منبر پر تشریف لائے بڑا ہی فصیح وبلیغ خطبہ ارشاد فرمایا لوگوں کی آنکھوں سے آنسو برسنے لگے، دل پسیج گئے اور اجسام تھر تھر کانپنے لگے یہ وعظ بشارتوں اور تنبیہات کی ایک سنہری مالا تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زبانی اس کو اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت فضل بن عباس روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی علالت کے ایام میں بخار کی حالت میں میرے پاس تشریف لائے آپ نے اپنا سر مبارک درد کی شدت کی وجہ سے باندھا ہوا تھا بخار بہت شدید تھا۔ مجھے حکم فرمایا اے فضل! میرا ہاتھ پکڑ لو میں نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا آپ مسجد میں تشریف لائے سیدھے منبر پر جا کر تشریف فرما ہوئے اور مجھے فرمایا کہ لوگوں میں منادی کر دو کہ وہ سب جمع ہو جائیں میں نے بلند آواز سے کہا۔ اَلصَّلوٰةُ جَامِعَةٌ لوگ یہ سنتے ہی جوق در جوق مسجد نبوی میں جمع ہونے

شروع ہو گئے جب سب آ گئے اور اطمینان سے بیٹھ گئے تو مرشد کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شدید علالت کے باوجود اپنے صحابہ کرام کو اس طرح خطبہ دینا شروع کیا کہ سب سے پہلے حمد وثنا بیان کی اور ایک ایسا بلیغ وعظ ارشاد فرمایا جس نے لوگوں کو چونکا کر رکھ دیا آپ نے فرمایا: اَیُّهَا النَّاسُ! اے مسلمانوں کی جماعت! میں تمہارے درمیان سالہا سال سے نبوت کے فرائض انجام دیتا رہا تمہیں وعظ ونصیحت کرتا رہا اور تمہیں اللہ کی مرضی کے مطابق دین حق کی طرف دعوت دیتا رہا میں نے بڑی ہی شفقت اور محبت کے ساتھ تمہارے اندر وقت گزارا کیونکہ میرا اب اس دنیا سے رخصت ہونے کا وقت قریب پہنچ چکا ہے اس لیے اگر تم میں سے کسی کو میری طرف سے کوئی تکلیف پہنچی ہے تو وہ کھڑا ہو جائے اور اسی دنیا میں مجھ سے قصاص لے لے فرمایا:

مَنْ كُنْتُ جَلَدْتُهٗ ظَهْرًا فَهٰذَا ظَهْرِىْ فَلْيَسْتَقِدْ مِنْهُ وَمَنْ كُنْتُ شَتَمْتُ لَهٗ عِرْضًا فَهٰذَا عِرْضِىْ فَلْيَسْتَقِدْ مِنِّىْ وَمَنْ اَخَذْتُ لَهٗ مَالًا فَهٰذَا مَالِىْ فَلْيَاْخُذْ مِنْهُ وَلَا يَخْشٰى الشَّحْنَاءَ فَهِىَ لَيْسَتْ مِنْ شَاْنِىْ (ضیاء النبی شریف)

اے لوگو! اگر میں نے کسی کی پیٹھ پر کبھی کوئی درہ مارا تو یہ میری پیٹھ حاضر ہے وہ مجھ سے بدلہ لے سکتا ہے اگر میں نے کسی کو برا بھلا کہا ہے تو میری آبرو حاضر ہے وہ اس سے انتقام لے سکتا ہے اگر میں نے کسی سے مال چھینا ہے تو میرا مال حاضر ہے وہ اس سے اپنا حق لے سکتا ہے تم میں سے کوئی یہ اندیشہ نہ کرے کہ اگر کسی نے مجھ سے انتقام لیا تو میں اس سے ناراض ہو جاؤں گا یہ میری شان نہیں۔

مجھے یہ امر بہت پسند ہے کہ اگر کسی کا حق میرے ذمہ ہے تو وہ مجھ سے وصول کرے یا مجھے معاف کر دے تا کہ میں اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملاقات کروں کہ کسی کا حق میرے ذمے واجب الادا نہ ہو یہ سن کر صحابہ کرام دم بخود ہو گئے اور ان میں سے کوئی بھی اٹھ کر کھڑا نہ ہوا یہاں تک کہ آپ نے بار بار یہ بات دہرائی تو ایک آدمی کھڑا ہوا اس نے عرض

کیا یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم ایک سائل آپ کے پاس سے گزرا تھا حضور نے مجھے حکم دیا تھا کہ اس کو تین درہم دے دو میں نے وہ تین درہم اسے دے دیے تھے نبی کریم نے حضرت فضل بن عباس کو حکم دیا کہ اس کے تین درہم اس کو ادا کر دیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنا یہ ارشاد بار بار دہراتے رہے حتیٰ کہ عکاشہ بن محصن کھڑے ہو گئے اور عرض کی فِدَاکَ اَبِیْ وَاُمِّیْ اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بار بار یہ ارشاد نہ فرماتے تو میں قطعاً اٹھ کر کھڑا نہ ہوتا۔ غزوۂ بدر کے موقع پر میں آپ کے ساتھ تھا میری اونٹنی آپ کی اونٹنی کے بالکل قریب ہو گئی تو میں وفور شوق کی وجہ سے اپنی سواری سے اتر پڑا اور آپ کے بالکل قریب ہو گیا۔ اور میری خواہش یہ تھی کہ میں آپ کی قدم بوسی کر لوں۔ تو آپ نے وہ چھڑی اٹھائی جس کے ساتھ آپ اپنی اونٹنی کو تیز چلاتے تھے۔ اور وہ چھڑی میری کمر میں لگ گئی اب مجھے یہ معلوم نہیں کہ عمداً ایسا ہوا یا خطاً تو آپ نے فرمایا: اے عکاشہ! عمداً ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ کا رسول بغیر کسی وجہ کے اپنے غلام بیدام کو چھڑی ماردیں تو آپ نے اسی وقت حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر جاؤ اور وہاں سے میری چھڑی لا دو۔ تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا ہاتھ سر پر رکھا اور یہ کہتے ہوئے مسجد سے نکلے کہ یہ ہے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان کہ اپنا قصاص اسی دنیا میں بھرے مجمع کے سامنے دے رہے ہیں اور آپ نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا دروازہ کھٹکھٹایا اور ان کے دریافت کرنے پر عرض کیا کہ میں بلال ہوں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق آپ کی چھڑی لینے آیا ہوں جس کے ساتھ آپ اپنی ذات سے قصاص دینا چاہتے ہیں تو حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے پریشان ہو کر فرمایا کہ اے بلال! وہ کون ایسا پتھر دل ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس حالت میں قصاص لینے پر خوش ہو گا۔ تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کوئی جواب دیے بغیر چھڑی پکڑی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کر دی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ چھڑی تمام صحابہ کرام کے سامنے حضرت عکاشہ کے ہاتھ میں

دے دی۔ یہ منظر دیکھ کر ہر طرف سناٹا چھا گیا اور عجیب قسم کا دردانگیز منظر پیدا ہو گیا ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ منظر نہ دیکھا گیا اور بے خودی کے عالم میں اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور بیک زبان حضرت عکاشہ کو کہا۔ کہ اے عکاشہ! ہم حاضر ہیں بجائے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہم سے قصاص لے لو تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر و عمر! میں تمہارے مرتبہ اور خلوص نیت کو اچھی طرح جانتا ہوں بیٹھ جاؤ۔ قصاص میں نے دینا ہے اور وہ میں ہی دوں گا پھر سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: اے عکاشہ! میں آپ کے سامنے موجود ہوں میرا دل یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ میری موجودگی میں آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قصاص لیں۔ اس لیے میری پشت اور میرا بطن حاضر ہے آپ مجھ سے انتقام لے لیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی کو بھی اسی طرح خاموش کر دیا جس طرح صدیق و فاروق کو خاموش کر دیا تھا۔ اب حسنین کریمین سے نہ رہا گیا وہ دونوں صاحبزادے اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے اے عکاشہ! تمہیں معلوم ہے کہ ہمارا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کتنا قریبی تعلق ہے اس لیے آپ ہم سے قصاص لے لیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے بیٹو! تم میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو اور میرے دل کا سرور ہو، فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے لخت جگر ہو اور حضرت علی کی آنکھوں کا نور ہو تم بیٹھ جاؤ قصاص میں ہی دوں گا کہ اب کس کی مجال کہ دم بھرے یا اٹھ کر عرض کرے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عکاشہ کو فرمایا: اے عکاشہ! میری پشت حاضر ہے اپنا قصاص لے لو۔ عکاشہ نے عرض کیا کہ جب آپ نے مجھے چھڑی ماری تھی تو اس وقت میرا جسم ننگا تھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فوراً اپنی پشت سے کپڑا ہٹا دیا صحابہ کرام کی چیخیں نکل گئیں لیکن جونہی عکاشہ نے آپ کے خوبصورت اور سفید جسد اطہر کو دیکھا بے ساختہ جھک گئے اور دوڑ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پشت مبارک کو بوسہ دیا اور دل کی حسرت پوری کر لی۔ اور عرض کیا فِدَاکَ اَبِیْ وَاُمِّیْ وہ کون بدبخت ہو گا جو آپ سے انتقام لے۔ میں نے یہ سب کچھ اس لیے کیا ہے کہ آپ کا جسد اطہر میرے ہونٹوں کے ساتھ مس

ہو جائے تا کہ آپ کی عزت و کرامت کی وجہ سے میں آگ سے محفوظ ہو جاؤں۔ کتنا خوش بخت تھا عکاشہ جس کو یہ سعادت نصیب ہوئی اور آپ کی اس نیاز مندی کو دیکھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا: اے لوگو! اگر تم کسی جنتی کو اس دنیا میں چلتا پھرتا دیکھنا چاہتے ہو تو حضرت عکاشہ کو دیکھ لو۔ یہ سن کر صحابہ کرام کی حیرت کی انتہا نہ رہی اور حضرت عکاشہ کی قسمت پر رشک کرتے ہوئے آپ کی آنکھوں اور ہونٹوں کو بوسہ دینے لگے اور کہنے لگے اے عکاشہ! تجھے مبارک ہو تو نے کتنے بلند درجات حاصل کر لیے ہیں اور تمہیں جنت کی ابدی نعمتوں کی اسی دنیا میں خوشخبری سنا دی گئی ہے۔

دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے صدقے ہمیں بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت عطا فرمائے۔ (آمین) (الموعظۃ الحسنہ)

زندگی کے آخری پانچ دن

ان آخری پانچ ایام میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو بہت ہی قیمتی اور خوبصورت وصیتیں فرمائیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں جو ضیاء النبی شریف سے ماخوذ ہیں۔ بروز بدھ بخار میں بڑی شدت آ گئی جس کی وجہ سے ظاہری جسد اطہر پر غشی طاری ہو گئی سات کنوؤں کا پانی منگوایا گیا اور آپ کو ایک لگن میں بٹھا کر آپ پر پانی انڈیلا گیا جس کی وجہ سے بخار کی شدت میں کمی ہوئی آرام محسوس ہونے لگا مسجد نبوی میں منبر پر تشریف لائے خطبہ ارشاد فرمانے لگے صحابہ کرام نے سمٹ کر حلقہ بنا لیا اور آپ کا خطبہ پوری دلجمعی سے سننے لگے تو اس خصوصی محفل میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَآءِ هِمْ مَسَاجِدَ

اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر اپنی لعنت بھیجے جنہوں نے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔

لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِیْ مَسْجِدًا۔ میری قبر کو سجدہ گاہ مت بنانا۔

اس حدیث کی جو شرح شاہ محمد عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے اس پر

تمام علماء کا اتفاق ہے آپ فرماتے ہیں کہ قبروں کو مساجد بنانے سے مراد یہ ہے کہ وہ قبروں کی طرف سجدہ کرتے ہیں اس کے دو طریقے ہیں پہلا طریقہ یہ ہے کہ قبروں کو صاحب قبر کی عبادت کی نیت سے سجدہ کریں جس طرح بت پرست اپنے بتوں کو سجدہ کیا کرتے تھے اور دوسری صورت یہ ہے کہ سجدہ سے مقصود تو اللہ تعالیٰ کی عبادت ہو لیکن سجدہ کرنے والے کا اعتقاد یہ ہو کہ نماز اور عبادت میں ان قبروں کی طرف متوجہ ہونا اللہ تعالیٰ کے قرب اور رضا کا سبب ہے یہ دونوں طریقے ناپسندیدہ اور ناجائز ہیں پہلا طریقہ اس لیے کہ وہ شرک جلی اور کفر صریح ہے اور دوسرا طریقہ اس لیے ناجائز ہے کہ اس میں شرک خفی پایا جاتا ہے اس لیے کسی نبی یا ولی کی قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا یا سجدہ کرنا حرام ہے اور تمام علماء اس بات پر متفق ہیں۔

البتہ کسی نبی یا ولی کے قرب میں مسجد تعمیر کرنا اور اس میں اس نیت سے نماز پڑھنا کہ صاحب قبر کی نورانیت و روحانیت سے ان کی اس عبادت کو درجہ قبول نصیب ہوگا اس میں کوئی حرج نہیں شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے جو شرح فرمائی ہے بعینہ علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں یہی تشریح لکھی ہے۔ (فتح الباری جلد 1 صفحہ 417)

علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بعینہ اسی عبارت سے اس حدیث کی وضاحت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج 3 ص 433)

علماء کبار کی ان تشریحات سے واضح ہو گیا کہ اس حدیث میں کسی نبی یا ولی کی قبر کو سجدہ کرنا یا اس کو اپنا قبلہ بنانا یا بتوں کی طرح ان کی پوجا کرنا ممنوع اور حرام ہے۔ لیکن انبیاء و اولیاء کے مزارات پر حاضری دینا ان کے ایصال ثواب کے لیے وہاں کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر قرآن کریم کی تلاوت کرنا ممنوع نہیں۔ (ضیاء النبی شریف ص 700 ج 4)

ان پانچ ایام میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بہت سی نصیحتیں فرمائی ہیں مثلاً:

1۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جماعت کرانے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مُرُوْا اَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ

ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی میں چار دن سیدنا ابوبکر نے نماز باجماعت پڑھائی اور آپ کے وصال کے بعد بھی تمام انصار و مہاجرین آپ کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے اور کسی نے بھی کوئی اختلاف نہیں کیا اور خود سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم بھی آپ کے پیچھے نماز پڑھتے رہے اور اس کی تصدیق شیعہ کی کتابوں سے بھی ہوتی ہے احتجاج طبرسی ص 126 ج 1 ر تفسیر قمی ص 136 ج 2 ر مراۃ العقول ص 388 ترجمہ مقبول احمد کا ضمیمہ ص 154، غزوات حیدری ص 627 ان تمام کتابوں میں واضح الفاظ میں لکھا گیا ہے کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے۔ (ضیاء النبی شریف)

2۔ انصار کے حق میں وصیت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: وہ میرے قلب و جگر ہیں انہوں نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی ہے مگر ان کے حقوق باقی رہ گئے ہیں لہٰذا ان کے نیکوکاروں سے نیکی قبول کرنا اور خطا کاروں سے درگزر کرنا۔

3۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ چاہے تو وہ دنیا کی زیب و زینت کو پسند کرے چاہے تو جو انعام و اکرام اللہ کے پاس ہے اس کو اختیار کرے چنانچہ اس بندے نے جو اللہ کے پاس ہے اس کو اختیار کر لیا ہے یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ زار و قطار رونے لگے تفصیلات (ضیاء النبی شریف جلد چہارم میں ملاحظہ فرمالیں)

4۔ وفات سے ایک دن قبل ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں: کہ اس بیماری کے دوران حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ اے عائشہ! وہ دینار کہاں ہیں آپ اٹھیں اور فوراً آٹھ دینار لا کر حضور کی بارگاہ میں پیش کر دیے حضور ان دیناروں کو کچھ دیر اپنے مبارک ہاتھوں سے الٹ پلٹ کرتے رہے پھر فرمایا: کہ میں یہ دینار اپنے گھر میں چھوڑ کر اپنے پروردگار کی ملاقات کروں تو میرا رب کیا فرمائے گا کہ میرے بندے کو مجھ پر اعتماد نہیں تھا اس لیے انہیں فوراً مساکین میں تقسیم کر دو۔ چنانچہ ام المومنین نے اللہ تعالیٰ کے

حبیب کے گھر میں جو آخری پونجی تھی اسے نکال کر مساکین میں تقسیم کر دیا۔
(ضیاء النبی شریف ج 4 ص 807)

آخری وصیت

شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوت ص 430 ج 2 میں رقم طراز ہیں کہ آخری دن سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام ازواج مطہرات کو یکے بعد دیگرے الوداع فرمایا اور سپرد خدا کیا نیز پند و نصائح سے مشرف فرمایا پھر فرمایا: میرے بھائی علی کو بلاؤ۔ آپ حاضر ہوئے تو آپ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر مبارک کو اپنے زانو پر رکھا سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدنا علی کو فرمایا کہ میں نے فلاں یہودی سے اتنے درہم قرض لیے تھے تاکہ اسامہ کے لشکر کی تیاری میں صرف کروں تم وہ رقم اس یہودی کو ادا کر دینا خبردار! بھول نہ جانا پھر انہیں خطاب فرمایا۔ کہ حوض کوثر پر سب سے پہلے تو میرے پاس پہنچے گا پھر فرمایا کاغذ اور دوات لے آؤ تاکہ تمہارے لیے وصیت قلمبند کروں۔ سیدنا علی فرماتے ہیں کہ مجھے اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں قلم و دوات لینے جاؤں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحلت فرما جائیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم جو وصیت ارشاد فرمانا چاہتے ہیں وہ فرمائیں میں اسے یاد رکھوں گا۔ سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوٰۃ والسلام نے آخری وصیت جو سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو فرمائی وہ یہ دو جملے تھے:

اَلصَّلٰوۃَ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ۔

نماز کی پابندی کرنا اور اپنے غلاموں کے آرام و آسائش کو ملحوظ رکھنا۔

(ضیاء النبی شریف ص 313 ج 4)

دوسری روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے۔

اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِیْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ وَاَلْبِسُوْا ظُھُوْرَھُمْ وَاَشْبِعُوْا بُطُوْنَھُمْ وَاَلِیْنُوْا لَھُمُ الْقَوْلَ (روضۃ الاحباب)

اپنے غلاموں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا اور انہیں اچھا لباس پہنانا،

انہیں پیٹ بھر کر کھانا کھلانا اور نرمی سے ان سے بات کرنا۔

رحلت کے وقت وصیت نامہ

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ کے رفیق اعلیٰ سے وصال کا وقت قریب آیا تو ہم سب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے کیونکہ آپ نے بیماری کی شدت کی وجہ سے تمام ازواج مطہرات سے اجازت لے لی تھی کہ ان ایام میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں ہی رہائش پذیر رہیں گے۔ تو جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے غلاموں کو اپنے پاس دیکھا تو آپ کی آنکھیں ڈبڈبانے لگیں اور فرمایا: میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے میں تمہیں تقویٰ اور اطاعت کی وصیت کرتا ہوں چونکہ میری جدائی کا وقت اب قریب آگیا ہے اور اللہ تعالیٰ اور جنت الْمَأْوٰی کی طرف کوچ کرنے کا وقت آگیا ہے جب میری روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے تو مجھے علی کرم اللہ وجہہ الکریم غسل دیں فضل بن عباس اور اسامہ بن زید پانی انڈیلیں اور اگر تم چاہو تو میرے انہیں کپڑوں میں ہی مجھے کفن دینا یا سفید یمنی لباس میں تجہیز و تکفین کے بعد میرے اسی گھر میں میری لحد کے کنارے پر میرے جنازے کو رکھ دینا پھر ایک ساعت کے لیے مجھ سے علیحدہ ہو جانا کیونکہ پہلے فرشتے نماز جنازہ پڑھیں گے اور سب سے پہلے جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کی جماعت کے ساتھ میرے اوپر جنازہ پڑھیں گے پھر میکائیل پھر اسرافیل اور پھر ملک الموت فرشتوں کی ایک ایک جماعت کے ساتھ میرے اوپر نماز جنازہ ادا کریں گے پھر عام ملائکہ کو جنازہ پڑھنے کی اجازت ہوگی ان کے بعد میرے اہلبیت کے مرد، ان کے بعد مستورات یہ سعادت حاصل کریں گی پھر تم گروہ در گروہ میرے پاس آنا اور نماز جنازہ ادا کرنا کوئی رونے والی کوئی آہ و فغاں کرنے والی مجھے اذیت نہ پہنچائے میرے صحابہ میں سے جو آج یہاں موجود نہیں انہیں میرا سلام پہنچانا اور تمہیں اس بات کا گواہ بناتا ہوں کہ میں ہر اس شخص کو سلام دے رہا ہوں جو اسلام میں داخل ہوا جس نے میرے دین میں میری پیروی کی آج سے روز قیامت تک الخ (ضیاء النبی شریف)

لیکن یاد رکھیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اس طرح نماز جنازہ ادا نہیں کی گئی جس طرح ہم اپنے مرنے والوں پر نماز جنازہ ادا کرتے ہیں جس کی وضاحت آگے آئے گی۔ جب صحابہ کرام نے یہ وصیت سنی تو ان کی آنکھوں سے اشکوں کا سیل رواں تھا جو بہنے لگا۔ اور آبدیدہ اور گلو گیر ہو کر عرض کرنے لگے کہ اے اللہ کے رسول! آپ ہمارے سردار ہم تمام کو ایک کلمہ پر جمع کرنے والے تھے اور ہم آپ کی معیت میں دن بدن ترقی کی منازل طے کر رہے تھے لیکن آپ کے بعد ہمارا کون ہوگا جو ہماری دستگیری فرمائے گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں ایسی واضح اور روشن دلیل دے کر جا رہا ہوں جب تک تم اس پر عمل پیرا رہو گے تو تمہیں کبھی ناکامی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا اور دو چیزیں وعظ و نصیحت کرنے والی تمہارے لیے چھوڑ رہا ہوں۔ ایک ان میں سے قرآن کریم ہے اور دوسری موت جب تمہیں کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہو تو قرآن وسنت کی طرف رجوع کیا کرو جب تمہارے دل سخت ہونے لگیں تو موت کے احوال سے عبرت حاصل کر کے انہیں نرم کیا کرو۔ جب سوموار کی صبح طلوع ہوئی تو آپ کی مرض میں بہت اضافہ ہو گیا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حسب معمول صبح کی اذان دی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دروازے پر کھڑے ہو کر عرض کی: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ تو فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اے بلال! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ذات میں مشغول ہیں لیکن بلال آپ کے کلام کا مفہوم نہ سمجھ سکے اور مسجد میں واپس چلے گئے جب صبح روشن ہو گئی تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دوبارہ دروازے پر آ کر اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ کہنے لگے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال کی آواز کو سن کر فرمایا اے بلال! میرا مرض بہت شدید ہے۔ مُرْ اَبَابَکْرٍ اَنْ یُّصَلِّیَ بِالنَّاسِ۔ کہ ابو بکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ روتے ہوئے اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر واپس پلٹے اور وہ یہ پکار رہے تھے:

وَا مُصِیْبَتَاهُ وَا اِنْقِطَاعَا رِجَاءَهٗ وَا اِنْکِسَارًا ظَهْرَاهُ

ہائے مصیبت۔ ہائے امیدیں منقطع ہو گئیں۔ ہائے پشت ٹوٹ گئی۔

ملتفت لم تلدنی امی۔ اے کاش کہ مجھے میری ماں نہ جنتی۔ پھر وہ مسجد میں داخل ہوئے
اور ابو بکر کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پیغام سنایا۔ تو جب ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے محراب کو اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خالی پایا تو اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ سکے اور
غش کھا کر مدہوشوں کی طرح باہر نکلے اور وا انقطاعاہ رو رہے تھے تو باقی صحابہ کرام رضی اللہ
عنہم بھی رونے لگے اور ان کا شور سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فاطمۃ الزہراء سے
پوچھا یہ شور کیسا ہے تو آپ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ آپ کو مسجد میں نہ دیکھ کر یہ مسلمانوں
کی آہوں اور سسکیوں کی آواز ہے۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی اور فضل بن
عباس رضی اللہ عنہم کو بلایا اور ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر ان کے سہارے مسجد میں تشریف
لائے اور سوموار کے دن فجر کی دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد
فرمایا: اے مسلمانوں کی جماعت! میں تمہیں الوداع کرتا ہوں اور تمہیں اللہ تعالیٰ کی حفاظت
میں دیتا ہوں تم اللہ تعالیٰ سے تقویٰ اور اس کے احکام کی اطاعت کو اپنا شعار بنائے رکھنا میں
دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں اور آج کا دن آخرت کا پہلا دن ہوگا اور میرا دنیا کا آخری دن ہو
گا۔ آپ اٹھے اور اپنے گھر تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو حکم فرمایا کہ
میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں خوبصورت ترین شکل میں حاضر ہو اور آپ
کی روح قبض کرنے سے پہلے آپ سے نرمی کا سلوک کرنا اگر وہ گھر میں داخل ہونے کی
اجازت دیں تو داخل ہونا ورنہ واپس پلٹ آنا تو ملک الموت ایک اعرابی کی شکل میں
دروازے پر حاضر ہوئے اور اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَہْلَ بَیْتِ النُّبُوَّۃِ وَمَعْدِنِ الرِّسَالَۃِ
کے ساتھ سلام عرض کیا اور اجازت طلب کی تو فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ
اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ذات میں مشغول ہیں اس لیے داخل ہونے
کی اجازت نہیں اس نے دوبارہ آواز دی اور عرض کی: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَیَا
اَہْلَ بَیْتِ النُّبُوَّۃِ کیا میں اندر آ سکتا ہوں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی آواز کو
سن لیا اور پوچھا اے فاطمہ دروازے پر کون ہے تو آپ نے عرض کی کہ ایک اعرابی آواز ..

دے رہا ہے اور میں نے اسے کہہ دیا ہے کہ آپ کی طبیعت ناساز ہے۔ لیکن اس نے میری طرف ایسی خوفناک نگاہ سے دیکھا ہے کہ میرا جسم کانپنے لگا اور میرا دل ڈرنے لگا اور میرے کندھوں میں ارتعاش پیدا ہو گیا اور میری رنگت متغیر ہو گئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ! تو اسے نہیں جانتی یہ تو وہ ہے جو لذتوں کو مٹا دیتا ہے اور خواہشات کو منقطع کر دیتا ہے عزیز و اقارب کو جدا جدا کر دیتا ہے اور گھروں کو اجاڑ کر قبروں کو آباد کرتا ہے تو سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا زار و قطار رونے لگیں اور کہنے لگیں یَا وَیْلَتَاہُ لِمَوْتِ خَاتَمِ النَّبِیِّنَ کہ ہائے افسوس خاتم النبین ہم سے جدا ہو رہے ہیں اور ان پر غم والم کا پہاڑ گر پڑا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اے فاطمہ! میرے اہل بیت میں سے تو سب سے پہلے میرے ساتھ ملاقات کرے گی پھر آپ نے ملک الموت کو اندر آنے کی اجازت دے دی تو اس نے عرض کی: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ آپ نے اس کے جواب میں کہا: وَعَلَیْکَ السَّلَامُ یَا مَلَکَ الْمَوْتِ ساتھ ہی آپ نے فرمایا کہ کیا تو ملاقات کے لیے آیا ہے یا روح قبض کرنے کے لیے تو اس نے عرض کیا کہ زیارت کے لیے بھی اور اگر اجازت ہو تو روح قبض کرنے کے لیے بھی آیا ہوں ورنہ واپس چلا جاؤں گا آپ نے پوچھا جبرائیل کہاں ہے عرض کی آسمان دنیا میں اس کے ہاں ملائکہ تعزیت کر رہے ہیں۔ چند ہی لمحات گزرے تھے کہ جبرائیل امین آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ کے سرہانے بیٹھ گئے۔ اور عرض کیا: اِنَّ اللّٰہَ یَقْرَأُکَ السَّلَامَ وَیَقُوْلُ کَیْفَ تَجِدُکَ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور پوچھتا ہے کہ آپ کا کیا حال ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے درد کی شدید تکلیف ہے اور آپ نے فرمایا: اے جبرائیل! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میرے رفیق اعلیٰ سے ملاقات کرنے کا وقت قریب آ گیا ہے تو اس نے عرض کی مجھے معلوم ہے تو آپ نے پوچھا اے جبرائیل! مجھے یہ بتائیے کہ اللہ کی جناب میں مجھے کیا شرافت و کرامت حاصل ہو گی؟ تو جبرائیل نے عرض کی کہ آپ کے استقبال کی بھرپور تیاریاں ہو رہی ہیں ساتوں آسمانوں کے دروازے کھول دیے گئے ہیں ملائکہ قطار در قطار ہر آسمان میں آپ کی

روح مقدس و معنبر کی زیارت کے لیے کھڑے ہیں اور جنت کی حوریں بھی خوب زیب وزینت کر کے روح اقدس کی زیارت کے لیے کھڑی ہیں تو آپ نے یہ سن کر اللہ تعالیٰ کے اس اعزاز واکرام پر رب کریم کا شکر ادا کیا اور الحمد للہ پڑھا اور پھر آپ نے پوچھا کہ اے جبرائیل! قیامت کے دن میری امت کو کیا مرتبہ نصیب ہوگا؟ جبرائیل نے عرض کی آپ کو مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام پر اس وقت تک جنت میں داخل ہونا ممنوع کر دیا ہے جب تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس میں داخل نہ ہوں اور تمام امتوں سے پہلے آپ کی ہی امت کو جنت میں داخل ہونے کا شرف حاصل ہوگا تو آپ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اپنی زبان سے کلماتِ تشکر ادا کیے ان آخری لمحات کی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیفیت اس طرح بیان کرتی ہیں کہ میں نے اپنے آقا کا دست مبارک پکڑا ہوا تھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم پر پھیر رہی تھی اور یہ جملے دہرا رہی تھی جو حضور بیماری کے اوقات میں اکثر دہرایا کرتے تھے:

اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَآءُكَ شِفَآءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا (متفق علیہ)

اے سب لوگوں کے پروردگار! اس تکلیف کو دور فرمادے اے شفا دینے والے! مجھے شفا دے دے تیری شفا کے بغیر کوئی شفا نہیں ایسی شفا جو بیماری کو نیست ونابود کر دیتی ہے۔

- حضور نے اچانک دست مبارک میرے ہاتھ سے کھینچ لیا پھر زبان اقدس سے عرض کیا:

رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَاَلْحِقْنِيْ بِالرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى

اے میرے پروردگار مجھے بخش دے اور مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے۔

پھر آپ نے ملک الموت کو اجازت دے دی کہ وہ آپ کی روح مقدس قبض کر لے تو جب روح مبارک ناف تک پہنچی تو آپ نے فرمایا: اے جبرائیل! موت کا ذائقہ کتنا کڑوا ہوتا ہے جس وجہ سے سارے انبیاء کرام سکرات الموت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے رہے۔ تو

جبرائیل امین نے اپنا چہرہ دوسری جانب کرلیا۔ اور یہ عرض کی کہ اس حالت میں آپ کا رخ انور دیکھنے کی کس میں تاب ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس وقت رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح مبارک جسد اطہر سے نکل کر سوئے رفیق اعلیٰ روانہ ہوئی تو میں نے ایسی خوشبو سونگھی جو میں نے آج تک کبھی نہیں سونگھی تھی۔

(ابن کثیر۔ السیرۃ النبویہ ص 472 ج 4)

حضرت ام المومنین ام سلمہ فرماتی ہیں: میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سینے مبارک پر اپنا ہاتھ رکھا کئی ہفتوں تک میرے ہاتھ سے خوشبو آتی رہی کئی ہفتے مجھے بھوک نہ لگی نہ کھانا کھایا بارہ ربیع الاول شریف سوموار کے دن آپ کا رخ انور، جو اپنی ضوفشانی سے دنیا کی تاریک شاہراہ کو روشن و منور کرتا رہا خفتہ بخت والوں کے باگ جگاتا رہا اور عدل و انصاف کا ایسا نمونہ پیش کرتا رہا جیسا نہ کسی نے پیش کیا اور نہ ہی کرسکتا ہے، اس دار فانی سے پردہ فرما گیا۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ)

کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

لَوْ کَانَتِ الدُّنْیَا تَدُوْمُ لِوَاحِدٍ
لَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ خَالِدًا مُخَلَّدًا

اگر یہ دنیا کسی کے لیے ہمیشہ رہتی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس میں تا ابد رہتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: اے مسلمانو! تمہارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش بھی سوموار کے دن ہوئی آپ کی بعثت بھی سوموار کو ہوئی مکہ مکرمہ سے ہجرت بھی سوموار کے دن فرمائی اور مکہ مکرمہ بھی سوموار کے دن فتح ہوا اور سورۃ مائدہ کی یہ آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ...... الخ بھی سوموار کے دن نازل ہوئی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی مبارک دن کو رفیق اعلیٰ کی طرف رحلت فرمائی محمد بن اسحاق سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ماہ ربیع

الاول کی بارہ تاریخ کو اس عالم فانی سے عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی۔

(ضیاء النبی شریف ج 4 ص 819)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غسل مبارک، قبر مبارک، کفن مبارک اور نماز جنازہ کے متعلق اور تدفین کے متعلق اسی چیز کا خلاصہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں گا جو حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ضیاء النبی شریف جلد 4 میں تحریر فرمایا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ مجھے حضرت علی، فضل بن عباس اور اسامہ بن زید غسل دیں گے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غسل دینے کا وقت آیا تو صحابہ کرام کہنے لگے کہ ہم اللہ کے حبیب کو کس طرح غسل دیں کیا اس طرح جس طرح دوسری میتوں کو کپڑے اتار کر غسل دیا جاتا ہے یا آپ کو کپڑوں سمیت غسل دیا جائے اسی اثنا میں اللہ تعالیٰ نے ان سب پر غنودگی مسلط کر دی اور سب اونگھنے لگے ان کی ٹھوڑیاں ان کے سینوں سے ٹکرانے لگیں۔ تو انہوں نے اس وقت حجرۂ مبارکہ کے ایک کونے سے کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا جسے وہ نہیں جانتے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا: اَنْ غَسِّلُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَعَلَیْہِ ثِیَابُہٗ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کپڑوں سمیت غسل دو۔ چنانچہ آپ کو کپڑوں سمیت ہی غسل دیا گیا۔ حسب وصیت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم، اسامہ اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہم کو غسل دینے کی سعادت نصیب ہوئی۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ غسل بھی دے رہے تھے اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ رہے تھے: بِاَبِیْ وَاُمِّیْ طِبْتَ حَیًّا وَمَیِّتًا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ زندگی میں بھی طیب و پاکیزہ تھے اور وصال کے بعد بھی طیب و پاکیزہ ہیں۔ آپ کو غرس نامی کنواں سے پانی لا کر غسل دیا گیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر اس کنواں کا پانی نوش فرماتے تھے اور آپ نے ارشاد فرمایا:

نِعْمَ الْبِئْرُ بِئْرُ غَرْسٍ هِيَ مِنْ عُيُوْنِ الْجَنَّةِ وَمَاؤُهَا اَطْيَبُ الْمِيَاهِ

غرس کا کنواں بہترین کنواں ہے۔ یہ جنت کے چشموں میں سے بہترین چشمہ ہے۔اس کا پانی نہایت پاکیزہ ہے

اوراس پانی میں بیری کے پتے ملائے گئے تھے۔

قبر مبارک

مدینہ طیبہ میں دو آدمی قبر کھودا کرتے تھے۔ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ یہ بغیر لحد کے قبر کھودنے کے ماہر تھے۔اور دوسرا حضرت ابوطلحہ بن سہل انصاری رضی اللہ عنہ یہ لحد والی قبر کھودا کرتے تھے۔حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو بلانے کے لیے ایک ایک آدمی بھیجا۔اور یہ دعا کی: اَللّٰھُمَّ خِرْ لِرَسُوْلِکَ ''اے اللہ تو ان دونوں میں سے جس کو اپنے رسول کے لیے پسند کرتا ہے اس کو بھیج دے۔'' جو آدمی حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لیے گیا تھا اسے وہ نہ مل سکے۔اور وہ واپس آگیا۔اور جو آدمی ابوطلحہ کو بلانے گیا تھا وہ انہیں اپنے ہمراہ لایا چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے لحد والی قبر تیار کی گئی حضور کی قبر مبارک بنانے کے متعلق صحابہ کرام غور وفکر کر رہے تھے کہ کہاں بنائی جائے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یَقُوْلُ لَمْ یُقْبَرْ نَبِیٌّ اِلَّا حَیْثُ یَمُوْتُ کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہر نبی اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے جہاں اس کی وفات ہوتی ہے۔اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارکہ میں ہی آپ کی قبر کھودی گئی اور وہاں ہی دفن کیا گیا۔

کفن مبارک

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تین سفید رنگ کے سحولی کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ سحول یمن کے ایک موضع کا نام ہے۔جہاں وہ کپڑے بنے گئے تھے۔اسی نسبت سے انہیں سحولیہ کہا جاتا ہے۔ان پارچات میں نہ قمیص تھی نہ عمامہ۔

نماز جنازہ کی کیفیت

جب تجہیز و تکفین سے صحابہ کرام فارغ ہوئے اور آپ کی چارپائی لحد مبارک کے پاس رکھ دی گئی تو اس بات میں چہ مگوئیاں شروع ہو گئیں کہ نماز جنازہ کون پڑھائے گا۔ تو سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے یہ اعلان فرمادیا:

اَیُّهَا النَّاسُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِمَامٌ حَيًّا وَّمَيِّتًا وَقَالَ اِنِّیْ اُدْفَنُ فِی الْبُقْعَةِ الَّتِیْ اُقْبَضُ فِيْهَا ثُمَّ قَامَ عَلَى الْبَابِ فَصَلّٰى عَلَيْهِ ثُمَّ اَمَرَ النَّاسَ عَشْرَةً عَشْرَةً يُصَلُّوْنَ عَلَيْهَا ثُمَّ يَخْرُجُوْنَ.

(اصول کافی ص 461 ج دوم کتاب الحجۃ)

اس مذکورہ حدیث شریف کے راوی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہیں۔

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اعلان فرمایا کہ اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی زندگی میں بھی امام تھے اور وفات کے بعد بھی وہی سب کے امام ہیں اور آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ مجھے اسی جگہ دفن کیا جائے۔ جہاں میری روح قبض ہو پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حجرہ شریف کے دروازے پر کھڑے ہو گئے نماز جنازہ پڑھی پھر لوگوں کو حکم دیا کہ دس دس داخل ہو کر نماز جنازہ پڑھتے رہیں اور نکلتے رہیں۔

آپ کے اس اعلان کے بعد دس دس آدمی اندر داخل ہوتے، صف باندھ کر کھڑے ہو جاتے اور درود و سلام بھیجتے پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دیتے اور آپ کے درجات کی بلندی کی دعائیں کرتے ہوئے باہر نکل آتے یہ سلسلہ سوموار کے دن سہ پہر سے شروع ہوا اور منگل کی ساری رات جاری رہا لوگ گروہ در گروہ اپنے آقا کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے اور ہدیہ صلوٰۃ و سلام پیش کرتے رہے۔ سب سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق آپ کے خاندان کے قریبی لوگوں نے یہ شرف

حاصل کیا۔ پھر مہاجرین وانصار صف در صف حاضر ہوتے رہے۔ جب سارے مرد صلوٰۃ وسلام عرض کر چکے تو مدینہ طیبہ کی باقی ماندہ عورتوں اور ان کے بچوں کو یہ شرف حاصل ہوا۔ یہاں تک کہ کوئی غلام اور لونڈی بھی ایسی نہ رہی جس نے آپ کی بارگاہ میں نذرانہ عقیدت پیش نہ کیا ہو۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق اہل السنّت والجماعت اور فرقہ شیعہ کی کتابوں میں صراحتاً مذکور ہے کہ جب وہ دونوں حجرہ شریف میں داخل ہوئے تو ان کے ہمراہ مہاجرین اور انصار بھی تھے۔ اور ان سب نے عرض کی: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اور سب نے صفیں بنائیں بغیر کسی امام کے نماز جنازہ ادا کرتے رہے حضرت ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما پہلی صف میں حضور کے روبرو کھڑے ہوئے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں ہدیہ صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ عقیدت پیش کیا۔

شیعوں کی معتبر کتاب الاحتجاج میں لکھا ہے۔ کہ پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل بیت کے ساتھ نماز جنازہ ادا کی اس کے بعد دس دس مہاجرین اور انصار کو اندر داخل کرتے رہے اور وہ نذرانہ عقیدت پیش کرتے رہے۔ یہاں تک کہ تمام مہاجرین وانصار نے نماز جنازہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔ جب دو روز تک بعض روایات کے مطابق تین روز تک یہ سلسلہ جاری رہا اور شیعہ علماء کی اپنی تصریحات کے مطابق مہاجرین وانصار میں سے کوئی بھی ایسا نہ رہا جس نے نماز جنازہ کی سعادت حاصل نہ کی ہو تو پھر یہ پراپیگنڈہ کرنا کہ ابوبکر وعمر نے نماز جنازہ ادا نہیں کی، عقل وانصاف کے سراسر خلاف ہے۔ آخر میں اس سلسلہ میں ایک اور ایسا حوالہ پیش کر کے اس موضوع کو ختم کرتا ہوں جس کے ساتھ سارے شکوک وشبہات ختم ہو کر رہ جائیں گے۔ السیرۃ الحلبیہ ص 478 پر مذکور ہے کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حجرۂ مبارکہ میں داخل ہوئے اور ان کے ہمراہ مہاجرین وانصار کا ایک گروہ بھی تھا جتنی کہ حجرۂ مبارکہ میں وسعت تھی۔ ان دونوں نے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ عرض کیا۔ اور تمام مہاجرین وانصار نے بھی ان کی اقتداء کرتے ہوئے۔ اسی

طرح سلام عرض کیا۔ جس طرح ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے عرض کیا تھا پھر انہوں نے صفیں باندھیں اور ان میں سے کوئی بھی امامت نہیں کروا رہا تھا:

وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فِي الصَّفِّ الْاَوَّلِ الَّذِيْ حِيَالَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابوبکر وعمر اس پہلی صف میں تھے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب اور سامنے تھی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّيْ هٰذِهِ السُّطُوْرَ بِجَاهِ النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ وَسَلَّمْ. وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ.

بیسواں وعظ

رزق کا بیان

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا وَیَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا کُلٌّ فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ

اور زمین میں کوئی جاندار بھی نہیں مگر اس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ کو اور اس کے امانت رکھے جانے کی جگہ کو جانتا ہے ہر چیز روشن کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے۔

لغات

دآبّۃ: یہ دَبِیْبٌ سے مشتق ہے جس کا معنی رینگ کر چلنا لیکن اب ہر جاندار کو دآبۃ کہتے ہیں خواہ وہ مذکر ہو یا مونث۔ اگرچہ عربوں کے عرف میں دَآبّۃ کا لفظ گھوڑے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن اس آیت طیبہ میں لغوی معنی کے اعتبار سے اس سے مراد تمام حیوانات کی بے شمار اقسام اور انواع ہیں خواہ وہ خشکی میں ہوں یا سمندر اور پہاڑوں میں یا فضا اور ہوا میں ہوں۔ ہر ایک کو زندہ رکھنا اور اس تک غذا بہم پہنچانا یہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔ اور وہ ان میں سے ہر ایک کی طبیعتوں، مزاجوں، اعضاء، احوال، مساکن اور ضرورت کو خوب جانتا ہے اور ان تک روزی پہنچاتا ہے۔

مُسْتَقَرٌّ: قرار پکڑنے کی جگہ۔ یہ اسم ظرف کا صیغہ ہے۔

مُسْتَوْدَعٌ: امانت رکھنے کی جگہ یہ بھی اسم ظرف کا صیغہ ہے لہٰذا مُسْتَقَرٌّ سے مراد اس دنیا

میں جاندار چیزوں کے ٹھہرنے کی جگہ ہے اور مُسْتَوْدَعٌ سے مراد مرنے کے بعد اجسام کو رکھنے کی جگہ یعنی قبر۔ بعض علماء کے نزدیک مُسْتَقَرٌّ سے مراد دن کی جولان گاہ ہے اور مُسْتَوْدَعٌ سے مراد رات کی آرام گاہ ہے۔

كِتَابٌ مُّبِيْنٌ: اس سے مراد لوح محفوظ ہے جس میں ہر چیز محفوظ کر دی گئی ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات وہ ہے جو ہر ایک چیز کو اپنے فضل و کرم سے اس کی مخصوص غذا اس تک پہنچا رہی ہے اور اس کی ذات پر کوئی چیز واجب نہیں ہاں اگر وہ خود اپنے فضل و کرم سے کسی چیز کو اپنے ذمہ کرم پر لے لے تو حسب وعدہ اسے پورا فرماتا ہے اس آیت طیبہ میں اللہ تعالیٰ ہر جاندار کو رزق عطا فرمانے کا وعدہ فرما رہا ہے اور اس کی ذمہ داری قبول فرما رہا ہے اس لیے وہ ہر ذی روح چیز کو اس کی ضرورت کے مطابق اسے رزق عطا فرما رہا ہے۔ کیونکہ وہ ہر ایک چیز کو خواہ وہ ظاہر ہو یا باطن، ان کے ٹھکانوں کو خوب جانتا ہے اور مرنے کے بعد بھی جہاں جہاں وہ ہوں گے ان کی جگہوں کو اور ان کی کیفیات سے خوب باخبر ہے اس لیے وہ اپنے وعدہ کے مطابق ہر ایک چیز کے حسب حال انہیں رزق عطا فرما رہا ہے۔

اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

الشیخ الامام احمد بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک عورت سے شادی کی اور اپنے گھر میں اس کے ساتھ زفاف کیا اپنے صحابہ کرام کو دعوت ولیمہ دی وہ سب آپ کے گھر میں جمع ہو گئے کھانا تھوڑی مقدار میں تیار تھا اور آٹے کی کمی کی وجہ سے صرف مائع چیزوں پر ہی اکتفا کیا گیا تھا جس سے وہ اپنے کام و دہن کو لذت آشنا کر رہے تھے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھنے میں مشغول تھے صحابہ کرام نے اسی سلسلہ میں گفتگو شروع کر دی تھی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ تم کس مسئلہ پر بحث و مباحثہ کر رہے ہو صحابہ کرام نے عرض کی کہ ہمارا موضوع بحث رزق ہے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح اس کی باہم رسانی فرماتا ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں وہ بات نہ

تمہیں بتادوں جو جبرائیل امین نے مجھ تک پہنچائی ہے گھر میں جمع تمام صحابہ کرام نے بیک زبان عرض کیا کہ ضرور مہربانی فرمایئے تو آپ نے فرمایا: جبرائیل نے مجھے خبر دی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سمندر کے کنارے پر نماز پڑھ رہے تھے تو آپ نے ایک چیونٹی کو کنارے پر چلتے پھرتے دیکھا جس کے منہ میں سبز رنگ کا پتہ تھا وہ سمندر کے کنارے پر پہنچ کر آواز دینے لگی تو سمندر سے ایک مینڈک نکلا جس نے اس کو اپنی پشت پر بٹھالیا اور سمندر کے اندر غوطہ زن ہو گیا تھوڑی دیر بعد چیونٹی دوبارہ سطح آب پر ظاہر ہوئی اور باہر نکل آئی تو سلیمان علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ مجھے اپنے اس معاملہ سے آگاہ کرو تو چیونٹی نے جواب دیا کہ اس سمندر کی تہہ میں ایک سخت قسم کی چٹان ہے اس کے اندر ایک کیڑا رہتا ہے اس تک رزق پہنچانا اللہ تعالیٰ نے میرے ذمہ لگادیا ہے میں ہر روز دو دفعہ اس کی غذا اس تک پہنچاتی ہوں۔ جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقدر فرما رکھی ہے۔ اور اس سمندر میں مینڈک کی شکل میں ایک فرشتہ پیدا کیا گیا ہے جو مجھے ہر روز اپنی پشت پر اٹھاتا ہے اور سمندر میں غوطہ لگا کر اس چٹان تک مجھے پہنچاتا ہے تو وہ چٹان پھٹ جاتی ہے جس سے وہ کیڑا نکلتا ہے تو اسے میں وہ کھلاتی ہوں جو لاتی ہوں پھر وہی فرشتہ مجھے سطح آب تک لاتا ہے اور وہ کیڑا جب اپنی روزی سے شادکام ہوتا ہے تو ان الفاظ میں اللہ کا شکریہ ادا کرتا ہے:

سُبْحَانَ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فِی الْبَحْرِ وَصَیَّرَنِیْ فِیْهِ وَلَمْ یَنْسَنِیْ بِالرِّزْقِ فَیَنْسٰی اُمَّةُ مُحَمَّدٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ مِنَ الرَّحْمَةِ وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ.

کہ ہر نقص سے وہ ذات پاک ہے جس نے مجھے سمندر میں پیدا فرمایا اور اس میں مجھے رہائش پذیر کر دیا اور وہ مجھ تک غذا پہنچانے کو نہیں بھولا جب کہ امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کی رحمت کو بھول جاتی ہے تو جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔

آیت طیبہ کے الفاظ میں غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رزق دینا اللہ تعالیٰ پر

واجب ہے حالانکہ اس پر کوئی چیز واجب نہیں بلکہ یہ تو اس کا فضل واحسان ہے جو وہ اپنی مخلوق پر کرتا ہے کیونکہ یہاں لفظ علیٰ ذکر کیا گیا ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے اور یہ دونوں باتیں ایک دوسرے کے منافی ہیں۔ علماء مفسرین نے اس خدشہ کا ازالہ دو طرح سے کیا ہے۔

1۔ یہاں علیٰ اپنے لغوی معنی میں استعمال نہیں ہو رہا بلکہ مجازاً عَنْ یا اِلیٰ کے معنی میں ہے۔ اور یہ دونوں لفظ وجوب پر دلالت نہیں کرتے اور ایک لفظ کا دوسرے لفظ کی جگہ استعمال عام ہے۔

2۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ رزق عطا کرنا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے۔ لیکن جب اس نے اس کو خود اپنے ذمہ کرم پر لے لیا ہے اور وہ اس کا کفیل بن گیا ہے تو اب یہ اس پر حسب وعدہ اسی طرح واجب ہو گا جیسے کوئی آدمی روزہ رکھنے کی نذر مانتا ہے نذر سے پہلے روزہ رکھنا اس کے لیے مستحب تھا لیکن نذر ماننے سے وہ اس پر واجب ہو گیا اسی طرح رزق عطا کرنے کا معاملہ ہے۔

امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کی یہی وضاحت فرمائی ہے وہ لکھتے ہیں کہ رزق عطا کرنے کا وعدہ کر لیا ہے وہ اپنے وعدہ میں خلف نہیں فرماتا اور اسے بصورت وجوب پیش فرماتا ہے اور اس کے دو فائدے ہیں

1۔ رزق کا مرزوق تک پہنچنا ایک یقینی امر ہے۔

2۔ اللہ تعالیٰ کے توکل پر لوگوں کو ابھارنا مقصود ہے۔

روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ امام زاہدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کا یقین حاصل کرنا چاہا کہ واقعی اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز کو حسب وعدہ رزق عطا فرماتا ہے تو وہ ایک دن خشکی کی طرف نکل گئے ایک پہاڑ کی غار میں داخل ہو گئے اور خیال کرنے لگے کہ میں دیکھتا ہوں کہ میرا رب مجھے کیسے رزق عطا فرماتا ہے تو اچانک ایک قافلہ راستہ بھول گیا موسلا دھار بارش برسنا شروع ہو گئی وہ پناہ گاہ کی تلاش میں اس غار تک پہنچے اور اس کے اندر داخل ہو گئے انہوں نے امام زاہدی کو وہاں پڑے ہوئے دیکھا تو اسے آواز دی یا عبداللہ! تو آپ نے

کوئی جواب نہ دیا وہ آپس میں ایک دوسرے کو کہنے لگے کہ سخت سردی کی وجہ سے اس کے اعضاء شل ہو چکے ہیں اور یہ کلام کرنے پر قادر نہیں تو انہوں نے آپ کو گرمی پہنچانے کے لیے آگ جلادی تا کہ وہ ان سے کلام کر سکے۔ لیکن آپ پھر بھی خاموش پڑے رہے کوئی جواب نہ دیا تو انہوں نے سوچا ہو سکتا ہے یہ کئی دنوں سے بھوکا ہو لہٰذا انہوں نے اپنا دستر خوان اس کے سامنے بچھا دیا اور اس پر کھانا چن دیا اور آپ کو کھانا کھانے کا اشارہ کیا لیکن آپ نے اس سے کوئی چیز نہ تناول فرمائی اور نہ ہی نظر اٹھا کر اسے دیکھا انہوں نے سوچا کہ ہو سکتا ہے عرصہ دراز سے یہ اسی حالت میں پڑا ہو اور کھانا کھانے پر قادر نہ ہو۔ تو انہوں نے دودھ گرم کیا اس میں چینی ڈال کر فرنی بنائی اور ان کے سامنے رکھدی لیکن آپ اس کی طرف پھر بھی متوجہ نہ ہوئے۔ بالآخر ان میں سے دو آدمی اٹھے تا کہ اس کا منہ کھول کر اسے کھانا کھلائیں لیکن وہ منہ کھلوانے میں کامیاب نہ ہوئے پھر انہوں نے چھری کے ساتھ اس کا منہ کھولا اور اس کے منہ میں لقمہ ڈال دیا تو وہ ہنسنے لگے ان دونوں نے پوچھا کہ تو پاگل تو نہیں تو اس نے جواب دیا ایسا ہرگز نہیں لیکن میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کرنا چاہتا تھا کہ وہ حسب وعدہ میرا رزق کیسے مجھ تک پہنچاتا ہے تو اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میرا رب اپنے بندوں کو جہاں بھی وہ ہوں جس حالت میں بھی ہوں وہ ان کی مقدر کی ہوئی غذا ان تک پہنچاتا ہے۔

(رونق المجالس)

ابراہیم بن ادہم بلخی کی توبہ کا سبب

ایک دفعہ ابراہیم بن ادہم بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب وغریب واقعہ دیکھا جو ان کی توجہ کا سبب بنا وہ ایک دن شکار کے لیے نکلے ایک مقام پر آرام کے لیے بیٹھے اور کھانا کھانے کے لیے دستر خوان بچھایا اسی اثنا میں وہاں ایک کوا آیا اور اس نے دستر خوان سے روٹی کا ٹکڑا اٹھایا اور اڑ گیا۔

ابراہیم بن ادہم بہت متعجب ہوئے اور حقیقت معلوم کرنے کے لیے اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور اسے کوے کے پیچھے دوڑا دیا یہاں تک کہ وہ کوا ایک پہاڑ کی چوٹی پر پہنچا

اور آپ کی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا آپ اس کو تلاش کرنے کے لیے پہاڑ پر چڑھے ادھر ادھر دیکھا تو دور ایک وادی میں اس کو بیٹھے ہوئے پایا آپ اس کے قریب پہنچے تو وہ ٹکڑا رکھ کر اڑ گیا آپ نے وہاں ایک آدمی دیکھا جس کے ہاتھ پاؤں زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اور وہ پشت کے بل لیٹا ہوا تھا آپ گھوڑے سے اترے اس کی زنجیریں کھول دیں اور اس سے اس کی حالت اور اس واقعہ کے متعلق دریافت کیا اس نے جواب دیا کہ میں ایک تاجر ہوں تجارت کی غرض سے گھر سے نکلا تو ڈاکوؤں نے مجھے پکڑ لیا میرے پاس جو مال تھا وہ چھین لیا اور مجھے زنجیروں میں جکڑ کر یہاں پھینک دیا میں سات دنوں تک اسی طرح پڑا رہا یہ کوا ہر روز روٹی لاتا ہے میری چھاتی پر بیٹھ جاتا ہے اپنی چونچ کے ساتھ اس کے ٹکڑے کر کے میرے منہ میں ڈالتا ہے یہاں اس وادی میں کوئی بندہ ہے نہ بندے کی ذات لیکن ان ایام میں اللہ تعالیٰ نے مجھے بھوکا نہیں رہنے دیا آپ نے اسے گھوڑے پر سوار کیا اور اپنے ساتھ اس جگہ لے آئے جہاں آپ فروکش ہوئے تھے آپ پر اس واقعہ کا اتنا اثر ہوا کہ آپ نے اسی وقت توبہ کی، اپنا قیمتی لباس اتار دیا اون کے موٹے کپڑے پہن لیے، اپنے غلاموں کو آزاد کر دیا، اپنی املاک اور جاگیر کو وقف کر دیا، اپنے ہاتھ میں عصا پکڑا اور اللہ پر توکل کرتے ہوئے سواری اور زادراہ کے بغیر مکہ مکرمہ کی طرف چل دیے۔ اپنے کھانے پینے کا کوئی اہتمام نہ کیا مکہ مکرمہ میں داخل ہونے تک کوئی چیز نہ کھائی اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا نفس کو ایسا اطمینان اور سکون نصیب ہوا جو امیری اور بادشاہی میں کبھی نصیب نہیں ہو سکتا۔

(حدیث اربعین)

توکل کی اقسام

توکل کا معنی یہ ہے کہ کسی پر بھروسہ کیا جائے اور اسی کو اپنی مشکلات کے حل کا سبب تصور کیا جائے حاتم الاصم فرماتے ہیں کہ توکل کی چار اقسام ہیں۔

1۔ توکل علی الخلق　　2۔ توکل علی المال

3۔ توکل علی النفس　　4۔ توکل علی اللہ

1:۔مخلوق پر توکل کرنے کا معنی یہ ہے کہ آدمی یہ خیال کرتا ہے کہ جب تک فلاں آدمی یا چیز موجود ہے مجھے کوئی فکر نہیں۔

2:۔مال پر توکل کا معنی یہ ہے کہ آدمی یہ خیال کرتا ہے جب تک میرے پاس وافر مقدار میں دولت ہے مجھے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

3:۔اپنی ذات پر توکل کا مطلب یہ ہے کہ انسان یہ خیال کرتا ہے کہ جب تک میرا جسم صحیح سلامت ہے مجھے کسی قسم کے نقصان کا اندیشہ نہیں۔لیکن توکل کے یہ تینوں درجے جاہلوں کا توکل ہے۔

4:۔اللہ تعالیٰ پر توکل کا مطلب یہ ہے کہ انسان یہ خیال کرتا ہے خواہ میں دولتمند ہوں یا مفلس مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں کیونکہ میرا ساتھی میرا رب ہے جو میرا دستگیر ہے جسے چاہے جب چاہے وہ رزق عطا فرما دیتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جائے اور اسباب سے صرف نظر کر لے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اسباب اور وسائل سے بھرپور فائدہ اٹھائے اور یہ یقین رکھے کہ ان اسباب میں تاثیر پیدا کرنا اور وسائل کو کارآمد بنانا اللہ کا کام ہے۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس اعرابی کو ارشاد فرمایا جو اونٹنی پر سوار ہو کر آپ کے پاس حاضر ہوا اور اونٹنی کو باہر دروازے پر کھلا چھوڑ دیا آپ نے فرمایا اے اعرابی! واپس جاؤ وَاعْقِلِ النَّاقَةَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ کہ جاؤ پہلے اونٹنی کو ڈھنگا کے ساتھ باندھو پھر اللہ پر توکل کرو۔تو مطلب یہ ہوا کہ اسباب کو بالکل ہی نظر انداز کر دینا یہ خیال کرتے ہوئے کہ اسباب سے فائدہ اٹھانا توکل علی اللہ کے منافی ہے اس کا اسلام میں کوئی تصور نہیں بلکہ توکل کا مقصد یہ ہے کہ اسباب بجا لائے لیکن نتائج کے ظہور کے لیے اسباب پر اعتماد نہ کرے صرف اپنے رب پر بھروسہ کرے بے عملی اور جدوجہد سے بیزاری کا اسلام کے نظریہ توکل سے دور کا واسطہ بھی نہیں مولانا روم فرماتے ہیں۔

اگر توکل می کنی در کار کن
کشت کن دس تکیہ بر جبار کن

یعنی اگر تو توکل کا دعویٰ کرتا ہے تو کام میں مشغول ہو جا پہلے تخم ریزی کر پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر۔

رمز الکاسب حبیب اللہ شنو
از توکل در سبب کاہل مشو

یعنی اس حدیث میں جو رمز ہے اس کو سن! کہ کسب کرنے والا اللہ تعالیٰ کا دوست ہے توکل کی وجہ سے اسباب کے فراہم کرنے میں سستی مت کر۔ بلکہ سلف صالحین تو تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کاروبار کرو اور رزق حلال کماؤ کیونکہ تم ایسے زمانہ میں ہو کہ جب کوئی شخص محتاج ہو جاتا ہے تو سب سے پہلے وہ اپنی متاع دین وایمان بیچنا شروع کر دیتا ہے۔

اسلام کا یہ طرۂ امتیاز ہے کہ وہ اس بات کی اجازت نہیں دیتا ہے کہ انسان ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیکار بیٹھ جائے اور حصول رزق کے لیے محنت اور مشقت کرنا ترک کر دے اور اسباب ووسائل سے کوئی فائدہ نہ اٹھائے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی

کہ انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ

محنتی اللہ کا دوست ہے

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد گرامی آج بھی لوگوں کے حوصلے بڑھا رہا ہے آپ فرماتے ہیں کہ "یہ بات مجھے از حد ناپسند ہے کہ میں تمہیں فضول بیٹھے ہوئے دیکھوں کہ تم نہ کوئی دنیا کا کام کر رہے ہو اور نہ ہی آخرت کا۔" اسلام کسی انسان کی عزت نفس بھی مجروح نہیں ہونے دیتا اور نہ ہی اسے حالات کے رحم وکرم پر چھوڑتا ہے اس لیے ایک طرف تو اس نے بھیک مانگنے والوں کی سخت مذمت فرمائی ہے اور دوسری جانب لوگوں کو یہ تلقین فرمائی ہے کہ سائل خواہ کسی بھی حالت میں تمہارے پاس آئے اسے خوش اسلوبی سے

فارغ کرو۔ اگر کچھ پاس ہے تو اسے دے دو ورنہ اچھی بات کہہ کر اسے ٹال دو نہ اسے زجروتوبیخ کرو اور نہ ہی کسی پر احسان جتلا کر اسے اذیت پہنچاؤ درج ذیل میں دونوں قسم کے لوگوں کے متعلق اسلام کا نقطہ نظر واضح کیا جاتا ہے۔ ایک طرف بلاضرورت مانگنے سے منع فرمایا اور دوسری طرف ضرورت مندوں کو دینے کی ترغیب دلائی۔

اوپر یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ جو آدمی اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو وہ اس کا مقدر کیا ہوا رزق اس تک پہنچاتا ہے اسے بھوک سے مرنے نہیں دیتا جیسے مذکورہ بالا آیت طیبہ میں اس کی وضاحت کر دی گئی ہے اور بلاضرورت مانگنے والوں کو حدیث طیبہ میں سخت سزا سنائی گئی ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْئَلُ النَّاسَ حَتّٰى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَيْسَ فِيْ وَجْهِهٖ مُضْغَةُ اللَّحْمِ. (رواہ ابن عمر)

وہ آدمی جو لوگوں سے ہمیشہ مانگتا رہتا ہے یہاں تک کہ قیامت آجائے گی تو اس کے چہرے پر گوشت کا ایک ٹکڑا تک نہ ہوگا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ پیشہ ور گداگر آخرت میں ذلیل و رسوا ہوگا کیونکہ بغیر ضرورت مانگنا حرام ہے اور حرام فعل کا مرتکب اللہ تعالیٰ کی سزا کا مستحق ہوتا ہے۔

بلاضرورت مانگنے کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے جس کی متعدد وجوہات ہیں

1۔ سوال کرنے والا اللہ تعالیٰ کا شکوہ کر رہا ہے کہ وہ حسب وعدہ اس تک رزق نہیں پہنچا رہا اور اللہ تعالیٰ کے متعلق اس قسم کا وہم کرنا بھی بہت بڑا گناہ ہے اس کی مثال اس طرح سمجھئے کہ جس طرح کسی غلام کا اپنے آقا کے علاوہ سے سوال کرنا قبیح اور ناپسندیدہ ہوتا ہے اسی طرح بندے کا بھی غیر اللہ سے سوال کرنا پسندیدہ فعل نہیں البتہ بامر مجبوری ضرورت کے وقت اس طرح مانگنے کی اجازت دی گئی ہے جس طرح جان بچانے کے لیے بامر مجبوری مردار کا گوشت کھانے کی اجازت ہے۔

2۔ بلاضرورت اللہ تعالیٰ کے علاوہ سے سوال کرنا اپنے آپ کو اس کے سامنے ذلیل و رسوا

کرنا ہوتا ہے اور اس کے سامنے اپنی عاجزی اور انکساری کا اظہار ہوتا ہے اور بندۂ مومن کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ اپنے آپ کو غیر اللہ کے سامنے ذلیل ورسوا کرے۔

3۔ بلاضرورت مانگنے والا مسئول عنہ کے لیے تکلیف اور اذیت کا باعث بنتا ہے اور بلاوجہ کسی کو اذیت پہنچانا درست نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ مسئول عنہ کے پاس اس وقت کوئی چیز نہ ہو یا وہ کسی وجہ سے دینا نہ چاہتا ہو اور اسے یہ بھی پسند نہ ہو کہ سائل کو نہ دینے کی وجہ سے اسے بخیل کہا جائے اور اس کی عزت نفس مجروح ہو اور کسی کی عزت کو مجروح کرنا اور اسے تکلیف دینا اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا اسی لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلاضرورت سوال کرنے کو کبیرہ گناہ کا ارتکاب شمار کیا ہے اور گناہ کا ارتکاب حرام ہے اس لیے بلاضرورت مانگنے والا حرام فعل کے ارتکاب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی سزا کا مستحق ہے۔

بعض حالات میں اسلام نے ضرورت کے مطابق سوال کرنے کی اجازت دی ہے اور وہ کون سے حالات ہیں جن میں مانگنے کی رخصت ہے اس میں علماء کرام کے مختلف اقوال ہیں۔

صوفیاء کرام کے نزدیک اپنی خواہش نفس کو پورا کرنے کے لیے ادھار لینا اور سوال کرنا قطعاً حرام سمجھا جاتا ہے حضرت فریدالدین گنج شکر رضی اللہ عنہ کا مشہور واقعہ ہے۔

کہ آپ نے روزہ رکھا ہوا تھا اور آپ کے چار غلام تھے جن کی ڈیوٹی تھی کہ وہ آپ کے روزہ کی افطاری کا اور کھانے کا بندوبست کرتے تھے۔ حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے ذمہ یہ تھا کہ وہ بازار سے ضرورت کے مطابق سودا سلف لاتے تھے۔ ایک دن ان کے پاس نقدی نہ تھی وہ ایک دوکاندار کے پاس گئے وہاں سے نمک ادھار لے کر آئے۔ اور باوا صاحب کے کھانے کے لیے کھانا تیار کیا۔ جب باوا صاحب نے شام کے وقت اس کھانے کا ایک لقمہ منہ میں ڈالا تو اسے تھوک دیا اور فرمایا اے نظام الدین! رحمۃ اللہ علیک مجھے اس سے حرام کی بو آرہی ہے تو محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے دست بستہ عرض کی کہ حضور! اس میں کوئی چیز بھی حرام نہیں اور کہا کہ آپ کے غلاموں میں سے ایک جنگل سے لکڑیاں لایا اور دوسرا کریڑے تلاش کر کے لایا اور آپ کا تیسرا غلام فلاں کنواں سے پانی بھر

کر لایا ہے میں نے اپنے ہاتھوں کے ساتھ یہ کھانا تیار کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ نمک کہاں سے لائے ہو حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی کہ حضور! لنگر خانہ میں نمک موجود نہ تھا میں فلاں دوکاندار سے ادھار لایا ہوں جو اس میں ڈالا ہے تو آپ نے فرمایا: اے نظام الدین! تجھے یہ معلوم نہیں کہ ایک درویش کے لیے اپنے نفس کی خواہش پوری کرنے کے واسطے ادھار لینا قطعاً جائز نہیں اس لیے یہ کھانا اٹھالو! اور پھر آپ نے صرف پانی پی کر روزہ افطار کیا۔

بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ اگر کسی آدمی کے پاس صبح اور شام دو وقت کے کھانے کا سامان موجود ہو تو اس کے لیے کسی سے مانگنا جائز نہیں اور بعض کے نزدیک جو محنت اور مزدوری کر کے روزی کما سکتا ہے تو اس کے لیے بھی سوال کرنا جائز نہیں۔ البتہ اگر وہ آدمی اپنا سارا وقت طلب علم میں صرف کر رہا ہو اور اسے رزق کمانے کی فرصت ہی میسر نہ ہو تو اس کے لیے سوال کرنا جائز ہے۔ بعض فرماتے ہیں: کہ ہمارے لیے یہ مناسب نہیں کہ ہم مانگنے والوں کے لیے حالات اور اوقات کا تعین کرتے رہیں بلکہ یہ ان کی اپنی صواب دید پر موقوف ہے کہ ان کے لیے مانگنا جائز ہے یا نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی اس طرح وضاحت فرمائی ہے وَفِیۡۤ اَمۡوَالِهِمۡ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالۡمَحۡرُوۡمِ کہ ان کے مالوں میں مانگنے والوں اور جنہیں غنی سمجھ کر صدقات سے محروم کر دیا گیا ہو کے لیے حق ہے۔

اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی مانگنے والے کی دلجوئی کرنے کے لیے ترغیب دی ہے اور آپ نے فرمایا کہ اگر سائل گھوڑے پر سوار ہو کر بھی تمہارے پاس آئے تو تمہارے مال میں اس کا بھی حق ہے اور اسے خالی ہاتھ واپس نہ لوٹاؤ۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ اے میرے غلاموں! تم اپنے آپ کو غنی سمجھا کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں غنی کر دے گا صحابہ کرام نے عرض کی وہ کیسے تو آپ نے فرمایا کہ اگر تمہیں صبح و شام کا کھانا میسر ہو جائے تو اپنے آپ کو غنی تصور کیا کرو۔ اور اس حالت میں کسی کا مانگنا جائز نہیں۔

سائلین کے حالات مختلف ہوتے ہیں اس لیے ہمارے لیے مناسب یہ ہے کہ جو آیات اور احادیث مانگنے یا نہ مانگنے کے لیے ذکر کی گئی ہیں ان کو لوگوں کے انہیں حالات پر محمول کیا جائے۔ مثلاً اگر کوئی سائل ایسا ہو جس کے پاس نہ تو صبح وشام کا کھانا ہو نہ اس کے پاس رات گزارنے کی جگہ ہو اور نہ ہی تن ڈھانپنے کے لیے اسے کپڑا میسر ہو تو ایسے آدمی کا سوال کرنا بغیر کسی شک وشبہ کے جائز ہے اگر سائل ایسا ہو جس کے پاس چالیس یا پچاس دن گزارنے کے لیے کھانے اور پینے کا سامان موجود ہو اور وہ مستقبل میں محتاج ہونے کے خطرہ سے لوگوں سے مانگنا چاہتا ہو تو ایسے آدمی کے لیے سوال کرنا قطعاً ناجائز اور حرام ہے۔ اور ایسے آدمی کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مانگنے پر اصرار کرنے والا بیان فرمایا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی وعید کا مستحق ہے کیونکہ اسے یہ معلوم نہیں کہ وہ اتنے دن زندہ بھی رہے گا یا پہلے ہی فرشتہ اجل کو لبیک کہتے ہوئے اس دنیا سے رخت سفر باندھ کر کوچ کر جائے گا۔

اور اگر کوئی ایسا محتاج ہو جو نہ خود کما سکتا ہے اور نہ ہی اس کے پاس کوئی ایسی چیز ہے جس سے اپنی بھوک کا سدباب کر سکے اور بھوک کی وجہ سے اسے ہلاکت کا خطرہ ہو تو اس کے لیے مانگنا جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے کیونکہ اگر وہ سوال کر کے کوئی چیز لے کر بھوک کا بندوبست نہیں کرے گا تو وہ ہلاک ہو جائے گا تو گویا اس نے اپنے آپ کو خود ہلاکت کے گڑھے میں پھینک کر خودکشی کر لی ہے اور اس حالت میں مانگنا اس کے لیے ذلت ورسوائی کا باعث نہیں بنے گا کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے:

- اَلسُّؤَالُ آخِرُ الْكَسْبِ

زندگی بچانے کے لیے سوال کرنا رزق حاصل کرنے کا آخری راستہ ہے۔

(ملخص من مجالس الرومی)

اس مذکورہ بالا بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ رزق کی ذمہ داری ہر ذی روح کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم پر لے رکھی ہے اور جو آدمی اس ذمہ داری کا احساس نہیں کرتا اور خود بخود خواہش نفس کو پورا کرنے کے لیے اپنے آپ کو ذلت ورسوائی کے گڑھے میں پھینکتا

ہے تو وہ سخت سزا کا مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہمیں یہ حقیقت سمجھنے کی بھی توفیق عطا فرمائے اور اس پر عمل کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَحَبِیْبِنَا وَحَبِیْبِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ مُحَمَّدِ نِالْمَبْعُوْثِ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَعَلٰی مَنِ اتَّبَعَھُمْ بِالْاِحْسَانِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ اَجْمَعِیْنَ.

وَمَاتَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ

اکیسواں وعظ

سود خور کی مذمت اور سزا کا بیان

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

جو لوگ سود کھایا کرتے ہیں۔ وہ کھڑے نہیں ہوں گے۔ مگر اس آدمی کی طرح جس طرح وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر پاگل بنا دیا ہو۔ یہ حالت اس لیے ہو گی کہ وہ کہا کرتے تھے کہ سوداگری بھی سود کی مانند ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام فرمایا ہے۔ پس جس کے پاس نصیحت آ گئی اپنے رب کی طرف سے تو وہ سود سے رک گیا۔ تو اس کے لیے جائز ہے وہ جو وہ پہلے لے چکا ہے اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے اور جو لوگ پھر سود کھانے لگیں۔ وہ دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے ان میں سے ایک سود بھی ہے۔ جس کا لینے والا غبن فاحش کا شکار ہوتا ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ کسی صورت بھی پسند نہیں فرماتا اور سود لینے والا بغیر کسی مشقت و محنت کے سود دینے والے کا مال ہڑپ کر لیتا ہے جو صریح ظلم ہے۔ اس لیے

اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔ اور سود خور کو سخت وعید سنائی ہے۔ اور فرمایا:

فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

سود خوروں کو یہ بتا دو کہ اگر وہ سود لینے سے باز نہیں آئیں گے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے ان کے خلاف جنگ کا اعلان ہے۔

اور جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ایک طویل خطبہ ارشاد فرمایا جس میں حلال وحرام اور جائز وناجائز کے تمام مسائل کھول کر بیان فرمائے تو اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ سود لینا قیامت تک کے لیے حرام قرار دے دیا گیا ہے۔ اور ساتھ ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ میں یہ بھی اعلان کرتا ہوں کہ میرے خاندان بنو ہاشم سے میرے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو سودی رقم کسی سے لینا تھی۔ میں اسے اپنے پاؤں کے نیچے روندتا ہوں اور اسے معاف کرتا ہوں۔ اور یہ آیت طیبہ جس میں سود کی حرمت کا واضح اعلان ہے یہ اس وقت نازل ہوئی جب لوگوں نے خرید وفروخت اور سود کو ایک جیسا کہنا شروع کر دیا اور کہنے لگے:

اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا

بے شک سوداگری رِبٰوا کی طرح ہے۔

اس کی مزید وضاحت سے پہلے رِبٰوا کے لغوی اور شرعی معنی سمجھ لینا چاہیے۔ اور وہ اس طرح ہے رِبٰوا کے لغوی معنی زیادتی ہے۔ اور اصطلاح میں اس مقررہ زیادتی کو رِبٰوا کہا جاتا ہے جو کسی رقم کی ادائیگی میں دیر کرنے پر ادا کی جاتی ہے۔ اس آیت طیبہ کے نازل ہونے کے وقت سود کی مروجہ شکل یہ تھی کہ کھانے کی چیزوں کے بدلے یا نقد کا نقد کے بدلے لین دین کیا جاتا اور اس کی ادائیگی کی مدت بھی مقرر کر دی جاتی اور چیز لینے والا یہ وعدہ کرتا کہ اگر مقررتاریخ تک اس نے وہ چیز نہ لوٹائی تو وہ اس کے اصل کے ساتھ زائد رقم بھی ادا کرے گا۔ مثلاً دس روپے کی کوئی چیز خریدی یا قرض لیا اور اس کو ایک ماہ بعد رقم ادا کرنے اور قرض لوٹانے کا وعدہ کیا۔ مہینہ گزرنے کے بعد اسے دس روپے میسر نہ آتے تو وہ ایک ماہ کی

مزید مہلت طلب کرتا اور دس کی بجائے بارہ روپے یا اس سے کم وبیش دینے کا اقرار کرتا۔
ربٰوا کی دوسری صورت یہ تھی کہ ایک چیز کو اس کی جنس کے ساتھ فروخت کیا جاتا۔ لیکن چیز لینے والے سے کچھ مدت بعد اسی جنس سے زائد دینے کا وعدہ لیا جاتا مثلاً یک من گندم کے بدلے ڈیڑھ یا دو من گندم دینے پر سودا کیا جاتا۔ اور عربوں میں صرف یہی دو صورتیں مروج نہ تھیں بلکہ کاروبار کے لیے بھی سود پر قرض لیا جاتا تو قرآن کریم نے ہر قسم کے سود کو حرام قرار دیا۔ اور تجارت جس میں نفع اور نقصان کا احتمال ہوتا ہے۔ اس کو حلال اور جائز قرار دیا ہے۔
اور سود خور کا انجام بھی بیان کر دیا۔ کہ وہ قیامت کے دن پاگلوں اور آسیب زدوں کی طرح لڑکھڑاتا ہوا اٹھے گا اور اس کا پیٹ گھڑے کی طرح بھاری بھرکم ہوگا اور وہ منہ کے بل گرتا ہوا چلے گا۔ (ضیاء القرآن)

سود خور کی سزا کا سبب

سود لینے والے کے لیے اتنی شدید سزا مقرر کرنے کے کئی اسباب ہوسکتے ہیں۔ انہوں نے سود اور تجارت کو ایک ہی چیز تصور کر لیا۔ کیونکہ ان دونوں سے نفع حاصل ہوتا ہے۔ اور انہوں نے سود کو اس طرح حلال سمجھ لیا۔ جس طرح تجارت حلال ہے حالانکہ ان کے درمیان واضح فرق ہے۔ کیونکہ جو آدمی ایک درہم کے بدلے دو درہم دیتا ہے تو اس کا ایک درہم ضائع ہو جاتا ہے۔ اور جو آدمی ایک درہم کا سامان دو درہموں کے بدلے خریدتا ہے۔ تو اسے اس سامان سے نفع حاصل ہونے کی توقع ہوتی ہے۔ جس سے اس کی ضرورت پوری ہوسکتی ہے۔ نیز دو درہموں کا عوض بھی اس کے پاس موجود ہے۔ اس لیے تجارت سے نفع حاصل کرنا جائز ہے اور سود حرام اور جہنم میں جانے کا سبب ہے۔
(نوٹ) جس طرح قرآن کریم سے سود کی حرمت بیان کی گئی ہے۔ اور اس کی سزا کی وضاحت کی گئی ہے۔ اسی طرح حدیث شریف میں بھی اس کی حرمت اور سزا واضح اور ٹھوس انداز میں بیان فرمائی گئی ہے۔
1۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَرْبَعَةٌ حقٌ عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَّا يَدْخِلَهُمُ الْجَنَّةَ وَلَا يُذِيْقَهُمْ نَعِيْمَهَا مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَآكِلُ الرِّبٰوا وَآكِلُ مَالِ الْيَتِيْمِ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّعَاقٌ الْوَالِدَيْنِ (رواہ الحاکم)

چار شخص ہیں جن کا اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ وہ ان کو نہ ہی جنت میں داخل فرمائے گا اور نہ ہی انہیں جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز کرے گا۔ (1) شرابی۔ (2) سود خور۔ (3) بغیر حق یتیم کا مال کھانے والا۔ (4) اپنے والدین کا نافرمان۔

اس مذکورہ حدیث شریف میں جن چار آدمیوں کا ذکر ہے وہ گناہ کبیرہ کے مرتکب ہیں اور اہل السنّت والجماعت کے نزدیک کبیرہ گناہ کا مرتکب کافر اور ایمان سے خارج نہیں ہوتا اور نہ ہی دائمی عذاب کا مستحق ہوتا ہے بلکہ وہ گناہ گار ہے اور اپنے گناہ کی سزا پانے کے بعد اسے ابدی عذاب سے نجات حاصل ہو جائے گی۔ اب اس کی نجات کے اسباب کیا ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے اس کے گناہ معاف فرمادے۔ اور اسے جنت میں داخل کر دے۔ یا کسی کی شفاعت سے اس کے گناہ معاف کر دیے جائیں۔ یا اپنے گناہ کی سزا پانے کے بعد اسے دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے۔ اس لیے مذکورہ بالا حدیث کی دو تاویلوں میں سے ایک تاویل کرنا پڑے گی (1) ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان گناہوں کو حلال سمجھ کر کرتے ہیں اور شریعت کی حرام کردہ چیزوں کو حلال سمجھنا یہ کفر ہے۔ اور کافر کی سزا دائمی عذاب ہے۔

(2) اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کو جنت میں داخل ہونے والوں کے ساتھ عزت و احترام کے ساتھ ابتدا میں جنت میں داخل ہونے سے روک دیا جائے گا۔ اور انہیں اپنے کیے کی سزا دی جائے گی۔ تو جب گناہوں کی میل کچیل سے وہ پاک ہو جائیں گے۔ تو ان کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ یا اللہ تعالیٰ اپنی بخشش اور رحمت کے صدقے بغیر سزا انہیں معاف کر دے اور وہ جنت میں داخل ہو جائیں۔ یا کسی کی شفاعت سے ان کے گناہوں کو معاف کر دیا جائے اور وہ جنت میں داخل ہو جائیں۔ (فتح الملہم و شرح امام نووی)

2۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات وہ گناہ جو انسان کی اس دنیا میں ہلاکت کا باعث اور آخرت میں جہنم کا سبب بنیں گے ان سے اپنے آپ کو بچاؤ فرمایا:

اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ قَالُوْا مَا هِيَ قَالَ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَكْلُ الرِّبٰوا وَاَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ وَالتَّوَلِّيْ يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ (متفق علیہ)

اپنے آپ کو ان سات گناہوں سے بچاؤ جو ہلاک کرنے والے ہیں صحابہ کرام نے پوچھا وہ کون سے سات گناہ ہیں تو آپ نے فرمایا: 1۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا۔ 2۔ جادو کرنا 3۔ ناحق کسی کو قتل کرنا 4۔ سود کھانا 5۔ مال یتیم کھانا۔ 6۔ میدان جنگ سے بھاگ جانا۔ 7۔ پاکدامن بے خبر مومن عورتوں پر جھوٹی تہمت لگانا۔

سود خور کی مذمت بیان کرتے ہوئے اس کے شدید گناہ ہونے کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چند مثالیں دے کر وضاحت فرمائی ہے۔ اور ان میں سے ہر مثال ایسی دہشت زدہ کرنے والی ہے کہ اسے سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سود کے تہتر دروازے ہیں یعنی سود کھانے والے کے گناہوں کے 73 درجے ہیں جن میں سے ہر درجہ اتنا عظیم اور ہولناک ہے۔ جس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا ان میں سے کم درجہ یہ ہے کہ گویا سود خور نے اپنی ماں کے ساتھ نکاح کر لیا ہے اور اس کے ساتھ بدکاری کرنے کا مرتکب رہے۔ (رواہ الطبرانی فی معجم الاوسط)

دوسری روایت میں یہ ارشاد فرمایا:

نَصِيْبُ الرِّبٰوا اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ ثَلَاثٍ وَّثَلَاثِيْنَ

زَنْيَةً يَزْنِيهَا الرَّجُلُ فِي الْإِسْلَامِ

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سود کا اتنا عظیم گناہ ہے کہ جتنا کوئی آدمی مسلمان ہو کر تینتیس دفعہ کسی عورت سے بدکاری کا ارتکاب کرے۔ (رواہ الطبرانی)

وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ دِرْهَمُ الرِّبٰوا يَأْكُلُهُ الرَّجُلُ وَهُوَ يَعْلَمُ اَشَدُّ مِنْ سِتَّةٍ وَّثَلَاثِيْنَ زَنْيَةً

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی جان بوجھ کر سود کا ایک درہم کھاتا ہے تو اس کا گناہ چھتیس دفعہ زنا کرنے سے زیادہ ہے۔ (رواہ الطبرانی)

سود میں حیلہ کرنے کی سزا

اوپر بیان کردہ احادیث طیبہ سے یہ واضح ہو گیا کہ جو آدمی دانستہ سود لیتا ہے اور اس کو اپنی معاشی ضروریات میں استعمال کرتا ہے تو وہ کتنے گھناؤنے جرم کا ارتکاب کرتا ہے اور اسی کے مطابق وہ سزا کا مستحق ہوگا۔ لیکن اگر کوئی آدمی کسی حیلہ سے سود کھانے کا جواز حاصل کرنا چاہتا ہے وہ بھی شدید ترین سزا کا مستحق ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا بَاعَ الرَّجُلُ الدِّرْهَمَ بِالدِّرْهَمَيْنِ وَالدِّيْنَارَ بِالدِّيْنَارَيْنِ فَقَدْ رَابٰى وَخَادَعَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَاتَّخَذَ آيَاتِ اللّٰهِ هُزُوًا (فردوس اکبر)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جب کوئی آدمی ایک درہم کے بدلے دو درہموں کا یا ایک دینار کے بدلے دو دیناروں کا سودا کرے تو اس نے سود کا سودا کیا اور جب سود کے حصول میں کوئی حیلہ کرے تو وہ بھی سودی کاروبار کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتا ہے اور اللہ کی آیات کو مزاح بناتا ہے۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جو اپنے باطل خیال کے مطابق اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینا چاہتا ہے اور اس کی آیات کے ساتھ مزاح کرتا ہے تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ سودی کاروبار کرنا اتنا

شدید گناہ ہے کہ سود لینے والا، اس کا وکیل، اس کو لکھنے والا اور اس کا گواہ سب اللہ تعالیٰ کی لعنت کے مستحق ہیں۔

عَنْ جَابِرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا. اَنَّهٗ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلٰی آكِلِ الرِّبٰوا وَمُوْكِلِهٖ وَكَاتِبِهٖ وَشَاهِدِهٖ. (مسلم شریف)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سود خور، اس کے وکیل، اس کے کاتب اور اس کے گواہ پر لعنت کی ہے۔

تو لعنت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا کی جاتی ہے کہ اے اللہ! ایسے گھناؤنے گناہ کرنے والے کو اپنی رحمت سے دور ہٹا لے۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منہ سے نکلی ہوئی یہ دعا لازمی مقبول ہوگی۔

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معراج سے واپس تشریف لائے جنت اور دوزخ کی سیر کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ قرب حاصل کیا جو کسی جلیل القدر پیغمبر کو بھی نہ حاصل ہو سکا۔ اور سود خور کو جس سزا میں مبتلا دیکھا اس کی وضاحت بیان فرمائی۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معراج کے واقعہ میں یہ ارشاد فرمایا کہ دوران سفر جبرائیل امین مجھے لے کر ان بے شمار لوگوں کے پاس سے گزرے جن کے پیٹ اونٹ کی طرح بھاری بھر کم تھے اور وہ آل فرعون جن کو عالم برزخ میں صبح و شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے ان کے راستے میں پڑے ہوئے تھے۔ وہ ایک دوسرے کا سہارا لیے ہوئے تھے۔ آل فرعون صبح و شام اپنے پاؤں سے انہیں روندتے تھے۔ اور جب وہ ان کے اوپر سے روندتے ہوئے گزرتے وہ اتنی تیزی کے ساتھ اور بدحواسی کے عالم میں گزرتے تھے۔ جس طرح وہ اونٹ جو شدید بھوکا ہو اور اسے تیز چلانے کے لیے پیچھے سے ہانک دیا گیا ہو۔ وہ دوڑتے ہوئے پتھروں اور

درختوں پر گرتے ہوئے اس طرح گزرتا ہے کہ نہ وہ کسی کی آواز سنتا ہے اور نہ ہی وہ کچھ سمجھتا ہے۔اور سود خور اپنے بھاری بھرکم پیٹ کے ساتھ ان سے بچنے کے لیے کھڑا ہونے کی کوشش کرتا ہے۔لیکن ان کے اونٹوں کی طرح بھاری پیٹ انہیں جھکا دیتے ہیں۔اور وہ آل فرعون کے راستہ میں گر پڑتے ہیں۔اور آل فرعون انہیں قیامت تک اسی طرح روندتی رہے گی۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے یہ ہولناک منظر دیکھ کر جبرائیل سے پوچھا کہ اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں جو عالم برزخ میں اس شدید ترین عذاب میں مبتلا ہیں۔تو جبرائیل امین نے جواب دیا یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں سودی کاروبار کرتے تھے۔اور اس سے نفع کما کر کھاتے تھے۔اور یہ ہمیشہ اس شخص کی طرح اٹھتے اور گرتے رہیں گے جس کو شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس بنا دیا ہو۔یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی چیخیں نکل گئیں۔

اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سَمُرَۃ بن جندب سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جب آپ صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو آپ ہماری طرف متوجہ ہوتے اور اپنے صحابہء کرام سے پوچھتے کہ کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے تو وہ اسے بیان کرے اگر کسی نے کوئی خواب دیکھا ہوتا وہ اسے بیان کر دیتا تو ایک دن آپ نے حسب معمول اپنے غلاموں سے دریافت فرمایا کہ کسی نے آج رات کوئی خواب دیکھا ہے؟ تو ہم نے عرض کیا کہ نہیں آپ نے فرمایا میں نے آج خواب میں دو شخصوں کو دیکھا ہے۔وہ میرے پاس آئے اور مجھے اٹھا کر اپنے ساتھ ارض مقدسہ کی طرف لے گئے دوران سفر ہمارا ایک ایسی نہر سے گزر ہوا جس کا پانی لوگوں کا خون اور پیپ تھا۔اس نہر میں ایک آدمی کھڑا تھا جو اس سے باہر نکلنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن نہر کے کنارے پر ایک آدمی کھڑا تھا۔جس کے سامنے بہت سے پتھر پڑے تھے۔وہ اس آدمی پر پتھر برساتا تھا جو خونی نہر سے باہر نکلنے کی کوشش کرتا تھا۔تو وہ پتھر کھا کر اپنی اسی جگہ کی طرف واپس پلٹ جاتا تھا۔جہاں وہ پہلے کھڑا تھا۔اور یہی سلسلہ مسلسل جاری تھا۔میں نے ان دونوں شخصوں سے پوچھا جو میرے ساتھ تھے۔کہ یہ نہر میں کون ہے جسے یہ شدید ترین سزا دی جا رہی ہے۔تو انہوں نے

جواب دیا کہ یہ سود خور ہے اور پتھر برسانے والا ایک فرشتہ ہے۔ (بخاری شریف)

اگرچہ یہ خواب کا واقعہ نقل کیا گیا ہے لیکن اس کے حق ہونے میں کوئی شک نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خواب بھی وحی کا حصہ ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں نے سود کی یہ سزا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان سے سنی تو کاروبار میں اتنی احتیاط کرتے تھے کہ اگر کسی آدمی سے سودا کرتے ہوئے اس میں کچھ زیادتی حاصل ہو جاتی اور وہ انہیں معاف بھی کر دیتا تو اسے قبول نہ فرماتے تھے۔

حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے چاندی کی ایک پازیب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ فروخت کی۔ تو آپ نے وہ پازیب ترازو کے ایک پلڑا میں رکھی اور دراہم دوسرے پلڑا میں رکھے۔ پازیب کا وزن دراہم سے کچھ زیادہ تھا تو آپ نے کتر پکڑا تا کہ چاندی کا کچھ حصہ کاٹ کر مجھے دے دیں میں نے عرض کیا کہ اے رسول اللہ کے خلیفہ! میں زیادتی آپ کو معاف کرتا ہوں تو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

سَمِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ الزَّائِدُ وَالْمُسْتَزِيْدُ فِي النَّارِ

میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ زائد لینے والا اور زائد دینے والا دونوں دوزخ میں جائیں گے اس لیے یہ زیادتی میں قبول نہیں کر سکتا۔

سود اور سوداگری کا فرق

- سود اور سوداگری میں بہت بڑا فرق ہے۔ بعض علماء کرام نے سود اور تجارت میں فرق کی اس طرح وضاحت کی ہے کہ ایک شخص نے دس روپے کا کپڑا بیس روپے کے عوض خرید لیا تو خریدار کے پاس وہ کپڑا بیس روپے کے عوض میں آ گیا۔ اور خریدنے والا اور بیچنے والا دونوں اس سودے پر راضی ہیں اور مالیت میں قیمت اور کپڑا ایک دوسرے کے عوض ہیں۔ اس لیے مشتری کپڑا بغیر عوض کے نہیں لے رہا۔ بلکہ دس روپے اس کی قیمت ادا کر رہا ہے اس لیے اس خرید و فروخت میں کوئی ایسی چیز نہیں جس سے بیچنے والے اور خریدنے والے

دونوں میں سے کسی کا نقصان ہو۔ اس لیے یہ سوداگری جائز ہے۔ تو فروخت کرنے والا زائد دس روپے بغیر کسی عوض کے حاصل کر رہا ہے۔ اس لیے خریدنے والا سراسر گھاٹے اور خسارے میں ہے اس لیے یہ جائز نہیں۔

اور یہ کہنا بالکل جائز نہیں کہ دس روپے دینے والے نے کچھ مدت بعد بیس روپے لینے کی جو مہلت دی ہے وہ دس روپے زائد لینے کا عوض ہے۔ کیونکہ یہ مدت نہ عوض بن سکتی ہے اور نہ ہی عوض کے قائم مقام ہو سکتی ہے۔ اس لیے ایسی خرید و فروخت بالکل نا جائز اور ظلم ہے اور شریعت اسلامیہ ایسے ظلم کی قطعاً اجازت نہیں دیتی اس لیے سود کو حرام قرار دیا گیا ہے کیونکہ زیادتی دینے والا کبھی خوش دلی سے نہیں دیتا۔

سود کی حرمت کی وجوہات

سود کی حرمت کی کئی وجوہات ذکر کی گئی ہیں ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

1۔ سود لینا غیر کے مال کو بغیر کسی عوض کے حاصل کرنا ہے جو بالکل نا جائز ہے کیونکہ جو آدمی ایک روپیہ نقد یا ادھار دو روپوں کے عوض فروخت کرتا ہے تو وہ ایک روپیہ زائد بغیر کسی عوض کے حاصل کرتا ہے۔ اور بغیر عوض زیادتی حاصل کرنا جائز نہیں۔

2۔ اگر سودی کاروبار کو جائز قرار دیا جائے تو تجارت کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ کیونکہ جب کسی دولتمند کو بغیر کسی نقصان اور بغیر کسی مشقت و محنت کے سود کی وجہ سے زیادتی حاصل ہو جائے گی تو اسے کیا پڑی ہے کہ وہ تجارت کرے۔ جس میں نفع اور نقصان دونوں کا احتمال بھی ہے اور اس میں محنت و مشقت بھی کرنا پڑتی ہے۔ لہٰذا تجارت کا بازار ماند پڑ جائے گا۔ اس لیے سود کو حرام قرار دیا۔

3۔ جو دولت مند کسی غریب کو قرض دے کر ثواب حاصل کرنے کے خواہش مند ہوتے ہیں تو سود انہیں ثواب کے حصول سے روکنے کا سبب بن جائے گا تو جب سود حرام ہو گا تو صاحب ثروت محتاجوں کو بخوشی قرض بھی دے گا اور اسے ثواب بھی حاصل ہو گا

4۔ سود کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے۔ اور جس کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہو اس

میں ضرور کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے کیونکہ یہ حکیم کا فعل ہے اور حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا اور یہ ضروری نہیں کہ اس کی حکمت اور علت مخلوق کو بھی معلوم ہو لہٰذا اگر اس کی حرمت کی علت ہمیں معلوم نہ ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن اسے حرام قرار دینے والا تو اس کی حرمت کی علت سے باخبر ہے۔ لِاَنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ

5۔ سود کو سوداگری پر قیاس کرنا بھی جائز نہیں کیونکہ نص کے مقابلہ میں قیاس کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ نص شارع کی طرف سے ہوتی ہے اور شارع کا حکم قطعی ہوتا ہے۔ جس کا مقابلہ قیاس نہیں کر سکتا۔

ربوا کن چیزوں میں متحقق ہے

ربٰوا کا معنی زیادتی ہے اور ہر زیادتی ربٰوا نہیں ہو سکتی بلکہ شریعت نے اس زیادتی کو حرام قرار دیا ہے۔ جو ہم جنس چیزوں کا تبادلہ کرتے وقت بغیر عوض کے لی جاتی ہے حدیث شریف میں اس کی وضاحت موجود ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونے کے بدلے سونا، چاندی کے بدلے چاندی، گندم کے بدلے گندم، جو کے بدلے جو، کھجور کے بدلے کھجور اور نمک کے بدلے نمک میں زیادتی لے کر فروخت نہ کرو مگر برابر دست بدست اور عین بعین فروخت کرو۔ البتہ سونے کو چاندی کے بدلہ میں اور چاندی کو سونے کے بدلے میں گندم کو جو کے عوض اور کھجور کو نمک کے عوض دست بدست جس قدر زیادتی حاصل کرنا چاہو اس پر انہیں بیچ سکتے ہو بشرطیکہ غبن فاحش نہ ہو۔ کیونکہ ان اشیاء میں ہم جنس نہ ہونے کی وجہ سے زیادتی لینا سود نہیں اور برابری کی شرط بھی صرف ہم جنس اشیاء میں ہوتی ہے۔ اور وہ چیز جس کی سود کی حرمت پر نص موجود ہے اگر وہ کیلی ہو تو وہ ہمیشہ کیلی ہی رہے گی جیسے گندم اور جو، کھجور اور اگر وہ وزنی ہو تو ہمیشہ وزنی کا ہی اعتبار ہوگا جیسے سونا اور چاندی اگرچہ عرف عام میں اس کے خلاف ہی کیوں نہ ہو کیوں کہ نص قطعی ہوتی ہے جو عرف عام سے قوی ہوتی ہے۔ اور قوی کو ادنی کے مقابلہ میں ترک نہیں

کیا جا سکتا۔ اور جس چیز کا حکم نص سے ثابت نہ ہو اس کو عرف عام پر محمول کریں گے بشرطیکہ وہ ان چھ اشیاء میں سے نہ ہو جن کا ذکر حدیث شریف میں کیا گیا ہے۔ اگر کوئی ایسی چیز جس کا حکم نص سے ثابت نہ ہو اگر وہ عرف عام میں وزنی ہو تو اس کا وزنی ہونے کا ہی اعتبار کیا جائے گا۔ اگر عرف اور رواج میں کیلی ہوں تو ان کو کیلی کے حکم میں ہی داخل کیا جائے گا۔

سود سے بچنے کے لیے بعض فقہاء نے شرعی حیلوں کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ لیکن حقیقت میں ایسا حیلہ کرنا مکروہ اور ناپسندیدہ ہے۔ اس لیے شرعی مسائل میں اس قسم کے حیلوں سے بچنا ہی زیادہ بہتر اور اولیٰ ہے۔ کیونکہ ہر حالت میں تقویٰ فتویٰ سے بہتر ہے۔ ان حیلوں میں سے ایک حیلہ کی صورت یہ بیان کی گئی ہے اگر کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی سے دس روپے ایک مہینہ کی مدت کے عوض ساڑھے دس روپے میں قرض لینا چاہتا ہے۔ تو قرض لینے والا دس روپوں کی چیز قرض دینے والے کو دس روپے میں ہی فروخت کر دے اور وہ چیز بھی اس کے حوالے کر دے اور اس سے دس روپے وصول کر لے اس کے بعد قرض لینے والا اسی مجلس میں یہ کہے کہ یہ چیز میں ساڑھے دس روپے میں فروخت کرتا ہوں۔ تو قرض لینے والا اس متعین قیمت کے ساتھ معین مدت کے لیے اس سے وہ چیز لے لے تو جائز ہے اور یہ زیادتی سود نہیں ہوگی لیکن بندۂ مومن کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ معاملات میں غیر شرعی حیلوں سے احتراز کرے تاکہ آخرت میں اس سے مواخذہ نہ کیا جائے دلی دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں شریعت کے احکام کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور غیر شرعی حجت بازیوں سے محفوظ رکھے۔ (آمین ثم آمین)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدِ الْمَبْعُوْثِ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَعَلٰی مَنِ اتَّبَعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ

بائیسواں وعظ

حسن معاشرت

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا
وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْيَتٰمٰی وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی
وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا
مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۝

اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت بناؤ اور والدین سے اچھا برتاؤ کرو۔ نیز رشتہ داروں، یتیموں، مساکین، رشتہ دار پڑوسیوں، غیر رشتہ دار پڑوسیوں، ہم مجلس، مسافر اور جو لونڈی غلام تمہارے قبضہ میں ہے ان سب سے حسن سلوک کرو بے شک اللہ تعالیٰ مغرور فخر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا۔

اس سے ماقبل آیت میں میاں اور بیوی کے حقوق کا ذکر ہوا۔ آپس میں حسن سلوک اور حسن معاشرت کی تاکیدیں ہوئیں اصلاح احوال کی تدبیریں بتائیں گئیں۔ اور اب مخاطبین کو یہ حکم دیا جارہا ہے کہ تمہارا تعلق صرف گھر اور گھر والی سے ہی نہیں بلکہ اس کے علاوہ تمہارا رشتہ اپنے خالق سے بھی ہے اور اس کی مخلوق سے بھی۔ ان کے حقوق کی درجہ بدرجہ ادائیگی بھی تمہارے اوپر لازم ہے تمہارے خالق کا حق تم پر یہ ہے کہ تم اس کی یاد، ذکر اور عبادت میں سرشار رہو اور کسی کو کسی حیثیت سے بھی اس کا شریک مت بناؤ۔ نہ ذات میں نہ صفات میں کیونکہ اس کی ذات میں کسی کو شریک بنانا شرک جلی کا ارتکاب ہے اور اس کی

صفات میں کسی کو شریک بنانا شرک خفی ہے۔ شرک جلی کا ارتکاب صریح کفر اور ظلم عظیم ہے اور شرک خفی عبادت اور اس کے اجر کو ملیا میٹ کر دیتا ہے اور اس کی مخلوق کا بھی تم پر یہ حق ہے کہ سب کے ساتھ احسان اور مروت کا برتاؤ کرو۔ کسی کو ضرر اور دکھ پہنچانے کا خیال تک بھی تمہارے دل میں نہ گزرے خصوصاً تمہارے والدین، قریبی رشتہ دار، یتیم، مساکین اور رشتہ دار پڑوسی خواہ ان کا قرب نسب کے اعتبار سے ہو یا دین کے اعتبار سے۔ بعید کے پڑوسی یا غیر رشتہ دار پڑوسی۔ تمہارے وہ ساتھی جو اچھے کام، صنعت یا سفر میں تمہارے ساتھ ہوں۔ مسافر، مہمان، تمہارے غلام اور لونڈیاں یہ سب تمہارے خصوصی حسن سلوک کے مستحق ہیں اور آیت کے آخر میں یہ فرما کر کہ اللہ تعالیٰ غرور کرنے والوں اور فخر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا، واضح کر دیا کہ جو ان کے حقوق ادا نہ کرے اور نہ ہی ان کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کرے تو ان مغرور اور خود پسندوں کو اللہ تعالیٰ بالکل پسند نہیں فرماتا۔

اس مذکورہ بالا آیت طیبہ میں جن کے حقوق ادا کرنے کی ذمہ داری کسی پر ڈالی گئی ہے ان کو درجہ بدرجہ اَلاھَمُّ فَالاَھَمُّ کے طریقہ پر ذکر کیا گیا ہے جس کا حق تمام سے زیادہ اور مقدم ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس لیے سب سے پہلے اس کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا اس کے بعد والدین اور درجہ بدرجہ رشتہ دار اور دوسرے لوگوں کو ذکر فرمایا اور انکے ساتھ حسن سلوک اور حسن معاشرت کا حکم دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ حق جن کا کسی پر ہو سکتا ہے وہ اس کے والدین ہیں اس لیے اپنے ساتھ کسی غیر کو شریک بنانے سے روکنے کے بعد والدین کے حقوق ادا کرنے کا حکم ارشاد فرمایا:

وَقَضٰی رَبُّکَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًاؕ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ کِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا۔ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا۔

اور تیرے رب نے اس کا قطعی حکم فرمایا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اگر ان دونوں میں سے تیرے پاس کوئی ایک بڑھاپے کو پہنچ جائے یا دونوں تو ان دونوں کو اف تک نہ کہو اور ان دونوں کو مت جھڑکو! اور ان دونوں کے لیے اچھی بات کہو اور ان دونوں کے لیے عاجزی اور اطاعت کا اظہار کرو ان پر مہربانی کرتے ہوئے اور اللہ کی بارگاہ میں عرض کرو اے میرے پروردگار! تو ان پر اسی طرح رحم فرما جس طرح ان دونوں نے میری تربیت فرما کر میرے بچپنے میں میرے اوپر رحمت فرمائی۔

زیر عنوان آیت طیبہ میں اللہ کے ساتھ کسی غیر کو شریک بنانے اور عبادت کرنے سے اجمالاً روکا گیا تھا۔ اور رشتہ داروں اور دوسرے لوگوں کے ساتھ حسن معاشریت کی وضاحت نہ تھی لیکن اس آیت طیبہ میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تفصیلات بیان کی گئیں ہیں اب درج ذیل میں ہر ایک کے متعلق الگ الگ وضاحت کرتے ہیں۔

عبادت کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تخصیص کا مطلب

عبادت کا معنی ہے حد درجہ عاجزی اور انکساری کرنا یہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہونی چاہیے اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت اس طرح فرمائی ہے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صرف رحمان ہی عبادت کے ساتھ خاص ہے کیونکہ جو ذات عبادت کے لائق ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے تو جو آدمی اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک بنائے گا تو اس کا وہ عمل قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرت میں وہ خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔ یعنی اس کا عمل باطل ہو چکا ہوگا جس طرح اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

لَئِنۡ اَشۡرَکۡتَ لَیَحۡبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ ۝

کہ اگر بخدا آپ بھی کسی کو اللہ کے ساتھ شریک بنائیں گے تو تیرا عمل باطل ہو جائے گا تو یقیناً تو خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

تو اس لیے عقل مند آدمی پر یہ واجب ہے کہ وہ اپنے رب کو ہی عبادت کے ساتھ خاص کرے جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا.

کہ جو آدمی اپنے رب سے ملاقات کا یقین رکھتا ہے تو اسے نیک عمل کرنا چاہئے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔

اس مذکورہ بالا وضاحت سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آگئی کہ عبادت کے لائق صرف اور صرف اللہ کی ذات ہے اور جو اس کے ساتھ کسی حیثیت سے بھی کسی غیر کو شریک بنائے گا اس کے تمام کے تمام اعمال تباہ و برباد ہو جائیں گے اور آخرت میں اسے کچھ بھی اجر حاصل نہیں ہو گا خواہ شرک کرنیوالی ہستی کتنی ہی عظیم کیوں نہ ہو۔

حقوق الوالدین

قرآن کریم کی آیت طیبہ میں توحید کے بعد جن کے حقوق کا ذکر کیا گیا ہے وہ والدین ہیں حدیث طیبہ میں بھی اس کی خوب وضاحت کی گئی ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا عرض کی:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ) مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ صُحْبَتِيْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اَبُوْكَ. (متفق علیہ)

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیک وسلم میرے احسان کا زیادہ کون حقدار ہے آپ نے فرمایا تیری ماں، اس نے پوچھا پھر کون تو آپ نے فرمایا تیری ماں اس نے عرض کی پھر، آپ نے فرمایا تیری ماں۔ پھر عرض کی اس کے بعد کون، تو آپ نے فرمایا تیرا باپ۔

اس حدیث پاک سے واضح ہو گیا کہ تمام لوگوں سے زیادہ کسی آدمی کے احسان کے زیادہ

حقدار اس کی ماں اور اس کا باپ ہیں۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی یہ روایت بھی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

رَغِمَ اَنفُهٗ رَغِمَ اَنفُهٗ رَغِمَ اَنفُهٗ قِيْلَ مَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْکَ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَدْرَکَ وَالِدَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ۔ (مسلم شریف)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (تین دفعہ) فرمایا کہ وہ آدمی ذلیل و رسوا ہوا اس کی ناک خاک آلود ہو۔ اس کی ناک خاک آلود ہو۔ اس کی ناک خاک آلود ہو۔ پوچھا گیا ایسا کون بدبخت ہے تو آپ نے فرمایا کہ وہ آدمی جو اپنے والدین میں سے ایک کو یا دونوں کو بڑھاپے کے عالم میں پائے تو ان کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ ماں اور باپ دونوں کی یا دونوں میں سے ایک کی خدمت کرنا ان کے ساتھ حسن معاشرت اختیار کرنا اور انہیں راضی کرنا ہی جنت میں داخل ہونے کا راستہ ہے۔ حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا کی والدہ مشرکہ تھی وہ اپنی بیٹی کو ملنے کے لیے آئی تو حضرت اسماء نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میری والدہ میرے پاس آئی ہے حالانکہ وہ اسلام سے اعراض کرنے والی ہے کیا میں اس کے ساتھ صلہ رحمی کروں۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں صِلِيْهَا کہ تو اس کے ساتھ صلہ رحمی کر۔ (متفق علیہ)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اگر والدہ کافر بھی ہو تو ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا جائز ہے۔ والدین کی خوشنودی کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کہا گیا ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا:

مَنْ اَرْضٰى وَالِدَيْهِ فَقَدْ اَرْضٰى خَالِقَهٗ وَمَنْ اَسْخَطَ وَالِدَيْهِ فَقَدْ اَسْخَطَ خَالِقَهٗ (مشکوۃ شریف)

جس نے اپنے والدین کو راضی کیا اس نے اپنے خالق کو راضی کر لیا اور جس نے

اپنے والدین کو ناراض کیا اس نے اپنے خالق کو ناراض کیا۔
والدین کے ساتھ اسلامی معاشرہ میں اس سے بڑھ کر اور نیکی کیا ہو سکتی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی آدمی کا اپنے والدین کو گالی گلوچ کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔
عبداللہ بن عمر روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَهَلْ يَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قَالَ نَعَمْ يَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ اَبَاهُ وَيَسُبُّ اُمَّهٗ فَيَسُبُّ اُمَّهٗ (متفق علیہ)

آدمی کا اپنے والدین کو گالی گلوچ کرنا کبیرہ گناہوں سے ہے تو صحابہ کرام نے عرض کی اے اللہ کے رسول! کیا کوئی آدمی اپنے والدین کو گالی گلوچ کرتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ وہ کسی کے باپ کو گالی نکالتا ہے تو وہ اس کے باپ کو گالی دے گا وہ کسی کی ماں کو برا بھلا کہتا ہے تو وہ اس کی ماں کو برا بھلا کہے گا۔

والدین کے حقوق اولاد پر

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ والدین کے بیٹے پر دس حقوق ہیں۔
1۔ضرورت کے وقت انہیں کھانا کھلانا۔
2۔ان کی خدمت کرنا۔
3۔جب وہ بلائیں تو ان کو جواب دینا۔
4۔اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کے علاوہ ان کے حکم کی اطاعت کرنا۔
5۔ان کے ساتھ نرمی سے گفتگو کرنا اور سختی نہ کرنا۔
6۔اگر انہیں لباس کی ضرورت ہو تو حسب استطاعت انہیں لباس پہنانا۔
7۔چلنے میں ان کے پیچھے چلنا۔
8۔ان کے لیے وہی چیز پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

9۔ جو چیز اپنے لیے پسند نہیں کرتا وہ ان کے لیے بھی پسند نہ کرے۔

10۔ جب اپنی ذات کے لیے اللہ کی بارگاہ میں التجا کرے تو اپنے والدین کی بخشش کی بھی دعا کرے۔

مسئلہ

والدین کی وفات کے بعد انہیں راضی کرنا

ایک فقیہ سے پوچھا گیا کہ اگر والدین اپنے لڑکے پر ناراض ہو جائیں اور وہ فوت ہو جائیں تو انہیں کس طرح راضی کیا جائے تو فقیہ نے جواب دیا کہ تین ایسے عمل ہیں اگر کوئی وہ کرے تو والدین کو راضی کر سکتا ہے۔

1۔ ان کا لڑکا نیک اعمال کرے۔

2۔ والدین کے قریبی رشتہ داروں اور ان کے دوستوں کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔

3۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ان کی مغفرت طلب کرے ان کے درجات کی بلندی کی دعا کرے اور اپنے مال سے ان کی طرف سے صدقہ کرے۔

پڑوسی کے حقوق

کسی آدمی کا پڑوسی اس کے حسن سلوک کا زیادہ حقدار ہے اگر وہ پڑوسی قریبی رشتہ دار ہے تو باقی پڑوسیوں پر اس کا حق فائق ہے۔ حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

لَا يَسْتَقِيْمُ اِيْمَانُ الْعَبْدِ حَتّٰى يَسْتَقِيْمَ قَلْبُهٗ وَلَا يَسْتَقِيْمُ قَلْبُهٗ حَتّٰى يَسْتَقِيْمَ لِسَانُهٗ وَلَا يَدْخُلُ الْمُؤْمِنُ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَأْمَنَ جَارُهٗ مِنْ لِّسَانِهٖ. (مسلم شریف)

کسی بندے کا ایمان اس وقت تک درست نہیں جب تک اس کا دل درست نہ ہو اور اس کا دل اس وقت تک درست نہیں ہوتا جب تک اس کی زبان درست نہ ہو

بندہ مومن اس وقت تک عزت واحترام کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوگا جب تک اس کا پڑوسی اس کی زبان کی اذیت سے محفوظ نہ ہو۔

ایک دوسری حدیث شریف میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑوسی کے حقوق کی وضاحت اس طرح فرمائی ہے آپ فرماتے ہیں:

مَنْ اَکْرَمَ جَارَہٗ وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃُ وَمَنْ اٰذٰی جَارَہٗ لَعَنَہُ اللّٰہُ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَالنَّاسُ اَجْمَعُوْنَ.

جو آدمی اپنے پڑوسی کی عزت کرتا ہے اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے اور جو آدمی اپنے پڑوسی کو اذیت پہنچاتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ، ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہوتی ہے۔

مہمان کی عزت وتکریم کا اجر

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَنْفَقَ عَلَی الضَّیْفِ دِرْھَمًا فَکَاَنَّمَا اَنْفَقَ اَلْفَ دِرْھَمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَحَدٍ یَّاْتِیْہِ الضَّیْفُ فَاَکْرَمَہٗ اِلَّا فَتَحَ اللّٰہُ لَہٗ بَابًا مِّنَ الْجَنَّۃِ.

جو آدمی مہمان کی مہمان نوازی کے لیے ایک درہم خرچ کرتا ہے تو گویا اس نے اللہ کے راستے میں ایک ہزار درہم خرچ کیا آپ نے فرمایا کہ جس آدمی کے پاس کوئی مہمان آئے اور وہ اس کی عزت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

واضح ہو کہ اگر کسی کے پاس کوئی مہمان آئے تو حسب توفیق ایک دن اور ایک رات اس کی مہمان نوازی کرنا میزبان پر واجب ہے تین دن تک اس کی مہمان نوازی کرنا اس کا حق ہے اور تین دن سے زائد کوئی کسی مہمان سے حسن سلوک کرتا ہے تو یہ اس کے لیے بہتر صدقہ ہے ورنہ اس پر کسی قسم کا مواخذہ نہ ہوگا۔

روایت بیان کی گئی ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی مہمان آتا تو آپ بذات خود اس کی مہمان نوازی کے لیے اور خدمت کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے جب آپ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے ہیں کہ جس کے گھر میں کوئی مہمان آئے تو ملائکہ اس کی عزت کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں اور مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ میں بیٹھا ہوا ہوں اور ملائکہ کھڑے ہوں۔

مہمان کی آمد کی برکات اور ثواب

اگر کسی کے گھر میں کوئی مہمان آجائے تو اس گھر میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکت کا نزول ہوتا ہے اور میزبان کے گناہوں کی بخشش کا سبب بن جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ مجھے جبرائیل نے یہ خبر دی ہے:

اِنَّ الضَّیْفَ اِذَا دَخَلَ عَلٰی اَخِیْہِ الْمُسْلِمِ دَخَلَتْ مَعَہٗ اَلْفُ بَرَکَۃٍ وَاَلْفُ رَحْمَۃٍ وَغَفَرَ اللّٰہُ ذُنُوْبَ اَھْلِ ذَالِکَ الْبَیْتِ وَلَوْ کَانَ ذُنُوْبُھُمْ اَکْثَرَ مِنْ زَبَدِ الْبَحْرِ وَوَرَقِ الْاَشْجَارِ وَاَعْطَاہُ ثَوَابَ اَلْفِ شَھِیْدٍ وَکَتَبَ لَہٗ بِکُلِّ لُقْمَۃٍ اَکَلَ الضَّیْفُ ثَوَابَ حَجَّۃٍ مَّبْرُوْرَۃٍ وَّعُمْرَۃٍ مَّقْبُوْلَۃٍ وَّبَنَی اللّٰہُ تَعَالٰی لَہٗ مَدِیْنَۃً فِی الْجَنَّۃِ وَمَنْ اَکْرَمَ ضَیْفَہٗ فَکَاَنَّمَا اَکْرَمَ سَبْعِیْنَ نَبِیًّا (کنز الاخبار)

جب کسی مسلمان بھائی کے گھر میں کوئی مہمان داخل ہو جائے تو اس کے ساتھ ہزار برکتیں اور ہزار رحمتیں بھی داخل ہو جاتی ہیں اور اس گھر والوں کے تمام گناہ اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے اگرچہ ان کے گناہ سمندر کی جھاگ اور درختوں کے پتوں سے بھی زیادہ ہوں اور اسے ہزار شہیدوں کا ثواب بھی عطا فرماتا ہے اور ہر

اس لقمے کے بدلے جو مہمان نے کھایا ایک مقبول حج اور مقبول عمرے کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک خوبصورت شہر تعمیر فرما دیتا ہے اور جس آدمی نے ایک مہمان کی عزت کی تو اسے اتنا ثواب حاصل ہوتا ہے گویا اس نے ستر انبیاء کی عزت وتکریم کی۔

آیت میں مذکورہ افراد پر صدقہ کرنے کا ثواب

اگرچہ کسی پر صدقہ کرنے سے بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں اور نقصانات سے حفاظت ہو جاتی ہے حتیٰ کہ صدقہ دوزخ کی آگ سے بھی نجات کا باعث بن جاتا ہے۔ اور بالخصوص ان لوگوں پر صدقہ کرنا جن کا مذکورہ بالا آیت طیبہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ بہت ہی زیادہ ثواب کے حصول کا باعث بنتا ہے۔ یہاں تک کہ جب انسان کے سارے عمل منقطع ہو جاتے ہیں اور وہ اس دنیا سے رخت سفر باندھ کر دار بقا تک پہنچ چکا ہوتا ہے اس وقت بھی ان تین اعمال کے ثواب سے محروم نہیں رہتا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا مَاتَ ابۡنُ آدَمَ اِنۡقَطَعَ عَنۡهُ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنۡ ثَلَاثٍ صَدَقَةٌ جَارِيَةٌ وَّوَلَدٌ صَالِحٌ يَدۡعُوۡلَهٗ بِالۡمَغۡفِرَةِ وَعِلۡمٌ يُّنۡتَفَعُ بَعۡدَهٗ.

(متفق علیہ)

جب ابن آدم مر جاتا ہے تو اس کے سارے عمل اس سے منقطع ہو جاتے ہیں مگر تین اعمال کا ثواب اسے حاصل ہوتا رہتا ہے 1۔ صدقہ جاریہ۔ 2۔ اس کی ایسی نیک اولاد جو اس کے لیے بخشش کی دعا کرتی ہے۔

3۔ وہ عمل جو اس نے کسی کو پڑھایا اور اس کے بعد لوگ اس سے نفع اٹھاتے رہیں اس کا ثواب بھی اس کو حاصل ہوتا رہے گا"۔

والدین کی دعا کا انعام

بیان کیا جاتا ہے کہ سلیمان علیہ السلام اپنے ہوائی تخت پر بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا مشاہدہ کرنے اور سیر کرنے کے لیے فضا میں سفر کرنے لگے تو آپ کا تخت اڑتے اڑتے ایک گہرے سمندر تک جا پہنچا جس میں آپ نے ایک بڑی لہر دیکھی آپ نے ہوا کو رکنے کا حکم دیا جو آپ کا تخت اٹھا کر اڑ رہی تھی۔ ہوا رک گئی، آپ نے ایک بڑے جن کو حکم دیا کہ وہ سمندر میں غوطہ لگا کر اس لہر کی گہرائی تک پہنچے پس جنوں میں سے ایک بڑے جن عفریت نے غوطہ لگایا وہ سمندر کی تہہ تک پہنچا وہاں سفید موتیوں کا ایک گنبد دیکھا جس کا نہ کوئی دروازہ تھا اور نہ ہی کھڑکی نہ اس میں کوئی روشندان تھا اور نہ ہی کوئی سوراخ وہ عفریت اسے اٹھا کر باہر لایا حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے رکھ دیا آپ نے تعجب کا اظہار کیا اور اس راز کو معلوم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی تو اس کا دروازہ کھل گیا آپ نے اس میں ایک نوجوان کو سجدے میں دیکھا تو حیران ہو کر پوچھا کہ تیرا تعلق کس جنس سے ہے کیا تو فرشتہ ہے، جن، انسان ہے یا کوئی اور چیز تو اس نے عرض کیا کہ میں انسان ہوں آپ نے اس سے پوچھا تجھے یہ شرافت و کرامت کیسے حاصل ہوئی تو اس نے جواب دیا کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی وجہ سے یہ مرتبہ نصیب ہوا ہے۔ پھر اس نے اس کی اس طرح وضاحت کی کہ میری والدہ بوڑھی تھی میں اس کی خدمت کرتا تھا اور اسے اپنی پشت پر اٹھاتا تھا۔ تو وہ میرے حق میں دعا کرتی تھی کہ اے اللہ! تو اسے صبر عطا فرما۔ اور اسے میرے مرنے کے بعد وہاں مکان عطا فرما جو زمین میں ہو نہ آسمان میں۔ وہ وفات پا گئی میں ایک دن سمندر کے کنارے پر سیر کر رہا تھا تو وہاں مجھے یہ موتیوں کا گنبد نظر آیا میں اسے دیکھنے کے لیے نزدیک ہوا۔ تو اس کا دروازہ کھل گیا میں اس کے اندر داخل ہوا تو وہ دروازہ فوراً بند ہو گیا اب مجھے معلوم نہیں کہ میں ہوا میں ہوں یا زمین پر اور اللہ تعالیٰ اسی محل میں روزمرہ مجھے رزق عطا فرماتا ہے تو سلیمان علیہ السلام نے پوچھا وہ کیسے تو اس نے جواب دیا

کہ جب بھوک لگتی ہے تو اس محل میں ایک درخت پیدا ہو جاتا ہے جو پھل سے لدا ہوا ہوتا ہے اور اس کا پھل بڑا ہی لذیذ اور مقوی ہوتا ہے میں اس سے کھاتا ہوں اور جب مجھے پیاس لگتی ہے تو اس میں پانی کا ایک شفاف چشمہ جاری ہو جاتا ہے جس کی رنگت دودھ سے زیادہ سفید اور اس کا ذائقہ شہد سے زیادہ میٹھا ہوتا ہے اور برف سے زیادہ ٹھنڈا ہوتا ہے تو سلیمان علیہ السلام نے پوچھا اس میں تجھے رات اور دن کا کیسے پتہ چلتا ہے تو اس نے کہا کہ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو یہ گنبد سفید ہو جاتا ہے اور جب رات پڑتی ہے تو یہ سیاہ ہو جاتا ہے۔ تو مجھے معلوم ہو جاتا ہے کہ اب دن ہے یا رات۔ تو سلیمان علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی تو وہ گنبد بند ہو گیا اور سمندر کی سطح میں اسی طرح مقیم ہو گیا جس طرح وہ پہلے تھا۔ (مجمع الالطاف)

اسی طرح موسیٰ علیہ السلام سے بھی ایک روایت نقل کی گئی ہے جس میں والدہ کی خدمت کی وجہ سے ایک آدمی کو آپ کی ہم نشینی کا شرف حاصل ہوگا۔

بیان کیا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی کہ مجھے وہ آدمی دکھا جو جنت میں میرا ہم نشین ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! فلاں شہر کے فلاں بازار میں جاؤ وہاں ایک قصاب گوشت فروخت کر رہا ہوگا جس کا چہرہ اس اس طرح ہوگا۔ وہی جنت میں آپ کا ہم نشین ہوگا تو موسیٰ علیہ السلام اس قصاب کی دوکان کو تلاش کرنے لگے اور بالآخر وہاں تک پہنچ گئے وہ قصاب اپنا کام کرتا رہا موسیٰ علیہ السلام اس کا جائزہ لیتے رہے شام کے وقت قصاب نے گوشت کا ایک بہت بڑا برتن اٹھایا اور اس کو اپنے تھیلے میں رکھ لیا تو جب وہ جانے لگا تو موسیٰ علیہ السلام نے رات کے وقت اس کے ہاں ٹھہرنے کی خواہش ظاہر کی تو اس نے بخوشی اجازت دے دی وہ آپ کو ساتھ لے گیا اور وہ دونوں گھر میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے اس نے اس گوشت سے بہترین یخنی بنائی پھر اس نے گھر کے اندر سے ایک زنبیل نکالی تو اس میں کبوتر کے چوزے کی طرح ایک بڑھیا تھی اس نے اس کو اس سے نکالا اور ایک چمچ پکڑی جس کے ساتھ وہ یخنی اس کے منہ میں ڈالتا رہا جب وہ سیر ہو گئی تو اسے ایک طرف رکھا اور اس کے کپڑے دھو کر اور انہیں خشک کر کے اسے پہنا دیے پھر اس

بوڑھی کو اسی زنبیل میں رکھا تو اس بوڑھی نے اپنے ہونٹوں کو حرکت دی اور موسیٰ علیہ السلام نے اس کے ہونٹوں کو حرکت کرتے دیکھ کر سنا کہ وہ عرض کر رہی تھی کہ اے اللہ! میرے اس بیٹے کو جنت میں موسیٰ علیہ السلام کا ہم نشین بنا دے۔ اور پھر اس نے اسے آرام کے لیے لٹا دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا یہ کون ہے جس کے ساتھ تو یہ سلوک کر رہا ہے تو اس نے جواب دیا یہ میری والدہ ہے یہ اتنی کمزور ہو چکی ہے کہ نہ بیٹھ سکتی ہے اور نہ کچھ کھا سکتی ہے تو آپ نے فرمایا: میں پیغمبر خدا موسیٰ ہوں اور تجھے مبارک ہو کہ تو جنت میں میرا ہم نشین ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے والدہ کی خدمت کی وجہ سے تجھے یہ شرف عطا کر دیا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے والدین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

خلاصہ کلام

مذکورہ بالا تفصیلات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بندے پر سب سے پہلا حق اللہ تعالیٰ کا ہے اس کے بعد اس کے والدین کا اور اس کے بعد باقی تمام لوگوں کا۔ اور ان تمام کے حقوق ادا کرنے سے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نوازشات اور انعامات حاصل ہوتے ہیں ان کا بھی اوپر بیان ہو چکا ہے ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان تمام حقوق کو حسب مراتب ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا مُحَمَّدِ
اَلْمَبْعُوْثِ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ وَشَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ وَعَلٰی آلِهٖ
وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ
وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ

تیسواں وعظ

مردوں کی فضیلت

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ

مرد عورتوں پر محافظ و نگران ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے بھی کہ مرد اپنے مالوں کو عورتوں کی ضرورت اور آرام کے لیے خرچ کرتے ہیں پس نیک عورتیں اطاعت گزار ہوتی ہیں مردوں کی غیر حاضری میں (ان کے مال اور اپنی عصمت) کی حفاظت کرتی ہیں اللہ کی حفاظت سے۔

شان نزول

اس آیت طیبہ کا شان نزول اس طرح بیان کیا گیا ہے حضرت سعد بن ربیع الانصاری رضی اللہ عنہ جو ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے عقبہ ثانیہ کے موقع پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کی تھی اور آپ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نقیب مقرر فرمایا تھا ان کی بیوی حبیبہ بنت زید ابن ابی زہیر نے ان کی نافرمانی کی تو انہوں نے اسے طمانچہ مارا تو حبیبہ کے والد نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شکایت کی چونکہ اس سلسلہ میں ابھی تک کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا تو آپ نے فرمایا کہ وہ اپنے خاوند سے

قصاص لے سکتی ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ خاوند عورتوں کے معاملات کا نگران ہے اور اسے انہیں ادب سکھانے کا حق حاصل ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں یہ آیت طیبہ پڑھ کر سنائی اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ ہم کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا ارادہ کسی اور امر کا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہی بہتر اور اولیٰ ہے۔

آیت طیبہ میں اللہ تعالیٰ نے قَوّٰمُوْنَ کا لفظ ذکر فرمایا ہے جس کا مفرد قَوَّامٌ ہے یعنی مرد عورتوں کے معاملات اور ان کو ادب سکھانے کا ذمہ دار ہے تو مطلب یہ ہوا کہ خاوند کی مثال اس آدمی کی سی ہے جو کسی کو ضروریات زندگی مہیا کرتا ہے۔ اور اس کی حفاظت، نگرانی اور اصلاح کا ذمہ دار ہوتا ہے جس طرح ہر فوج کا ایک کمانڈر اور ہر مملکت کا ایک فرد فرمانروا اور محافظ ہوتا ہے جو فوج کا نظام قائم رکھتا ہے اور رعایا اور فوج اس کے حکم کی تعمیل کرتی ہے اسی طرح گھر کی ریاست کا بھی ایک حاکم اعلیٰ ہوتا ہے جو گھر کی تمام ضروریات کا کفیل اور اس کی خوشحالی کا ضامن ہوتا ہے اور گھر کی مملکت میں اس کے احکام کی اطاعت کی جائے۔ ورنہ گھر کی مختصر اور اہم ریاست کا سکون اور اطمینان برباد ہو کر رہ جائے گا اور یہ ذمہ داری مرد ہی باحسن طریقہ سے انجام دے سکتا ہے۔ اس لیے یہ ذمہ داری اسی کے سپرد کی گئی ہے کیونکہ مرد میں دو خوبیاں ہوتی ہیں 1۔ وہبی 2۔ کسبی پہلی خوبی جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا وہ یہ ہے کہ مرد اپنی جسمانی قوت، ذہنی برتری، معاملہ فہمی، عقلی کمال اور اطاعت و فرمانبرداری کی استطاعت میں عورت سے کہیں برتر ہے اسی وجہ سے امامت، نبوت، ولایت، شعائر اللہ کی حفاظت، تمام مقدمات میں شہادت قائم کرنا اور جہاد اور جمعہ کے فرائض کو ادا کرنے کی ذمہ داری وغیرہ مرد کے سپرد کی گئی ہے اور اس چیز کو اللہ تعالیٰ نے بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ کے ساتھ بیان فرمایا۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ بیوی اور بچوں کے جملہ اخراجات، ان کے آرام و آسائش اور ان کی حفاظت وصیانت کی تمام تر ذمہ داری خاوند پر عائد ہوتی ہے اور وہی ان کو نبھا سکتا ہے اس کو بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ کے ساتھ تعبیر فرمایا۔ چونکہ

عورت میں کچھ ایسی صفات ہوتی ہیں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے حقوق کی حفاظت کا مردوں کو ہی حکم دیتا ہے مثلاً وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والی ہوتیں ہیں، خاوندوں کی غیر حاضری میں ان کے حقوق اور مال کی محافظ ہوتی ہیں اور ان کی عدم موجودگی میں اپنی عصمتوں کی بھی حفاظت کرتی ہیں۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے حقوق کی حفاظت کے ساتھ ساتھ حقوق نہ ادا کرنے والوں کو وعید سنائی ہے۔ حقوق ادا کرنے والوں کے ساتھ وعدہ فرمایا اور نہ ادا کرنے والوں کو سخت دھمکی دے کر ان کے حقوق ادا کرنے پر ابھارا ہے۔ اور مردوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ ان کے مہر ادا کریں اور ان کے اخراجات پوری دیانتداری سے انہیں دیں اور ان کی عزت و آبرو کی حفاظت کرنے کے وہی ذمہ دار ہیں۔

اچھی عورت اور اس کا اجر

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اچھی عورت کی علامات بھی بیان فرمائی ہیں اور ان کے اجر کا بھی ذکر فرمایا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

خَیْرُ النِّسَآءِ اِمْرَاَۃٌ اِنْ نَظَرْتَ اِلَیْھَا سَرَّتْکَ وَاِنْ اَمَرْتَھَا اَطَاعَتْکَ وَاِنْ غِبْتَ عَنْھَا حَفِظَتْکَ فِیْ مَالِکَ وَنَفْسِھَا ثُمَّ تَلاَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ...... الخ

تمام عورتوں سے بہترین عورت وہ ہے جب تو اسے دیکھے تو وہ تجھے خوش کرے اور جب تو اسے حکم دے تو وہ تیری اطاعت کرے اور اگر تو اس سے غائب ہو تو وہ تیرے مال اور اپنی عصمت کی حفاظت کرے پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا آیت طیبہ تلاوت فرمائی۔

اسی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْمَرْأَةُ اِذَا صَلَّتْ خَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَحَفِظَتْ فَرْجَهَا وَاَطَاعَتْ زَوْجَهَا تَدْخُلُ مِنْ اَیِّ بَابٍ شَاءَ تْ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ

وہ عورت جو وقت پر پانچ نمازیں ادا کرتی ہے، رمضان شریف کے مہینہ کے روزے رکھتی ہے، اپنی عصمت کی حفاظت کرتی ہے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرتی ہے وہ جنت کے آٹھ دروازوں میں جس سے چاہے گی اس سے داخل ہو جائے گی۔

نیک عورت کی مرد پر فضیلت

اگرچہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے لیکن سارے مرد اور ساری عورتیں ایک جیسے نہیں ہوتے بلکہ بعض ایسے مرد ہوتے ہیں جو نیک نہیں ہوتے اور عورتوں کو اللہ تعالیٰ نیکی کی توفیق عطا فرماتا ہے اس لیے ایسی عورتیں مردوں سے کئی درجہ بلند ہوتی ہیں۔
عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا:

اَلْاِمْرَأَةُ الصَّالِحَةُ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ رَجُلٍ غَیْرِ صَالِحٍ وَاَیُّمَا اِمْرَأَةٍ خَدَمَتْ زَوْجَهَا سَبْعَةَ اَیَّامٍ اُغْلِقَتْ عَنْهَا سَبْعَةُ اَبْوَابِ النَّارِ وَفُتِحَتْ لَهَا ثَمَانِیَةُ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ تَدْخُلُ مِنْ اَیِّهَا شَاءَتْ بِغَیْرِ حِسَابٍ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیک عورت ہزار برے مردوں سے بہتر ہے اور وہ عورت جو اپنے خاوند کی سات دن تک خدمت کرتی رہے اس پر جہنم کے سات دروازے بند کر دیے جائیں گے اور اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جائیں گے جس سے چاہے گی بغیر حساب داخل ہو جائے گی۔

عورت کے گناہوں کا کفارہ

بتقاضا بشریت گناہوں کا صدور انسان سے ہو سکتا ہے لیکن اگر انسان سرکش، باغی اور

گناہوں پر اصرار کرنے والا نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی رحمت بڑی وسیع ہے وہ اس کے کسی نہ کسی عمل کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

وہ عورت جسے حیض آتا ہے وہ اس کے سابقہ گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے بشرطیکہ پہلے دن وہ یہ ذکر کرے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ۔ اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جہنم سے نجات اور پل صراط سے گزرنا لکھ دیتا ہے۔ اور اسے عذاب سے امان دے دیتا ہے اور ہر رات اور دن کے بدلے اس کو چالیس شہیدوں کا درجہ عطا فرماتا ہے جبکہ وہ اپنے ایام مخصوصہ میں اللہ کا ذکر کرتی رہے۔

حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ درجات کی یہ بلندی ان نیک عورتوں کو نصیب ہو گی جو شریعت کے معاملات میں اپنے خاوندوں کی اطاعت کرنے والی ہوں گی۔ (درۃ الناصحین)

فائدہ

مذکورہ حدیث شریف میں جو ذکر بیان کیا گیا ہے اس سے مراد زبانی ذکر ہے نہ کہ قرآن کریم اور نماز کیونکہ اس حالت میں قرآن کریم کو عورت کا ہاتھ لگانا اور نماز پڑھنا جائز نہیں۔

عجیب حکایت

ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک آدمی جہاد کے لیے نکلا اور اس نے اپنی عورت کو کہا کہ وہ میری واپسی تک میرے گھر سے باہر نہ نکلے تو اس عورت کا والد بیمار ہو گیا اس نے اس کی بیمار پرسی کے لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی۔ تو آپ نے اسے فرمایا کہ تو اپنے خاوند کی اطاعت کر اور گھر سے باہر نہ نکل۔ کئی دفعہ اسی طرح واقعہ ہوا۔ وہ اپنے خاوند کی اطاعت کرتی رہی اور گھر سے باہر نہ نکلی یہاں تک کہ اس کا والد فوت ہو گیا اور اس نے اپنے والد کا منہ تک نہ دیکھا اور صبر کرتی رہی یہاں تک کہ اس کا خاوند اپنے گھر واپس لوٹ آیا تو اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی طرف پیغام بھیجا کہ اس عورت کے اپنے خاوند کی اطاعت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے سارے

گناہ معاف کر دیے ہیں اور اسے بخش دیا ہے۔

خدمت کا اجر

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عورت اپنے خاوند کے کپڑے دھوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ایک ہزار نیکی کا ثواب عطا فرماتا ہے اور اس کے دو ہزار گناہ معاف کر دیتا ہے اور ہر وہ چیز جس پر سورج طلوع ہوتا ہے وہ اس عورت کے لیے اللہ تعالیٰ سے اس کے گناہوں کی بخشش طلب کرتی ہے اور اس عورت کا ایک ہزار درجہ بلند کر دیا جاتا ہے۔ (مسند الفردوس)

خاوند کو تکلیف دینے کی سزا

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اور فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو ہم نے آپ کو روتا ہوا پایا ہم نے عرض کی اے اللہ کے رسول! آپ کیوں رو رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میں نے معراج کی رات عورتوں کو شدید عذاب میں دیکھا تو اب مجھے ان کا وہ برا انجام یاد آ رہا ہے اس لیے میں رو رہا ہوں تو میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ نے کیا چیز دیکھی تو آپ نے فرمایا میں نے ایک عورت کو جہنم میں لوہے کی کھونٹیوں سے بالوں کے ساتھ لٹکے ہوئے دیکھا اس کا دماغ کھول رہا تھا اور ایک اور عورت کو زبان کے ساتھ لٹکے ہوئے پایا اس کا ایک ہاتھ اس کی پشت سے باہر نکالا گیا تھا اور تارکول اس کے حلق میں انڈیلی جا رہی تھی اور ایک اور عورت کو دیکھا جس کو اس کے پستانوں سے لٹکایا گیا ہے تھا اور جہنم کے درخت کا کھولتا ہوا پانی اس کے حلق سے انڈیلا جا رہا تھا اور ایک اور عورت کو دیکھا جس کے ہاتھ اور پاؤں اس کی پیشانی کے ساتھ بندھے ہوئے تھے اور وہ ان کی کھونٹیوں کے ساتھ لٹک رہی تھی اس پر سانپ اور بچھو مسلط تھے اور میں نے ایک اور عورت کو دیکھا جو اپنا جسم کاٹ کر کھا رہی تھی اس کے نیچے آگ جلائی گئی تھی اور ایک اور عورت کو دیکھا جس کا جسم آگ کی قینچی کے ساتھ کاٹا جا رہا تھا اسی طرح اور بہت

سی عورتوں کو مختلف سزاؤں میں جکڑے ہوئے دیکھا۔

تو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور عرض کی اے میرے ابا جان! میں آپ پر قربان ہو جاؤں مجھے یہ بتایئے کہ ان عورتوں کے اعمال کیا تھے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے فاطمہ! جو اپنے بالوں کے ساتھ لٹکی ہوئی تھی وہ اپنا راز لوگوں سے نہیں چھپاتی تھی اور جو زبان سے لٹکی ہوئی تھی وہ اپنے خاوند کو برا بھلا کہتی تھی اور مزید آپ نے فرمایا کہ وہ عورت جو اپنے خاوند کو زبان کے ساتھ برا بھلا کہتی تھی اور مزید آپ نے فرمایا کہ وہ عورت جو اپنے خاوند کو اپنی زبان کے ساتھ تکلیف دیتی ہے قیامت کے دن اس کی زبان ستر گز لمبی ہوگی اسے اس کی گردن کے پیچھے باندھ دیا جائے گا اور جو عورت اپنے پستانوں کے ساتھ لٹکائی گئی تھی وہ اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر دوسروں کی اولاد کو دودھ پلاتی تھی اور وہ عورت جس کو اپنے پاؤں کے ساتھ لٹکایا گیا تھا وہ خاوند کی اجازت کے بغیر گھر سے نکل جاتی تھی اور حیض ونفاس سے فراغت کے بعد غسل نہیں کرتی تھی اور وہ عورت جو اپنے جسم کو کھا رہی تھی وہ غیر محرموں کے سامنے بن کر ظاہر ہوتی تھی وہ لوگوں کی غیبت کرتی تھی۔ اور وہ عورت جس کا جسم آگ کی قینچیوں کے ساتھ کاٹا جا رہا تھا وہ اپنے آپ کو بن سنور کر ظاہر کرتی تھی تاکہ لوگ اس کے حسن و جمال کو دیکھیں اور ہر اس غیر محرم کو پسند کرتی تھی جو اس کی خوبصورتی کو دیکھتا تھا اور وہ عورت جس کے ہاتھ اور پاؤں اس کی پیشانی کے ساتھ بندھے ہوئے تھے اور اس پر سانپ اور بچھو مسلط کر دیے گئے وہ وہ عورت تھی جو نماز پڑھ سکتی تھی اور روزہ رکھ سکتی تھی لیکن نہ وہ وضو کرتی نہ نماز پڑھتی اور نہ ہی غسل جنابت کرتی تھی اور وہ عورت جس کا سر خنزیر کے سر کے برابر اور جس کا جسم گدھے کے جسم کی مانند تھا وہ چغلخور اور جھوٹی تھی اور وہ عورت جس کی شکل کتے کی مانند تھی وہ فتنہ انگیز اور اپنے خاوند سے نفرت کرتی تھی۔ یہ تمام مثالی شکل میں دکھایا گیا تھا۔

خاوندوں کی نافرمان اور ان کو تکلیف پہنچانے والیوں کے متعلق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی روایات مروی ہیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جو عورت اپنے خاوند کو اپنی زبان کے ساتھ تکلیف پہنچاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی لعنت اور اس کے غضب کی مستحق ہے اور سارے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت کی حقدار ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ وہ عورت جو اپنے خاوند سے یہ کہتی ہے کہ میں نے تجھ سے کبھی کوئی بھلائی نہیں دیکھی اللہ تعالیٰ اس کے ستر سال کے اعمال ضائع کر دیتا ہے خواہ وہ دن کو روزہ رکھتی ہو اور ساری رات اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتی رہی ہو۔

اسی طرح حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَيُّمَا اِمْرَأَةٍ كَلَحَتْ فِيْ وَجْهِ زَوْجِهَا فَتَدْخِلُ عَلَيْهِ الْغَمَّ فَهِيَ فِيْ سَخَطِ اللّٰهِ اِلٰى اَنْ تَضْحَكَ فِيْ وَجْهِ زَوْجِهَا فَتُدْخِلَ عَلَيْهِ السُّرُوْرَ (درۃ الناصحین)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ جو عورت اپنے خاوند کے سامنے اپنے چہرے پر ناراضگی ظاہر کرے جس کی وجہ سے وہ اپنے خاوند کو غمزدہ کر دے تو وہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ کے غضب میں رہتی ہے جب تک وہ اپنے خاوند کے سامنے ہنستی نہیں جس کے سبب وہ اس کو خوش کر دیتی ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی ایک روایت مروی ہے جس کو امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے روایت کیا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا دَعَا الرَّجُلُ اِمْرَأَتَهٗ اِلٰى فِرَاشِهٖ فَامْتَنَعَتْ فَبَاتَ الزَّوْجُ غَضْبَانَ عَلَيْهَا لَعَنَتْهَا الْمَلٰئِكَةُ حَتّٰى تُصْبِحَ۔

جب کوئی آدمی اپنی عورت کو خلوت گزینی کی دعوت دے تو وہ انکار کر دے اور خاوند اس پر ناراضگی کی حالت میں رات گزار دے تو اس پر سورج طلوع ہونے

تک فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں۔

خاوند کی خوشنودی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ کر رونے لگیں اور آپ کی رنگت متغیر ہوگئی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا: اے میری لخت جگر! رونے کا سبب کیا ہے تو آپ نے عرض کی کہ گزشتہ رات میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہما آپس میں مزاح کر رہے تھے اور دوران گفتگو میرے منہ سے ایسا کلمہ نکلا جس پر میرے خاوند مجھ پر ناراض ہوگئے جب میں نے آپ کے چہرے پر ناراضگی کے آثار دیکھے تو میں شرمندہ ہوئی اور از حد پریشان ہوئی پھر میں نے انہیں راضی کرنے کے لیے کہا کہ اے میرے محبوب! آپ مجھ سے راضی ہو جائیں اور میں نے ان کے ارد گرد بہتر چکر لگائے یہاں تک کہ وہ مجھ سے راضی ہوگئے اور خوشی سے ہنسنے لگے اور میں اپنے رب سے ڈر رہی تھی کہ وہ ان کی ناراضگی کی وجہ سے مجھ پر ناراض نہ ہو جائے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو علی کو راضی کرنے سے پہلے مر جاتی تو میں تیرے اوپر نماز جنازہ نہ پڑھتا پھر آپ نے فرمایا: اے میری بیٹی! کیا تو نہیں جانتی کہ خاوند کی خوشنودی اللہ کی خوشنودی ہے اور اس کی ناراضگی اللہ کی ناراضگی ہے پھر آپ نے فرمایا کہ جو عورت مریم بنت عمران کی طرح عبادت بھی کرتی رہے لیکن اس کا خاوند اس سے راضی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی عبادت قبول نہیں فرماتا۔ مزید فرمایا کہ عورت کے اعمال سے افضل ترین عمل خاوند کی اطاعت ہے اور چرخہ کاتنے سے زیادہ افضل کوئی عمل نہیں اور چرخہ کاتنے کے لیے ایک لمحہ بیٹھنا ایک سال کی نفلی عبادت سے زیادہ افضل ہے اور ان کے لیے ہر اس کپڑے کے بدلے جو انہوں نے سوت کات کر بنایا ہو ایک شہید کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے اے میری بیٹی! جب عورت سوت کاتتی ہے پھر اس سے کپڑا بن کر اپنے خاوند اور بچوں کو پہناتی ہے تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اسے ہر اس کپڑے کے بدلے جو وہ پہنتی ہے جنت میں ایک شہر عطا فرما دیتا ہے۔

دو بیویوں والے کی سزا

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی دو بیویاں ہوں وہ ان کو نان ونفقہ دینے میں برابری کا خیال نہ رکھے اور نہ ہی کھانے، پینے اور سونے میں ان کے درمیان عدل کر سکے تو میں اس سے بَری اور وہ مجھ سے بُری۔ اور اسے میری شفاعت سے کچھ حصہ بھی نصیب نہیں ہوگا یہاں تک کہ وہ توبہ کرے۔ تو مزید آپ نے فرمایا کہ جس کی دو عورتیں ہوں اور وہ ان میں سے ایک کی طرف زیادہ مائل ہو اور وہ ان دونوں کے درمیان مساوات قائم نہ رکھے تو وہ قیامت کے دن اس طرح اٹھے گا کہ اس کا ایک پہلو جھکا ہوا ہوگا۔

مرد کے عورت پر حقوق اور عورت کے مرد پر حقوق کی جو تفصیلات ہم نے اوپر بیان کی ہیں یہ مختلف کتابوں کا نچوڑ ہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ یہ ہر کسی کے لیے ہدایت کا باعث بن جائے۔ (آمین ثم آمین)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا وَحَبِیْبِنَا وَحَبِیْبِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَعَلٰی مَنِ اتَّبَعَھُمْ بِالْاِحْسَانِ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ

وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ۔

چوبیسواں وعظ

حرمت شراب اور شراب نوش کی سزا

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ

اے ایمان والو! بے شک شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر شیطان کے گندے عمل سے ہیں پس تم اس سے بچو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

شراب اور جوا چونکہ ان گنت جسمانی، روحانی اور مالی بیماریوں اور خرابیوں کا سبب ہیں اخلاقی اور معاشی بگاڑ کی جڑ ہیں۔ فتنہ اور فساد کی علت ہیں اسلام کے پاکیزہ ماحول میں ان کی کیونکر گنجائش ہو سکتی تھی اللہ تعالیٰ نے انہیں قطعی حرام قرار دیا ہے۔ لیکن ان کی حرمت کا حکم آہستہ آہستہ اور تدریجاً نازل ہوا ہے تا کہ لوگوں کو اس پر عمل کرنا آسان ہو جائے۔ جب ان کے ایمان پختہ ہو گئے۔ تعلیمات اسلامیہ ان کے قلب و روح کی گہرائیوں میں بس گئیں۔ اللہ اور اس کے رسول کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ان کی فطرت بن گئی۔ تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اور ان مذموم چیزوں کی قطعی اور ابدی حرمت کا اعلان کر دیا۔ صحابہ کرام نے یہ اعلان سنتے ہی سر تسلیم خم کر دیا شراب کے مٹکے توڑ دیے۔ جام و قدح ریزہ ریزہ کر دیے۔ اور وہ چیز جو عربوں کو از حد عزیز تھی اب گندے پانی کی طرح گلیوں میں بہہ رہی تھی اور جوئے کے اڈے ختم ہو گئے اور بتوں کے استھانوں کا نام و نشان مٹ گیا صرف شراب، جوا اور بتوں کے استھان ہی نہیں بلکہ جو جو چیز ذہنی، جسمانی، روحانی اور مالی نقصان کا باعث

بننے والی تھی اس کے استعمال سے بھی منع فرمادیا مثلاً جوئے اور فال پکڑنے کے تیروغیرہ سب کو رجس اور عمل شیطان کہہ کر ان پر ہمیشہ کے لیے پابندی عائد کردی۔ مذکورہ بالا آیت طیبہ میں اسی چیز کی وضاحت کی گئی ہے اور ان تمام ضرر رساں چیزوں سے بچنے کا حکم دے دیا گیا ہے۔

ان چیزوں کے نقصانات اور سزا کا ذکر کرنے سے پہلے مذکورہ آیت میں ذکر کردہ مشکل الفاظ کے معانی بیان کردینا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

1۔ خَمْرٌ: كُلُّ شَرَابٍ مُسْكِرٍ وَهٰذِهِ التَّسْمِيَةُ لُغَوِيَّةٌ وَشَرْعِيَّةٌ

ہر مدہوش کردینے والی شراب کو خمر کہتے ہیں اور یہی اس کا لغوی اور شرعی معنی ہے اور یہ قطعی حرام ہے۔

2۔ مَيْسِرٌ: (آسان ہونا) مطلقاً جوا کو میسر کہتے ہیں۔ خواہ اس کی صورت کیسی ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اس طرح آسانی کے ساتھ بغیر محنت ومشقت دولت حاصل ہو جاتی ہے اس لیے اسے میسر کہتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شطرنج کھیلنا بھی جوے کی ایک قسم ہے اس لیے اس کی تمام صورتیں قطعی حرام ہیں۔

3۔ اَنْصَابٌ: مفرد نَصَبٌ۔ وہ پتھر جو حرم شریف میں بیت اللہ شریف کے اردگرد نصب کیے گئے تھے اور کفاران کے لیے جانور ذبح کرتے اور ان کا خون ان پتھروں پر مل دیتے اور ان کی عبادت کرتے تھے۔ اس لیے اس کو قطعی حرام قرار دے دیا گیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ وضاحت بھی ضروری ہے بتوں کے نام پر ذبح کیے گئے جانوروں میں اور ایصال ثواب کے لیے ذبح کیے گئے جانوروں میں بہت بڑا فرق ہے کفار کا بتوں کے نام پر جانوروں کا ذبح کرنا اور ان کے خون کو ان پر انڈیلنا یہ ان بتوں کی عبادت کے لیے ہوتا تھا جن کو وہ معبود تصور کرتے تھے اور یہ عمل قطعاً شرک اور حرام ہے اور ایسا کرنے والے مشرک ہیں لیکن جو جانور کسی بزرگ کے ایصال ثواب کے لیے ذبح کیا جاتا ہے اس کا مقصد اس بزرگ کی عبادت کرنا نہیں ہوتا بلکہ اسے اس کا ثواب پہنچانا مقصود ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا

قرب حاصل کرنا مطلوب ہوتا ہے اور کسی بزرگ یا اپنے اعزاء و اقارب کی ارواح کو ایصالِ ثواب کرنا خارجیوں کے سوا کسی نے بھی ناجائز قرار نہیں دیا۔ اور اس کی اصل حدیث پاک میں موجود ہے ہدایہ شریف صفحہ 263 باب الحج عن الغیر اور فتح القدیر میں مرقوم ہے۔

اَلْاَصْلُ فِیْ ھٰذَا الْبَابِ اَنَّ الْاِنْسَانَ لَهٗ اَنْ یَّجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهٖ لِغَیْرِهٖ صَلَاةً اَوْصَوْمًا اَوْصَدَقَةً اَوْغَیْرَھَا عِنْدَ اَھْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ لِمَارُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ ضَحّٰی بِکَبْشَیْنِ اَمْلَحَیْنِ اَحَدُھُمَا عَنْ نَفْسِهٖ وَالْاٰخَرُ عَنْ اُمَّتِهٖ فَمَنْ اَقَرَّ بِوَحْدَانِیَّةِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَشَهِدَهٗ بِالْبَلَاغِ

اس باب میں اصل یہ ہے کہ انسان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب کسی غیر کو بخش دے نماز ہو یا روزہ۔ صدقہ ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور عبادت یہ اہل السنت والجماعت کے نزدیک جائز اور درست ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے دو خوبصورت مینڈھے قربانی دیے ایک اپنی ذات کی طرف سے اور دوسرا اپنی امت کے ان تمام افراد کی طرف سے جنہوں نے اللہ کی توحید کا اقرار کیا اور اس کی شہادت دی۔ (فتح القدیر باب الحج عن الغیر)

اسی طرح بحر الرائق اور البدائع والصنائع میں بھی مذکور ہے لکھتے ہیں:

مَنْ صَامَ اَوْصَلّٰی اَوتَصَدَّقَ وَجَعَلَ ثَوَابَهٗ لِغَیْرِهٖ مِنَ الْاَمْوَاتِ وَالْاَحْیَاءِ جَازَ وَیَصِلُ ثَوَابُھَا اِلَیْھِمْ عِنْدَ اَھْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ

کہ جو آدمی روزہ رکھے یا نفلی نماز پڑھے یا صدقہ دے اور اس کا ثواب اپنے غیر کو اموات اور زندوں میں سے کسی کو دے دے تو جائز ہے اور اس کا ثواب اہل السنت والجماعت کے نزدیک ان تک پہنچتا ہے۔

مولوی اسماعیل دہلوی اپنی کتاب صراط مستقیم کے صفحہ 63 مطبع ضیائی پر لکھتے ہیں:

حضرت رسالت پناہ سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ رابعد التماس ایشان کہ مادرم ناگاہ فوت شدہ ویارائے گفتن نیافت واگری یافت وصیتے میکر دپس برائے وے اگر چیزے بکنم نفع بوئے خواہد رسید فرمود چاہ بکن وبگو کہ این برائے مادر سعد است۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تم اپنی والدہ کے ایصال ثواب کے لیے کنواں کھدوا دو اور یہ کہہ دو کہ یہ سعد بن معاذ کی والدہ کے لیے ہے یہ آپ نے اس وقت اجازت دی جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کی کہ میری والدہ اچانک فوت ہو گئی ہیں اور انہیں گفتگو کرنے کا موقع میسر نہیں آیا اگر وہ گفتگو کر سکتیں تو مجھے کسی اچھے کام کی وصیت کرتیں اب اگر میں اس کے لیے کوئی صدقہ دوں تو کیا اسے اس کا نفع پہنچے گا تو اس کے جواب میں حضور نے مذکورہ بالا حکم فرمایا۔

اسی طرح بہت سے اور حوالہ جات ہیں جن کا لکھنا طوالت کا باعث ہوگا اس لیے اسی پر اکتفا کرتا ہوں اور باقی تمام حوالہ جات بالتفصیل انشاء اللہ ایصال ثواب کے لیے لکھے جانے والے وعظ میں درج کروں گا۔

4۔ اَزْلَامْ: وہ تیر جن کے ذریعے فالیں نکالی جاتی تھیں اور جن کے ساتھ جوا کھیلا جاتا تھا۔ انہیں بھی حرام قرار دیا گیا زمانہ جاہلیت میں جہاں کفار میں اور بہت سی عملی اور اعتقادی خرابیاں تھیں وہاں ان میں یہ بھی ایک بہت بڑی غلط بات رواج پذیر تھی کہ وہ تیروں کے ذریعے نیک یا بدشگونی کا اعتقاد رکھتے تھے اور ان کے ساتھ جوا کھیل کر مال حاصل کرتے تھے شریعت نے اسے بھی حرام قرار دیا۔

آیت طیبہ کا اصل مقصد تو شراب اور جوا کی قطعی حرمت بیان کرنا ہے لیکن انصاب اور ازلام کی حرمت کو ان کے ساتھ ذکر فرما کر ان کی قباحت کو بھی واضح کر دیا۔

5۔ رِجْسٌ: بدبودار غلیظ اور گندی چیز

6۔ مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ: یہ کلمات ذکر فرما کر یہ بتادیا کہ یہ چیزیں اتنی غلیظ اور ناپاک ہیں کہ کوئی سلیم الفطرت انسان از خود ان کی طرف مائل نہیں ہوتا صرف شیطٰن کی وسوسہ اندازی ہی اسے ان قبیح حرکات کے ارتکاب کی رغبت دلاسکتی ہے۔

شراب کی حرمت کے اسباب

عموماً شراب انگور، گندم اور جو وغیرہ کو جوش دے کر بنائی جاتی ہے اور وہ نشہ آور ہو جاتی ہے۔ وہ عقل کو معطل کرنے اور مال کے فناء کرنے کا سبب بن جاتی ہے۔ اس حالت میں انسان ایسا مدہوش ہوتا ہے کہ حلال اور حرام کے درمیان تمیز نہیں کرسکتا اس لیے اسے حرام قرار دیا گیا۔

روایت بیان کی گئی ہے کہ نوح علیہ السلام نے جب انگور کی بیل لگائی اور وہ سرسبز نہ ہوئی تو آپ کے پاس ابلیس لعین حاضر ہوا اور کہنے لگا اے اللہ کے نبی! اگر آپ چاہتے ہیں کہ یہ بیل سرسبز ہو جائے تو مجھے اجازت دیجئے کہ میں سات جانوروں کو ذبح کر کے ان کا خون اس کی جڑوں میں انڈیل دوں تو آپ نے اس کا تجربہ کرنے کے لیے اور اس کی قباحت کو ظاہر کرنے کے لیے اسے اجازت دے دی تو اس لعین نے سات جانور پکڑے جن میں سے ہر ایک کی اپنی اپنی خاص عادات اور صفات ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔ شیر، ریچھ، چیتا، گیدڑ، کتا، مرغ اور لومڑی۔ اس نے ان کو ذبح کیا اور ان کا خون انگور کی بیل کی جڑ میں ڈال دیا تو وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اسی وقت سرسبز ہوگئی اور وہ بیل ستر رنگ کے انگوروں سے بار آور ہوگئی حالانکہ اس سے پہلے انگور کی بیل پر ایک ہی رنگ کے انگور لگتے تھے اس لیے انگور کی شراب پینے والا شیر کی طرح بہادر، ریچھ کی طرح طاقتور، چیتے کی طرح غضبناک ہو کر جھپٹنے والا، گیدڑ کی طرح ڈینگیں مارنے والا، کتے کی طرح لڑائی جھگڑا کرنے والا، لومڑی کی طرح مکار اور انتقام لینے والا اور مرغ کی طرح آواز بلند کرنے والا ہوتا ہے۔

(قصص الانبیاء وحیاۃ القلوب)

کسی انسان کا اشرف المخلوقات ہوکر اور زمین پر خلافت کا تاج پہن کر ایسی عادات کا عادی ہونا کتنا ہی توہین اور عزت نفس کو مجروح کرنے والی بات ہے۔ اور ایمان کی حالت میں کسی انسان کا ایسے اعمال کرنا بالکل ناممکن ہوتا ہے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اور آپ کے اس فرمان کو ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں:

اَنَّہٗ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ قَالَ لَایَزْنِی الزَّانِیْ حِیْنَ یَزْنِیْ وَھُوَ مُؤْمِنٌ وَّلَا یَسْرِقُ السَّارِقُ حِیْنَ یَسْرِقُ وَھُوَ مُؤْمِنٌ وَّلَا یَشْرَبُ شَارِبُ الْخَمْرِ حِیْنَ یَشْرَبُ وَھُوَ مُؤْمِنٌ۔ (رواہ البخاری)

کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کی حالت میں کوئی زانی زنا نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی چور چوری کرتا ہے اور نہ ہی ایمان کی حالت میں کوئی شرابی شراب پیتا ہے۔

اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی مومن کسی گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کا ایمان اس سے نکل کر اس پر سایہ فگن ہو جاتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کے فوری عذاب سے بچا لیتا ہے اور جب وہ اس گندے عمل سے فارغ ہو جاتا ہے تو دوبارہ وہ اس کے اندر لوٹ آتا ہے علماء کرام نے اس کی اسی طرح وضاحت فرمائی ہے جیسے درج ذیل میں اس کو ذکر کیا جاتا ہے یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا کوئی مومن آدمی کبیرہ گناہ کے ارتکاب سے کافر ہو جاتا ہے تو اس سلسلہ میں دو قسم کے اقوال مروی ہیں جن علماء کے نزدیک اعمال ایمان کے مفہوم میں داخل ہیں ان کے نزدیک وہ آدمی کافر ہو جاتا ہے اور جب تک وہ توبہ نہیں کرتا تو اس کی بخشش نہیں ہوتی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی نقطہ نظر ہے۔

لِاَنَّ الْعَمَلَ جُزْءٌ مِنَ الْاِیْمَانِ الْکَامِلِ عِنْدَہٗ کیونکہ ان کے نزدیک عمل ایمان کامل کا جز ہے۔ اور یہی مذہب معتزلہ اور خوارج کا ہے

2۔ اور احناف کے نزدیک گناہ کبیرہ کا مرتکب ایمان سے خارج نہیں ہوتا بلکہ وہ گناہ گار ہوتا

ہے بشرطیکہ حلال اور خفیف سمجھ کر اس کا ارتکاب نہ کرے۔ کیونکہ ان کے نزدیک عمل ایمان کے مفہوم میں داخل نہیں اور نہ ہی وہ ایمان کا جزو ہے بلکہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ان اعمال قبیحہ سے اپنے آپ کو بچائے جن کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جب پوچھا گیا کہ کیا شراب پینے والا جب شراب پیتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک وسیع گول دائرہ بنایا پھر اس دائرہ کے اندر ایک دوسرا گول دائرہ بنایا پھر فرمایا پہلا دائرہ اسلام کا ہے اور دوسرا دائرہ ایمان کا ہے اگر کوئی مومن بندہ شراب نوشی کرے یا فعل شنیع کا ارتکاب کرے یا چوری کرے۔ وہ دائرۂ ایمان سے خارج ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے اور اس سے وہ اس وقت تک نہیں نکلتا جب تک شرک کا ارتکاب نہیں کرتا۔ (نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَالِکَ)

عثمان بن حسن فرماتے ہیں کہ اے بھائیو! جان لو کہ ہمارے نزدیک ایمان اور اسلام دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ

کہ جو اسلام کے سوا کوئی دین تلاش کرے گا تو اس سے وہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ حاصل کرنے والوں سے ہوگا۔ کیونکہ اس نے جنت کے بدلہ دوزخ کو اختیار کر لیا ہے۔

اسی طرح حاکم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:

اَنَّهٗ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا زَنَى الْعَبْدُ اَوْ شَرِبَ الْخَمَرَ نَزَعَ اللّٰهُ عَنْهُ الْاِيْمَانَ كَمَا يَخْلَعُ الْاِنْسَانُ الْقَمِيْصَ مِنْ رَاْسِهٖ اَوْ كَمَا قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ فعل شنیع کا ارتکاب کرتا ہے یا وہ شراب نوشی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے ایمان کو اسی طرح چھین لیتا ہے جس

طرح انسان اپنے سر سے قمیص کو اتار لیتا ہے۔

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث پاک نقل کی گئی ہے جس سے ہمارے اس دعویٰ کی تائید ہوتی ہے جس میں ہم نے یہ کہا تھا کہ گناہ کبیرہ کے وقت ایمان گناہ کرنے والے کے سر پر سایہ فگن ہو جاتا ہے

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا زَنَى الْعَبْدُ اَوْ شَرِبَ الْخَمْرَ اَخْرَجَ مِنْهُ الْاِيْمَانُ فَكَانَ فَوْقَ رَاْسِهٖ كَالظُّلَّةِ فَاِذَا فَرِغَ مِنْ ذٰلِكَ الْعَمَلِ رَجَعَ اِلَيْهِ الْاِيْمَانُ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ زنا کرے یا شراب نوشی کرے تو ایمان اس کے دل سے نکل کر اس کے سر پر سایہ فگن ہو جاتا ہے جب وہ اس غلط عمل سے فارغ ہو جاتا ہے تو اس کا ایمان اس کی طرف لوٹ آتا ہے۔

شراب پینے والے کی نحوست اور غلط کاری کی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی ہم نشینی سے بھی منع فرما دیا ہے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی گئی ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَجْلِسْ عَلٰى مَائِدَةٍ يُشْرَبُ عَلَيْهَا الْخَمْرُ

(رواہ الطبرانی)

کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اس دستر خوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب نوشی کی جاتی ہو۔

شراب پینے والے کی سزا

جو آدمی شراب نوشی کرتا ہے اور اس کے نشے میں مدہوش ہو جاتا ہے تو اس کا یہ اتنا سخت اور گھناؤنا جرم ہے کہ اس کو دس سزاؤں میں مبتلا کر دیا جاتا ہے

فقیہ ابو اللیث روایت کرتے ہیں کہ اے لوگو! اپنے آپکو شراب پینے سے بچاؤ کیونکہ اس کے پینے والا دس بری خصلتوں کا مستحق ہو جاتا ہے۔

1۔ جب وہ شراب پیتا ہے تو اس کی عقل دیوانوں کی طرح معطل ہو جاتی ہے اور وہ بچوں کی ہنسی مذاق کا نشانہ بن جاتا ہے اور عقل مندوں کی نظر میں قابل مذمت ہوتا ہے

2۔ اس کی عقل زائل ہو جاتی ہے اور وہ اپنے مال کو تلف کر دیتا ہے۔

3۔ شراب خور دوستوں اور بھائیوں کے درمیان عداوت اور دشمنی کا باعث بن جاتا ہے۔

4۔ شراب خور اللہ کے ذکر اور نماز سے غافل ہو جاتا ہے۔

5۔ شراب پینا بدکاری پر ابھارتا ہے اور عین ممکن ہے کہ شرابی اپنی ہی عورت کو طلاق دے دے اور بغیرتی کی انتہا کو پہنچا دیتا ہے۔

6۔ شراب پینا ہر گناہ کی چابی ہے اور شرابی پر ہر قسم کا گناہ آسان ہو جاتا ہے

7۔ شراب خور محافظ فرشتوں کو تکلیف اور اذیت پہنچاتا ہے کیونکہ انہیں اس کے ساتھ ہر بری مجلس میں مجبوراً داخل ہونا پڑتا ہے۔

8۔ اس پر شرعی حد 80 کوڑے واجب ہو جاتی ہے اور یہ سزا اگر اسے دنیا میں نہ دی جائے تو آخرت میں اس کے تمام عزیز و اقارب کے سامنے آگ کے کوڑوں سے دی جائے گی۔

9۔ وہ اپنے اوپر آسمان کے دروازے بند کر دیتا ہے اور چالیس دن تک نہ اس کی نیکیاں اوپر جا سکتی ہیں اور نہ ہی اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

10۔ اگر وہ توبہ نہ کرے تو موت کے وقت اسے ایمان سے محروم کر دیا جائے گا۔

یہ وہ دس سزائیں ہیں جو اسی دنیا میں مرنے سے پہلے شرابی کو دی جائیں گی اور آخرت کی سزائیں اس کے علاوہ ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہر مومن کو اس لعنت سے بچائے۔ اور کسی عقل مند آدمی کے لیے یہ مناسب ہی نہیں کہ وہ اس تھوڑی سی لذت کو آخرت کی ابدی نعمتوں سے حاصل ہونے والی طویل لذتوں پر ترجیح دے۔

اخروی سزا

حضرت ابی امامہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

ثَلاَثَۃٌ لَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَقَاطِعُ الرَّحِمِ وَمُصَدِّقُ السِّحْرِ وَمَنْ مَاتَ مُدْمِنَ الْخَمْرِ سَقَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْ نَّھْرِ الْغُوْطَۃِ وَھُوَ نَھْرٌ یَجْرِیْ مِنْ فُرُوْجِ الزَّانِیَاتِ یُؤْذِیْ اَھْلَ النَّارِ مِنْ نَتْنِ رِیْحِہٖ (رواہ احمد وابن عدی)

تین ایسے آدمی ہیں جو جنت میں داخل نہیں ہوں گے 1۔ شرابی 2۔ صلہ رحمی ختم کرنے والا 3۔ جادوگروں کو سچا ماننے والا۔ شرابی مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے غوطہ نامی نہر سے پانی پلاتا ہے اور یہ وہ نہر ہے جو زانی عورتوں کے اندام نہانی سے جاری ہوتی ہے اور اس کی گندی بدبو سے دوزخی بھی تکلیف محسوس کرتے ہیں"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "شرابی کی شادی مت کروا گر وہ بیمار ہو تو اس کی بیمار پرسی نہ کرو اور جب وہ مر جائے تو اس پر نماز جنازہ نہ پڑھو"۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قسم اٹھا کر فرمایا:

فَوَالَّذِیْ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ نَبِیًّا مَا شَرِبَ الْخَمْرَ اِلَّا مَلْعُوْنٌ فِی التَّوْرَاۃِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالزَّبُوْرِ وَ الْفُرْقَانِ

مجھے اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا کہ شراب وہی پیتا ہے جس کو تورات، انجیل، زبور اور قرآن کریم میں لعنتی کہا گیا ہے۔

وَمَنْ اَطْعَمَہٗ لُقْمَۃً سَلَّطَ اللّٰہُ عَلٰی جَسَدِہٖ حَیَّۃً وَّعَقْرَبًا وَمَنْ قَضٰی حَاجَتَہٗ فَقَدْ اَعَانَہٗ عَلٰی ھَدْمِ الْاِسْلَامِ وَمَنْ اَقْرَضَہٗ فَقَدْ اَعَانَہٗ عَلٰی قَتْلِ مُؤْمِنٍ وَمَنْ جَالَسَہٗ حَشَرَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَعْمٰی لَا حُجَّۃَ لَہٗ۔ (الحدیث)

اور جس نے اس کو کھانے کا ایک لقمہ کھلایا اللہ اس کے جسم پر سانپ اور بچھو مسلط کر دے گا اور جس نے اس کی ضرورت پوری کی گویا اس نے اسلام مٹانے پر اس کی مدد کی اور جس نے اس کو قرض دیا تو گویا اس نے کسی مومن کے قتل پر اس کے ساتھ تعاون کیا۔ اور جس نے اس کی ہم نشینی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن نابینا اٹھائے گا ایسا نابینا کہ اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہوگی۔

شراب نوشی کرنا کبیرہ گناہ کا ارتکاب ہے اور کبیرہ گناہ بہت سے ہیں جن میں سے ہم کچھ یہاں ذکر کرتے ہیں ہوسکتا ہے انہیں دیکھ کر یا پڑھ کر کوئی آدمی ان سے بچ جائے اور اللہ تعالیٰ کے شدید عذاب سے نجات حاصل کرے اور وہ درج ذیل ہیں:۔

1۔ اَلشِّرکُ بِاللّٰهِ: 2۔ کسی شخص کو بغیر حق کے قتل کرنا 3۔ شراب نوشی کرنا 4۔ زنا کا ارتکاب کرنا 5۔ منڈے بازی کرنا 6۔ پاکدامن مرد اور عورت پر زنا کی تہمت لگانا۔ 7۔ والدین کی نافرمانی کرنا 8۔ میدان جنگ سے بھاگنا 9۔ یتیم کا مال کھانا 10۔ جھوٹی گواہی دینا 11۔ سود کھانا 12۔ رمضان شریف میں دانستہ دن کے وقت کھانا 13۔ قریبی رشتہ داروں کے ساتھ تعلقات کو منقطع کرنا 14۔ جھوٹی قسم اٹھانا 15۔ لوگوں کا مال ناحق کھانا 16۔ وزن اور کیل میں کمی کرنا 17۔ وقت سے پہلے نماز پڑھنا 18۔ بغیر کسی وجہ مسلمان کو مارنا 19۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنا 20۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ منسوب کرنا 21۔ بغیر شرعی عذر شہادت چھپانا 22۔ رشوت لینا 23۔ خودکشی کرنا 24۔ بغیر وجہ اپنا کوئی عضو کاٹنا 25۔ بددیانتی کرنا 26۔ میاں اور بیوی کے درمیان تفریق ڈالنا 27۔ ظالم کی طرف سے جاسوسی کرنا 28۔ جادو کرنا 29۔ زکوٰۃ نہ دینا 30۔ گناہ کرنے کا حکم دینا 31۔ نیکی سے روکنا 32۔ علماء کی غیبت کرنا 33۔ حیوانوں کو آگ سے جلانا 34۔ عورت کا اپنے خاوند سے بغیر کسی شرعی سبب علیحدہ ہونا وغیرہ۔

(نوٹ) ان گناہوں میں سے کسی ایک کو بھی خفیف یا حلال سمجھ کر کرنا کفر ہے اور

ابدی عذاب کا سبب ہے عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریمصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شراب سے بچو وہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ پھر ایک مثال پیش فرمائی کہ تم سے پہلے ایک آدمی بہت بڑا عبادت گزار تھا وہ لوگوں سے بالکل الگ تھلگ رہتا اس پر ایک بدمعاش عورت فریفتہ ہوگئی تو اس نے عبادت گزار کی طرف اپنا خادم بھیج کر اسے بلایا تو اس خادم نے اسے جا کر اس طرح بلایا کہ ہم تجھے شہادت کے لیے بلاتے ہیں تو جونہی وہ آدمی آیا اور دروازے کے اندر داخل ہوا تو خادم نے فوراً دروازہ بند کر دیا اور اس عبادت گزار نے وہاں ایک نوجوان عورت دیکھی جس کے پاس ایک غلام اور شراب کی بوتل رکھی تھی تو اس عورت نے کہا کہ ہم نے تجھے شہادت کے لیے نہیں بلایا بلکہ ان تینوں کاموں میں سے ایک کام کرو ورنہ میں شور مچا کر تمہیں رسوا کر دوں گی 1۔ اس غلام کو قتل کر دو 2۔ یا میرے ساتھ بدکاری کر کے منہ کالا کر لو 3۔ یا اس شراب کی بوتل سے ایک جام نوش کر لو۔ تو اس آدمی نے سوچا کہ اب ان تینوں کاموں سے سے کسی ایک کو کیے بغیر چھٹکارا نہیں تو اس نے سنت یوسفی کو پس پشت ڈالتے ہوئے یہ خیال کیا کہ شراب پینا ان گناہوں میں سے ہلکا گناہ ہے لہٰذا اسے کہا کہ تو شراب سے ایک جام بھر کر اپنے ہاتھوں سے مجھے پلا دے تو اس عورت نے فوراً تعمیل کی اور اسے شراب پلا دی جس سے اس کی عقل زائل ہوگئی اور اس کمینی عورت سے جنسی عمل کیا پھر بدنامی کے خوف سے غلام کو بھی قتل کر دیا تو اس طرح تینوں کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہو کر واصل جہنم ہوا''۔

اے لوگو! شراب نوشی کرنا ایک بہت بڑی لعنت ہے اس سے اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ ایمان اور شراب نوشی کرنا دونوں کسی آدمی کے دل میں جمع نہیں ہو سکتے بلکہ شراب نوشی کرنا ایمان کے منافی ہے اور اسے دل سے نکال دیتا ہے

شراب کی قطعی حرمت کا سبب

روایت کیا گیا ہے کہ عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ بعض صحابہ کرام کو طعام و شراب کی دعوت دی اور وہ آپ کے ہاں تشریف لے گئے چونکہ ابھی تک شراب کی

حرمت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اس لیے کھانے کے بعد آپ نے ان کو شراب پیش کی اور انہوں نے میزبان کی خواہش کے مطابق شراب نوشی کی اور وہ نشہ میں مدہوش ہو گئے اسی اثناء میں مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا وہ نماز پڑھنے کے لیے اٹھے اور اپنے ایک ساتھی کو امام بنایا تو اس نے سورۃ الکافرون کو اس طرح پڑھنا شروع کر دیا یٰٓاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ وَاَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَا اَعْبُدُ یعنی انہوں نے لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ وَلَآ اَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ کی بجائے اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ وَاَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَا اَعْبُدُ پڑھ دیا جو صراحتاً شرک اور غلط تھا تو اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل فرمائی: لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى کہ شراب کی حالت میں نماز کے قریب نہ جایا کرو۔

تو چونکہ اس آیت پاک میں صرف نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے سے روکا گیا تھا اس لیے وہ اوقات صلوٰۃ میں شراب نہیں پیا کرتے تھے اور عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد شراب نوش کر لیتے تھے جس کا اثر صبح تک زائل ہو جاتا تھا۔ لیکن جب نشے کی حالت میں ایک صحابی نے اونٹ کے جبڑے کی ہڈی کے ساتھ ایک دوسرے صحابی کا سر پھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے شراب کی قطعی حرمت کا حکم نازل فرمایا جس کی وضاحت زیر عنوان آیت طیبہ میں کر دی گئی ہے۔ میں اس تمام تر بیان کردہ تفصیلات کو اس عبرت انگیز واقعہ کے بیان کرنے پر ختم کرتا ہوں جس کو امام بیضاوی اور دوسرے مفسرین کرام نے اپنی تفاسیر میں اس آیت کے تحت لکھا ہے:

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ. فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِی النَّارِ خٰلِدَیْنِ فِیْهَاؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ.

جس طرح شیطان نے جب ایک انسان کو کہا کفر کر۔ پس جب اس نے کفر اختیار کر لیا تو اس نے کہا میں تجھ سے بری ہوں بے شک میں اللہ تعالیٰ جو رب العالمین ہے سے ڈرتا ہوں پس ان دونوں کا انجام یہ تھا کہ وہ دونوں ہمیشہ آگ

میں رہیں گے اور یہی ظالموں کا بدلہ ہے۔

بنی اسرائیل میں برصیص نامی ایک راہب تھا اور بہت ہی عبادت گزار تھا دو سو بیس سال تک وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہا اور اس نے کبھی ایک لمحہ کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہیں کی تھی اس کے ساٹھ ہزار شاگرد تھے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی برکت سے ہوا میں اڑتے تھے ملائکہ اس کی تعلیم اور عبادت پر تعجب کرتے تھے اسے شراب پینے کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دور ہٹا دیا تھا ملائکہ کے تعجب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا کہ اے میرے ملائکہ! تم اس کی عبادت پر تعجب نہ کرو۔ کیونکہ جو کچھ میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے میرے علم کے مطابق یہ کافر ہو جائے گا اور ہمیشہ ہمیشہ دوزخ کے عذاب کا مستحق ہوگا اور وہ شراب نوش کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کو شیطان نے بھی سن لیا اور اسے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اسکی ہلاکت کا سبب وہی ہوگا تو اس نے ایک بزرگ آدمی کی شکل اختیار کی اور برصیص کی عبادت گاہ کا قصد کیا اور ٹاٹ کا لباس پہن لیا اور برصیص کی عبادت گاہ کے نزدیک پہنچ کر اسے آواز دی اس نے پوچھا کہ تو کون ہے اور تیرا مقصد کیا ہے جواب دیا میں بھی تیری طرح عابد ہوں اور تیرے پاس اس لیے آیا ہوں تاکہ عبادت میں تیرا مددگار ثابت ہوں تو برصیص نے کہا کہ جو بھی اللہ کی عبادت کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے اس لیے میں تمہیں اپنے پاس ٹھہرنے کی اجازت دیتا ہوں تاکہ تو اللہ کی عبادت کر سکے ابلیس اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور تین دن تک مسلسل عبادت کرتا رہا نہ کچھ کھایا نہ پیا اور نہ ہی سویا۔ تو اس کی عبادت پر برصیص بڑا متعجب ہوا اور خیال کرنے لگا کہ میں تو روزہ افطار بھی کرتا ہوں، سوتا بھی ہوں، کھاتا اور پیتا ہوں اور یہ نہ کچھ کھاتا ہے اور نہ پیتا ہے یہ عجیب عبادت گزار ہے اور اس نے اس ملعون سے کہا کہ میں دو سو بیس سال سے مسلسل اللہ کی عبادت کر رہا ہوں لیکن کھانے اور پینے کو ترک نہیں کر سکا تو ابلیس لعین نے کہا کہ میں نے ایک گناہ کا ارتکاب کیا تھا جب وہ مجھے یاد آتا ہے تو میری آنکھوں سے نیند اڑ جاتی ہے اور بھوک اور پیاس مجھے نہیں ستاتی تو برصیص کے دل میں حسرت پیدا ہوئی اور اس نے کہا کہ

مجھے بتائیے کہ وہ کونسا حیلہ ہے جس کے ساتھ میں تیرے جیسا ہو سکتا ہوں اس نے کہا جاؤ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرو پھر توبہ کر لو وہ بہت ہی کریم اور بخشش فرمانے والا ہے یہاں تک کہ تو اطاعت کی لذت کو اسی طرح حاصل کرے گا جس طرح مجھے نصیب ہوئی ہے۔

برصیص بے چارہ بنی اسرائیل کا عابد تھا وہ موسیٰ علیہ السلام کا امتی تھا غلام مصطفیٰ نہ تھا اگر غلام مصطفیٰ ہوتا تو اللہ کے حکم سے **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ** کہہ کر شیطان کی فریب کاریوں کو ختم کر کے رکھ دیتا۔ لیکن ناواقفی کی وجہ سے شیطان کی سازش اس پر کارگر ثابت ہوئی اور وہ گمراہ ہو گیا اس نے شیطان سے پوچھا کہ میں کس گناہ کا ارتکاب کر کے اس منزل تک پہنچ سکتا ہوں تو شیطان نے جواب دیا کہ وہ زنا کرے تو برصیص نے اس سے انکار کر دیا تو ابلیس نے کہا اگر یہ نہیں کر سکتے تو کسی مومن کو قتل کر دو تو برصیص نے بے گناہ کسی کو قتل کرنے سے بھی انکار کر دیا تو ابلیس نے اپنا آخری تیر پھینکا جو کارگر ثابت ہوا اور کہا کہ پھر شراب نوشی کرو کیونکہ یہ ان سب سے آسان گناہ ہے تو برصیص اس کے چکر میں آ گیا اپنی عبادت گاہ سے باہر نکلا ایک گاؤں میں پہنچا وہاں خوبصورت عورت سے شراب خریدی اور اسے نوش کیا نشے میں مدہوش ہو کر اس عورت سے بدکاری کی اس فعل شنیع کے ارتکاب سے اپنے نامہء اعمال کو گندا کیا اور اس عورت کے خاوند، جو یہ سب تماشا دیکھ رہا تھا، کو اپنی بدنامی اور انتقام کے خوف سے قتل کر دیا تو شیطان لعین انسانی شکل میں اس شہر کے حاکم کے پاس گیا اور برصیص کی چغلخوری کی اسے پکڑ لیا گیا شراب پینے کی سزا 80 کوڑے اسے لگائے گئے اور فعل بد کی سزا 100 کوڑے جھیلنے پڑے لوگوں میں رسوائی ہوئی اور ناحق قتل کرنے کی وجہ سے پھانسی پر لٹکائے جانے کا حکم دیا گیا تو اب شیطان دوسرے روپ میں اس کے سامنے آیا پوچھا بتاؤ کیا حال ہے تو برصیص فوراً بول اٹھا اور کہا کہ جو کسی برے دوست کی سنگت اختیار کرتا ہے تو اس کی یہی سزا ہے شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

کہ صحبت صالح ترا صالح کند   صحبت طالح ترا طالح کند

نیک لوگوں کی صحبت تجھے نیک بنا دے گی اور برے لوگوں کی صحبت تجھے برا بنا دے گی۔

کیا ہی خوب پنجابی ضرب المثل ہے کہ

چنگیاں دے لڑلگیاں میری جھولی پھل پئے   منڈیاں دے لڑلگیاں میرے اگلے وی ڈل گئے

پھر ناصح اور مشفق بن کر ابلیس نے کہا کہ میں دو سو بیس برس سے تیری وجہ سے سخت آزمائش میں تھا یہاں تک کہ میں نے تجھے پھانسی کے پھٹے پر لا کھڑا کیا اگر تو اپنی جان بچانا چاہتا ہے اور اس سزا سے چھٹکارا چاہتا ہے تو اب بھی میں تجھے بچا سکتا ہوں تو برصیص نے کہا کہ تو مجھے وہ طریقہ بتا جس سے میری جان بچ جائے تو میں وہ سب کچھ کرنے کو تیار ہوں جو تو چاہتا ہے تو لعین نے کہا کہ مجھے صرف ایک سجدہ کر دے تو برصیص نے کہا میں اس پھانسی کے پھٹے پر تجھے کیسے سجدہ کر سکتا ہوں تو اس لعین نے کہا کہ صرف اشارے سے مجھے سجدہ کر دے۔ مرتا کیا نہ کرتا کے مقولہ کے مطابق برصیص نے اسے سجدہ کیا اور دائرۂ ایمان سے خارج ہو گیا دنیا اور آخرت کی ذلت ورسوائی کا پٹہ اس کے گلے میں ڈال دیا گیا اور اس طرح شیطان، جو انسان کا ازلی دشمن ہے، کا مکر کامیاب ہوا برصیص کی دو سو بیس سالہ عبادت ختم ہو گئی اور وہ واصل جہنم ہو گیا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی اس کی ترجمانی کرنے کے لیے کافی ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ ایک آدمی عبادت کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے درمیان اور جنت کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس کی تقدیر اس پر غالب آجاتی ہے وہ بدقسمتی سے کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے جس سے واصل جہنم ہو جاتا ہے اور ایک آدمی مسلسل گناہ کرتا رہتا ہے نافرمانی کرنا اس کا شعار بن جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے درمیان اور جہنم کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ باقی رہ جاتا ہے اس کی تقدیر اس پر غالب آجاتی ہے اس کی خوش بختی اس کے کام آتی ہے وہ کوئی ایسا نیک عمل کرتا ہے جس سے اس کے سارے گناہوں کی سیاہی دھل جاتی ہے اور وہ جنت میں پہنچ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اے مولا کریم! میں اپنے نفس کی سرکشی اور اس کی بے باکی سے نجات حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ میرا یہ نفس ہمیشہ مسلسل غلط کام کرنے کی دعوت دیتا رہتا ہے جب تک تیری

رحمت میرے شامل حال نہیں ہوگی اور تیرا کرم میری دستگیری نہیں فرمائے گا تو میں راندۂ درگاہ ہو جاؤں گا اے میرے رب بے شک تو بہت زیادہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے میرے گناہوں کو معاف فرما دے میری لغزشوں سے درگزر فرما اپنے محبوب کے سامنے قیامت کے دن رسوا نہ فرمانا تیری رحمت اور تیرے کرم کے سوا کوئی وسیلہ اور سہارا نہیں اِنَّکَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ شَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ وَعَلٰی آلِهِ الطَّیِّبِیْنَ وَعَلٰی اَزْوَاجِهِ الطَّاهِرَاتِ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَعَلٰی اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ

پچیسواں وعظ

دعا کی قبولیت اور اس کے آداب

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ

تم اپنے پروردگار کو عاجزی کے ساتھ اور آہستہ پکارو کیونکہ اللہ تعالی حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

یعنی ناز یبا اور غیر شرعی دعائیں کرنے والوں اور چلا کر دعا کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

جب انسان مشکلات میں گھر جاتا ہے اور مصائب و آلام کا شکار ہو جاتا ہے اور اپنی حاجات اور ضروریات پوری کرنے کا کوئی راستہ نہیں پاتا تو پھر گڑ گڑاتا ہے اور اللہ تعالی کی بارگاہ میں بڑے ہی اخلاص کے ساتھ دست سوال دراز کرتا ہے اور اپنی دعاؤں کی قبولیت اور مصائب و آلام سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے بڑا ہی بیتاب ہو جاتا ہے تو اسے اللہ تعالی یہ بتا رہا ہے کہ اس کی دعا کی قبولیت کی شرط کیا ہے؟ اور اس کے آداب اور طریقہ کیا ہے؟ وہ فرماتا ہے کہ اس کی قبولیت کا طریقہ یہ ہے کہ نخوت و غرور کو دل سے نکال دے غفلت و کاہلی سے دامن بچا کر سراپا عجز و نیاز بن جائے اور بڑی ہی عاجزی و انکساری کے ساتھ اپنے رب کے حضور میں دست سوال دراز کرے اور پر نم آنکھوں سے اس سے مانگے چیخ کر نہیں بلکہ آہستہ اور عاجزی کے ساتھ۔ کیونکہ آہستہ اور پوشیدہ دعا کرنا اخلاص کی دلیل ہے چلا کر دعا کرنا بارگاہ الہی کے آداب کے خلاف ہے اور اس میں ریا اور دکھلاوا بھی ہوتا ہے۔ چلا کر تو اسے پکارا جائے جو بن خبر یا ہو یا بہت دور ہو اللہ تعالی کی شان تو یہ ہے کہ وہ

سمیع اور بصیر بھی ہے اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد بھی ہے۔ اس لیے آہستہ آہستہ خاموشی کے ساتھ اپنے دل نیاز مند کی حکایت درد اور آرزو پیش کرے۔ کیونکہ چیخ و پکار کرنا اور ایسے امور کے متعلق دعا کرنا جو عقلاً اور شرعاً ناجائز اور ممنوع ہوں مثلاً نبوت کے مرتبہ تک رسائی کی دعا شرعی طور پر حرام چیزوں کے حصول کی دعا۔ مسلمانوں کے حق میں بددعا کرنا وغیرہ یہ سب حد سے تجاوز کرنے کے مترادف ہیں اور حد سے تجاوز کرنے والوں کو نہ تو اللہ پسند کرتا ہے اور نہ ہی ان کی دعا قبول فرماتا ہے۔ اور اس آدمی کی دعا بھی شرف قبول حاصل نہیں کرسکتی جو حرام کھاتا پیتا اور حرام پہنتا ہو اور اپنی زبان کو جھوٹ کی گندگی سے ناپاک کرلیتا ہو۔ دعا کی قبولیت کیلئے اکل حلال اور صدق مقال بھی شرط ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس آدمی کی دعا کیسے قبول ہو جس کا کھانا پینا اور پہننا حرام ہو۔ اور اس آدمی کی دعا بھی قبول نہیں ہوتی جو وہم وگمان کا شکار ہو اور اپنی دعا کی قبولیت پر یقین نہ رکھتا ہو۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعا میں اس طرح نہ کہو۔ کہ اے اللہ اگر تو چاہتا ہے تو مجھے معاف کردے ابوہریرہ روایت کرتے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا دَعَا اَحَدُ کُمْ فَلَا یَقُلْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ اِنْ شِئْتَ وَلٰکِنْ لِیَعْزِمْ وَلْیُعَظِّمِ الرَّغْبَۃَ فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَا یَتَعَاظَمُہٗ شَیْءٌ اَعْطَاہُ (مسلم شریف)

جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو وہ یہ نہ کہے کہ اے اللہ! اگر تو چاہتا ہے تو مجھے معاف فرمادے لیکن وہ پورے عزم کے ساتھ دعا کرے اور اپنی مرغوب چیز کو عظیم سمجھے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے ایسی کوئی چیز عظیم نہیں جو اپنے بندے کو عطا فرماتا ہے۔

اور اس کا اللہ تعالیٰ کی شان کریمی پر کامل یقین ہو کہ میرا رب تو وہ ہے جو کریم بھی ہے اور بہت بڑا شرم وحیا والا بھی ہے وہ اپنی مہربانی کے ساتھ میری دعا کو شرف قبول عطا فرمائے گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ رَبَّکُمْ حَیِیٌّ کَرِیْمٌ یَّسْتَحْیِیْ مِنْ عَبْدِہٖ اِذَا رَفَعَ یَدَیْہِ اَنْ

يُرُدَّهُمَا صِفْرًا (رواہ الترمذی وابوداؤد)

بے شک تمہارا پروردگار بہت زیادہ حیا کرنے والا بہت زیادہ سخی ہے اسے اپنے بندے سے شرم آتی ہے جب وہ اس کی بارگاہ میں سوال کے لیے دونوں ہاتھ اٹھائے تو وہ ان کو خالی لوٹا دے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا مانگنے کا طریقہ بھی بتایا اور اس کی قبولیت کی شرط بھی بیان فرمائی ایک دفعہ آپ مسجد میں تشریف فرما تھے ایک آدمی آیا اس نے نماز پڑھی اور اس کے بعد نہ حمد وثناء کے ساتھ اللہ کا ذکر کیا اور نہ ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھا بلکہ عرض کرنے لگا۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَیُّهَا الْمُصَلِّیْ اِنَّکَ عَجَّلْتَ کَیْفَ یُسْتَجَابُ لَکَ الدُّعَاءُ اِجْلِسْ...... الخ

اے نمازی! تو نے بہت جلدی کی ہے تیری دعا کیسے قبول کی جائے گی بیٹھ جا اور پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے ساتھ کثرت سے ذکر کر پھر میری ذات پر درود شریف پڑھ پھر اپنے لیے دعا کر تو وہ مقبول ہوگی؟ اسی اثنا میں ایک اور آدمی آیا اس نے اچھی طرح وضو کیا پھر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی پھر آقا علیہ السلام پر درود بھیجا تو آپ نے فرمایا اے نمازی اب تو دعا کر قبول ہوگی۔

اسی ضمن میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد گرامی بھی سن لیجئے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ جب انسان مذکورہ بالا آداب کو ملحوظ خاطر رکھ کر دعا کرے تو اس کے لیے صرف اتنا کہہ دینا ہی کافی ہوگا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْهَا مِنْ قَوْلٍ اَوْ عَمَلٍ وَّ اَعُوْذُبِکَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْهَا مِنْ قَوْلٍ اَوْعَمَلٍ ثُمَّ قَرَأَ اِنَّهُ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ

اے اللہ! میں تجھ سے جنت کا اور ایسے قول اور عمل کا سوال کرتا ہوں جو مجھے اس

کے قریب کردے اور میں تجھ سے جہنم کی آگ سے اور ایسے قول اور عمل سے پناہ مانگتا ہوں جو جہنم کے قریب کردے۔ پھر آپ نے یہ پڑھا کہ بے شک اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

دعا کی قبولیت کے اسباب

ہر آدمی اس قابل نہیں ہوتا کہ اس کی دعا فوراً قبول ہو جائے اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے آدمی کی دعا کی قبولیت کے اسباب اور وسائل بیان فرمائے ہیں۔

1۔ سب سے اہم اور دعا کی قبولیت کا عظیم وسیلہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے آپ کی بارگاہ میں ایک نابینا حاضر ہوا عرض کی کہ اے اللہ کے محبوب! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری بینائی لوٹا دے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ جنت میں اللہ تعالیٰ تجھے اس سے اچھی بینائی عطا فرما دے تو اس نے بڑی ہی عاجزی کے ساتھ عرض کی کہ اے اللہ کے محبوب! جنت میں تو آپ کے صدقے اللہ تعالیٰ مجھے بینائی عطا فرما ہی دے گا لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی علامات اور نشانیاں اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر شفقت کرتے ہوئے فرمایا کہ جاؤ اچھے طریقے سے وضو کرو دو رکعات نماز نفل ادا کرو پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرو اور میری ذات پر درود شریف پڑھو۔ پھر ان الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَتَوَجَّہُ اِلَیۡکَ بِنَبِیِّکَ نَبِیِّ الرَّحۡمَۃِ مُحَمَّدٍ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیۡ اَتَوَسَّلُ بِکَ اِلٰی رَبِّیۡ فِیۡ حَاجَتِیۡ ھٰذِہٖ لِتُقۡضٰی لِیۡ. اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعۡهُ فِیَّ (قصیدہ اطیب النغم)

اے اللہ! میں تیری طرف تیرے نبی جو سراپا رحمت ہے جن کا اسم گرامی محمد ہے کے وسیلہ کے ساتھ تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں اے محمد! (صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡکَ وَسَلَّمَ) میں آپ کو اپنے رب کی بارگاہ میں وسیلہ بناتا ہوں جس کے ساتھ میری یہ حاجت پوری ہو جائے اے اللہ! تو اپنے محبوب کی سفارش میرے حق میں قبول فرما۔

تو اس صحابی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمائی اور اس کی قوت بصارت اسے عطا فرما دی۔ وہ مسجد میں داخل ہوا تھا تو نابینا تھا جب مسجد سے باہر آیا تو بینا تھا۔

2۔ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی جائے تو وہ بھی مقبول ہوتی ہے حضرت امیہ بن خالد بن عبداللہ بن اسید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَسْتَفْتِحُ اَیْ یَطْلُبُ الْفَتْحَ وَالظَّفَرَ عَلَی الْکُفَّارِ مِنَ اللّٰہِ بِصَعَالِیْکِ الْمُهَاجِرِیْنَ. اَیْ بِفُقَرَآءِ هِمْ بِاَنْ یَقُوْلَ. اَللّٰهُمَّ انْصُرْنَا عَلَی الْاَعْدَآءِ بِحُرْمَةِ عِبَادِکَ الْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِیْنَ وَهٰذَا یَدُلُّ عَلٰی تَعْظِیْمِ الْفُقَرَآءِ وَالرَّغْبَةِ فِیْ دُعَاءِ هِمْ وَالتَّبَرُّکِ بِوُجُوْدِهِمْ. (من حسان المصابیح)

بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفار کے خلاف فقراء مہاجرین کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ سے فتح اور کامیابی طلب کرتے تھے اور یہ عرض کرتے تھے کہ اے اللہ! اپنے بندوں سے فقراء مہاجرین کے واسطہ سے ہمیں اپنے دشمنوں پر غلبہ عطا فرما۔ تو آپ کا ان کے واسطہ سے دعا کرنا فقراء کی تعظیم، ان کی دعا میں رغبت اور ان کے وجود سے تبرک حاصل کرنے پر دلالت کرتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے توسل سے دعا کرنا جائز بھی ہے اور اس کی قبولیت کی امید بھی کی جاسکتی ہے۔

تنبیہات الابرار میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دنیا کی بقاء چار چیزوں پر موقوف ہے۔ 1۔ علماء ربانی کے علم کے ساتھ۔ 2۔ حکام کے عدل کے ساتھ۔ 3۔ اغنیاء کی سخاوت کے ساتھ۔ 4۔ فقراء کی دعا کے ساتھ۔ اگر علماء کا علم نہ ہوتا تو جاہل ہلاک ہو جاتے اور اگر حکام کا عدل نہ ہوتا تو لوگ آپس میں ایک دوسرے کو اس طرح کھا جاتے جس طرح بھیڑیا

بکریوں کو کھا جاتا ہے اور اگر اغنیاء کی سخاوت نہ ہوتی تو فقراء ہلاک ہو جاتے اور اگر فقراء کی دعا نہ ہوتی تو آسمان اور زمین تباہ ہو جاتے۔ (درۃ الناصحین)

تین آدمیوں کی دعا کی قبولیت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:
تین آدمیوں کی دعائیں بغیر شک وشبہ قبول ہوتی ہیں۔
1۔ والد کی دعا اپنی اولاد کے لیے۔
2۔ مسافر کی دعا۔ 3۔ مظلوم کی دعا۔
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ روایت بھی منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

ثَلاَثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمُ الصَّائِمُ حِيْنَ يُفْطِرُ وَالْاِمَامُ الْعَادِلُ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ

تین آدمیوں کی دعا کو رد نہیں کیا جاتا۔ 1۔ روزہ دار جب روزہ افطار کرتا ہے۔ 2۔ عادل امام کی دعا اور مظلوم کی دعا'' کیونکہ اس کی دعا اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو بادلوں کے اوپر اٹھاتا ہے اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیتا ہے اور رب ذوالجلال فرماتا ہے:
''مجھے اپنی عزت کی قسم! میں ضرور تیری مدد کروں گا اگرچہ دیر سے ہی کیوں نہ ہو یعنی میں تیرا حق ضائع نہیں ہونے دوں گا اور نہ ہی تیری دعا کو رد کروں گا اگرچہ اس کی قبولیت پر طویل عرصہ گزر جائے کیونکہ میں بردبار ہوں۔ اپنے بندوں کو عذاب دینے میں جلدی نہیں کرتا کہ ہوسکتا ہے کہ ظلم اور گناہوں سے توبہ کرلیں اور اپنے خصم کو راضی کرنے کی طرف متوجہ ہو جائیں''۔ (مشکوٰۃ شریف)

حکایت

بیان کیا گیا ہے کہ منصور ابن عمارؒ جو ایک بہت بڑے بزرگ تھے لوگوں کو وعظ کر رہے تھے ایک سائل اٹھ کر کھڑا ہو گیا چار درہموں کا سوال کیا تو حضرت منصورؒ نے لوگوں سے کہا

"جو آدمی اس کو چار درہم دے گا میں اس کے حق میں چار دعائیں کروں گا۔" مسجد کے ایک کونے میں ایک حبشی غلام بیٹھا تھا جس کا آقا یہودی تھا اس کے پاس چار درہم تھے اس نے کہا اے شیخ! مجھے آپ کی شرط منظور ہے میں اسے چار درہم دیتا ہوں اور آپ حسب وعدہ میرے حق میں چار دعائیں کریں۔ شیخ منصور نے ہاں میں جواب دیا تو اس حبشی غلام نے وہ چاروں درہم سائل کی جھولی میں ڈال دیئے اور عرض کیا "میں ایک یہودی کا غلام ہوں اس سے میری آزادی کی دعا کریں اور اس یہودی کے حق میں آپ یہ دعا کریں کہ وہ اسلام قبول کر لے۔

میں مفلس ہوں میرے لئے غناء کی دعا فرمائیں کہ اللہ اپنے فضل کے ساتھ مخلوق میں سے کسی کا محتاج نہ کرے اور چوتھی دعا یہ ہے کہ آپ اللہ کی بارگاہ میں میرے گناہوں کی بخشش کی التجاء کریں۔ حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے حق میں چاروں دعائیں کر دیں۔ اس نے واپسی پر تمام واقعہ اپنے یہودی آقا کو سنایا تو وہ یہودی یہ سن کر بہت خوش ہوا اور اپنے غلام کو آزاد کرتے ہوئے کہا کہ آج تک میں تیرا آقا تھا آج کے بعد تو میرا مالک ہے پھر اس نے اسلام قبول کرتے ہوئے **اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ** پڑھا اور ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ میں اپنے تمام مال میں تجھے شریک کرتا ہوں تا کہ تیرا افلاس ختم ہو جائے اور گناہوں کی بخشش یہ میرے بس کا روگ نہیں ورنہ میں تیرے تمام گناہ معاف کر دیتا۔ اس وقت اس نے ایک غیبی آواز سنی جو یہ تھی کہ میں تم دونوں کو دوزخ کی آگ سے آزاد کرتا ہوں اور میں نے تمہارے تینوں کے یعنی منصور، یہودی اور حبشی غلام کے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی چاروں دعائیں قبول فرمالیں۔ (رونق المجالس)

2۔ بیان کیا گیا ہے کہ ایک نیک آدمی تھا وہ تنگدست ہو گیا اس کی بیوی نے اسے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرو کہ اللہ ہمارے دنیاوی اسباب میں وسعت پیدا فرما دے اور رزق حلال سے مالا مال کر دے۔ تو اس اللہ کے بندے نے اپنے رب کی بارگاہ میں رزق کی وسعت کی دعا کی تو اچانک وہ عورت اپنے گھر کے اندر داخل ہوئی اور اس کے ایک

کونے میں سونے کی ایک اینٹ دیکھی اور اسے اٹھا لیا۔ اللہ کے اس نیک بندے نے فرمایا کہ تو اس کو اپنی مرضی کے مطابق خرچ کر۔ وہ آدمی رات کو سویا خواب میں دیکھا کہ وہ جنت میں داخل ہو گیا ہے وہاں اس نے ایک سنہری محل دیکھا جس کی دیوار میں ایک اینٹ کی مقدار کے برابر کمی تھی۔ اس نے پوچھا یہ محل کس کا ہے اسے بتایا گیا کہ یہ محل تیرا ہے اس نے پوچھا کہ اس میں یہ اینٹ کی کمی کیوں ہے اسے بتایا گیا کہ وہ اینٹ ہم نے تجھے عطا کر دی ہے۔ جب وہ نیند سے بیدار ہوا تو وہ اینٹ منگوائی اور اسے اپنے سر کے نیچے رکھ کر دعا کی اے اللہ! اسے میں تیری طرف واپس لوٹاتا ہوں۔ وہ اینٹ غائب ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے اسے اس محل کی دیوار میں فٹ کروا دیا۔

اسی لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی دنیا کی نعمتوں سے ایک لقمہ بھی حاصل کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ آخرت کی نعمتوں سے اس کا اتنا حصہ کم کر دیتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ

جو آخرت کی کھیتی کا ارادہ کرتا ہے تو ہم اس کی کھیتی میں اس کے لیے اضافہ کر دیتے ہیں اور جو دنیا کا ارادہ کرتا ہے ہم اس کو اس سے کچھ دیتے ہیں لیکن آخرت کی نعمتوں میں اس کا کچھ حصہ نہیں ہوتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک چٹائی پر آرام فرماتے ہوئے دیکھا اور اس چٹائی کے نشانات آپ کے پہلوؤں میں ظاہر تھے میں نے عرض کیا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ فَلْيُوَسِّعِ الدُّنْيَا عَلَيْكَ ''اے اللہ کے رسول! آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ دنیاوی رزق میں آپ کے لیے وسعت پیدا فرما دے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ فارس اور روم کے بادشاہوں کو وسیع رزق عطا کیا گیا حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے

خطاب کے بیٹے! اللہ تعالیٰ نے اس رزق کو ہمارے لیے جمع کر رکھا ہے اور ان لوگوں کو اس دنیا میں ہی جلدی جلدی ان کا رزق عطا کر دیا گیا ہے۔ اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَكُوْنَ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا الْاٰخِرَةُ ''کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ ان کے لیے دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت ہو''۔

عمر بن شعیب روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:
جس آدمی میں دو صفتیں ہوں اللہ تعالیٰ اسے صابر اور شاکر لکھ دیتا ہے۔

مَنْ نَظَرَ فِيْ دِيْنِهٖ اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَهٗ فَاقْتَدٰى بِهٖ وَمَنْ نَظَرَ فِيْ دُنْيَاهُ اِلٰى مَنْ هُوَ دُوْنَهٗ فَحَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى عَلٰى مَا تَفَضَّلَ بِهٖ عَلَيْهِ

وہ آدمی جو اپنے دین میں اس آدمی کو دیکھے جو مرتبہ میں اس سے بلند ہے تو وہ اس کی پیروی کرے اور وہ آدمی جو اپنی دنیا میں اس آدمی کو دیکھے جو اس سے فروتر ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے اس فضل پر اس کی حمد بیان کرے تو گویا یہ دونوں آدمی صابر اور شاکر لکھے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی اسی طرح ارشاد فرمایا ہے:

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا

اس چیز کی خواہش نہ کرو جو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے مردوں کے لیے وہی حصہ ہے جو انہوں نے کمایا اور عورتوں کے لیے اسی میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا تم اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرو کیونکہ وہ ہر ایک چیز کو جاننے والا ہے۔

دعا کی عدم قبولیت کے اسباب

حدیث پاک میں آتا ہے کہ دعا سے مصیبتیں ٹل جاتی ہیں اور مقاصد حاصل ہو جاتے

ہیں دعا ان دونوں چیزوں کے حصول کے لیے قوی ترین سبب ہے لیکن بعض دفعہ اس کا فوری اثر ظاہر نہیں ہوتا جس کی وجوہات درج ذیل ہیں:

1۔ وہ آدمی جو کمزور ہو اور اللہ تعالیٰ سے سرکشی اور دشمنی کے لیے دعا کرے وہ قبول نہ ہوگی۔

2۔ وہ ضعیف الاعتقاد ہے اور دعا کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف یک جہتی کے ساتھ متوجہ نہیں ہوتا اس کی دعا بھی قبول نہیں ہوتی۔

روایت بیان کی گئی ہے کہ ایک دفعہ حجاج بن یوسف خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا طواف کے دوران اس نے ایک اندھے کو دیکھا جو عرض کر رہا تھا اے اللہ! میں تیرے اس گھر کے سامنے کھڑے ہو کر تجھ سے اپنی بینائی کے حصول کی دعا کرتا ہوں۔ پہلے چکر میں بھی حجاج نے اسے یہ دعا کرتے سنا اور اس طرح دوسرے اور تیسرے چکر میں بھی۔ اب حجاج کو غصہ آ گیا اس نے کہا اے اندھے! تجھے معلوم ہے کہ تو کہاں کھڑا ہے یہ وہ جگہ ہے جہاں دعائیں مقبول ہوتی ہیں اور رب کریم کی رحمت ہمہ وقت برستی رہتی ہے جو خلوص نیت سے مانگتا ہے اسے عطا کیا جاتا ہے اور اسکے گناہوں کی بخشش ہو جاتی ہے تو بار بار اپنی بینائی کے حصول کے لیے دعا کر رہا ہے تیری یہ دعا قبول نہیں ہو رہی میرے ابھی تین چکر باقی ہیں اگر میرے ان تین چکروں میں تیری دعا قبول نہ ہوئی اور تو اسی طرح مانگتا رہا تو میں تیری گردن تلوار سے اڑا دوں گا۔ اب اس اندھے نے سوچا کہ میری موت یقینی ہے اس لیے اس نے بڑی ہی عاجزی اور انکساری کے ساتھ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی جو قبول ہوئی اور وہ بینا ہو گیا اس طرح وہ قتل ہونے سے بچ گیا۔

3۔ دعا کی عدم قبولیت کا سبب کوئی شرعی مانع ہے مثلاً دعا کرنے والا حرام خور، ظالم اس کا دل گناہوں کی تاریکی سے سیاہ، غافل، ساھی اور خواہش نفس سے مغلوب ہو اس لیے اس کی دعا قبول نہیں ہو رہی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اُدْعُ اللّٰهَ وَاَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْاِجَابَةِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَجِيْبُ دُعَاءً مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاهٍ (رواہ الترمذی مشکوٰۃ شریف)

تم اللہ سے دعا مانگو اس حال میں کہ تمہیں اس کی قبولیت کا یقین ہو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ بے پرواہ اور غافل دل سے نکلی ہوئی دعا بالکل قبول نہیں فرماتا۔

اور حرام کھانے والا، حرام لباس پہننے والا اور حرام مشروب پینے والا اس کی دعا کیسے قبول کی جائے گی۔

عمر میں اضافہ کے اسباب

اللہ تعالیٰ کا یہ اٹل فیصلہ ہے کہ کسی کی مقررہ عمر میں نہ اضافہ ہوتا ہے اور نہ کمی لیکن یہ دنیا اسباب کے تحت ہے اس لیے بعض دفعہ اللہ تعالیٰ اس عمر کے اضافے اور کمی کو اسباب کے ساتھ مشروط کر دیتا ہے اس لیے اگر وہ سبب پایا جائے تو عمر میں اضافہ ہو جاتا ہے اور اگر نہ پایا جائے تو اس میں کمی واقع ہوتی ہے اسی لیے حکماء فرماتے ہیں کہ چار چیزیں عمر میں اضافے کا سبب ہوتی ہیں۔

1۔ کنواری عورت سے شادی کرنا۔ 2۔ دائیں پہلو سونا۔ 3۔ جاری پانی کے ساتھ غسل کرنا۔ 4۔ نہار منہ سحری کے وقت سیب کھانا۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں کہ ہمیں اپنی بارگاہ سے مانگنے کی اس طرح توفیق عطا فرمائے جس طرح اسے پسند ہے اور جس سے ہماری دعائیں مستجاب ہوں۔ اگر وہ یہ کرم فرما دے تو یقیناً یہ بات اس کی قدرت سے باہر نہیں کیونکہ وہ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہے۔ ہم نہایت ہی عاجزی کے ساتھ عرض کرتے ہیں۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ. وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ مَعَ الْاَبْرَارِ یَا عَزِیْزُ یَا غَفَّارُ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ●

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ● وَتُبْ عَلَیْنَآ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ● وَاهْدِنَا وَوَفِّقْنَآ اِلٰی

الْحَقِّ وَاِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ• بِبَرَکَۃِ خَتْمِ الْقُرْاٰنِ الْعَظِیْمِ وَبِحُرْمَۃِ حَبِیْبِکَ وَرَسُوْلِکَ الْکَرِیْمِ وَاعْفُ عَنَّا یَا کَرِیْمُ وَاعْفُ عَنَّا یَا رَحِیْمُ وَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا بِفَضْلِکَ وَکَرَمِکَ یَا اَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ وَیَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ.

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَحَبِیْبِنَا وَحَبِیْبِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ الْمُکَرَّمِیْنَ وَعَلٰی اَصْحَابِہٖ الْمَھْدِیِّیْنَ وَعَلٰی اَزْوَاجِہٖ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَعَلٰی سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ.

وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ

چھبیسواں وعظ

مشاہدۂ قدرت سے اطمینان قلب کا حصول

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰكِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ

(اور یاد کرو) جب ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب مجھے دکھا کر تو کیسے مردوں کو زندہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تو اس پر ایمان نہیں رکھتا تو آپ نے عرض کیا کیوں نہیں اور لیکن (اس لیے سوال کر رہا ہوں) تا کہ میرا دل مطمئن ہو جائے تو اللہ نے فرمایا پس چار پرندے پکڑ لو انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔ پھر ان میں سے ہر ایک کا کچھ حصہ ایک پہاڑ پر رکھ دو پھر ان کو بلاؤ وہ دوڑتے ہوئے آپ کے پاس آئیں گے اور جان لو بے شک اللہ تعالیٰ غالب اور دانا ہے۔

اطمینان قلب ایک لازوال نعمت ہے ہر فرد خواہ کسی صنف سے تعلق رکھتا ہو اس کے حصول کا خواہشمند ہوتا ہے اور یہ اطمینان قلب اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی قدرت کے نشانات کے مشاہدہ سے ہی حاصل ہوتا ہے اس لیے ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کی بارگاہ میں عرض کی۔ کہ مجھے اپنی قدرت کی نشانیاں دکھا اور مردہ جسموں کو زندہ کر کے مشاہدہ کروا تا کہ علم الیقین جو پہلے سے ہی حاصل ہے وہ عین الیقین کے مرتبہ

تک پہنچ جائے تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت طیبہ میں ابراہیم علیہ السلام کے سوال کے جواب میں اپنی قدرت کاملہ کا ایک ثبوت پیش فرمایا جس کی تفصیلات اس طرح ہیں۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کے اس سوال کا سبب یہ تھا کہ وہ ایک مردہ جانور کے پاس سے گزرے ابن جریر کے قول کے مطابق ساحل سمندر پر ایک مردہ گدھا پڑا تھا جس کا گوشت خشکی کے جانور اور سمندری جانور تقسیم کر کے کھا رہے تھے جب سمندر کی لہریں بلند ہوتیں تو مچھلیاں اور دوسرے سمندری جانور باہر نکل کر اس کا گوشت کھاتے اور جو ان سے بچتا وہ سمندر کے پانی میں بہہ جاتا اور جب سمندر کے پانی میں جزر پیدا ہوتا اور وہ نیچے اتر جاتا تو خشکی کے درندے آتے اور اسے کھانے لگ جاتے تو جو اجزاء مٹی میں گر جاتے وہ مٹی ہو جاتے پس جب درندے اس سے دور ہو جاتے تو پرندے آتے وہ اسے کھانے لگ جاتے اور گوشت کے جو ذرات ان سے بچ جاتے تو انہیں ہوا فضا میں اڑا کر لے جاتی تو جب آپ نے یہ ماجرا دیکھا تو اس پر متعجب ہوئے اور اللہ کی بارگاہ میں عرض کی۔ اے میرے پروردگار! میں یہ تو جانتا ہوں کہ تو اس مردہ گدھے کے گوشت کو درندوں کے پیٹوں، پرندوں کے پوٹوں اور سمندری جانوروں کے بطنوں میں محفوظ کر لیتا ہے لیکن میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ تو اسے دوبارہ کیسے زندہ کرے گا۔ تاکہ میں اس کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے از روئے شفقت فرمایا کیا تجھے میری قدرت پر یقین نہیں تو آپ نے عرض کی کیوں نہیں۔ اے میرے پروردگار! میں اس کو جانتا ہوں اور اس کی تصدیق بھی کرتا ہوں اور سوال اس لیے کر رہا ہوں تاکہ اگر پھر کبھی میرا نمرود کے ساتھ اس بات میں مناظرہ ہو جائے تو میں اسے سکون قلب اور یقین کے ساتھ جواب دے سکوں۔ نیز میرے علم الیقین کو عین الیقین کا مرتبہ نصیب ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا چار پرندے پکڑ لو اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دو یا انہیں اپنے ساتھ مانوس کر لو۔ مجاہد کے قول کے مطابق ابراہیم علیہ السلام نے مور، مرغ، کبوتر اور کوے کو پکڑ لیا۔ اور مجاہد کے علاوہ دوسرے مفسرین کے نزدیک سبز بطخ، سیاہ کوا، سفید کبوتر اور سرخ مرغ تھا۔ تو آپ نے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور اللہ کے حکم کے

مطابق الگ الگ چار پہاڑوں پر رکھ دیئے۔ پہاڑوں کی تعداد میں مفسرین کا اختلاف ہے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو ان پرندوں کے اجزاء کو چار حصوں میں تقسیم کرنے کا حکم دیا تھا۔ اوران کو الگ الگ چار پہاڑوں پر رکھنے کا ارشاد فرمایا تھا ایک پہاڑ مشرق کی جانب دوسرا مغرب کی جانب تیسرا شمال کی جانب اور چوتھا جنوب کی طرف تھا اور بعض کا قول یہ ہے کہ ان پرندوں کے اجزاء کو سات حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا اور ایک ایک حصہ الگ الگ سات پہاڑوں پر رکھ دیا۔ اوران کے سروں کو آپ نے اپنے پاس رکھ لیا پھران کو بلایا وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے دوڑتے ہوئے آئے اور خون کا ہر قطرہ دوسرے قطرہ کی طرف دوڑنے لگا اور ہر پر دوسرے پر کے ساتھ جڑنے لگا اور ہر ہڈی دوسری ہڈی کے ساتھ ملنے لگی اور گوشت کا ہر ہر ٹکڑا دوسرے ٹکڑے کی طرف اڑ کر جانے لگا۔ ابراہیم علیہ السلام اس کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کر رہے تھے یہاں تک کہ تمام پرندوں کے اجسام مکمل ہو گئے۔ اور تمام پرندوں کے اجسام سر کے بغیر فضا میں جمع ہو گئے پھر وہ دوڑ کر اپنے اپنے سروں کے ساتھ جڑنے لگے جب کوئی پرندہ اڑ کر کسی سر کے پاس آتا اور وہ سر اسی پرندے کا ہوتا تو وہ اس کے ساتھ جڑ جاتا اور اگر وہ سر اس کا نہ ہوتا تو وہ پیچھے ہٹ جاتا یہاں تک کہ اپنے سر کے ساتھ مل جاتا۔ اور اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا ارشاد کا یہی مطلب ہے کہ آپ انہیں بلائیں گے تو وہ دوڑتے ہوئے یا اڑتے ہوئے آپ کے پاس حاضر ہو جائیں گے۔ تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ عزیز ہے۔ جو وہ ارادہ کرتا ہے اس کو پورا کرنے سے عاجز نہیں وہ حکیم ہے اس کے ہر کام میں عظیم حکمت ہے اور حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا جیسے ضرب المثل ہے۔

فِعْلُ الْحَكِيْمِ لَا يَخْلُوْا عَنِ الْحِكْمَةِ.

نقطہ لطیفہ

امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان چار مخصوص پرندوں کو پکڑ کر ذبح کرنے کے حکم میں یہ حکمت تھی کہ یہ چاروں پرندے الگ الگ کیفیات اور صفات سے متصف تھے اور ان کی یہ صفات انسان کے اندر بھی پائی جاتی ہیں تو جب تک انسان ان صفات مذمومہ کو

ترک نہیں کرتا تو اسے حقیقی زندگی نصیب نہیں ہوتی۔ زیب و زینت کی محبت یہ مور کا خاصہ ہے۔ تو جو آدمی خواہشات نفس کو ختم نہیں کر دیتا اور زیب و زینت کی محبت سے دست بردار نہیں ہوتا اسے حقیقی زندگی نصیب نہیں ہوتی۔ حملہ کرنے اور مزاج کی تیزی میں مرغ مشہور ہے اور خست نفس اور لمبی حرص کوّے کی خصوصیت ہے۔ بلند مرتبہ اور خواہش نفس کو پانے کی جلدی کرنا کبوتر کی صفت ہے تو ان چار پرندوں کو ذبح کرنے کا حکم دے کر یہ شعور دلایا کہ جو آدمی ابدی اور دائمی زندگی کا خواہشمند ہے وہ ان اوصاف کو ختم کر دے نہ حب جاہ و جلال ہو نہ مزاج میں تیزی ہو اور خواہشات نفس اور کمینہ خصلتوں کو ترک کرنا ہوگا غرور و تکبر کو چھوڑ کر عاجزی اور انکساری اپنانا ہوگی تب جا کر کوئی حقیقی زندگی کی لذت سے لطف اندوز ہوگا۔

اسی سلسلہ میں حضرت رابعہ بصریہ اور حسن بصری رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھیوں کا مکالمہ بیان کیا جاتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم، علم اور قدرت کا اندازہ لگایا جا سکے کہ وہ کیسے حکیمانہ ہیں۔ مشکوٰۃ الانوار میں یہ حکایت بیان کی گئی ہے کہ رابعہ عدویہ بصریہ کا خاوند فوت ہو گیا تو حسن بصری اپنے چند دوسرے ساتھیوں کے ساتھ ان کے پاس حاضر ہوئے اور ملاقات کی اجازت طلب کی تو آپ نے انہیں حاضر ہونے کی اجازت دے دی اور اپنے سامنے پردہ لٹکا کر اس کے پیچھے بیٹھ گئیں تو حسن بصری رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے اس کا امتحان لینا چاہا اور آپ سے کہا کہ آپ کا خاوند فوت ہو چکا ہے اور آپ کو کسی خاوند کی ضرورت ہے تو رابعہ بصریہ رضی اللہ عنہا نے ہاں میں جواب دیا اور ساتھ ہی یہ شرط لگا دی کہ جو تم سے زیادہ عالم ہوگا میں اس کے ساتھ شادی کروں گی تو حسن بصری رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے کہا کہ یہ ہم سب سے زیادہ عالم ہیں تو رابعہ بصریہ نے فرمایا کہ مجھے چار مسائل درپیش ہیں اگر آپ مجھے ان کے جواب دے دیں تو میں شادی کرنے کے لیے تیار ہوں۔ تو حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق عطا فرمائی تو میں ان کا جواب دوں گا تو حضرت رابعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا کہ آپ یہ بتائیں کہ جب میری زندگی کا اختتام ہونے لگے اور میں دنیا سے رخصت ہونے لگوں تو کیا میری رخصتی ایمان پر ہوگی یا کفر

پر تو حسن بصری نے فرمایا اس بات کا تعلق غیب سے ہے اور غیب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا تو رابعہ بصریہ نے دوسرا سوال کر دیا اور پوچھا کہ جب مجھے قبر میں رکھ دیا جائے گا اور منکر نکیر مجھ سے سوال کریں گے تو کیا میں انہیں صحیح جواب دے سکوں گی یا نہیں تو حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ بھی غیب ہے اور غیب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا پھر اس نے دریافت کیا کہ جب قیامت کے دن تمام لوگ اکٹھے ہوں گے اور ان کے اعمال نامے ان میں تقسیم کیے جائیں گے اور وہ کسی کے دائیں ہاتھ میں اور کسی کے بائیں ہاتھ میں پکڑا دیئے جائیں گے تو کیا میرا اعمال نامہ میرے دائیں ہاتھ میں ہوگا یا بائیں ہاتھ میں تو حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ بھی غیب ہے پھر آپ نے پوچھا کہ جب لوگوں کو یہ آواز دی جائے گی کہ ایک فریق جنت میں اور دوسرا فریق دوزخ میں ہوگا تو میں کس فریق میں ہوں گی۔ تو آپ نے فرمایا یہ بھی غیب ہے تو وہ کہنے لگی جس کو یہ چار غم ہوں کیا وہ شادی کا سوچ بھی سکتا ہے پھر آپ نے پوچھا اے حسن! تو میرا محرم راز ہے مجھے یہ بتاؤ کہ عقل کے کتنے حصے ہیں تو آپ نے جواب دیا اس کے دس اجزاء ہیں ان میں سے نو مردوں کو عطا کیے گئے ہیں اور ایک حصہ عورت کو۔ پھر پوچھا کہ شہوت کے کتنے حصے ہیں تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اس کے بھی دس ہیں جن میں سے نو عورت کو دیے گئے ہیں اور ایک حصہ مرد کو عطا کیا گیا ہے تو وہ فرمانے لگیں کہ میں شہوت کے نو حصوں کی عقل کے ایک حصہ کے ساتھ حفاظت کر سکتی ہوں تو تم عقل کے نو حصوں کے ساتھ شہوت کے ایک حصہ کی حفاظت کرنے پر قادر نہیں ہو پس حسن بصری اور ان کے ساتھی رونے لگے اور اس کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے۔ کیا حکیمانہ انداز تکلم ہے!!!

اور اللہ کی اس تقسیم کو دیکھ کر یہ کہنا پڑتا ہے سبحان اللہ! تو واقعی احسن الخالقین ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی اس صفحہ ہستی پر بے شمار نشانیاں ہیں جنہیں دیکھ کر ایک بندۂ مومن کو اطمینان و سکون نصیب ہوتا ہے اور نہ ماننے والوں کی عقل حیران اور ششدر رہ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَ

بے شک گردش لیل ونہار میں اور جو کچھ پیدا فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین میں ان میں نشانیاں ہیں اس قوم کے لیے جو متقی ہے۔

یعنی رات اور دن کا منقطع نہ ہونے والا تسلسل پھر مناسب مقدار سے ان کا گھٹنا اور بڑھنا، دن میں کسب معاش اور دیگر مشاغل کی ہنگامہ آرائیاں اور رات میں خواب راحت کی خاموشیاں جب وہ دیکھتے ہیں تو انہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور توحید پر عین الیقین حاصل ہو جاتا ہے بندۂ مومن اور کافر میں یہی فرق ہے کہ جب عام لوگ کائنات کے حسن و جمال کو دیکھتے ہیں تو دنگ رہ جاتے ہیں مختلف اشیاء کے حیران کن اثرات پر آگاہ ہوتے ہیں تو فرط مسرت سے جھوم اٹھتے ہیں اس جہاں کی وسعتیں اور فراخیاں، بلندیاں اور پستیاں ان کی چشم ہوش کو خیرہ کر دیتی ہیں لیکن ان کی رسائی اس حسن و جمال کے خالق اور اثرات کے پیدا کرنے والے تک نہیں ہوتی۔ ان کی نگاہیں ان حجابات میں اٹک کر رہ جاتی ہیں۔ معرفت الٰہی کی سعادت سے فقط ان باہمت اور بلند حوصلہ لوگوں کو سرفراز کیا جاتا ہے جو مومن، متقی اور پرہیزگار ہوتے ہیں جو ان حجابات کو تار تار کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں اور جمال حقیقی کی دیدۂ معرفت سے اپنے دیدۂ عقل و دل کو روشن کرتے ہیں۔ ہمارے سائنسدانوں اور علوم جدیدہ کے طلباء کو مظاہر فطرت کا مطالعہ کرتے ہوئے اس بات کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ اس عالم میں جو رعنائی وزیبائی جو قوت وتاثیر اور جو خوبی وکمال جہاں کہیں جس روپ میں انہیں دکھائی دے رہا ہے وہ کسی کائناتی حادثہ سے معرض وجود میں نہیں آیا بلکہ قادر وتوانا، علیم وحکیم اور مالک وحاکم پروردگار نے اسے پیدا فرمایا ہے یہی وہ بنیادی فرق ہے جو مسلمان سائنسدان کو دنیا بھر کے دوسرے سائنسدانوں سے جدا کرتا ہے۔

اس طرح ان کا ہر قدم منزل کی طرف اٹھے گا ان کی کامیابی ادھوری اور نا تمام نہیں بلکہ مکمل ہوگی ان کی ترقی انسانیت کے لیے تباہ کن نہیں بلکہ فلاح انسانی کی ضامن ہوگی اور انہیں اطمینان قلب اور سکون دل نصیب ہوگا اور آج دنیا کو ایسے باکمال اور باہمت علماء کی

ضرورت ہے جو انسان کو سلامتی کا راستہ دکھا سکیں۔

کائنات کے ہر ہر ذرے میں ایسی بے شمار اور ان گنت نشانیاں ہیں جنہیں انسان دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے کائنات کی بڑی بڑی چیزیں تو اپنے جمال و جلال اور اپنی نفع رسانی کی وجہ سے لوگوں کی توجہ کا مرکز بنی رہتی ہیں لیکن عام طور پر چھوٹی چیزوں کو حقیر سمجھ کر لائق التفات خیال نہیں کیا جاتا اور پھر مکھی جیسی چھوٹی سی چیز کے لیے کس کو فرصت ہے کہ اس میں سوچ بچار کرنے بیٹھے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری حکمت و قدرت کے جلوے صرف پہاڑوں، سمندروں، مویشیوں اور بلند و بالا درختوں میں ہی نظر نہیں آتے بلکہ ایک چھوٹی سی شہد کی مکھی بھی میری حکمتوں کی تجلی گاہ ہے اس کے مختصر سے چھتہ میں بھی ہمارے کرشموں کا مینا بازار لگا ہوا ہے ذرا اس چھتہ کو دیکھو۔ کس مہارت سے اس کو مسدس خانوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے جن کے تمام اضلاع اور سارے زاویے مساوی ہیں تمہارا کوئی ماہر انجینئر بھی مسطر اور پرکار کے بغیر ایسے مسدس خانے نہ بنا سکے پھر اس کے مختلف حصوں پر نظر ڈالو کہیں تو نوزائیدہ بچوں کی قیام گاہ ہے کہیں شہد کا ذخیرہ کیا جا رہا ہے کہیں موم تیار ہو رہا ہے کہیں خوراک کا گودام ہے پھر اس حیران کن نظم و نسق کو دیکھو جس کے ماتحت یہ کثیر التعداد مکھیاں یہاں آباد ہیں کسی متمدن ملک کی بہترین تربیت یافتہ فوج بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ان میں ایک مکھی سب کی سردار ہے دوسری مکھیاں اس کی فرمانبردار ہیں اور اس کے حکم بجالانے میں ذرا کوتاہی نہیں کرتیں بعض خوراک لانے کے لیے متعین ہیں۔ بعض پہرہ دار ہیں کیا مجال کہ کوئی اجنبی اندر قدم بھی رکھ سکے جو خوراک لانے پر مقرر ہیں وہ اپنے چھتہ سے دور دراز مقامات پر اڑ کر جاتی ہیں وہاں سے مختلف پھولوں، کلیوں، کونپلوں اور پتوں کا رس دن بھر چوستی رہتی ہیں پھر طویل مسافت طے کر کے اپنے چھتہ میں واپس آ جاتی ہیں۔ نہ وہ راستہ بھولتی ہیں نہ لیٹ ہوتی ہیں اور نہ اپنے فرض کو انجام دینے میں کسی کاہلی کی روادار ہیں پھر جس حکمت و خوبی سے پھلوں کے رس چوستے ہوئے اس رس کو شہد بنانے کا عمل تکمیل پاتا ہے وہ اتنا حیرت انگیز ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے انسان اتنے علمی کمال اور صنعتی ترقی کے

باوجود کوئی ایسی مشینری تیار نہیں کر سکا جس کے ذریعہ وہ پھلوں وغیرہ کے رس سے شہد جیسا جوہر کشید کر سکے غور طلب یہ امر ہے کہ اس چھوٹی سی مکھی کو یہ مہارت اور یہ کمال کس نے سکھایا یہ باقاعدگی، نظم و نسق کی پابندی، اپنے فرائض کی ادائیگی، اپنے امیر کی اطاعت، یہ فنی نزاکتیں اور اس پیچیدہ کام کو انجام دینے میں اتنی نفاستیں یہ سب چیزیں اس حیوان کو کس نے تعلیم کی۔ قرآن کریم بتاتا ہے اے محبوب کائنات! صلی اللہ علیک وسلم یہ تیرے رب کی تعلیم ہے اسی نے یہ سارے گر، یہ سارے قاعدے اور یہ طریقہء کار اس مکھی کو سکھایا ہے اور اس کی دی ہوئی سمجھ سے وہ شہد جیسی نعمت بنا کر انسان کی خدمت میں پیش کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ...... الخ

اور ڈال دی آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات کہ بنایا کر پہاڑوں میں (اپنے) چھتے اور درختوں (کی شاخوں) میں اور چھپروں میں جو لوگ بناتے ہیں۔

یعنی وہ سمجھ جو اللہ تعالیٰ حیوانات وغیرہ کو عطا کرتا ہے جس سے وہ اپنے نفع اور نقصان کو سمجھ سکتے ہیں اور اپنے طبعی فرائض خوش اسلوبی سے ادا کر سکتے ہیں تو اس کو وحی بمعنی الہام کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے (ضیاء القرآن) تو مجبوراً یہ کہنا پڑتا ہے۔ تَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ. ان بے شمار قدرت کی نشانیوں اور علامات میں سے چند ایک بیان کر دی گئی ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں ان میں غور و فکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہم اس کی کماحقہ معرفت حاصل کر سکیں اور اپنے دل کو سکون و اطمینان باہم پہنچا سکیں۔

رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَکَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ.

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَحَبِیْبِنَا وَنَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ.

ستائیسواں وعظ

حسد اور اس کے نقصانات

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ ابْنَیْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ یُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ قَالَ لَاَقْتُلَنَّکَ قَالَ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ.

اور انہیں (بنی اسرائیل کو) فرزندان آدم کی خبر پڑھ کر ٹھیک ٹھیک بتایئے جب دونوں نے قربانی دی تو ان دونوں میں سے ایک کی قبول ہوگئی اور دوسرے سے قبول نہ کی گئی اس دوسرے نے کہا قسم ہے میں تمہیں قتل کر ڈالوں گا تو پہلے نے کہا تو (بلاوجہ ناراض ہوتا ہے) اللہ تعالیٰ تو صرف پرہیزگاروں سے قربانی قبول کرتا ہے۔

مذکورہ بالا آیت طیبہ میں قابیل اور ہابیل کا قصہ بیان کیا گیا ہے جس میں قابیل جو اپنے بھائی ہابیل سے حسد کرتا تھا اس کی دھمکی اور اس کے ارادہ کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس حسد کی وجہ کیا تھی؟ اس کے جواب میں مفسرین نے بہت کچھ لکھا ہے لیکن کوئی یقینی چیز نہیں جسے پیش کرتے وقت دل میں خلش محسوس نہ ہو اس لیے میں صرف مفتی محمد ریاض الدین قطب شاہی اعوان صاحب مدظلہ کی تفسیر ریاض القرآن میں بیان کردہ وضاحت سے خوشہ چینی کرتے ہوئے کچھ معروضات پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں لیکن اس کے بیان سے پہلے حسد کی حقیقت اور معنی سمجھ لینا چاہیے تاکہ انسان اس کی حقیقت سے آگاہ ہو جائے۔

علامہ ابن منظور حسد کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ اِذَا تَمَنّٰی اَنْ تَتَحَوَّلَ اِلَیْهِ

نِعْمَتَهُ وَفَضِيْلَتَهُ اَوْيُسْلِبُهُمَا هُوَ (لسان العرب)

یعنی کسی کی خوشحالی اور عزت کو دیکھ کر جلنا اور یہ آرزو کرنا کاش یہ دولت اس کی بجائے مجھے ملتی اس عزت وفضیلت سے اس کے بجائے میں بہرہ ور ہوتا اگر یہ چیزیں میرے نصیب میں نہ تھیں تو کم ازکم اس سے چھین لی جاتیں۔اس کو بھی ان سے محروم کر دیا جاتا۔

یہ جذبہ انسان کی کمینگی اور خست طبع پر دلالت کرتا ہے لیکن بات یہاں تک محدود نہیں رہتی بسا اوقات یہ بڑے بڑے جوروستم کا سبب بن جاتی ہے جو انسان حسد کی آگ میں جل رہا ہوتا ہے وہ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھا نہیں رہتا بلکہ ایسی تدبیریں سوچتا ہے، ایسی سازشیں کرتا ہے اور اس قسم کے گٹھ جوڑ کرتا ہے جس سے وہ اپنی ناپاک آرزو کو پورا کر سکے۔اس سے ایسی ایسی مذموم حرکتیں سرزد ہوتیں ہیں جو شرف انسانی سے کوئی مناسبت نہیں رکھتیں۔

قابیل نے ہابیل کو حسد کی وجہ سے ہی قتل کیا تھا جس کی تفصیلات ابھی بیان کی جائیں گی۔ابوجہل اور دیگر اکابر قریش یہ جانتے ہوئے بھی کہ حضور سچے نبی ہیں محض حسد کی وجہ سے دین اسلام کو قبول نہیں کرتے تھے ان وجوہات کی وجہ سے اسے گناہ کبیرہ میں شمار کیا گیا ہے اور اس سے بچنے کی بھرپور تاکید کی گئی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث شریف بیان کرتے ہیں:

قَالَ اِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ فَاِنَّ الْحَسَدَ يَاْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَاْكُلُ النَّارُ الْحطَبَ. (رواہ ابوداؤد)

حضور نے فرمایا: کہ اے میرے غلاموں! حسد سے اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو خاکستر بنا دیتی ہے۔

ایک اور ارشاد میں اس کی مذمت اس طرح بیان کی گئی ہے:

عَنِ الزُّبَيْرِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَبَّ اِلَيْكُمْ دَآءُ الْاُمَمِ قَبْلَكُمُ الْحَسَدُ وَالْبُغْضَاءُ هِيَ الْحَالِقَةُ لَا

اَقُوْلُ تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَلٰکِنْ تَحْلِقُ الدِّیْنَ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری طرف سابقہ امتوں کی بیماری حسد اور بغض رینگ کر آئی ہے اور وہ (حسد و بغض) مونڈ دیتا ہے میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈ دیتا ہے بلکہ وہ تو دین کو مونڈ تا ہے۔ (رواہ احمد والترمذی)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے:

اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا (متفق علیہ)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے آپ کو ظن سے بچاؤ کیونکہ ظن سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے اور تم اسے مت ٹٹولو اور مت جاسوسی کرو اور مت چھان بین کرو۔ اور مت ایک دوسرے کے ساتھ حسد کرو۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ بغض نہ کرو اور ایک دوسرے کی طرف پیٹھ نہ کرو۔ تم اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بن جاؤ جو آپس میں بھائی بھائی ہوتے ہیں۔

کتنے واضح الفاظ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حسد سے بچنے کی تلقین کی ہے کیونکہ جس انسان پر اللہ تعالیٰ کا کوئی خصوصی کرم ہوتا ہے تو اس کے بدخواہ اکثر پیدا ہو جاتے ہیں۔ وہ ان کی عزت کرتا ہے، ان کی دلجوئی کرتا ہے۔ جہاں تک بن پڑے ان کی خدمت سے بھی گریز نہیں کرتا اس کے باوجود حاسدوں کے سینے میں حسد کی آگ بھڑکتی رہتی ہے وہ بلاوجہ جلتے رہتے ہیں۔ انسان نہ تو خود ہر حاسد کو پہچان سکتا ہے اور نہ حاسدوں کے منصوبوں سے آگاہ ہو سکتا ہے اور اگر آگاہ ہو بھی جائے تو بسا اوقات ان کا تدارک کرنے سے قاصر ہوتا ہے اس لیے قرآن کریم میں بھی حکم دیا جا رہا ہے کہ تم اپنے رب کریم کے دامن عاطفت میں پناہ لے لو۔ بے شک ان حاسدوں کی شرانگیزیوں سے وہی بچ سکتا ہے جسے ان کی پناہ حاصل ہو جائے۔ (ضیاء القرآن)

اس مختصر سی تمہید کے بعد اب آیئے اس کے نقصانات اور فسادات اور برا انجام بیان کرتے ہیں یہود صرف حسد اور بغض کی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کرتے تھے اس لیے اللہ کریم نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا کہ ان حاسدوں کو حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کی وہ سچی خبر سنائیں جس سے حاسد کا انجام واضح ہو جائے ہو سکتا ہے یہ عبرت حاصل کر لیں۔ ہابیل اور قابیل دونوں حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے تھے جو حضرت حوا کے بطن سے پیدا ہوئے تھے کیونکہ حوا علیہا السلام کے ہاں ایک ہی حمل سے لڑکا اور لڑکی پیدا ہوتے تھے اور اس وقت انسانیت بھی صرف آدم علیہ السلام کی حقیقی اولاد میں منحصر تھی اس لیے اس کے بغیر کوئی نکاح کا طریقہ ہی نہ تھا کہ ایک حمل کے لڑکے کا نکاح دوسرے حمل کی لڑکی سے کیا جائے اور حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں یہ جائز تھا اس دستور کے مطابق اقلیما جو قابیل کے ساتھ پیدا ہوئی تھی اس کا نکاح ہابیل کے ساتھ اور لیوذا جو ہابیل کے ساتھ پیدا ہوئی تھی اس کا نکاح قابیل کے ساتھ ہونا تھا اقلیما خوبصورت تھی جبکہ لیوذا کی صورت پسندیدہ نہ تھی اس لیے اقلیما کی خوبصورتی کی وجہ سے قابیل اپنی سگی بہن کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا تھا حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تجھ پر حرام ہے تو قابیل نے اپنے باپ کے حکم کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ یہ خدائی حکم نہیں بلکہ آپ کی اپنی رائے ہے تو آدم علیہ السلام نے فرمایا تم دونوں قربانی دو جس کی قربانی آسمانی آگ نے اتر کر جلا دی تو اس کی قربانی قبول ہو گی اور اقلیما کا نکاح اسی کے ساتھ ہو گا چنانچہ قابیل نے گندم کا ردی ڈھیر پیش کیا اور ہابیل نے موٹی بکری یا کسی خوبصورت جانور کو خلوص نیت کے ساتھ ذبح کیا اور ان دونوں نے اپنی اپنی چیزیں پہاڑ کے اوپر رکھ دیں غیب سے آگ نمودار ہوئی اور اس نے ہابیل کی قربانی کا گوشت جلا دیا جو قربانی کے قبول ہونے کی علامت تھی۔ جس کی وجہ سے قابیل کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور اپنے بھائی کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اور بھائی کو دھمکی دی کہ میں تجھے ضرور قتل کر دوں گا کیونکہ تیری قربانی قبول ہو گئی ہے اور میری مردود تو ہابیل نے نہایت محبت کے ساتھ جواب دیا کہ اے میرے

بھائی! یہ تو اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے جس کی چاہے قربانی قبول کرے اور جس کی چاہے اسے مردود کردے اس میں میرا کیا قصور ہے اور وہ تو صرف متقین سے ہی قربانیاں قبول کرتا ہے تو تو مجھے کس گناہ کی سزا دینا چاہتا ہے اور قتل کرنا چاہتا ہے۔ لیکن چونکہ قابیل کا دل حسد کی آگ میں جل رہا تھا اس لیے اس پر اپنے بھائی کی بات کا کوئی اثر نہ ہوا اور اس نے پختہ عزم کرلیا کہ وہ اپنے بھائی ہابیل کو قتل کردے گا لیکن اسے یہ معلوم نہ تھا کہ وہ اپنے بھائی کو کس طرح قتل کرے شیطان لعین اس موقع کی تاڑ میں تھا فوراً انسانی شکل میں سامنے آیا اور اس نے ایک پرندے کو پکڑ کر اس کا سر ایک پتھر پر رکھا دوسرے پتھر سے اس کا سر کچل دیا جس سے وہ پرندہ مر گیا قابیل یہ منظر دیکھ رہا تھا اس نے دیکھا کہ اس کا بھائی ہابیل سویا ہوا ہے تو اس نے ایک پتھر لیا اپنے بھائی کے سر میں دے مارا اور اسے قتل کر دیا یہ قتل کہاں ہوا اس کی وضاحت قرآن کریم میں نہیں البتہ ابن عباس کے نزدیک جبل ثور تھا اور بعض کے نزدیک جبل حرا کی گھاٹی تھی اور بعض کے نزدیک بصرہ میں مسجد کے نزدیک انہیں قتل کیا گیا تھا۔

(تفسیر خازن)

قابیل جب اپنے بھائی کو قتل کر چکا تو اس پر از حد شرمندہ ہوا اور اسے اپنے بھائی کو ٹھکانے لگانے کی کوئی تدبیر سمجھ نہ آئی اس لیے کم و بیش ایک سال تک وہ اس کی نعش اپنی گردن پر اٹھا کر پھرتا رہا یہاں تک کہ ایک کوے نے اسے زمین میں دفن کرنے کا عملی نمونہ دکھایا۔ تو اس نے ہابیل کو زمین میں دفن کر دیا۔ لیکن اس کا انجام یہ ہوا کہ اس کی رنگت سیاہ ہوگئی اور اس کی والدہ اور والد دونوں اس سے بیزار ہو گئے آدم علیہ السلام نے ان سے اس کے بھائی کے متعلق دریافت کیا تو گستاخانہ انداز میں کہنے لگا کہ کیا میں اس کا نگران یا وکیل ہوں لہٰذا آدم علیہ السلام سمجھ گئے کہ اس نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا لہٰذا سو سال تک وہ اپنے بیٹے کے غم کی وجہ سے نہ ہنسے اور نہ مسکرائے۔ لیکن قابیل نے جس مقصد کے لیے یہ سارا گھناؤنا فعل انجام دیا تھا اس میں وہ ناکام اور نامراد ہوا اور قیامت تک ظلم سے قتل ہونے والوں کا سارا گناہ اپنے ذمے لے لیا۔ اور وہ نوح علیہ السلام کے زمانہ تک زندہ رہا اور عیش

وعشرت، لہو ولعب اور غلط کاموں میں مصروف ہو کر اپنی دنیا اور آخرت برباد کرتا رہا۔ یہاں تک کہ طوفان نوح میں وہ بھی غرق ہو گیا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس شخص کو ظلماً قتل کیا جائے گا تو اس کے قتل کا گناہ اور اس کے خون کی بے عزتی کا وبال قابیل کے ذمہ ہو گا۔ کیونکہ یہی وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے قتل کا راستہ اپنایا اسی طرح یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ آسمانوں میں سب سے پہلے ابلیس لعین نے حسد کیا تھا اور اسے راندۂ درگاہ کر دیا گیا اور زمین پر سب سے پہلے جس آدمی نے حسد کیا وہ قابیل تھا اور اسے بھی اپنے مقصد میں خائب وخاسر ہونا پڑا۔

دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس آفت سے محفوظ رکھے اور حسد کرنے سے بچائے۔

امہات الخطایا

بعض حکماء نے فرمایا ہے کہ تمام گناہوں کی اصل تین بری خصلتیں ہیں۔ حسد، حرص، تکبر۔

حسد

حسد کی ابتداء قابیل سے ہوئی اس نے حسد کی وجہ سے اپنے بھائی کو قتل کیا اور وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہوا۔

حرص

اس کی اصل ابلیس کی وسوسہ اندازی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے لیے ایک درخت کے علاوہ جنت کے تمام درختوں کو مباح کر دیا تھا اور شیطان لعین نے آپ کے دل میں وسوسہ پیدا کیا اور قسم اٹھائی کہ میں تمہارے لیے مخلص ہوں اور تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اس درخت سے کھانا گناہ نہیں بلکہ تمہیں اس لیے اس کے کھانے سے منع کیا گیا ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ یا تمہیں دائمی زندگی نصیب نہ ہو جائے اگرچہ آدم علیہ السلام نے ابتداء میں اس کی اس بات کی طرف کوئی توجہ نہیں دی تھی اور سالہا سال گزرنے کے باعث آپ یہ بات بھول گئے تھے اور چونکہ اس کی وسوسہ اندازی سے اس کی رغبت اس کے

کھانے کی طرف پیدا ہو چکی تھی اس لیے اس درخت سے کھالیا جس کے سبب جنت سے نکال دیے گئے۔

تکبر

یہ ایک ایسا گناہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں از حد مبغوض ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلتَّکَبُّرُ رِدَائِیْ۔ کہ تکبر میری چادر ہے اور جو مجھ سے یہ چھیننے کی کوشش کرے گا اسے ذلیل ورسوا کر دیا جائے گا اور سب سے پہلے شیطان لعین نے ہی تکبر کیا اور آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور راندۂ درگاہ ہو گیا۔

حسد کی آٹھ آفتیں

عثمان بن حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حاسد کو آٹھ مصیبتیں لاحق ہوتی ہیں جو اس کو ہلاکت تک پہنچا دیتی ہیں۔

1۔ حاسد کے سارے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں جس طرح اس سے پہلے وضاحت کر دی گئی ہے۔

2۔ حسد انسان کو گناہوں کے ارتکاب تک پہنچا دیتا ہے کیونکہ حاسد غیبت کرتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، گالی گلوچ کرتا ہے اور فطری طور پر مُنعَم علیہ کی نعمت کے زوال پر اسے خوشی ہوتی ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک لوگوں کے دلوں میں حسد پیدا نہیں ہوگا تو

- وہ بھلائی کے ساتھ رہیں گے۔

3۔ عبداللہ بن بشر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حاسد میری شفاعت سے محروم ہوگا کیونکہ حاسد، چغلخور اور کاہن مجھ سے نہیں جب تک وہ توبہ نہ کریں اور پھر آپ نے یہ آیت طیبہ تلاوت فرمائی:

وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا۔

جو لوگ بغیر کسی گناہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو تکلیف دیتے ہیں تو وہ بہت بڑے بہتان اور واضح گناہ کا بوجھ اٹھا لیتے ہیں۔

4۔حاسد جہنم میں داخل ہوگا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ حدیث بیان کی ہے۔ کہ چھ آدمی حساب کتاب شروع ہونے سے ایک سال پہلے جہنم میں داخل ہوں گے آپ سے پوچھا گیا۔ مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. تو آپ نے فرمایا: ظالم حاکم، تعصب کرنے والے عرب، متکبر کسان، خائن تاجر، جاہل مطلق اور حسد کرنے والا عالم۔

5۔حسد دوسرے لوگوں کو بلاوجہ نقصان پہنچانے پر ابھارتا ہے اور وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو جاتا ہے چونکہ حاسد اپنے مقصد کے حصول کے لیے اور صاحب نعمت کو نقصان پہنچانے کے لیے خفیہ تدبیریں کرتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے شیطان اور حاسد کے شر سے اپنی پناہ مانگنے پر برانگیختہ کیا ہے۔

6۔حاسد بغیر کسی وجہ اور بغیر فائدہ ہمیشہ سوچ و بچار میں رہتا ہے اور مشقت اٹھاتا ہے خواہ مخواہ کے گناہ کا بوجھ اٹھاتا ہے۔ ابن سماک کہتے ہیں کہ حاسد ظالم ہوتا ہے ہمیشہ غم واندوہ میں مبتلا رہتا ہے اور اس کا دل جلتا رہتا ہے۔

7۔حاسد نور بصیرت سے محروم ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام سے غافل ہو جاتا ہے اور اس کا نافرمان بن جاتا ہے۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لَا تَكُنْ حَاسِدًا تَكُنْ سَرِيْعَ الْفَهْمِ اگر تو حاسد نہ بنے تو تیری سمجھ تیز ہو جائے گی۔

8۔حاسد ذلیل ورسوا ہوتا ہے اپنے مقصد کو پانے میں ناکام ونامراد ہوتا ہے اپنے دشمن پر کبھی غلبہ نہیں پا سکتا۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے اَلْحَسُوْدُ لَا يَسُوْدُ۔ کہ حاسد کبھی بھی سردار نہیں بنتا۔

ابو اللیث فقیہ فرماتے ہیں کہ چار آدمیوں کی دعا بالکل قبول نہیں ہوتی۔

1۔حرام خور 2۔غیبت کرنے والا 3۔غنیمت میں خیانت کرنے والا 4۔مسلمانوں کے

خلاف حسد کرنے والا۔

الٰہی! تیرا یہ زار و ناتواں ضعیف و بے نوا بندہ تیرے دامن لطف و کرم میں پناہ طلب کرتا ہے تیری پناہ کے بغیر اس کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ اے اللہ! حسد اور حاسد سے مجھے پناہ عطا فرما اور ایک لحہ کے لیے بھی مجھے اپنے نفس کے حوالے نہ فرما۔

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ لَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَّلَا اَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ وَاَصْلِحْنِيْ شَاْنِيْ كُلَّهٗ.

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِ نِ الْحَامِدِ الْمَحْمُوْدِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَمَنِ اتَّبَعَهُمْ وَاَحَبَّهُمْ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ.

وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ.

اٹھائیسواں وعظ

زکوٰۃ ادانہ کرنے کی سزااور صدقہ کی فضیلت

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمِنْهُمْ مَنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ فَلَمَّآ اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ

اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا کہ اگر اس نے ہمیں اپنے فضل سے عطا فرما دیا تو ہم دل کھول کر خیرات دیں گے اور ہم نیکوکاروں میں سے ہو جائیں گے پس جب اس نے ان کو فضل سے عطا فرمایا تو وہ اس میں کنجوسی کرنے لگے اور انہوں نے روگردانی کر لی۔ اور وہ ایسی قوم ہے جن کی عادت ہی منہ پھیر لینا ہے۔

جس طرح اپنے ذاتی اور حلال مال سے اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا بہت بڑی فضیلت اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ہوتا ہے اور ایسا آدمی عظیم اجر وثواب کا مستحق ہوتا ہے اسی طرح وہ آدمی جو اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے رزق سے زکوٰۃ ادا نہیں کرتا، غریبوں کی ضروریات پوری کرنے سے چشم پوشی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنے کو ٹیکس خیال کرتا ہے وہ شدید سزا کا مستحق ہے اور اس کے لیے بہت بڑی وعید ہے۔ مذکورہ بالا آیت طیبہ اسی حقیقت کو بیان کر رہی ہے۔

شانِ نزول

ابی امامہ باہلی رضی اللہ عنہ اس آیت طیبہ کا شانِ نزول اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ثعلبہ بن حاطب انصاری یہ بہت بڑے عبادت گزار تھے اور دن رات مسجد میں ہی رہتے تھے کثرت سجدوں کی وجہ سے ان کے ماتھے پر اونٹ کے گھٹنے کی طرح نشان بنا ہوا تھا اور یہ تنگدست تھے ایک دن نماز سے فراغت کے بعد دعا سے پہلے ہی مسجد سے نکل گئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ثعلبہ! تجھے کیا ہے کہ دعا مانگنے سے پہلے منافقوں کی طرح مسجد سے جلدی جلدی نکل رہا ہے تو اس نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! صلی اللہ علیک وسلم میرے مسجد سے نکلنے کی وجہ نفاق نہیں بلکہ میرے گھر میں صرف یہ ایک چادر ہے جس میں پہلے میں ملبوس ہو کر نماز ادا کرتا ہوں اور میری بیوی گھر میں بیٹھے میرا انتظار کرتی رہتی ہے میں گھر جا کر یہ کپڑا اسے دیتا ہوں جسے پہن کر وہ نماز ادا کرتی ہے اس لیے اس کی نماز کے قضا ہونے کے خوف سے میں جلدی کر رہا ہوں تا کہ کپڑا اسے دوں اور وہ نماز ادا کر لے۔ ساتھ ہی یہ بھی عرض کی کہ آپ میرے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میرے رزق میں وسعت پیدا فرما دے چونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزاج شناس تھے اس لیے آپ نے فرمایا کہ اے ثعلبہ! کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ تو میری طرح افلاس کی زندگی بسر کرے اگر میں چاہوں تو مدینہ طیبہ کے اردگرد کے یہ پہاڑ سونا بن جائیں اور میرے ساتھ ساتھ چلتے رہیں لیکن ثعلبہ صبر نہ کر سکا اور دعا کرنے پر اصرار کرتا رہا اور ساتھ یہ بھی عرض کی کہ مجھے اس خدا کی قسم جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر مبعوث فرمایا ہے اگر مجھے دولت ملی تو میں ہر حقدار کا حق ادا کروں گا۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ثعلبہ! قَلِيْلٌ تُطِيْقُ شُكْرَهٗ خَيْرٌ مِّنْ كَثِيْرٍ لَا تُطِيْقُهٗ وہ تھوڑا مال جس کا تو شکر ادا کرے وہ اس زیادہ مال سے بہتر ہے جس کا تم شکر ادا نہیں کر سکتے۔ لیکن اس نے پھر اپنی عرض دہرا دی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں دعا کی اَللّٰهُمَّ ارْزُقْهُ مَالًا۔ اے اللہ! اس کو وسیع مال عطا فرما۔ اب کیا تھا لب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھلنے کی دیر تھی کہ رزق کے دروازے کھل گئے اس نے کچھ

بکریاں خریدیں ان میں اتنی برکت ہوئی کہ وہ بڑھنا شروع ہوگئیں اور مدینہ طیبہ میں کوئی ایسی حویلی نہ تھی جہاں وہ سماتیں مجبوراً اسے جنگل میں ڈیرہ لگانا پڑا پہلے اس کی یہ عادت تھی کہ صبح شام مسجد میں بسر کرتا اور اسے حَمَامَةُ الْمَسْجِدِ (مسجد کی کبوتری) کہا جاتا تھا لیکن اب صورتحال بدل گئی ابتداء میں دن کی نمازوں میں غیر حاضری ہوتی لیکن آہستہ آہستہ رات کی نمازوں میں بھی غیر حاضر ہونے لگا ہفتہ میں صرف جمعہ کی نماز مسجد میں ادا کرنا نصیب ہوتی لیکن ریوڑ کی غیر متوقع افزائش کے باعث مصروفیات اتنی بڑھیں کہ جمعہ تو کیا سال کے بعد عید کے دن بھی مسجد میں حاضری نصیب نہ ہوتی اسی اثناء میں زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دو عامل مالدار صحابہ سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے روانہ فرمائے۔ اور وہ ثعلبہ کے پاس بھی گئے تو اس نے کہا کہ یہ تو بہت بڑی زیادتی ہے تم ذرا آگے سے ہو کر آؤ میں اتنے میں سوچ لوں گا کہ زکوٰۃ کیسے ادا کروں وہ دونوں اس کے ہاں سے دوسرے اغنیاء صحابہ کے پاس گئے اور ان سے صدقات وصول کیے انہوں نے خندہ پیشانی سے اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کردی جب واپسی پر ان عاملوں کا اس کے پاس سے گزر ہوا تو کہنے لگا وہ خط تو دکھاؤ جس میں ہمیں زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے تو عاملین زکوٰۃ نے وہ خط پڑھ کر سنایا جس میں فرائض کی ادائیگی کا حکم تھا۔ تو وہ سن کر کہنے لگا یہ تو ٹیکس ہے تم جاؤ میں مزید غور وفکر کے بعد کوئی فیصلہ کروں گا۔ جب عاملین واپس آکر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو اس وقت وہاں آپ کے پاس اس کا ایک قریبی رشتہ دار بیٹھا ہوا تھا تو عاملین کے بات کرنے سے پہلے ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وَيْحٌ لِثَعْلَبَةَ بْنِ حَاطِبَ. کہ ثعلبہ ہلاک ہوگیا اور خوشدلی سے زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور اسی اثناء میں مذکورہ بالا آیت طیبہ نازل ہوئی ثعلبہ کے رشتہ داروں نے اسے بتایا کہ تیرے بارے میں یہ آیت طیبہ بھی نازل ہوئی اور حضور علیہ السلام نے بھی تیرے لیے مذکورہ بالا کلمات ارشاد فرمائے ہیں۔ پھر وہ دوڑتا ہوا صدقہ لے کر حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوا لیکن آپ نے اس کا صدقہ قبول کرنے سے منع فرما

دیا وہ سر میں خاک ڈالنے لگا اور ہائے وائے پکارنے لگا اسی اثنا میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دار فانی سے رحلت فرما گئے اور دار بقا میں جلوہ افروز ہو گئے پھر وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں یکے بعد دیگرے صدقہ کا مال لے کر حاضر ہوتا رہا لیکن آپ دونوں حضرات نے یہ کہہ کر اس کی زکوٰۃ قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیری زکوٰۃ قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے تو ہم تیری زکوٰۃ کیوں کر قبول کر سکتے ہیں چنانچہ وہ اسی طرح عہد عثمانی میں مر گیا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اور خلفاء کا اس سے زکوٰۃ قبول نہ کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کے بخل کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہ کرنے کی وجہ سے اس پر اللہ تعالیٰ اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفاء ناراض تھے اور جس پر یہ ناراض ہوں گے اس کی بخشش کیسے ہو سکتی ہے اور اس سزا کا سبب درج ذیل امور ہیں: حق ادا کرنے میں بخل کرنا، مال کے ساتھ محبت کرنا اور زکوٰۃ ادا نہ کرنا جن کی وجہ خلف وعدہ ہے اور خلف وعدہ نفاق کا سبب ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا حَدَّثَ كَذِبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا ائْتُمِنَ خَانَ

منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ اور جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور جب اسے امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔

(مسلم شریف)

چونکہ ثعلبہ خلاف وعدہ کا مرتکب ہوا جس کی وجہ سے وہ مذکورہ سزا کا مستحق ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ جب اغنیاء بخل کرنے لگیں اور ان کے معاملات عورتوں کے سپرد ہو جائیں اور وہ باہمی مشاورت سے طے نہ پائیں تو زندگی سے موت بہتر ہے جس طرح حدیث شریف میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صحابہ کرام نے دریافت کیا کہ جب آپ اس دنیا سے رخصت ہو جائیں تو ہمارے لیے زندہ رہنا بہتر ہے یا زمین کے اندر

دفن ہو جانا اولیٰ ہے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اِذَاکَانَ اُمَرَآءُ کُمْ خِیَارَ کُمْ وَاَغْنِیَآءُ کُمْ اَسْخِیاءَ کُمْ وَاَمْرُکُمْ شُوْرٰی بَیْنَکُمْ فَظَھْرُ الْاَرْضِ خَیْرٌ لَّکُمْ مِّنْ بَطْنِھَا. وَاِذَا کَانَ اُمَرَآءُ کُمْ شِرَارَ کُمْ وَاَغْنِیَآءُ کُمْ بُخَلَآءَ کُمْ وَاَمْرُکُمْ اِلٰی نِسَآءِ کُمْ فَبَطْنُھَا خَیرٌ لَّکُمْ مِّنْ ظَھْرِھَا

جب تمہارے حکام تم سے بہتر ہوں گے اور تمہارے غنی تم میں سے زیادہ سخی ہوں گے اور تمہارے معاملات باہمی مشاورت سے طے پائیں گے تو تمہارے لیے زمین کا ظاہر اس کے بطن سے بہتر ہو گا۔ اور جب تمہارے حکام شریر ہوں گے اور تمہارے غنی تم میں سے زیادہ بخیل ہوں گے اور تمہارے معاملات تمہاری عورتوں کے سپرد ہوں گے تو تمہارا زمین میں دفن ہو جانا اس پر زندہ رہنے سے بہتر ہو گا۔ (رواہ مسلم)

سخاوت اور بخل کی جڑ

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا عَنِ النَّبِیِّ عَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَنَّہٗ قَالَ اَلسَّخَآءُ شَجَرَۃٌ اَصْلُھَا فِی الْجَنَّۃِ وَاَغْصَانُھَا مُدْلِیَاتٌ فِی الدُّنْیَا فَمَنْ تَعَلَّقَ بِغُصْنٍ مِّنْھا اَدَّتْہُ اِلَی الْجَنَّۃِ وَالْبُخْلُ شَجَرَۃٌ اَصْلُھَا فِی النَّارِ وَاَغْصَانُھَا مُدْلِیَاتٌ فِی الدُّنْیَا فَمَنْ تَعَلَّقَ بِغُصْنٍ مِّنْھَا اَدَّتْہُ اِلَی النَّارِ (مشکوٰۃ شریف)

وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ تَصَدَّقُوْا عَنْ اَنْفُسِکُمْ وَعَنْ مَوْتَاکُمْ وَلَوْ بِشُرْبَۃِ مَآءٍ فَاِنْ لَّمْ تَقْدِرُوْا عَلٰی ذٰلِکَ فَبِآیَۃٍ مِّنْ کِتَابِ اللّٰہِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْا شَیْئًا مِّنْ کِتَابِ اللّٰہِ فَادْعُوْا بِالْمَغْفِرَۃِ وَالرَّحْمَۃِ وَقَدْ وَعَدَکُمْ بِالْاِجَابَۃِ (حیاۃ القلوب)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کی ہے کہ

آپ نے فرمایا سخاوت ایک ایسا درخت ہے جس کی جڑ جنت میں ہے اور اس کی شاخیں دنیا میں لٹکی ہوئی ہیں جو اس کی شاخوں میں سے کسی ایک شاخ کو پکڑ لیتا ہے تو وہ شاخ اسے جنت میں پہنچا دیتی ہے اور بخل ایک ایسا درخت ہے جس کی جڑ دوزخ میں ہے اور اس کی شاخیں دنیا میں لٹکی ہوئی ہیں جو شخص اس کی کسی شاخ کو پکڑتا ہے تو وہ اسے جہنم میں پہنچا دیتی ہے۔ اور آپ علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ اپنے زندوں اور مردوں کی طرف سے صدقہ دیا کرو اگرچہ پانی کا ایک گھونٹ ہی کسی کو پلا دو اور اگر تم اس پر بھی قدرت نہیں رکھتے تو قرآن کریم کی ایک آیت طیبہ ہی کسی کو پڑھا دو اور اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب سے کچھ بھی علم حاصل نہ ہو تو اہل ایمان کے لیے بخشش اور رحمت کی دعا ہی کر دیا کرو تو اللہ تعالیٰ وعدہ کے مطابق اس دعا کو ہی قبول فرمالے گا اور وہ بخشش کا باعث ہو جائے گی۔

اس مذکورہ بالا حدیث طیبہ سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ صدقہ کرنا دوزخ سے نجات کا باعث بنتا ہے اگرچہ اس کی مقدار تھوڑی ہی کیوں نہ ہو اور صدقہ نہ کرنا دوزخ کے عذاب کا باعث بنتا ہے۔

صدقہ کی قبولیت

ہر عمل کی قبولیت کی کچھ شرائط ہوتی ہیں اسی طرح صدقہ کی قبولیت کی بھی یہ شرط ہے کہ وہ حلال اور پاک رزق سے دیا جائے اور خلوص نیت سے دیے ہوئے صدقہ کی شان وشوکت میں اضافہ ہو جاتا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ وَلَا يَقْبَلُ اللّٰهُ اِلَّا الطَّيِّبَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُهَا بِيَمِيْنِهٖ ثُمَّ يُرَبِّيْهَا لِصَاحِبِهَا كَمَا يُرَبِّيْ اَحَدُكُمْ فَلُوَّهٗ حَتّٰى تَكُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ

جس آدمی نے اپنی حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کیا (تو اللہ تعالیٰ

اسے قبول فرمائے گا کیونکہ) اللہ تعالیٰ صرف پاک مال سے دیا ہوا صدقہ ہی قبول کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس صدقے کو اس کے دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے پھر اس صدقہ کو صدقہ دینے والے کے لیے اس طرح پروان چڑھاتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی آدمی گھوڑی کے بچے کو پروان چڑھاتا ہے یہاں تک کہ وہ پہاڑ کے برابر ہو جائے گا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ حلال مال سے دیے ہوئے صدقہ کی اللہ تعالیٰ شان وشوکت بڑھا دیتا ہے اور اس میں برکت فرماتا ہے اور اس کی فضیلت میں اضافہ کرتا ہے یہاں تک کہ جب اسے میزان میں رکھا جائے گا وہ پہاڑ کے برابر وزنی ہوگا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَمۡحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرۡبِى الصَّدَقٰتِ

کہ اللہ تعالیٰ سود یعنی حرام چیز کو مٹا دیتا ہے اور صدقات کو بڑھا دیتا ہے۔

تو مطلب یہ ہوا کہ حرام مال سے صدقہ دینا اس کی برکت کو ختم کر دیتا ہے اور وہ مال ہلاک ہو جاتا ہے اور پاک مال سے دیے ہوئے صدقہ کو اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے اور اس کے مال میں برکت فرماتا ہے اور آخرت میں اس کے ثواب کو دوگنا، چارگنا کر دیتا ہے۔

صدقہ کا ثواب باقی تمام اعمال کے ثواب سے افضل ہے جس کی وجہ یہ ہے مال کے ساتھ انسان کو فطری محبت ہوتی ہے اس کے حصول کی خاطر بھرپور محنت اور کوشش کرتا ہے یہاں تک کہ اپنی جان بھی قربان کر ڈالتا ہے اس لیے اس مال کا خرچ کرنا نفس پر بہت گراں گزرتا ہے۔ اور وہ عمل جس کے ساتھ محبت ہوتی ہے اس کو فی سبیل اللہ خرچ کرنے سے زیادہ ثواب حاصل ہوتا ہے جس طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَفۡضَلُ الۡاَعۡمَالِ اَحَبُّهَا. تمام اعمال سے افضل وہ عمل ہے جس کے ساتھ زیادہ محبت ہو۔

قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰى تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَیۡءٍ

فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ.

تم نیکی کی حقیقت تک ہرگز نہیں پہنچ سکو گے یہاں تک کہ تم اپنا وہ مال خرچ کرو جس سے تمہیں محبت ہو اور جو کچھ بھی تم نیکی کرو گے اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔

اگر وہ خلوص نیت سے کی جائے تو اللہ تعالیٰ اس کا عظیم اجر عطا فرماتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ ارشاد گرامی جس کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے اور اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توبہ کرنے، نیک اعمال کرنے اور صدقہ کرنے پر برانگیختہ فرماتے ہیں وہ بھی اس مذکورہ بالا کی تائید کرتا ہے:

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا اَیُّھَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا وَبَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ الصَّالِحَۃِ قَبْلَ اَنْ تَشْغَلُوْا وَصِلُوْا الَّذِیْ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ رَبِّکُمْ بِکَثْرَۃِ ذِکْرِکُمْ لَہٗ تَعَالٰی وَاَکْثِرُوْا الصَّدَقَۃَ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَۃِ تُرْزَقُوْا وَتُنْصَرُوْا وَتُجْبَرُوْا. (مشکوٰۃ شریف)

حضرت جابر روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا اے لوگو! مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گناہوں سے توبہ کر لو اور مشغول ہونے سے پہلے اعمال صالحہ تیزی کے ساتھ کر لو اور کثرت ذکر کے ساتھ اپنے رب کے ساتھ تعلق جوڑ لو ظاہر اور پوشیدہ کثرت سے صدقہ کرو تو تمہیں ہر قسم کے رزق سے نوازا جائے گا، دشمنوں کے خلاف تمہاری مدد کی جائے گی اور تمہارے نقصانات کو پورا کر دیا جائے گا۔

صدقہ صرف مال کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے کسی کو عطا فرمائی ہے اس کو بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کرنا صدقہ ہی ہے جس طرح وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ کی تفسیر میں امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے مِمَّا

خَصَّصْنَاهُمْ بِفَضِيْلَتِهٖ يُوْفِضُوْنَ کہ اللہ تعالیٰ نے جو کوئی فضیلت کسی کو عطا فرمائی ہے وہ اسے لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث شریف بھی اس کی وضاحت کرتی ہے:

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهٗ مَالٌ فَلْيَتَصَدَّقْ بِمَالِهٖ وَمَنْ كَانَ لَهٗ عِلْمٌ فَلْيَتَصَدَّقْ بِعِلْمِهٖ وَمَنْ كَانَ لَهٗ قُوَّةٌ فَلْيَتَصَدَّقْ بِقُوَّتِهٖ اَوْ كَمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (جامع الازہار)

حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس مال ہو وہ اپنے مال سے صدقہ کرے اور جس کے پاس علم ہو وہ اپنے علم سے صدقہ کرے اور جس کے پاس قوت ہو وہ اپنی قوت کے ساتھ صدقہ کرے۔

مال اور عمل سے صدقہ کرنے کی مثالیں تو اتنی واضح اور روشن ہیں کہ انہیں یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں لیکن قوت کے ساتھ کسی کو صدقہ دینا اس کی ایک مثال پیش کرتا ہوں تو حقیقت حال واضح ہو جائے گی۔

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کا مشہور و معروف قصہ ہے وہ ایک شاہی پہلوان تھے اور ان کی فنی مہارت اور کشتی کا ڈنکا بجا ہوا تھا کوئی پہلوان قوت اور فن میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے بختوں نے اس کی یاوری کی اور ایک غریب نحیف اور کمزور سید زادے سے شکست کھالی۔ تو اولیاء کرام کی سیادت کا تاج ان کے سر پر سجا دیا گیا، ایسا ہوا کہ ایک غریب سید زادہ جس کی نوجوان صاحبزادیاں تھیں اور اس کے پاس ان کے ہاتھ پیلے کرنے کے لیے بظاہر کوئی وسیلہ نہ تھا تو آپ نے سوچا کہ میں کیوں نہ ایک تدبیر کروں ہو سکتا ہے میری یہ تدبیر کارگر ثابت ہو اور میری مشکل آسان ہو جائے وہ بغداد میں خلیفہ وقت کے پاس گئے اور اسے جا کر کہا کہ میں آپ کے شاہی پہلوان جنید بغدادی کے ساتھ پنجہ آزمائی کرنا چاہتا ہوں آپ میرا چیلنج اس تک پہنچا دیں اور مقابلہ کے لیے دن اور وقت کا تعین کر دیں۔ خلیفہ

صاحب بڑے حیران ہوئے کہ یہ نحیف اور ناتواں آدمی اس گرانڈیل اور طاقتور پہلوان کا کیسے مقابلہ کر سکے گا۔ خلیفہ وقت نے شاہ صاحب کو کافی ڈرانے دھمکانے کی کوشش کی لیکن وہ اپنی بات پر اڑے رہے۔ چنانچہ خلیفہ نے اس کو مزاح سمجھتے ہوئے حامی بھر لی اور وقت اور دن کا تعین کر دیا پورے علاقہ میں شور مچ گیا کہ شاہی پہلوان جنید کا کون مقابلہ کر سکتا ہے مقررہ تاریخ پر میدان میں لوگ جمع ہونا شروع ہو گئے اور خلیفہ وقت بھی اپنی شاہی کرسی پر بمع وزراء براجمان ہو گئے جنید بغدادی بیٹھکیں نکالتے ہوئے ڈنڈ پیلتے ہوئے اور پہلوانی کے فنون کا مظاہرہ کرتے ہوئے میدان میں اتر پڑا۔ دوسری جانب سے ایک کمزور نحیف ناتواں اور لاغر انسان بھی اللہ کا نام لیتے ہوئے میدان میں اتر پڑا لوگ انہیں دیکھ کر حیران ہو رہے تھے کہ یہ منحنی سا انسان سوائے اس کے کہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا اور کیا مقابلہ کرے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی تقدیر ان کی اس حرکت پر خندہ زن تھی۔ جب مقابلہ کے لیے دونوں پہلوان آمنے سامنے ہوئے اور پنجہ آزمائی کی تو سید زادہ نے آہستہ سے جنید کے کان میں کہہ دیا کہ میں نواسہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسل ہوں اور مجبوراً تیرے مقابلہ میں آیا ہوں تو جنید کے بخت جاگ اٹھے اس کی قسمت کا ستارہ اوج ثریا پر چمکنے لگا تو اس نے یہ فیصلہ کر لیا کہ میں نے دنیا میں بڑے بڑے پہلوانوں کو شکست دے کر ناموری حاصل کی ہے اور آج اپنی آخرت سنوارنے کا حیلہ اور سرخروئی حاصل کرنے کا ایک سنہری موقع ہے اسے ضائع نہیں ہونے دینا چاہئے۔ لہٰذا اس نے شکست کھانے کا فیصلہ کر لیا اور جب مقابلہ شروع ہوا تو کچھ معمولی زور آزمائی کے بعد شکست کھالی اور زمین پر چت لیٹ گئے اور سید زادہ اس کی چھاتی پر بیٹھ کر زبان حال سے کہہ رہا تھا کہ اے جنید! آج تو نے اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسل سے ایک نحیف و ناتواں فرد کی عزت افزائی کی ہے اور اسے فتح و نصرت کا تاج پہنایا ہے اللہ تعالیٰ تجھے دنیا اور آخرت میں عزت و آبرو سے نوازے۔ چنانچہ ہر طرف شادیانے بجنے لگے شاہ صاحب کی مہارت اور فن پر تحسین و آفرین کی ڈونگرے برسنے لگے مجبوراً خلیفہ وقت کو اپنے پہلوان کی شکست تسلیم کرتے ہوئے فاتح کو انعام و اکرام سے نوازنا پڑا۔ جنید بغدادی نے اپنی قوت، عزت، ناموری اور فن کی قربانی

دے کر ابدی سعادتیں حاصل کر لیں۔ اور اولیاء کرام کی صف میں شامل ہو گئے آج دنیا انہیں جنید پہلوان کے نام سے نہیں جانتی بلکہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی سرتاج اولیاء کے نام سے پکارتی ہے۔ یہ عالی مرتبہ طاقت کو صدقہ کرنے کی وجہ سے حاصل ہوا۔

صدقہ نہ کرنے والوں کی سزا

وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا اور انہیں اپنے فضل و کرم سے غنی کر دیا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے رزق سے اپنے مال کا صدقہ نہ کیا تو اسے سخت عذاب کی وعید سنائی گئی ہے جس میں اسے مبتلا کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ

اور ہرگز نہ گمان کریں جو بخل کرتے ہیں اس میں جو دے رکھا ہے انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے کہ یہ بخل بہتر ہے ان کے لیے بلکہ یہ بخل بہت برا ہے ان کے لیے۔ طوق پہنایا جائے گا انہیں وہ مال جس میں انہوں نے بخل کیا قیامت کے دن اور اللہ کے لیے ہے میراث آسمانوں اور زمین کی اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے خبردار ہے۔

اس آیت طیبہ میں ان لوگوں کا حال بیان کیا جا رہا ہے جو مالی حقوق ادا کرنے میں بخل کرتے ہیں حدیث شریف میں بھی اس آیت کی تفسیر یہ کی گئی ہے:

''جس کو اللہ نے مال دیا اور اس نے زکوٰۃ ادا نہ کی وہ مال سانپ بن کر اس کو طوق کی طرح لپٹے گا اور یہ کہہ کہہ کر ڈستا جائے گا کہ میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں''۔ (خزائن العرفان)

مذکورہ بالا تفصیلات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ صدقات و خیرات سے جہنم سے نجات حاصل ہوتی ہے اور انسان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا کا مستحق

ہو جاتا ہے اسے مصیبتوں اور آزمائشوں سے چھٹکارا حاصل ہو جاتا ہے اور وہ جنت میں داخل ہونے کا مستحق ہوتا ہے چونکہ ان تمام باتوں کو بیان کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی بخشش ہے اس لیے اختتام پر اس حدیث پاک کا نقل کرنا، جو حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے، فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

آپ روایت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ جب تک تو چار عمل نہ کرے اس وقت تک سویا نہ کر آپ نے عرض کیا وہ کون سے چار عمل ہیں تو آپ نے فرمایا۔ قرآن کریم کا ختم کرنا، تمام انبیاء کرام کو اپنا شفیع بنانا، تمام مسلمانوں کو راضی کر لینا، حج اور عمرہ ادا کرنا۔ یہ کہہ کر حضور علیہ السلام نماز میں مشغول ہو گئے اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کے نماز سے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگیں جب آپ علیہ السلام نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے عرض کی کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یہ چاروں عمل سونے سے پہلے کیسے کیے جا سکتے ہیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے فرمایا (کہ اس مختصر سے وقت میں ان کا کرنا کوئی مشکل نہیں) تین دفعہ سورۂ اخلاص پڑھنے سے پورے قرآن کریم کے ختم کا ثواب حاصل ہو جاتا ہے اور مجھ پر اور سابقہ انبیاء کرام پر درود شریف پڑھنے کے ساتھ قیامت کے دن ان کی شفاعت نصیب ہوگی اور تمام مومنین کے گناہوں کی اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرنا ان سب کی رضا کا باعث ہوگا اور سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھنے سے حج اور عمرہ کا ثواب حاصل ہو جاتا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ. اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا اَنْ نَّعْمَلَ عَلٰى اَحْكَامِكَ وَعَلٰى اِطَاعَةِ رَسُوْلِكَ الْمُكَرَّمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ. اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى حَبِيْبِكَ وَآلِهٖ دَائِمًا اَبَدًا

وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ.

انتیسواں وعظ

ظالموں کی مدد کی مذمت

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِیۡمِ

اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَلَا تَرۡکَنُوۡۤا اِلَی الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ اَوۡلِیَآءَ ثُمَّ لَا تُنۡصَرُوۡنَ

اوران لوگوں کی طرف مت جھکو جنہوں نے ظلم کیا ورنہ تمہیں آگ چھوئے گی اور (اس وقت) اللہ کے سوا تمہارا کوئی مددگار نہیں ہوگا پھر تمہاری مدد بھی نہیں کی جائے گی۔

اس آیت طیبہ میں اللہ تعالیٰ منع فرما رہا ہے کہ ظالموں کے ساتھ کسی قسم کا میل جول اور محبت و پیار نہ رکھا جائے ورنہ جہنم کی آگ کا ایندھن بننا پڑے گا۔

لَاتَرۡکَنُوۡا: یہ رکون سے مشتق ہے جس کا معنی محبت اور دلی میلان ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ ظالموں کی مداہنت اور خوشامد مت کرو۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ظالموں کی اطاعت نہ کرو اور علامہ بیضاوی فرماتے ہیں کہ ان کی طرف تھوڑا سا قلبی میلان بھی مت کرو اور علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ ظالموں پر اعتماد، بھروسہ اور ان کے کاموں سے مطمئن اور راضی ہونے سے اللہ تعالیٰ منع فرما رہا ہے۔

اور جو ظالموں کی مدد کرتے ہیں اس وقت نہ ان کا کوئی مددگار ہوگا اور نہ ہی کوئی پرسان حال۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ بدمذہبوں کے پاس بیٹھنا ان کی مجالس میں شرکت کرنا اور ان کی مدد کرنا عذاب الٰہی کا باعث ہوتا ہے۔ ہم اپنی نادانی سے ان کی صحبت کو بے ضرر

خیال کرتے ہیں اور اپنی سادہ لوحی سے بے دھڑک ان کے پاس آمد و رفت رکھتے ہیں لیکن ہم یہ نہیں سمجھتے کہ وہ ہر وقت ایک موقع کی تاڑ میں رہتے ہیں جب وہ پھونک مار کر ہمارے ایمان کی شمع گل کر دیں اہل اسلام کا یہ فرض ہے کہ وہ ان بدعقیدہ لوگوں کی صحبت سے احتراز کریں اور اپنے ایمان کی حفاظت کریں۔ اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان لوگوں کی سنگت کرنا ان کی تقویت کا باعث بنتا ہے جو لوگوں کے حقوق تلف کرتے ہیں تمہاری تائید اور اعانت صرف ان لوگوں کے لیے ہونی چاہیے جو صحیح عقیدہ کے علمبردار ہیں اور اپنی عملی زندگی میں عدل و انصاف کی قدروں کو سربلند دیکھنے کے لیے کوشاں ہیں مذاہب باطلہ کی فرقہ بازیاں، سیاسی جتھہ بندیاں اور قبائلی تعصبات ملت کے لیے تباہ کن ہیں اور اس کے شیرازوں کو بکھیرنے کے مترادف ہیں۔

اس لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظالموں کی مدد کرنے والوں کو سخت عذاب کی وعید سنائی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ آذٰی مُؤْمِنًا فَقَدْ آذَانِیْ وَمَنْ آذَنِیْ فَقَدْ آذَی اللّٰہَ تَعَالٰی وَمَنْ آذَی اللّٰہَ تَعَالٰی فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ فَاِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَۃِ یَتَعَلَّقُ الْمَظْلُوْمُ بِالظَّالِمِ وَالْخَصْمُ بِالْخَصْمِ وَیَقُوْلُ بَیْنِیْ وَبَیْنَکَ الْعَادِلُ فِیْ حُکْمِہٖ وَیَعْلَمُ الظَّالِمُوْنَ مَاذَا یُفْعَلُ بِھِمْ حَیْنَ یُؤْخَذُ مِنْ حَسَنَاتِھِمْ وَیُدْفَعُ اِلٰی مَظْلُوْمِیْھِمْ

(زبدۃ الواعظین)

جس آدمی نے کسی ایمان والے کو تکلیف دی تو اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی تو اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچائی جس نے اللہ کو اذیت پہنچائی وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں تلاش کرے۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو مظلوم ظالم کے ساتھ اور خصم خصم کے ساتھ چمٹ جائے گا اور وہ کہیں گے کہ ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان ایک عادل فیصلہ کرے گا تو اس وقت ظالم جان لیں

گے کہ ان کے ساتھ کیا کیا جائے گا کہ جب ان کی نیکیاں ان سے چھین لی جائیں گی اور مظلوموں کو دے دی جائیں گی۔

حضرات گرامی قدر! اس سے بڑی اور کیا سزا ہو سکتی ہے کہ کسی مومن پر زیادتی کرنے والا اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک اتنا قابل نفرت اور قابل مذمت ہے کہ اس کا ٹھکانہ سوائے جہنم کے اور کوئی نہیں۔ اگر اس نے کوئی نیکی کی ہو گی تو وہ بھی اس سے لے کر مظلوم کو دے دی جائے گی۔

صحیح مسلم اور ترمذی شریف کی ایک حدیث بھی مطالعہ فرمایئے تا کہ آپ کو پتہ چلے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان کس طرح عدل فرمائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتدْرُوْنَ مَنِ الْمُفْلِسُ قَالُوْا اَلْمُفْلِسُ فِیْنَا مَنْ لَا دِرْھَمَ لَہٗ وَلَا مَتَاعَ قَالَ اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ یَّاْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِصَلٰوۃٍ وَّصِیَامٍ وَّزَکٰوۃٍ وَّیَاْتِیْ قَدْ شَتَمَ ھٰذَا وَقَذَفَ ھٰذَا وَاَکَلَ مَالَ ھٰذَا وَسَفَکَ دَمَ ھٰذَا وَضَرَبَ ھٰذَا فَیُعْطٰی ھٰذَا مِنْ حَسَنَاتِہٖ وَھٰذَا مِنْ حَسَنَاتِہٖ فَاِنْ فَنِتْ حَسَنَاتُہٗ قَبْلَ اَنْ یَقْضِیَ مَا عَلَیْہِ اُخِذَ مِنْ خَطَایَاھُمْ وَطُرِحَتْ عَلَیْہِ ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ

ایک روز رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا اے لوگو! تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہم تو اس کو مفلس کہتے ہیں جس کے پاس نہ روپیہ ہو نہ ساز و سامان۔ فرمایا: میری امت کا مفلس وہ ہے جو روز حشر آئے گا اس کے ساتھ اس کی نمازیں اس کے روزے اور اس کی زکوٰۃ ہو گی نیز وہ اس حالت میں آئے گا کہ اس نے دنیا میں کسی کو گالی نکالی ہو گی کسی پر بہتان باندھا ہو گا کسی کا

ناحق مال کھایا ہوگا کسی کا خون بہایا ہوگا کسی کو مارا پیٹا ہوگا ان مظلوموں کی دادرسی کرنے کے لیے اس کی نیکیاں ان لوگوں میں بانٹی جائیں گی اور اگر مظلوموں کی حق رسی سے پہلے اس کی نیکیوں کا ذخیرہ ختم ہو گیا تو مظلوموں کے گناہ لے کر اس کے سر پر لاد دیے جائیں گے پھر اسے دھکا دے کر آتش جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک اور نصیحت آموز ارشاد سنتے جایئے:۔

قَالَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ مَظْلِمَةٌ لِأَخِيْهِ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهَا فِي الدُّنْيَا فَإِنَّهُ لَيْسَ ثَمَّةَ دِيْنَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلِمَتِهِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ (بخاری شریف)

اگر کسی نے اپنے بھائی پر ظلم کیا تو اس دنیا میں ہی وہ اس سے معاف کرا لے کیونکہ قیامت کے روز دینار و درہم نہیں ہوں گے اگر اس ظالم نے کچھ نیک اعمال کیے ہوں گے تو وہ لے کر اس مظلوم کو دے دیے جائیں گے اور اگر اس کے پاس اعمال صالح کا ذخیرہ نہ ہوگا تو مظلوم کے گناہ اس کے سر پر لاد دیے جائیں گے۔ (ضیاء القرآن)

ظالم سے نفرت کا اجر

• روایت بیان کی گئی ہے کہ ایک ظالم شخص ایک متقی عالم کی ملاقات کے ارادہ سے اس کی طرف گیا جب وہ اس کے قریب پہنچا تو متقی نے اس سے نفرت کی وجہ سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا ملاقات کرنے والا ظلم میں مشہور تھا اس لیے اس متقی کے لڑکے نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ میرا والد ایک مرض میں مبتلا ہے اس لیے اس نے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا ہے تو متقی فوراً بول اٹھا کہ مجھے نہ کوئی تکلیف ہے اور نہ ہی میں بیمار ہوں لیکن میں تیرے ظلم کی وجہ سے تجھ سے نفرت کرتا ہوں اور تجھے دیکھنا پسند نہیں کرتا تو وہ ظالم شرمندہ ہوا اور خلوص نیت سے توبہ

کی اور اپنے گناہ کی اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہی نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو بخش دیا۔ شیخ کو ظلم کی نفرت کی وجہ سے اور ظالم کو ظلم سے توبہ کرنے کی وجہ سے۔

درۃ الناصحین کے مصنف کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد محترم سے اس طرح حدیث شریف سنی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

مَنْ دَعَا لِظَالِمٍ بِالْبَقَاءِ فَقَدْ اَحَبَّ اَنْ يُّعْصِيَ اللّٰهَ فِي اَرْضِهٖ

جس آدمی نے کسی ظالم کے بقا کی دعا کی تو اس نے یہ پسند کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں اس کی نافرمانی کرتے ہوئے ظلم کرتا رہے اور یہ سخت گناہ ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی ظالم جنگل میں پیاسا ہو اور وہ قریب الموت ہو جائے تو کیا اسے پانی کا گھونٹ پلانا جائز ہے تو آپ نے فرمایا بالکل نہیں اور اسے مرجانا ہی مناسب ہے اس لیے اسے اپنی حالت پر چھوڑ دو۔ مشہور مقولہ ہے۔ ع

خس کم جہاں پاک (درۃ الناصحین)

میمون ابن مہران سے پوچھا گیا کہ بادشاہ کی سنگت کے متعلق کیا حکم ہے آپ نے فرمایا اس کی سنگت میں دو خطرے ہیں اور دونوں ہی اس آدمی کی تباہی کا باعث بنیں گے یا تو وہ اس کے اچھے اور برے ہر کام میں اس کی اطاعت کرے گا تو اس کا دین خراب ہوگا اور اگر وہ اس کی نافرمانی کرے گا تو اس کی جان خطرے میں ہے اس لیے اس کی سلامتی اسی میں ہے کہ تو اس کے ساتھ تعلقات قائم کرنے سے اجتناب کرے۔ (تنبیہ الغافلین)

حکایت

حکایت بیان کی گئی ہے کہ ایک آدمی ایک کمزور آدمی پر سالہا سال ظلم کرتا رہا اور وہ اس کا ظلم برداشت کرتا رہا۔ ایک دن اس مظلوم نے ظالم سے کہا کہ تیرا ظلم میرے لیے چار چیزوں سے خوشگوار ہے۔ 1۔ موت ہم دونوں کو لاحق ہوگی۔ 2۔ ہم دونوں کو قبر اپنے اندر سمیٹ لے گی۔ 3۔ قیامت کے دن ہم دونوں ایک جگہ اکٹھے ہوں گے۔ 4۔ ہمیں ایک عادل کے سامنے پیش کیا جائے گا جو ہمارے درمیان ایک عادلانہ فیصلہ کرے گا۔ اس لیے

اب میں تیرا ظلم برداشت کر رہا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ کون پسندیدہ ہے

تو آپ نے فرمایا: اَنْفَعُ النَّاسِ لِلنَّاسِ۔ کہ ان میں سے سب سے زیادہ لوگوں کو نفع پہنچانے والا۔ اور پھر آپ سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل سب سے زیادہ افضل ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِدْخَالُ السُّرُوْرِ عَلٰی قَلْبِ الْمُؤْمِنِ یَطْرُدُ عَنْهُ جُوْعًا اَوْیَکْشِفُ کُرَبًا اَوْیَقْضِیْ لَهٗ دَیْنًا

کسی ایسے مومن کے دل کو خوش کرنا جس کو بھوک کی وجہ سے لوگوں سے دور ہٹایا جاتا ہو یا کسی مومن کی تکلیف کو دور کرنا یا کسی کا قرض ادا کر دینا۔

اور مزید آپ نے فرمایا:

وَمَنْ مَّشٰی مَعَ مُسْلِمٍ فِیْ حَاجَةٍ لَّهٗ کَانَ کَصِیَامِ شَهْرٍ وَّاِعْتِکَافِهٖ. وَمَنْ مَّشٰی مَعَ مَظْلُوْمٍ یُعِیْنُهٗ ثَبَّتَ اللّٰهُ تَعَالٰی قَدَمَیْهِ عَلَی الصِّرَاطِ یَوْمَ تَزِلُّ الْاَقْدَامُ وَمَنْ کَفَّ غَضَبَهٗ سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ وَاَنَّ الْخُلُقَ السَّیِّیَٔ یُفْسِدُ الْاِیْمَانَ کَمَا یُفْسِدُ الْخِلُّ الْعَسَلَ

جو کسی مسلمان کی ضرورت پوری کرنے کے لیے اس کے ساتھ چلا تو وہ اس طرح ہوگا کہ گویا اس نے ایک مہینے کے روزے رکھے اور وہ اعتکاف بیٹھا رہا ہے اور جو آدمی مظلوم کے ساتھ اس کی مدد کے لیے چلا تو اللہ تعالیٰ پلصراط پر اس دن اس کے قدموں کو ثابت رکھے گا اور جب لوگوں کے قدم پھسل رہے ہوں گے اور جس نے اپنے غصے پر قابو پالیا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ چھپا لیتا ہے اور بری عادت ایمان کو اس طرح بگاڑ دیتی ہے جس طرح سرکہ شہد کو بگاڑ دیتا ہے۔

اس حدیث پاک سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ وہ شخص پیارا ہے جو لوگوں کو زیادہ نفع پہنچاتا ہے اور تمام اعمال سے افضل وہ عمل ہے جس کے ساتھ کسی بندۂ مومن کے کسی طریقہ سے دل کو خوش کر دیا جائے۔ اور مظلوم کی مدد کرنے والا پلصراط سے ثابت قدمی کے ساتھ گزرے گا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بھی اس مذکورہ بالا کی تائید کرتی ہے آپ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو آدمی صبح کرتا ہے اور کسی پر ظلم کرنے کا ارادہ نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیتا ہے اور جو آدمی کسی مظلوم کی مدد کرتا ہے یا کسی مسلمان کی ضرورت پوری کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اسے حج مبرور جتنا ثواب حاصل ہوتا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فِي الدُّنْيَا فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَاللّٰهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَادَامَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ اَخِيْهِ (مسلم شریف)

جس آدمی نے کسی مسلمان کی دنیا کی پریشانیوں سے ایک پریشانی دور کی تو اللہ تعالیٰ قیامت کی ہولناک پریشانیوں سے اس کی ایک پریشانی دور فرما دے گا اور جب تک کوئی آدمی کسی اپنے مومن بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس کی مدد میں رہتا ہے۔

بندۂ مومن کی مدد کرنے والے کی کیا شان ہے؟

مظلوم کی مدد نہ کرنے کی سزا اور مدد کرنے کا اجر

مَنْ اَعَانَ مَظْلُوْمًا اَعَانَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الْجَوَازِ عَلَى الصِّرَاطِ وَاَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ وَمَنْ رَاٰى مَظْلُوْمًا فَاسْتَغَاثَ بِهٖ فَلَمْ يُغِثْهُ ضُرِبَ فِي الْقَبْرِ بِمِائَةِ سَوْطٍ مِّنَ النَّارِ

جو آدمی کسی مظلوم کی مدد کرتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ پلصراط سے گزرتے ہوئے اس کی مدد فرمائے گا اور اسے جنت میں داخل کر دے گا اور جس آدمی نے کسی مظلوم کو دیکھا اور اس نے اس سے مدد طلب کی اور اس نے اس کی کوئی مدد نہ کی تو اسے قبر میں آگ کے سو کوڑوں سے مارا جائے گا۔

مظلوموں کی دادرسی

حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ ہم مکہ مکرمہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اس وقت آپ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر میں تشریف فرما تھے تو اچانک کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا میں باہر نکلا تو دروازے پر ایک نصرانی کھڑا تھا اس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا یہاں حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ میں نے ہاں میں جواب دیا اور اسے اندر لے گیا اس نے اس طرح گفتگو کا آغاز کیا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) آپ کا یہ خیال ہے کہ آپ اللہ کا سچا رسول ہیں۔ اگر آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں تو میری اس آدمی کے خلاف مدد کریں جس نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے ظالم کے متعلق پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ وہ ابوجہل بن ہشام ہے۔ اس نے میرا مال چھین لیا ہے آپ علیہ السلام یہ سنتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کے ساتھ چل دیے۔ دوپہر کا وقت تھا ہم نے عرض کی کہ وہ اب قیلولہ کر رہا ہوگا اس لیے اس وقت آپ کا اس کے پاس جانا مناسب نہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ آپ کو تکلیف پہنچائے آپ نے ہماری بات کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی اور سیدھے ابوجہل کے گھر تشریف لے گئے۔ اور غصہ کے عالم میں اس کے دروازہ کو زور زور سے کھٹکھٹایا تو ابوجہل لعین غصہ سے بے قابو ہو کر باہر نکلا تو سامنے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دروازے پر کھڑا دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ اور غصہ کافور ہو گیا نہایت ادب سے عرض کی کہ آپ اندر تشریف لائیں اگر میرے ساتھ کوئی کام تھا تو میری طرف کوئی قاصد بھیج دیتے تو میں وہیں آپ کے پاس حاضر ہو جاتا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بغیر تمہید کے فرمایا: کیا تو نے اس نصرانی کا مال

چھینا ہے تو اسے فوراً واپس کردو۔ تو ابوجہل کہنے لگا آپ نے صرف اس کام کے لیے تکلیف فرمائی ہے اگر آپ کسی اور کو بھی میری طرف بھیج دیتے تو میں اس کا مال واپس لوٹا دیتا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ٹال مٹول کرنے کی ضرورت نہیں اس کا مال فوراً واپس کردے تو اس نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ جو مال اس نصرانی سے چھینا گیا ہے وہ سارا نکال کر اسے دے دو۔ تو غلام نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے سارا مال نکال کر نصرانی کے حوالے کردیا۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ اے نصرانی! کیا تجھے تیرا مال مل گیا ہے تو اس نے عرض کی ایک ٹوکری کے سوا سب مال موصول ہو گیا ہے۔ تو حضور علیہ السلام نے ابوجہل کو حکم دیا۔ کہ فوراً اس کی ٹوکری بھی واپس کی جائے تو ابوجہل نے اپنا گھر سارا چھان مارا ٹوکری دستیاب نہ ہوئی تو نصرانی کی ٹوکری سے اچھی ٹوکری اس کے بدلے اسے دے دی۔ تو اس لعین کی بیوی کہنے لگی کہ اے ابوجہل! خدا کی قسم تو نے ابو طالب کے یتیم بھتیجے کے سامنے انتہائی ذلت اور عاجزی کا مظاہرہ کیا ہے تو وہ کہنے لگا کہ جو کچھ میں نے دیکھا ہے اگر وہ تو بھی دیکھ لیتی تو تو اس طرح نہ کہتی اس نے پوچھا تو نے کیا دیکھا ہے تو ابوجہل کہنے لگا تو مجھے میری قوم کے سامنے ذلیل ورسوانہ کر کیونکہ میں نے آپ کے کندھوں پر دو شیر دیکھے جب بھی میں نے مال واپس نہ کرنے کا ارادہ کیا تو وہ دونوں خونخوار جانور مجھے پھاڑنے کے لیے جھپٹ پڑتے اس لیے اب میرے پاس عاجزی کے سوا کوئی چارۂ کار نہ تھا حضرت بلال فرماتے ہیں کہ جب نصرانی نے ابوجہل کو اس طرح حواس باختہ دیکھا اور اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دہشت اور رعب دیکھا تو بے ساختہ بول اٹھا کہ آپ اللہ کے سچے رسول اور آپ کا دین برحق ہے لہٰذا اس نے اسلام قبول کرلیا اور تادم زیست اسلام کے اصولوں کے مطابق بھرپور انداز میں عمل کرتا رہا۔

ظالموں کے پیشوا ظالم

بیان کیا جاتا ہے کہ قیامت کے دن حساب کتاب سے فراغت کے بعد ایک منادی آواز دے گا کہاں ہیں ظالم اور ان کے ساتھی ہر طرف سناٹا چھایا ہوا ہوگا کسی کو لب کشائی کی

ہمت نہ ہوگی تو ندا دینے والا کہے گا کہ فرعون سرکشوں اور متکبروں کا سردار تھا اسے لایا جائے گا اس کے سر پر دوزخ کی آگ کی ٹوپی ہوگی گرم تارکول کی قمیض پہنے ہوئے ہوگا خنزیر پر سوار ہوگا پھر آواز دی جائے گی کہ متکبر، جابر اور ظالموں کو پیش کیا جائے تو انہیں بھی اسی طرح ذلیل ورسوا کر کے فرعون کی قیادت میں زبردستی جہنم رسید کیا جائے گا پھر حاسدوں کے سردار قابیل کو بلایا جائے گا اور اسے بھی فرعون کی طرح ذلیل ورسوا کر کے پیش کیا جائے گا اور تمام حاسدوں کو اس کے ساتھ ملا کر جہنم رسید کیا جائے گا پھر یہود کے عالم کعب بن اشرف کو بلایا جائے گا یہ وہ بدبخت آدمی تھا جس کے بارے میں حضور نے فرمایا کہ اگر یہ ایمان لے آتا تو تمام یہودی ایمان لے آتے۔ تو پھر اسے بھی ذلت ورسوائی کے ساتھ حاضر کیا جائے گا اور پھر حق اور علم کو چھپانے والوں کو پکار ہوگی تو ان سب کو کعب بن اشرف کی قیادت میں جہنم کے اندر دھکیل دیا جائے گا پھر ابوجہل کو بلایا جائے گا اس کو بھی جہنم کے لباس میں ملبوس کر کے خستہ حالت میں پیش کیا جائے گا اور اسے ان کا پیشوا بنایا جائے گا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جھٹلاتے رہے پھر ان تمام کو اس لعین کی قیادت میں جہنم رسید کیا جائے گا پھر ولید بن مغیرہ کافروں کے سردار کو آواز دی جائے گی اور اسے غریبوں اور فقیروں کے ساتھ استہزاء کرنے والوں کا امام بنایا جائے گا اور ان تمام کو اس کی قیادت میں واصل جہنم کیا جائے گا۔ پھر قوم لوط سے اجدع کو پکار ہوگی جس نے لواطت کا آغاز کیا تھا اسے بھی لواطت کے شنیع فعل کے ارتکاب کرنے والوں کا پیشوا بنا کر ذلت ورسوائی کے ساتھ سب کو واصل جہنم کیا جائے گا۔ پھر شعراء میں سے امراء القیس کو بلایا جائے گا جو اپنے اشعار میں اسلام کی تکذیب کرتا رہا اسے ان تمام شعراء کا پیشوا بنایا جائے گا جو حق کو جھٹلاتے رہے اور اس کی قیادت میں ان سب کو جہنم رسید کیا جائے گا۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے تمام ظالموں کو اپنے ظالم پیشواؤں کے ساتھ ذلیل ورسوا کر کے جہنم رسید کیا جائے گا پھر ابلیس لعین اور اس کے پیروکاروں کی باری آئے گی اور انہیں واصل جہنم کیا جائے گا۔ اور اس کے پیروکاروں سے مراد، حریص، کاہن، گویے، سوئیوں کے ساتھ نشان بنانے والے اور بنوانے والے، خود

اچھا کھانے والے، غریبوں اور مصیبت زدوں پر استہزاء کرنے والے، نشہ آور اشیاء مہیا کرنے والے، زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے، گانے بجانے کے آلات فروخت کرنے والے، دف اور طبلہ بجانے والے اور شراب کشید کرنے والے ان تمام کو ایک کھلے میدان میں اکٹھا کیا جائے گا جہنم سے ایک سانپ نکلے گا جس کی گردن ستر سال کی مسافت کے طول کے برابر طویل ہوگی جو ان مذکورہ بالا تمام کو گھیر لے گا اور انہیں ذلیل و رسوا کر کے واصل جہنم کرے گا۔ اور ان تمام کا لیڈر ابلیس لعین ہوگا۔

جنتیوں کے راہنما

متکبر، ظالم اور شیطان کے پیروکاروں کو جہنم رسید کرنے کے بعد اب اللہ تعالیٰ کی ابدی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے والے اور جنت میں داخل ہونے والے خوش نصیب لوگوں کو دعوت دی جائے گی کہ وہ اپنے اپنے ہم مزاجوں کی قیادت کرتے ہوئے جنت میں داخل ہونے کا اعزاز حاصل کریں۔

سب سے پہلے سید المرسلین امام الاولین والآخرین مقصود تخلیق کائنات حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سر پر سنہری تاج سجا کر اور جنتی سبز ریشمی لباس زیب تن کر کے ستر ہزار جھنڈوں کے موکب ہمایوں کے ساتھ تشریف لائیں گے آپ کے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا اور آپ کی قیادت میں فقراء، ان سے محبت کرنے والے اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے والے اور آپ کی سنت کے پیروکار ہوں گے۔ انہیں جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے کا اعزاز حاصل ہوگا۔ پھر آدم علیہ السلام سر پر سنہری تاج سجا کر آٹھ ہزار جھنڈوں کے جلوس میں حج اور عمرہ کرنے والوں کی راہنمائی کرتے ہوئے جنت میں تشریف لائیں گے پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام سر پر سنہری تاج پہنے ہوئے بیس ہزار جھنڈوں کے جلوس میں مہمان نوازوں اور غریب پروروں کی قیادت کرتے ہوئے جنت میں داخل کیے جائیں گے۔ اسی طرح یوسف علیہ السلام دس ہزار جھنڈوں کے ساتھ قدرت کے باوجود خواہشات نفس کو ترک کرنے والوں کی معیت میں، یعقوب علیہ السلام پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک

کرنے والوں کی قیادت کرتے ہوئے، موسیٰ علیہ السلام اعلاء کلمۃ الحق کرنے والوں کی راہنمائی کرتے ہوئے، ہارون علیہ السلام عدل کرنے والوں کے راہنما بن کر اور ایوب علیہ السلام آزمائشوں اور تکلیفوں میں صبر کرنے والوں کے ساتھ بڑے ہی اعزاز و اکرام کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے اور اسی طرح جلیل القدر باقی انبیاء کرام کے جنت میں داخل ہونے کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلفاء یکے بعد دیگرے اپنے اپنے ہم مزاجوں کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صدیقوں کے راہنما اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عدل و انصاف کرنے والوں، نیکی کا حکم دینے والوں اور برائی سے روکنے والوں کے راہنما ہوں گے عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جہاد فی سبیل اللہ کرنے والوں کے آگے آگے ہوں گے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نواسے حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما مظلوموں کی قیادت کرتے ہوئے، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فقہاء کی قیادت کر رہے ہوں گے اور حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ عاشقوں اور مؤذنوں کے قائد ہوں گے تو اس طرح ان تمام کو بڑے ہی عزت و احترام کے ساتھ جنت میں داخل کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ تمام پڑھنے سننے والوں کو ان حضرات کی قیادت میں جنت میں داخل ہونے کا شرف عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيِّ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ

تیسواں وعظ

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ

ہر عیب سے پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی جس کے گردونواح کو ہم نے بابرکت بنا دیا۔ تاکہ ہم اپنے بندے کو اپنی قدرت کی نشانیاں دکھائیں بے شک وہی سب کچھ سننے والا اور سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

شان نزول

اس آیت طیبہ کے شان نزول کے سلسلہ میں جو کچھ حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ضیاء القرآن شریف میں لکھا ہے جو ان تمام تفصیلات کا مجموعہ ہے جن کو سیرت کی کتابوں میں لکھا گیا ہے وہ مختصر واقعہ اس طرح ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر معراج سے واپس تشریف لائے اور صبح کے وقت حرم شریف میں بیت اللہ شریف کے پاس اپنی قوم کو اس عجیب وغریب سفر سے آگاہ کیا تو قوم نے آپ کی بات تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور استہزاء کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تصدیق کے لیے یہ آیت طیبہ نازل فرمائی اور فرمایا اے انکار کرنے والو! تم کیوں انکار کرتے ہو جبکہ میرے نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

اپنی ذات کی طرف اس کی نسبت نہیں کی بلکہ یہ محیر العقول سفر میں کروا رہا ہوں جو ہر نقص، ہر کمزوری اور ہر قسم کے ضعف سے پاک ہوں اور سمیع بھی ہوں اور بصیر بھی۔

آیت طیبہ میں بیان کردہ الفاظ کی حکمتیں اور سفر معراج کی اہمیت بیان کرنے سے پہلے واقعہ کی اصل صورت پیش خدمت ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک رات خانہ کعبہ کے پاس حطیم یا مقام حجر میں آرام فرما رہے تھے کہ جبرائیل امین حاضر خدمت ہوئے خواب سے بیدار کیا اور ارادۂ خداوندی سے آگاہی بخشی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اٹھے، چاہ زمزم کے قریب تشریف لائے، سینہ مبارک کو چاق کیا گیا اور قلب اطہر میں ایمان و حکمت سے بھرا ہوا طشت انڈیل دیا گیا۔ پھر سینہ مبارک درست کر دیا گیا نہ خون جاری ہوا اور نہ ہی کسی قسم کی تکلیف محسوس ہوئی کیونکہ اس وقت نورانیت کا غلبہ تھا پھر وضو فرمایا حرم شریف سے باہر تشریف لائے ایک جانور پیش کیا گیا جو براق کے نام سے موسوم تھا اس کی تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ جہاں نگاہ پڑتی تھی وہاں قدم رکھتا تھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس پر سوار ہونے لگے تو وہ وجد میں آ گیا کیونکہ سید الکائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس پر سوار ہونے والے تھے جبرائیل نے جھڑک کر کہا اے براق! تمہیں معلوم نہیں کہ آپ پر وہ ہستی سوار ہو رہی ہے جس کی بارگاہِ نیاز میں تھوڑی سی آواز بھی اونچی ہو جائے تو ساری عمر کا سرمایہ ضائع ہو جاتا ہے چنانچہ لگام جبرائیل نے تھامی اور رکابیں میکائیل اور اسرافیل نے پکڑیں تو آپ علیہ السلام اس پر سوار ہو گئے راستہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے نشانات ملاحظہ فرماتے ہوئے بیت المقدس تشریف لائے جس حلقہ کے ساتھ انبیاء کی سواریاں باندھی جاتی تھیں اسی کے ساتھ براق کو بھی باندھ دیا حضور علیہ السلام مسجد اقصیٰ تشریف لائے جہاں جملہ انبیاء سابقین آپ کی زیارت کے لیے چشم براہ تھے حضور علیہ السلام کی اقتداء میں تمام نے نماز ادا کی اور اس طرح لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ کا جو وعدہ روز اول ارواح انبیاء سے لیا گیا تھا، کہ تم میرے محبوب پر ضرور ضرور ایمان لانا، کی تکمیل ہوئی ازاں بعد موکب ہمایوں بلندیوں کی طرف پر کشا ہوا مختلف طبقات آسمانی پر مختلف انبیاء

سے ملاقاتیں ہوئیں ساتویں آسمان پر اپنے جد کریم اَبُ الانبیاء حضرت خلیل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی حضرت خلیل نے مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالِا بْنِ الصَّالِحِ کے محبت بھرے کلمات سے استقبال کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور سے پشت لگائے بیٹھے تھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آگے بڑھے اور سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے جو انوار ربانی کی تجلی گاہ تھی جس کی کیفیت الفاظ کے پیمانوں میں سما نہیں سکتی۔ عقاب ہمت یہاں بھی آشیاں بند نہیں ہوا۔ جبرائیل امین جو اس سارے سفر میں آپ کے ہمراہ تھا رک گیا آپ نے فرمایا اے جبرائیل! آگے آؤ تو عرض کی۔

گر برترم بیک تجلی سوزد پرم

اگر میں تھوڑا سا بھی آگے بڑھوں تو ایک ہی تجلی کے ساتھ میرے پر جل کر راکھ ہو جائیں گے حضور آگے بڑھے کہاں تک گئے اس کو ماوشما کیا سمجھیں زبان قدرت نے مقام قرب کا ذکر اس طرح کیا ہے:

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى

وہاں کیا ہوا یہ بھی میری اور آپ کی عقل کی رسائی سے بالاتر ہے قرآن نے بتایا:

فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى (ضیاء القران)

علامہ سید سلیمان ندوی کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

پھر شاہد مسطور ازل نے چہرہ سے پردہ اٹھایا اور خلوت گاہ راز میں ناز و نیاز کے وہ پیغام عطا ہوئے کہ دل کی لطافت و نزاکت بار الفاظ کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى کے الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اس مقام قرب اور گوشہ خلوت میں جتنا اللہ نے چاہا تشریف فرما رہے دیگر انعامات نفیسہ کے علاوہ پچاس نمازیں ادا کرنے کا حکم ملا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عرضداشت پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کئی بار بارگاہ رب العزت میں تخفیف کے لیے التجاء کی چنانچہ نماز کی تعداد پانچ کر دی گئی اور اس کا ثواب پچاس کا ہی رہا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ۔ فراز

عرش سے محبوب رب العالمین مراجعت فرمائے خاکدان ارضی ہوئے۔ ابھی یہاں رات کا سماں تھا ہر سو رات کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی سپیدۂ سحر کا کہیں نام ونشان نہ تھا صبح کے وقت جب یہ واقعہ کفار مکہ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانی سنا تو قہقہے لگانے لگے۔ اور ٹھٹھے اور تمسخر کرنے لگے اور دوڑے دوڑے یہ پروپیگنڈا کرنے لگے کہ دیکھو محمد بن عبداللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکَ)

ایک عظیم فتنہ کھڑا کر دیا کچھ نو مسلم اور کمزور ایمان لوگ متزلزل ہو کر مرتد ہو گئے۔ ابو جہل دوڑا دوڑا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گیا ور چٹخارا لیتے ہوئے بطور استہزا کہنے لگا کہ اے ابوبکر! کیا اب بھی تو محمد مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے اس امر کی تصدیق کرے گا جو انہوں نے سنائی ہے کہ وہ رات کے تھوڑے سے حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کا طویل ترین سفر کرنے کے بعد صبح مکہ مکرمہ واپس آ گئے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میرے محبوب نے یہ فرمایا ہے تو میں اس کی بھی تصدیق کرتا ہوں اور اگر اس کے علاوہ اس سے بھی کوئی اور عجیب خبر دی ہے تو میں اس کا اعتراف کرتا ہوں تو اس وقت آپ کو صدیق کا لقب عطا ہوا۔ (ضیاء القرآن)

حضرت ابوہریرہ اور عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں اس واقعہ کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس واقعہ کو بیان فرما رہے تھے تو مشرکین میں سے ایک بے باک اور گستاخ اٹھا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہنے لگا اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) آپ ذرا کھڑے تو ہو جائیں آپ اٹھ کر کھڑے ہو گئے اس نے کہا ایک پاؤں اٹھا لیجئے تو آپ نے اپنا قدم مبارک اٹھا لیا پھر اس گستاخ نے دوسرا قدم اٹھانے کی پیش کش کر دی تو آپ نے فرمایا اگر میں دوسرا قدم اٹھاؤں تو زمین پر گر پڑوں گا تو کافر کھلکھلا کر ہنسے اور کہنے لگے کہ جب آپ زمین سے ایک بالشت بھر قدم نہیں اٹھا سکتے تو آسمان اور سدرۃ المنتہیٰ تک آپ بغیر کسی واسطے کے کیسے پہنچ سکتے ہیں چونکہ ان کا یہ سوال بطور استہزاء اور لایعنی تھا اس لیے آپ کے چہرے پر غصہ کے آثار نمایاں ہوئے اور جھڑکتے

ہوئے فرمایا کہ حرم شریف سے نکل جاؤ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جا کر اس کا جواب پوچھ لو۔ وہ سٹپٹایا فوراً مسجد سے نکل کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس گیا اور وہی بیہودہ سوال آپ سے پوچھا تو خون ہاشمی جوش میں آیا اور آپ نے اس کا سر قلم کر دیا اس پر لوگوں میں چہ مگوئیاں شروع ہو گئیں تو کہنے لگے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے قتل کرنے کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ اس کے سوال کا جواب دینے کے متعلق ارشاد فرمایا تھا تو آپ نے اسے قتل کیوں کر دیا۔ حیدر کرار کرم اللہ وجہہ الکریم نے جواب ارشاد فرمایا کہ وہ گستاخ اور سرکش تھا اس کا سوال کرنا حقیقت حال معلوم کرنے کے لیے نہ تھا بلکہ محض مزاح کے لیے تھا آپ اسے خود بھی جواب دے سکتے تھے اور آپ سمجھتے تھے کہ یہ مطمئن نہیں ہوگا اس لیے آپ نے اسے میری طرف بھیج دیا تاکہ میں اسے قتل کر دوں۔ اور اس کے سوال کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ سفر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ کروایا تھا آپ نے اس خَارِقٌ لِلْعَادَتْ سفر کو اپنی طاقت سے کرنے کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس دعویٰ کے ساتھ یہ سفر کروایا کہ وہ ہر نقص ہر عیب اور ہر کمزوری سے پاک اور منزہ ہے اور وہ جو ارادہ فرماتا ہے اسے کرنے پر قادر ہے اور اللہ تعالیٰ کی طاقت کے سامنے اس قسم کے واقعات اسی طرح ہیں جس طرح سورج کے سامنے ایک ذرہ یا سمندر کے سامنے ایک قطرۂ آب کی حیثیت ہوتی ہے۔ پھر کفار مکہ نے نئے انداز میں سوالات کرنے شروع کر دیے اور بیت المقدس کے متعلق آپ سے مختلف قسم کے سوالات پوچھنے لگے۔ اور یہ کہنے لگے کہ کیا آپ نے ہمارا وہ قافلہ بھی دیکھا ہے جو تجارت کی غرض سے شام کی طرف گیا ہوا ہے تو ان کے اس سوال پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھوڑے سے پریشان ہوئے کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں اس حد تک مستغرق تھے کہ اس کی تمام تفصیلات ذہن میں محفوظ نہ تھی لیکن یکایک آپ اٹھے اور اس جگہ تشریف لے گئے جہاں سے آپ نے اس سفر کا آغاز کیا تھا تو وہاں سامنے سے تمام کے تمام حجابات اٹھا دیے گئے اور بیت المقدس آپ کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا گیا اور آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر تمام کی تمام تفصیلات

بیان فرمانے لگے اور آپ نے فرمایا کہ تمہارا وہ تجارتی قافلہ میں نے روحاء کے مقام پر دیکھا ہے اور ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا وہ اسے تلاش کر رہے تھے ان کے کجاووں میں پانی کا ایک پیالہ تھا میں نے وہ اٹھایا اور اس سے پانی پی لیا اور پھر وہ پیالہ اسی جگہ رکھ دیا تم اپنے قافلہ والوں سے دریافت کر لینا کہ کیا اس میں کچھ پانی باقی تھا؟ تو وہ کہنے لگے یہ ایک واضح نشانی ہے پھر پوچھنے لگے کہ ہمارا قافلہ یہاں کب تک پہنچے گا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اسے تَنعِیم کے مقام پر دیکھا ہے جو حرم شریف کے بالکل نزدیک ہے پھر آپ نے ان کے استفسار پر اس قافلہ کی تمام تفصیلات بیان کر دیں اور فرمایا اس قافلہ کے آگے ایک مٹیالے رنگ کا اونٹ ہے اس پر اون کے بالوں کے بنے ہوئے دو بورے ہیں وہ قافلہ سورج کے طلوع ہونے کے ساتھ یہاں پہنچ جائے گا تو مشرکین بولے یہ بھی ایک نشانی ہے۔ کفار سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اس خبر کی تصدیق کرنے کے لیے گھروں سے باہر نکل کھڑے ہوئے اور انتظار کرنے لگے۔ اور دو آدمیوں کو الگ الگ دو ٹیلوں پر کھڑا کر دیا ان میں سے ایک کا منہ مشرق کی جانب اور دوسرے کا مغرب کی طرف تھا جونہی سورج کا کنارہ مشرقی افق میں ظاہر ہوا تو مشرق کی طرف منہ کرنے والے نے کہا وہ دیکھو سورج طلوع ہو گیا عین اسی وقت مغرب کی طرف منہ کرنے والا پکار اٹھا وہ دیکھو قافلہ سامنے آ رہا ہے اور اس قافلے کے آگے وہی مٹیالے رنگ کا اونٹ ہے اور تمام کی تمام وہ نشانیاں جو آپ علیہ السلام نے بیان فرمائی ہیں وہ جوں کی توں اس قافلہ میں موجود ہیں لیکن ان بدبختوں نے اپنی آنکھوں کے ساتھ یہ تمام کچھ دیکھ کر بھی اسلام قبول نہ کیا اور کہنے لگے ھٰذَا سِحْرٌ عَظِیْمٌ۔ یہ تو بہت بڑا جادو کا کرشمہ ہے۔

ابو سعید خدری اس واقعہ کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سفر معراج کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس خچر کے مشابہ ایک چوپایہ لایا گیا جسے براق کہتے ہیں اسی پر انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات سوار ہوتے تھے میں اس پر سوار ہوا اس کی تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ جہاں اس کی نظر پڑتی

تھی وہاں وہ قدم رکھتا تھا دوران سفر دائیں جانب سے ایک آواز آئی جس نے مجھے اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا لیکن میں اس کی طرف بالکل متوجہ نہ ہوا۔ جبرائیل نے کہا کہ یہ یہودیت کی طرف دعوت دینے والے کی آواز تھی اگر آپ رک جاتے تو آپ کی ساری امت یہودی ہو جاتی۔ پھر آپ آگے چلے تو بائیں جانب سے آواز آئی جو مجھے اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی تھی لیکن میں اس کی طرف بھی متوجہ نہ ہوا۔ تو مجھے جبرائیل امین نے بتایا یہ عیسائیت کی طرف دعوت دینے والا تھا اگر آپ اس کی طرف متوجہ ہو جاتے تو آپ کی ساری امت عیسائی ہو جاتی۔ پھر ہم تھوڑا ہی آگے بڑھے تھے کہ ایک حسن و جمال کی پیکر ہر قسم کی زینت سے آراستہ عورت سامنے آئی اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر مجھے اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا لیکن میں اس کی طرف بالکل متوجہ نہ ہوا۔ تو جبرائیل امین نے کہا یہ دنیا تھی جو پوری زیب وزینت کے ساتھ آپ کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی تھی اگر آپ اس کے پاس رک جاتے تو آپ کی امت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی اور عیش و عشرت میں غرق ہو جاتی یہاں تک کہ میں بیت المقدس پہنچ گیا تو میں براق سے اترا اور جبرائیل امین نے اسے اسی حلقہ کے ساتھ باندھ دیا جس کے ساتھ سابقہ انبیاء کرام باندھا کرتے تھے پھر میں مسجد میں داخل ہوا مسجد تمام انبیاء کرام کے ساتھ کھچا کھچ بھری ہوئی تھی اور مجھے نماز پڑھانے کا حکم دیا گیا میں نے تمام انبیاء کرام کو دو رکعات نماز پڑھائیں۔ نماز سے فراغت کے بعد انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات نے استقبالیہ خطبے ارشاد فرمائے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی، اپنے اپنے اوصاف بیان کیے اور آخر میں مَیں نے صدارتی خطبہ دیا جس میں جو اللہ نے چاہا میں نے وہ بیان کیا اس کے بعد میرے سامنے دو برتن لائے گئے ایک دودھ سے لبریز تھا اور دوسرا شراب سے جبرائیل نے کہا ان دونوں میں سے جسے آپ چاہیں منتخب کر لیں اور اسے نوش فرمالیں میں نے دودھ کا برتن پکڑ لیا اور اسے نوش کر لیا۔ اور شراب کو ترک کر دیا تو جبرائیل بولے آپ نے اپنی فطرت سلیمہ کے مطابق فیصلہ کیا ہے اگر آپ شراب پی لیتے تو آپ کی ساری امت گمراہ ہو جاتی۔

اس سفر کے دوران اور بھی بہت سارے واقعات پیش آئے جن کو اپنے اپنے مقامات پر بیان کیا جائے گا۔

معراج شریف کا عظیم الشان واقعہ بڑے ہی اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اب اس سلسلہ میں مزید وضاحت کی جاتی ہے۔ تا کہ اس عظیم واقعہ کی برکات سے نفع حاصل کیا جا سکے۔

حضور رحمت للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار فضائل و کمالات سے نوازا ہے اور عظیم معجزات عطا فرمائے ہیں ان میں سے ایک عظیم الشان معجزہ معراج شریف ہے اس کے متعلق عقل کوتاہ اندیش اور فہم حقیقت ناشناس نے پہلے بھی ردوقدح کی ہے اور آج بھی واویلا مچا رکھا ہے بعض نے تو سرے سے ہی اس معجزہ کا انکار کر دیا ہے اور اسے بعید از عقل تصور کیا ہے حالانکہ معجزہ ہوتا ہی وہ ہے جسے سمجھنے سے عقل قاصر ہوتی ہے اور بعض اس کو تسلیم تو کرتے ہیں لیکن وہ اس کی ایسی بھونڈی تاویلات کرتے ہیں جو اس کے حسن کو میلا کر دیتی ہیں اور وہ اس بات میں بھی مختلف ہیں کہ یہ سفر کس سال اور کس ماہ کی کونسی تاریخ کو پیش آیا بعض کے نزدیک ہجرت سے ایک سال پہلے اور بعض کے نزدیک دو سال اور بعض کے نزدیک تین سال پہلے یہ پر از حکمت واقعہ رونما ہوا۔

لیکن یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ یہ یمن و برکت سے بھرپور سفر طائف سے واپسی کے بعد اور مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے سے پہلے اس درمیانی مدت کے کسی ایک سال میں کرایا گیا۔ جس سال یہ واقعہ پیش آیا وہ وہ سال ہے جس کو عام الحزن کہتے ہیں کیونکہ اس وقت ایک طرف آپ کی ہمدرد مخلص اور جانثار بیوی خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی اور اس کے بعد آپ کے غم خوار اور ہر مشکل میں ساتھ دینے والے چچا ابوطالب اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے غم کو غلط کرنے کے لیے اپنے جمال جہان آراء کا مشاہدہ کرایا۔ بعض لوگوں کے نزدیک ربیع الاول شریف یا ربیع الآخر کے مہینہ میں یہ واقعہ پیش آیا اور بعض نے رمضان المبارک کے مہینہ کی کوئی تاریخ مقرر کرنے کی کوشش کی ہے۔ علامہ ابن عبدالبر اور ابن قتیبہ امام رافعی اور امام نووی رحمۃ اللہ

تعالیٰ علیہم نے یقین کے ساتھ یہ کہا ہے کہ یہ رجب شریف کے مہینہ کی ستائیس تاریخ تھی جس میں اس بابرکت سفر سے نوازا گیا۔

یہ مسئلہ بھی غور طلب ہے کہ یہ یمن و برکت سے لبریز سفر حالت خواب کا واقعہ ہے یا عالم بیداری کا اگر عالم بیداری میں یہ واقعہ ہوا تو ملکوت السّمٰوات والارض کی سیاحت صرف روح نے کی یا روح اور جسم دونوں کو قدرت خداوندی کی آیات بینات کے مشاہدہ کی سعادت میسر آئی اگرچہ بعض اقوال ایسے بھی ہیں جن میں یہ مذکور ہے کہ معراج حالت خواب کا واقعہ ہے اور بعض علماء کی یہ رائے بھی نظر سے گزری ہے کہ معراج ہوا تو عالم بیداری میں ہے لیکن صرف روح کو البتہ امت کے جمہور علماء کا یہی فیصلہ ہے کہ منزل دنا کا یہ سفر پیکر نور رحمۃ للعالمین خاتم النبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جسم اور روح دونوں کے ساتھ طے کیا۔ اس کی تفصیلات ضیاء النبی شریف جلد 2 میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مکہ مکرمہ سے بیت المقدس کا سفر نص قرآنی سے ثابت ہے جو اس کا منکر ہے وہ کافر ہے بیت المقدس سے آسمانوں کا سفر اور لامکان کی سیاحت احادیث مشہورہ صحیحہ سے ثابت ہے جو معنوی اعتبار سے حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں جو اس کا منکر ہے وہ گمراہ اور بدعتی ہے۔ (ضیاء النبی)

سفر معراج کی حکمتیں

زیرعنوان آیت طیبہ میں بعض کلمات کی تشریح اور ان کے ذکر کرنے کی حکمتیں بیان کی جاتی ہیں۔

سُبۡحٰنَ: یہ تسبیح بمعنی تنزیہ مصدر کا علَم ہے یعنی ہر نقص ہر کمزوری اور ہر عیب سے پاک اور منزہ ہونا۔ یہ غیر منصرف ہے اور ہمیشہ فعل محذوف کے ساتھ منصوب ہوتا ہے۔ واقعہ معراج کے بیان سے پہلے اس لفظ کے ذکر کرنے کی کئی وجوہات علماء کرام نے بیان فرمائیں ہیں۔

1۔ عموماً جب کوئی اہم اور حیران کن واقعہ بیان کرنا مقصود ہوتا ہے تو اس پر تعجب کا اظہار کرنے کے لیے یہ لفظ ذکر کیا جاتا ہے کیونکہ واقعہ معراج ایک اہم واقعہ تھا خلاف

عادت واقعہ ہونے والا ایک معجزہ تھا اور چالیس دن کی مسافت رات کے تھوڑے حصے میں طے کرانے پر اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی بھی قادر نہیں ہو سکتا تھا۔ آسمانوں اور زمین کی مملکت کی سیر کرانا اسی ذات والا جبار کی شان ہے جو ہر نقص اور ہر عیب سے پاک اور منزہ ہے اس پر تعجب کا اظہار کرنے کے لیے یہ لفظ ذکر کیا گیا ہے۔

2۔اس بات پر تعجب کا اظہار کرنے کے لیے کہ اس عجیب وغریب واقعہ کو دیکھ کر کفار مکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کیوں استہزاء کرتے ہیں اور آپ کے ساتھ ان کے مزاح کی کیا وجہ ہے جبکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سفر معراج کرنے کا خود دعویٰ نہیں کیا بلکہ وہ ذات پاک دعویٰ کر رہی ہے جو عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ ہے جو خَالِقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور ہر نقص اور عیب سے پاک ہے۔ ایسی اظہر من الشمس بات کا وہی انکار کر سکتا ہے جو بیوقوف اور عقل کا اندھا ہو تو ان کے اس انکار، استہزاء اور مزاح پر تعجب کا اظہار کرنے کے لیے یہ لفظ ذکر کیا گیا ہے۔

3۔تیسری وجہ یہ ہے جو قبلہ ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمائی ہے آپ لکھتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جب اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شان وشوکت، عظمت اور ان کے کمالات کو بیان فرماتا ہے تو انداز کلام بدل دیتا ہے مثلاً فرمایا: هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی...... الخ کہ وہ ذات ہے جس نے ہدایت کا تاج پہنا کر اپنے رسول کو لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجا۔ اسی طرح اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ اور وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ میں انداز اختیار کیا گیا ہے یعنی پہلے اللہ تعالیٰ اپنا ذکر فرماتا ہے اس کے بعد اپنے محبوب کے اوصاف اور کمالات بیان فرماتا ہے جس کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں۔

1۔تاکہ کوئی بد بخت میرے محبوب کی شانوں اور عظمتوں کا انکار نہ کرے کیونکہ یہ تمام عظمتیں۔ شانیں اور کمالات میں، جو خالق کائنات اور عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ ہوں، عطا کر رہا ہوں تو انکار کرنے والے پہلے میری ذات اور میری قدرت کا انکار کریں گے اور کافر ہو جائیں گے پھر محبوب کی عظمتوں کا انکار کریں گے کیونکہ سیر وہ ذات کروا رہی ہے جو ہر

نقص اور ہر کمزوری سے پاک ہے۔

2۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو بے شمار معجزات۔ کمالات اور عظیم صفات سے نوازا ہے جنہیں دیکھ کر عقل کوتاہ اندیش حیران و ششدر رہ جاتی ہے۔ اور پھر وہ ایسی ہستی کو خدا یا خدا کا بیٹا کہنا شروع کر دیتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ پہلے اپنا ذکر فرماتا ہے اس کے بعد اپنے محبوب کی عظمتوں کا تذکرہ کرتا ہے تاکہ کوئی میرے محبوب کو خدا یا خدا کا بیٹا نہ کہنا شروع کر دے۔ اور واقعہ معراج میں بھی یہی چیز موجود ہے اس لیے پہلے اپنی سبوحیت کا اعلان فرمایا اس کے بعد اپنے محبوب کی سیر کا تذکرہ کیا۔

اَسْریٰ: اَسْریٰ اور سَریٰ یہ دونوں لفظ رات کے وقت سفر کرنے کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں اور اس کے بعد یہ وضاحت کرنے کے لیے کہ کوئی کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائے یہ سفر رات کو نہیں ہوا لیلاً کا لفظ ذکر فرما دیا تاکہ اس میں تاکید ہو جائے کہ یہ سفر رات کو ہی ہوا۔ پھر لَیْلًا کو نکرہ ذکر فرمایا اور اس کی تنوین تقلیل کے لیے ہے کہ معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندۂ خاص کو رات کے تھوڑے سے وقت میں مسجد حرام سے بیت المقدس تک طویل ترین مسافت طے کروادی۔

بِعَبْدِہٖ: یہاں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفت عبودیت ذکر فرمائی ہے جس کا معنی انتہائی درجہ کی عاجزی کرنا اور جتنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی عاجزی اور انکساری کا اظہار کیا وہ حد بیان سے باہر ہے۔ اور دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ صفت خود پسند فرمائی ہے کیونکہ جب آپ کو، دَنَا فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کا قرب نصیب ہوا اور رب تعالیٰ کی بارگاہ میں انتہائی عجز و نیاز کا اظہار کیا اور اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ کے ساتھ اس بارگاہ عالی میں ہدیہ عجز و نیاز پیش کیا۔ تو رب تعالیٰ نے فرمایا اے میرے محبوب صلی اللہ علیک وسلم یہ تمام کائنات میں نے تیری خدمت کے لیے پیدا فرمائی ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا کہ اے مولا کریم ایک تیری ذات ہے میں تیرا عاجز بندہ ہوں تَرَکْتُ کُلَّھَا لِاَجْلِکَ میں نے تیری

رضا کے لیے اس پوری کائنات کو ترک کر دیا ہے۔ تو زبان قدرت سے ارشاد ہوا۔ کہ اے محبوب! بِمَ اُشَرِّفُکَ الْیَوْمَ۔ کہ آج میں تجھے کون سا لقب عطا کروں تو آپ نے عرض کی: شَرِّفْنِیْ بِنِسْبَةِ الْعُبُوْدِیَةِ اِلَیْکَ کہ مجھے اپنا بندہ ہونے کی نسبت سے مشرف باد فرما۔ تو مولا کریم نے فرمایا: سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ

لفظ عبد کے ذکر کرنے میں اور بھی بہت سی حکمتیں ہیں لیکن اختصار کو ملحوظ تر خاطر رکھتے ہوئے صرف ایک بات عرض کرتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ عربی لغت میں عبد کا لفظ جسم اور روح کے مجموعہ کا نام ہے نہ صرف جسم کو عبد کہتے ہیں او نہ صرف روح کو اس سے معلوم ہوا کہ سفر معراج جسم اور روح دونوں کے مجموعہ کو کرایا گیا۔ اس لیے یہ لفظ ذکر فرما کر قیل وقال کا دروازہ ہی بند کر دیا۔

اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ: مسجد حرام سے مراد وہ مسجد ہے جو سب سے پہلے مکہ مکرمہ میں اس دنیا میں پیدا فرمائی گئی اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّةَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ

سب سے پہلا جو گھر تمام لوگوں کی ہدایت اور برکت کے لیے بنایا گیا وہ مکہ مکرمہ میں ہے۔

اور مکہ مکرمہ میں سب سے پہلے مسجد حرام ہی تعمیر کی گئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بھی اپنے ارشاد گرامی کے ساتھ یہی بیان فرمایا ہے:

اَوَّلُ مَسْجِدٍ وُّضِعَ فِی الْاَرْضِ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ

زمین میں سب سے پہلے مسجد حرام تعمیر کی گئی۔

صحیحین میں ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک ارشاد گرامی اس طرح نقل کیا گیا ہے:

اَنَّہٗ قَالَ اَوَّلُ مَسْجِدٍ وُّضِعَ فِی الْاَرْضِ الْمَسْجِدُ الْحَرَام.

وَبَعْدَهُ الْمَسْجِدُ الْاَقْصَا الَّذِیْ اَسَّسَهٗ یَعْقُوْبُ ابْنُ اِسْحَاق عَلَیْهِمَا السَّلَامُ. بَعْدَ بِنَاءِ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَلْکَعْبَةَ

سب سے پہلی مسجد جو زمین میں بنائی گئی وہ مسجد حرام ہے اور ابراہیم علیہ السلام کے خانہ کعبہ تعمیر کرنے کے بعد آپ کے پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ تعمیر فرمائی۔

اَلْمَسْجِدِ الْاَقْصَا: اس سے مراد بیت المقدس ہے جس کی یعقوب علیہ السلام کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر جدید کی تھی اس وقت مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ کوئی مسجد نہ تھی تو آپ کے سفر معراج کا آغاز مسجد حرام سے ہوا اور مسجد اقصیٰ تک جاری رہا۔

اَلَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ. وہ مسجد اقصیٰ جس کے گردونواح میں دینی اور دنیاوی ہر قسم کی برکات موجود ہیں یہ سابقہ انبیاء کرام پر وحی کے نزول کا مرکز ہے۔ سابقہ تمام انبیاء کرام کی عبادت گاہ ہے اس کے اردگرد بہت سی نہریں ہیں اور اس میں بے شمار پھلدار باغات ہیں جن سے یہ مزین اور خوبصورت ہے۔ بہت سے سابقہ انبیاء کرام کے یہاں مزارات بھی ہیں۔

لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ. تا کہ ہم آپ کو اپنی قدرت کی نشانیاں دکھائیں ان نشانیوں سے کون سی نشانیاں مراد ہیں۔ اس کی تفصیلات بیان کرنا طوالت کا باعث ہوگا لیکن ان میں سے کچھ عرض کرتا ہوں۔

مسجد حرام سے بیت المقدس تک راستہ میں کئی مقامات دکھائے مدینہ طیبہ کی سرزمین، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر مبارک جس میں وہ کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے اور بیت اللحم وغیرہ۔ اور بیت المقدس میں انبیاء کرام کا آپ کے استقبال کے لیے موجود ہونا اور ان کے مقامات و مراتب پر آپ کا آگاہ ہونا راستہ میں کئی اور مناظر کا دیکھنا وغیرہ جن کی تفصیلات سیرت کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

آیت کا سیاق وسباق اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ یہاں غائب کا صیغہ ذکر کیا جاتا لیکن جمع متکلم کا صیغہ ذکر فرما کر آیات اور برکات کی عظمت شان کو ظاہر فرما دیا۔

مِنْ اٰیٰتِنَا سے پہلے مِن بیانیہ ہے تبعیضیہ نہیں اور اس پر یہ اعتراض وارد نہیں ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو تو ملکوت السمٰوٰت والارض کا مشاہدہ کروایا اور یہاں مِن ذکر فرما کر یہ ظاہر کیا کہ ہم نے کچھ نشانیاں دکھائی ہیں یہ درست نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملکوت السمٰوٰت والارض کا بھی مشاہدہ کرایا ہے جو کہ اٰیٰتِنَا کا حصہ ہیں۔ اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ابراہیم علیہ السلام کی فضیلت کا کوئی جواز نہیں۔

سوال

جس رات آپ کو معراج کروایا گیا اس رات آپ کہاں تھے؟

جواب

اس میں کئی اقوال ہیں اور ہر قول کی تائید میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول پیش کیا گیا ہے جس کی وجہ سے سرسید احمد خان اور اس کے ہم مشرب جدت پسندوں نے یا تو اس واقعہ کا بالکل ہی انکار کر دیا ہے یا اس کی ایسی بھونڈی تاویلات کی ہیں جو اس واقعہ کی اہمیت کو ہی ختم کر دیتی ہیں۔ اس لیے مختصر طور پر اس مسئلہ کو بیان کر دینا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

وہ کہتے ہیں کہ آپ کے سفر معراج کے ثبوت میں جو روایات پیش کی جاتی ہیں ان میں تضاد ہے حالانکہ اگر بغور ان روایات کا مطالعہ کیا جائے تو ان میں کسی قسم کا تضاد نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ آپ بیت اللہ شریف کے قریب مسجد حرام میں حجر کے مقام پر نیند اور جاگنے کی کیفیت میں تھے کہ میرے پاس جبرائیل امین براق لے کر حاضر ہوئے اور مجھے اللہ کے ارادہ سے آگاہ کیا دوسری روایت میں یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں میں اپنی پھوپھی ام ہانی کے گھر عشاء کی نماز کے بعد آرام فرما تھا تو وہیں سے مجھے سفر معراج کے لیے تیار کیا گیا اور یہ سفر کرایا گیا اور تیسری روایت میں حطیم کعبہ کے لفظ ہیں کہ میں حطیم کعبہ میں سویا ہوا تھا اور وہاں ہی سے مجھے اس بابرکت سفر کے لیے لے جایا گیا۔ اب ان تینوں روایات میں اگرچہ الفاظ مختلف ہیں لیکن معنی اور مفہوم میں کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ یہ تینوں مکانات حدود حرم شریف میں ہیں تو معنی یہ ہوگا کہ مجھے حدود حرم شریف سے اٹھا کر معراج

شریف کے لیے لے جایا گیا۔ (ضیاءالقرآن)

اسریٰ اور معراج کا فرق

اسریٰ کا معنی رات کے وقت عالم بیداری میں سفر کرانا ہے اور قرآن کریم کی اس مذکورہ بالا آیت طیبہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسجد حرام سے لے کر مسجد اقصیٰ تک اسراء ہے۔

معراج: یہ عروج سے مشتق ہے جس کا معنی بلندیوں کی طرف بلند ہونا۔ مسجد اقصیٰ سے لے کر عالم بالا تک کے سفر کو معراج کہتے ہیں اب ان دونوں میں تطبیق کیسے ممکن ہے ایک اور سوال بھی ذہن کو مخدوش کرتا ہے کہ آیت طیبہ میں صرف مسجد اقصیٰ تک کا ذکر ہے اور اس کے بعد تذکرہ تک نہیں تو اس کی کیا وجہ ہے؟

1۔ ان دونوں سوالوں کا جواب بالکل واضح اور ظاہر ہے کیونکہ مسجد اقصیٰ تک جو سفر کرایا گیا اس کا ذریعہ اور تھا اور مسجد اقصیٰ سے بلندیوں کی طرف عروج کا ذریعہ اور تھا کیونکہ مسجد اقصیٰ تک براق کی پشت پر سفر کیا گیا تھا اور آسمانوں اور ان سے ماورا کی طرف سفر معراج یعنی سنہری زینہ پر تھا۔ اس لیے چونکہ اسریٰ تک کا سفر مخصوص اور متعارف طریقے پر تھا اس لیے اس کا ذکر کر دیا لیکن اس سے آگے سنہری سیڑھی کے ذریعہ سے سفر کرایا گیا جو غیر محسوس اور غیر متعارف طریقہ تھا اس لیے اس کی وضاحت حدیث طیبہ کے ساتھ فرما دی گئی۔

2۔ اگر ابتداء میں ہی آسمانوں کی طرف صعود کا ذکر کر دیا جاتا اور مسجد اقصیٰ کا ذکر نہ کیا جاتا تو منکرین کا انکار کرنا بہت ہی شدید ہوتا تقریب اِلی الفہم کے لیے پہلے اس کا ذکر فرمایا جو طریقہ متعارف تھا اور اس کی نشانیاں اور علامات بیان کر دیں جن سے آپ کی صداقت ظاہر ہوگئی۔ اور خوش بخت لوگوں نے اس کی تصدیق کر لی۔ اور جب اس بات کی صداقت دلائل سے ثابت ہوگئی تو اس کے بعد آسمانوں کی طرف عروج کو احادیث طیبہ کے ساتھ واضح کر دیا۔ تاکہ اس کو تسلیم کرنا ان کے لیے آسان ہو جائے۔

اس سفر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور بھی بہت سی نوازشات کے ساتھ نوازا گیا مثلاً آپ فرماتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام مکہ مکرمہ میں میرے پاس

تشریف لائے میں اس وقت نیند اور بیداری کے عالم میں تھا تو انہوں نے مجھے اٹھایا۔ جبرائیل نے میکائیل کو فرمایا کہ جاؤ آب زمزم سے بھرا ہوا تھال لاؤ۔ تاکہ اسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسد اطہر کے ساتھ ملنے کا شرف حاصل ہو جائے اس کے ساتھ مجھے وضو کرایا گیا پھر میرے سینہ کو علم وعرفان کے ساتھ مزید بھر دیا گیا۔ اور میرے کندھے پر ختم نبوت کی دوبارہ مہر لگائی گئی۔ پھر ہم چاہ زمزم پر گئے اور چاہ زمزم یا حوض کوثر سے پانی کا مشکیزہ لایا گیا جس کے ساتھ میں نے وضو کیا تو جبرائیل نے کہا:

يَا مُحَمَّدُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ اِنَّ رَبَّكَ مُشْتَاقٌ لِلِقَاءِكَ

رب ذوالجلال آپ کو جمال جہاں آرا کا مشاہدہ کرانا چاہتا ہے۔

اور اس کی تفصیلات آپ پہلے پڑھ چکے ہیں لیکن جب آپ بیت المقدس میں تشریف فرما ہوئے وہاں عجیب منظر دیکھا کہ قطار در قطار فرشتے آسمان سے اتر رہے ہیں اور مجھے اللہ کی طرف سے بشارت اور عزت کی نوید سنا رہے ہیں اور وہ یہ کہہ رہے تھے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَوَّلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا آخِرُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَاشِرُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا شَافِعُ

تو میں نے جبرائیل سے پوچھا کہ اس انداز میں سلام کہنے کا مطلب کیا ہے تو اس نے عرض کیا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے آپ کو اور آپ کی امت کو اٹھایا جائے گا اور آپ ہی سب سے اول اور آخر ہیں اور آپ ہی کی سب سے پہلے شفاعت قبول کی جائے گی اور آپ کو ہی خاتم النبیین ہونے کا شرف حاصل ہے پھر مسجد اقصیٰ میں انبیاء کرام کی ملاقات اور جماعت کرانے کے بعد مجھے صخرہ کی طرف لے جایا گیا اور وہاں ایک ایسی حسین وجمیل سنہری سیڑھی تھی جس جیسی خوبصورت چیز کبھی کسی آنکھ نے دیکھی تک نہیں اور اسی سے ملائکہ آسمان کی طرف عروج کرتے ہیں اور اس سیڑھی کی اوپر والی جانب آسمان کے ساتھ متصل تھی اور اس کی ایک جانب یاقوت اور دوسری جانب زبرجد سے مرصع

تھی اور اس زینہ کا ہر درجہ چاندی اور زبرجد کا تھا اس پر موتیوں اور یاقوت کا جڑاؤ کیا ہوا تھا اور یہی وہ سیڑھی ہے جس سے ملک الموت ارواح قبض کرنے کے لیے زمین پر اترتا ہے اور اسی کے حسن و جمال کو دیکھنے کی وجہ سے مرتے وقت انسان کی آنکھیں ٹکٹکی باندھ کر اسے دیکھ رہی ہوتی ہیں اور جب وہ آنکھوں سے اوجھل ہوتی ہے تو وہ اس کی تلاش میں کھو جاتے ہیں پھر جبرائیل امین نے مجھے اپنے پروں پر بٹھایا اور اسی معراج کے ذریعے آسمان دنیا تک پہنچایا اور اس کا دروازہ کھٹکھٹایا محافظ فرشتے نے پوچھا مَنْ اَنْتَ تو کون ہے اس نے کہا میں جبرائیل ہوں اور میرے ساتھ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں تو دربان نے بلا تاخیر دروازہ کھولا اندر داخل ہوئے آسمان دنیا کی سیر کرتے ہوئے میں نے ایک مرغ دیکھا جس کے پر بہت ہی زیادہ سفید تھے اس کی مثل میں نے کبھی کوئی مرغ نہیں دیکھا اور اس کے بڑے پروں کے نیچے بہت ہی زیادہ سبز رنگ کے چھوٹے چھوٹے پر تھے۔ میں نے اس سے زیادہ کبھی کوئی خوبصورت چیز نہیں دیکھی۔ اس کے دونوں پاؤں زمین کی نچلی سطح پر تھے اور اس کا سر عرش کے نیچے تک تھا اور جب وہ اپنے کندھوں والے پر پھیلاتا تو وہ مشرق و مغرب کو ڈھانپ لیتے نصف رات گزرنے کے بعد وہ اپنے دو پر پھڑ پھڑاتا اور اذان دے کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے اور یہ پڑھتا ہے:

سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْكَبِيْرِ الْمُتَعَالِىْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ

تو اس کے ساتھ ہی تمام زمین کے مرغ یہی تسبیح پڑھتے ہیں اور اپنے پروں کو پھڑ پھڑاتے ہیں اور اذان دینا شروع کر دیتے ہیں تو جب وہ خاموش ہوتا ہے تو زمین والے مرغ بھی خاموش ہو جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت سے وہ مرغ میں نے دیکھا ہے تو اس وقت سے ہی میں اسے دوبارہ دیکھنے کا از حد مشتاق ہوں اسی طرح ساتوں آسمانوں کے دروازے کھلتے رہے اور ہم پرواز کرتے رہے اور ان کی سیر کرتے رہے مختلف انبیاء سے ملاقاتیں ہوتی رہیں تو جب ہم ساتویں آسمان پر پہنچے تو وہاں

ایک بہت بڑی بزرگ ہستی جس کے سفید بالوں میں سیاہ بال بھی تھے وہ جنت کے دروازے پر بیت المعمور کے ساتھ ایک کرسی پر تشریف فرما تھے اور آپ کے اردگرد سفید بالوں اور نورانی چہروں والے لوگ بیٹھے ہوئے تھے تو میں نے جبرائیل سے پوچھا یہ آدمی کون ہے اور اس کے اردگرد بیٹھنے والے کون لوگ ہیں تو جبرائیل نے بتایا یہ آپ کے جدامجد ابراہیم علیہ السلام ہیں اور آپ کے اردگرد سفید بالوں اور نورانی چہروں والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے ایمان کو کبھی بھی شرک سے آلودہ نہیں ہونے دیا۔ بیت المعمور آسمانوں میں اللہ تعالیٰ کا گھر ہے جس طرح زمین پر بیت اللہ شریف ہے اس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اس کا طواف کرتے ہیں۔ اور جب وہ اس سے نکل جاتے ہیں تو قیامت تک دوبارہ انہیں اس میں داخل ہونے کا موقع نہیں ملتا۔ پھر آپ علیہ السلام جبرائیل کی معیت میں سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے وہ ایک بیری کا درخت ہے اور اس کے پتے اتنے چوڑے ہیں کہ ایک ہی پتہ دنیا و مافیہا کو ڈھانپ لیتا ہے اور اس کا پھل ہجر کے گھڑوں کی طرح ہے اس کی جڑوں سے چار نہریں نکلتی ہیں دو نہریں ظاہر ہیں اور دو باطن۔ میں نے ان کے متعلق جبرائیل سے پوچھا تو اس نے کہا کہ دو باطنی نہریں جنت میں ہیں اور دونوں ظاہری نہریں نیل اور فرات ہیں اور اس بیری کے درخت کے پتوں کو اللہ تعالیٰ کے نور نے ڈھانپ رکھا تھا۔ اور ملائکہ اس کے اردگرد اس طرح نظر آتے تھے جس طرح سونے کی چڑیاں ہوتی ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے کانپ رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی فَغَشّٰهَا مَاغَشّٰی میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور اس کے حسن و جمال کا بیان کرنا کسی کے بس کا روگ نہیں اور ملائکہ کی تعداد بھی سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا تھا۔ اور جبرائیل کا مقام ان تمام کے درمیان ہے پھر مجھے آگے جانے کا کہا گیا میں نے جبرائیل سے کہا کہ میرے ساتھ آؤ۔ لیکن جبرائیل نے معذرت کرتے ہوئے عرض کی کہ اس سے آگے جانا آپ ہی کے لیے مختص ہے۔ کیونکہ جو عزت و احترام کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں آپ کو حاصل ہے وہ کسی اور کو حاصل نہیں۔ پھر مجھے حجاب الذہب تک لے جایا گیا جو سونے کا فرش

ہے فرشتہ نے اس کو حرکت دی پوچھا گیا کون ہے تو جواب دیا گیا کہ یہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اس محافظ فرشتہ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا حجاب کے نیچے سے اپنا ہاتھ باہر نکالا اور مجھے اٹھالیا۔ میں نے پوچھا میرا ساتھی کہاں ہے تو اس فرشتہ نے جواب دیا کہ ملائکہ میں سے ہر ایک کا ایک مخصوص مقام ہے جس سے آگے وہ تجاوز نہیں کرسکتا۔ اور مجھے بھی اس حجاب کے نزدیک تک پہنچنے کی اجازت آپ ہی کے صدقے نصیب ہوئی ہے اور وہ فرشتہ آنکھ جھپکنے کی دیر میں مجھے حجاب اللؤلؤ تک لے گیا۔ اس نے اس حجاب کو حرکت دی اس کے پیچھے سے فرشتے نے آواز دے کر پوچھا تو کون ہے اسے جواب دیا گیا میں فرش الذہب کا دربان ہوں اور میرے ساتھ محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اس نے بھی نعرۂ تکبیر بلند کیا اور اس حجاب کے نیچے سے ہاتھ بڑھا کر مجھے اوپر لے گیا میں ایک حجاب سے دوسرے حجاب تک پہنچتا رہا ہر حجاب کا درمیانی فاصلہ پانچ سو سال کی مسافت ہے پھر میرے سامنے سبز رنگ کا رف رف پیش کیا گیا جس کی روشنی سورج کو بھی شرماتی تھی۔ میری آنکھ خوشی سے چمک اٹھی رف رف پر سوار ہوا۔ اور عرش کی طرف رواں دواں ہو گیا جو ہر چیز سے بہت ہی زیادہ وسیع ہے۔ مجھے عرش کی مسند کے نزدیک کیا گیا میری مہمان نوازی کے لیے پانی کا ایک قطرہ میری زبان پر ٹپکایا گیا۔ اس کا ذائقہ اتنا شیریں تھا کہ اس قسم کا ذائقہ میں نے زندگی بھر نہیں چکھا۔ تو مولائے کریم نے مجھے علوم الاولین والآخرین کے خزانوں سے نواز دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے جلال کے رعب کی وجہ سے مجھ پر جو ہیبت طاری تھی اور میری زبان میں جو رکاوٹ تھی وہ ہٹ گئی۔ تو میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان الفاظ کے ساتھ ہدیہ عقیدت پیش کیا:

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ تو میں نے دوبارہ عرض کیا: اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ تو میری اس نیاز مندی کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا: تو میرا حبیب ہے جس طرح ابراہیم علیہ السلام میرے خلیل ہیں اور میں نے آپ کو اپنی ہمکلامی کا بلاحجاب شرف بخشا جس طرح موسیٰ علیہ السلام کو ستر ہزار پردوں کے اندر سے

ہمکلامی کا شرف بخشا تھا۔ میں نے آپ کی امت کو خیر الامم کا لقب عطا فرمادیا ہے جو کچھ میں آپ کو عطا فرما رہا ہوں اسے مضبوطی سے تھام لو اور میرا شکر ادا کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔ پھر رب جلیل نے مجھے ایسے اسرار و رموز سے آگاہ فرمایا۔ جن کو تمہارے سامنے بیان کرنا مناسب نہیں اور اللہ تعالیٰ نے پچاس نمازیں ادا کرنے کا حکم فرمایا۔ اور مجھے وہ علوم عطا فرمائے جن کو اللہ تعالیٰ نے فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی کے ساتھ بیان فرمادیا ہے۔ اور مفسرین کرام نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بارگاہ صمدیت میں مقام قاب قوسین او ادنیٰ پر فائز ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا:

بِمَ اُشَرِّفُکَ یَامُحَمَّدُ

اے سراپا حمد و ستائش! آج میں تجھے کس لقب سے سرفراز کروں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواباً عرض کی:

بِنِسْبَتِیْ اِلَیْکَ بِالْعُبُوْدِیَّۃ

مجھے اپنا بندہ کہنے کی نسبت سے مشرف فرما۔

دَنَا فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کے قرب پر فائز ہونے کے بعد اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیے گئے اعزازات، کرامات اور اولین و آخرین کے علوم سے اور سب سے بڑھ کر اپنا جمال جہاں آرا کا مشاہدہ کروانے اور پچاس نمازیں فرض کرنے کے بعد مجھے واپس اپنی امت کی طرف لوٹنے کا حکم ہوا اور میں جن حجابات کو ہٹاتے ہوئے اور درجات پر چڑھتے ہوئے بارگاہ نیاز میں حاضر ہوا تھا پھر انہیں سے گزرتے ہوئے واپس سدرۃ المنتہیٰ، جو مادی دنیا کی آخری حد ہے، پر پہنچا تو وہیں جبرائیل امین سے ملاقات ہوئی جو شدت سے میرا انتظار کر رہا تھا تو جبرائیل امین نے ایسے الفاظ کے ساتھ سلام عرض کیا جس قسم کے الفاظ کے ساتھ مخلوق میں سے کسی نے بھی سلام پیش نہیں کیا اور نہ ہی کسی مقرب فرشتہ اور نہ ہی نبی مرسل کو وہاں پہنچایا جہاں میں پہنچا تھا۔ اور جبرائیل امین نے یہ بھی کہا کہ اے اللہ کے محبوب! آپ کو یہ بلند مرتبہ، عظیم کرامت اور سلام مبارک کی بشارت ہو اور اسی

پر اللہ تعالیٰ کا مزید شکر ادا کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ پھر میں نے جبرائیل کی معیت میں جنت کی سیر کی اور جنت میں ایسے ایسے محلات دیکھے جو یاقوت، زبرجد اور موتیوں سے جڑاؤ کیے ہوئے تھے سنہری درختوں کے ساتھ ساتھ جنت میں ایسی ایسی نعمتیں اور حسین مناظر دیکھے جن کے متعلق نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی ان کو کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ ہی کسی بشر کے دل میں ان کا خیال پیدا ہوا۔ اس کے بعد مجھے دوزخ کی سیر کرائی گئی جس میں لوہے کی وہ زنجیریں اور سلاخیں دیکھیں جو منکرین اور نافرمانوں کے لیے تیار کی گئی ہیں پھر ہم نیچے اترنا شروع ہوئے اور ساتویں آسمان پر پہنچے تو وہاں اپنے جدامجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کی، تسلیمات ودعوات کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مجھے اپنی امت کے لیے ایک پیغام دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پیغام امت مصطفیٰ کے نام

مُرْ اُمَّتَکَ فَلْیُکْثِرُوْا مِنْ غِرَاسِ الْجَنَّةِ فَاِنَّ تُرْبَتَهَا طَيِّبَةٌ وَّاَرْضَهَا وَاسِعَةٌ وَقَالَ لَهُ مَا غِرَاسُ الْجَنَّةِ قَالَ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

اپنی امت کو حکم دیجیے کہ جنت میں بکثرت پودے لگائیں کیونکہ وہاں کی مٹی بڑی پاکیزہ ہے اور وہاں کی زمین بہت وسیع ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ سے پوچھا کہ جنت میں کون سے پودے لگانے کے قابل ہیں آپ نے جواب دیا: لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

یعنی اس کلام سے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کیا کرو کہ میرے پاس کوئی طاقت ہے نہ قوت بجز اللہ کی ذات کے جو بہت بلند اور بہت بڑا ہے۔

وَفِیْ رِوَایَةٍ اِقْرَأْ اُمَّتَکَ مِنِّی السَّلَامَ وَاَخْبِرْهُمْ اَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ عَذْبَةُ الْمَآءِ وَاَنَّ غِرَاسَهَا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ.

"دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند دلبند محمد رسول اللہ صلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرمایا: اپنی امت کو میری طرف سے سلام کہیے اور انہیں بتایئے کہ جنت کی مٹی بہت پاکیزہ ہے وہاں کا پانی بہت میٹھا ہے اور وہاں جو پودے لگانے چاہیں وہ یہ کلمات ہیں:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَر

اور اللہ تعالیٰ ہر شرک اور ہر عیب سے پاک اور منزہ ہے اور سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے اللہ کے اور اللہ سب سے بڑا ہے

دوسری بات جو اس موقع پر عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے۔

مقام دَنَا فَتَدَلّٰی سے واپسی پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہلے ساتویں آسمان سے گزرے جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا مقام ہے وہاں سے چھٹے آسمان پر آئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی نماز میں تخفیف کے لیے بار بار اصرار کرتے رہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر تخفیف کا سوال کرتے رہے تو اللہ تعالیٰ ہر بار پانچ نمازیں معاف فرما دیتا۔ جب دسویں دفعہ موسیٰ علیہ السلام نے تخفیف کا سوال کرنے کے لیے کہا تو آپ نے فرمایا اب مجھے شرم آتی ہے کہ مجھے اللہ کی بارگاہ سے جو تحفہ ملا ہے اسے واپس کردوں اور میری امت اتنی نالائق بھی نہیں ہوگی کہ وہ اس حکم کو عملی جامہ نہ پہنا سکے تو مولا کریم کی طرف سے پیغام آیا۔ اے میرے محبوب! آپ کے امتی پانچ نمازیں ادا کریں گے تو میں پچاس کا ثواب عطا کروں گا۔ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ۔ کہ میرے ہاں جو احکام دیے جاتے ہیں ان کو تبدیل نہیں کیا جاتا۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکمل سکوت اختیار کیے رکھا حالانکہ آپ کا زیادہ حق تھا کہ اپنے نور نظر کی امت پر تخفیف کے لیے کوشش فرماتے۔

علماء ربانیین فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مقام خلت پر فائز تھے اور خلیل کو شیوۂ تسلیم و رضا ہی زیب دیتا ہے۔ ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہی اس کی فطرت ہوتی ہے شیر خوار بچے کو حجاز کے بے آب و گیاہ اور سنسان ریگزار میں چھوڑ کر چلے آنے کا حکم ملے،

نمرود کے بھڑکتے ہوئے آتش کدہ میں کود جانے کا موقع آئے اور ہزاروں ارمانوں سے پالے، ماہ چہاردہم سے زیادہ روشن جبین فرزند کے گلے پر چھری چلانے کا حکم ملے وہ ہر حالت میں اَسۡلَمۡتُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ کا نعرہ بلند کرتے ہوئے سنائی دیتا ہے نہ وہ کسی حکم کی تاویل کرتا ہے اور نہ ہی اس کے بجالانے میں معذرت خواہی کرتا ہے۔

لیکن موسیٰ علیہ السلام کا مقام کلیم کا مقام تھا یہاں نیاز کے ساتھ ناز کا پہلو نمایاں تھا۔ وہی یہ جرأت کر سکتے تھے۔ ان ہی میں یہ ہمت تھی کہ تخفیف کے لیے مسلسل اصرار کرتے چلے جائیں۔ (ضیاء النبی)

تو جب میں موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات سے واپس پلٹا تو غیب سے آواز آئی کہ میں نے اپنا حکم جاری کر دیا اپنے بندوں سے بوجھ ہلکا کر دیا اور ایک نیکی کے بدلے میں اس کی مثل دس عطا کروں گا۔ پھر اپنے بھائی جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ زمین کی طرف واپسی شروع ہوئی۔ اور میں ایک لمحہ کے لیے جبرائیل امین سے اور نہ ہی وہ مجھ سے جدا ہوئے۔ یہاں تک کہ میں اپنی آرامگاہ کی طرف لوٹ آیا اور یہ سب کچھ تمہاری ان راتوں میں سے ایک رات کے تھوڑے سے حصہ میں ہوا۔

پھر یہ واقعہ جس طرح آپ نے صبح کی نماز کے بعد اپنی قوم کے سامنے بیان کیا اس کی تفصیل زیر عنوان آیت طیبہ کے شان نزول میں گزر چکی ہے۔

دیدار الٰہی

اس مسئلہ میں علماء کرام کا اختلاف ہے کہ کیا حضور سرور عالم ﷺ کو شب معراج دیدار الٰہی نصیب ہوا یا جبرائیل امین کو دیکھ کر واپس آ گئے یہ معراج جسمانی تھا یا روحانی عالم خواب کا واقعہ ہے یا عالم بیداری کا۔ ان تمام کی اگر تفصیلات درج کی جائیں تو وعظ بہت طویل ہو جائے گا اس لیے جو تفصیلات جاننے کا خواہشمند ہو وہ ضیاء النبی شریف میں ملاحظہ کر سکتا ہے میں اس سلسلہ میں چند باتیں اختصار کے ساتھ بیان کرنے کی کوشش کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے پیروکاروں کا یہ خیال ہے کہ شب معراج دیدار الٰہی نصیب نہیں ہوا۔ صرف جبرائیل امین کے ساتھ ہی ملاقات ہوئی لیکن حضرت ابن عباس اور دیگر صحابہ کرام، تابعین اور ان کے ہم نوا کی یہ رائے ہے کہ شب معراج اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو دولت دیدار سے مشرف فرمایا۔

یہاں میں صرف اسی چیز کے لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں جو حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ضیاء القرآن میں لکھا ہے۔

آپ فرماتے ہیں جہاں تک امکان رؤیت کا تعلق ہے اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں سب تسلیم کرتے ہیں کہ اس دنیا میں بیداری کی حالت میں دیدار ممکن ہے اگر محال ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام اس کا سوال نہ کرتے کیونکہ انبیاء کرام کو اس کا علم ہوتا ہے کہ فلاں چیز ممکن ہے اور فلاں چیز محال اور ممتنع ہے محال اور ممتنع کے بارے میں سوال کرنا درست نہیں ہوتا اس لیے جمہور علماء کرام نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کو ترجیح دی ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے اور عطاء نے آپ سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ آپ نے اپنے دل کے ساتھ رؤیت باری تعالیٰ کا شرف حاصل کیا ہے اور ابو العالیہ نے فواد کا لفظ ذکر کیا ہے کہ آپ نے دو دفعہ فواد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے عبداللہ ابن عباس کی طرف ایک آدمی بھیجا کہ وہ آپ سے پوچھے کہ کیا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو اس کے جواب میں آپ نے فرمایا ہاں۔ اور کئی طرق سے آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے کلام کے ساتھ اور ابراہیم علیہ السلام کو خلت کے ساتھ اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رؤیت کے ساتھ خاص فرمایا ہے۔ اور آپ نے قرآن کریم کی اس آیت طیبہ سے استدلال کیا ہے:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى

دل نے اس کی تکذیب نہیں کی جو آپ نے دیکھا کیا تم آپ کے ساتھ اس بات
پر جھگڑ رہے ہو جو آپ نے دیکھا اور یقیناً آپ نے دوسری دفعہ نیچے اترتے
ہوئے بھی اس کو دیکھا۔

ماوردی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کلام اور رؤیت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم کر دیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو دفعہ دیدار الٰہی کا شرف حاصل کیا اور موسیٰ علیہ السلام نے بھی دو دفعہ ہمکلامی کا شرف حاصل کیا۔ ایک دفعہ وادیٔ ایمن میں اور دوسری دفعہ جبل طور پر۔ اور احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے جب آپ کی رؤیت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے رَاٰہُ رَاٰہُ رَاٰہُ کے الفاظ اتنی بار کہے کہ آپ کا سانس ٹوٹ جاتا۔ (ضیاء القرآن)

معراج کرانے کا سبب

بعض کتابوں میں معراج کرانے کا سبب اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ آسمانوں اور زمین میں مفاخرت کا سلسلہ چل نکلا۔ زمین نے کہا۔ میں تجھ سے بہتر ہوں کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ نے آبادیوں، دریاؤں، سمندروں، درختوں اور پہاڑوں وغیرہ کے ساتھ مزین کر دیا ہے آسمان بولا میں تجھ سے بہتر ہوں کیونکہ شمس وقمر، افلاک و بروج، عرش وکرسی، ستارے اور جنت میرے اوپر ہیں زمین نے کہا میرے اوپر بیت اللہ شریف ہے جس کی زیارت اور طواف انبیاء کرام اولیاء اور مومنین کرتے ہیں آسمان نے جواب دیا میرے اوپر بیت المعمور ہے جس کا طواف نورانی مخلوق فرشتے کرتے ہیں اور مجھ میں وہ جنت ہے جو انبیاء کرام اولیاء عظام اور صالحین کی ارواح کا مسکن ہے۔ زمین نے جواب دیا کہ میرے اوپر سید المرسلین خاتم النبیین حبیب رب العالمین افضل الخلق علیہ الصلوٰۃ واکمل التحیات موجود ہیں اور میرے اوپر ہی وہ اپنی شریعت نافذ کریں گے اور دین اسلام جو پسندیدہ دین ہے اس کی تبلیغ کرائیں گے تو آسمان عاجز آ کر خاموش ہو گیا اس کا کوئی جواب نہ دے سکا اور وہ اللہ کی بارگاہ میں عرض کرنے لگا کہ اے اللہ! تو پریشان کی دعا قبول فرماتا ہے میں زمین کو جواب دینے

سے عاجز آ گیا ہوں میں التماس کرتا ہوں کہ آپ کے قدوم میمنت لزوم سے مجھے بھی شرف بخشا جائے تا کہ میں آپ کی زیارت سے مشرف باد ہوسکوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی عاجزانہ دعا قبول فرمائی اور ستائیس رجب کی رات کو جبرائیل کو حکم دیا کہ آج رات وہ تسبیحات پڑھنا بند کر دے اور ملک الموت کو حکم دیا کہ وہ ارواح قبض کرنا چھوڑ دے تو جبرائیل نے عرض کی اے اللہ! کیا قیامت برپا ہوگئی ہے تو اللہ نے فرمایا نہیں لیکن تم فوراً اٹھو ستر ہزار فرشتے اپنے ساتھ لو اور جنت سے ایک براق پکڑ و اور اس پر میرے محبوب کو سوار کر کے میری بارگاہ میں حاضر ہونے کا بندوبست کرو اور آپ کی خدمت میں یہ بھی عرض کرو:

اِنَّ رَبَّکَ یَشْتَاقُ اِلٰی لِقَآءِکَ. ''تیرا رب تیری ملاقات کا مشتاق ہے''۔

جبرائیل نے فوراً حکم کی تعمیل کی جنت میں چالیس ہزار براق دیکھے جو جنت کے باغوں میں چر رہے تھے اور ان کی پیشانیوں پر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم گرامی رقم تھا اور جبرائیل نے وہاں ان میں سے ایک براق دیکھا جو سرنگوں تھا زاروقطار رو رہا تھا اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیل رواں تھا تو جبرائیل نے اس سے پوچھا کہ اے براق! تجھے کیا ہے تو اس نے جواب دیا کہ میں نے چالیس ہزار سال پہلے محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام سنا تھا تو میرے دل میں آپ کی محبت پیدا ہوگئی تھی اور مجھے آپ کے ساتھ عشق ہو گیا اس کے بعد نہ مجھے چارہ کی محتاجی رہی اور نہ پانی کی میں اس وقت سے عشق کی آگ میں جل رہا ہوں تو جبرائیل نے کہا میں ابھی تجھے تیرے محبوب سے ملا دیتا ہوں پھر جبرائیل امین نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کی کہ اے اللہ تعالیٰ! ان چالیس ہزار براقوں میں سے ایک براق ایسا ہے جو عاجزی اور انکساری کا ایک نمونہ پیش کر رہا ہے تو اللہ نے ارشاد فرمایا کہ جو عاجزی اور انکساری کرتا ہے میں اسی کو نوازتا ہوں اس لیے میرے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مری بارگاہ تک پہنچانے کا اسی کو شرف حاصل ہوگا کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ
جو شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں

تو اللہ کی طرف سے اجازت ملتے ہی جبرائیل امین نے سنہری موتیوں سے مرصع لگام اس کے منہ میں دیا اور سنہری زین اس کے اوپر ڈالی اور اسے ستر ہزار فرشتوں کی معیت میں لے کر حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے اور آپ کے سفر معراج کا آغاز ہوا۔ جس کی تفصیلات اس سے ماقبل بیان ہو چکی ہیں۔

مکاشفات

اس سفر مقدس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم علیہ السلام کو اپنی قدرت کے بے شمار نشانیاں اور آیات دکھائیں ان تمام کو بالتفصیل بیان کرنا میرے جیسے کم علم کے بس کا روگ نہیں اس لیے میں صرف وہی مکاشفات یہاں نقل کروں گا جن کو حضور سیدی ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف لطیف ضیاء النبی شریف میں بحوالہ امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی المتوفی 942ھ رحمۃ اللہ علیہ کی شہرۂ آفاق کتاب سبل الہدیٰ والرشاد سے لکھا ہے اور اس سلسلہ میں چند اعمال پر مرتب ہونے والے اثرات اور عواقب کو محسوس پیکر میں پیش کیا گیا ہے تاکہ حضور علیہ السلام کے امتی ان سے عبرت حاصل کر سکیں۔ آپ لکھتے ہیں:

''منزل قاب قوسین کا مسافر جب براق پر سوار ہو کر حرم مکہ سے روانہ ہوا تو جبرائیل نے رکاب تھامی ہوئی تھی اور میکائیل نے باگ پکڑی ہوئی تھی کچھ دیر چلنے کے بعد ایسی سرزمین میں پہنچے جہاں کھجوروں کے باغات تھے جبرائیل نے عرض کی یہاں اتریئے اور نماز ادا کیجئے حضور علیہ السلام اترے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی پھر سوار ہو کر روانہ ہوئے جبرائیل نے دریافت کیا یا رسول اللہ! کیا آپ جانتے ہیں جہاں آپ نے نماز ادا کی وہ کون سی جگہ تھی تو آپ علیہ اسلام نے جواب دیا نہیں جبرائیل نے کہا کہ آپ نے مدینہ طیبہ کی سرزمین پر نماز ادا کی ہے اور یہی مقام آپ کی ہجرت گاہ ہے پھر براق تیزی سے سفر طے کرنے لگا اس کی تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ جہاں اس کی نگاہ پڑتی وہاں ہی اس کے قدم لگتے تھے پھر ایک جگہ جبرائیل نے عرض کی آپ براق سے اتریئے اور دو رکعت نفل ادا کیجئے حضور علیہ السلام نے ایسا ہی کیا پھر سوار ہو کر سوئے منزل روانہ ہوئے حضرت جبرائیل نے پوچھا

کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے کہاں نماز ادا کی فرمایا نہیں۔ تو جبرائیل نے عرض کی کہ آپ نے مدین کی اس وادی میں نماز ادا کی ہے جہاں موسیٰ علیہ السلام نے آگ دیکھی تھی اور وہاں آگ لینے کے لیے پہنچے تو آواز آئی:

اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّکَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی

(سورہ طٰہٰ)

بے شک میں تیرا رب ہوں پس اپنا جوڑا مبارک اتاریئے کیونکہ آپ مقدس وادی طویٰ میں ہیں۔

پھر آپ سوار ہوئے اور براق تیزی سے مسافت طے کرنے لگا راستہ میں پھر ایک مقام پر جبرائیل نے عرض کی اتریئے اور نماز ادا کیجئے۔ حضور علیہ السلام نے اتر کر اپنے رب کو سجدہ کیا پھر سوار ہو کر سفر شروع کیا۔ جبرائیل نے پوچھا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے کہاں نماز ادا فرمائی فرمایا نہیں۔ جبرائیل نے عرض کی یہ طور سینا ہے جہاں اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا۔ جب مرکب ہمایوں بیت اللحم پہنچا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مولد تھا وہاں اتر کر نماز ادا کی۔

سفر جاری رہا دریں اثناء حضور علیہ السلام نے ایک عفریت کو دیکھا جو آگ کا ایک شعلہ لیے ہوئے پیچھے پیچھے بھاگ رہا ہے حضرت جبرائیل نے عرض کی کیا میں آپ کو ایسے کلمات نہ بتاؤں کہ جب آپ ان کی تلاوت کریں تو اس کا یہ شعلہ بجھ جائے اور وہ منہ کے بل گر پڑے رسول اللہ نے فرمایا ضرور۔ حضرت جبرائیل نے یہ دعا سکھائی:

قُلْ اَعُوْذُ بِوَجْهِ اللّٰهِ الْكَرِيْمِ وَبِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّتِىْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ مِّنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَعْرُجُ فِيْهَا وَمِنْ شَرِّ مَاذَرَءَ فِى الْاَرْضِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمِنْ طَوَارِقِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ بِخَيْرٍ يَّارَحْمٰنُ

کہ آپ عرض کریں اے رحمٰن! میں اللہ تعالیٰ کی کریم ذات اور اس کے ان مکمل کلمات کے ساتھ پناہ حاصل کرتا ہوں جن سے نہ کوئی نیکی تجاوز کرتی ہے اور نہ ہی کوئی فاجر اور ان تمام شرارتوں سے جو آسمان سے اترتی ہیں اور ان تمام شرور سے جو اس میں عروج کرتی ہیں اور ان تمام شرارتوں سے جو زمین میں پھیلتی ہیں اور ان تمام سے جو اس سے نکلتی ہیں اور رات اور دن کے فتنوں کے شر سے اور رات اور دن کے وقت دروازے کھٹکھٹانے والوں سے سوائے اس کے جو بھلائی کے ساتھ دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔

حضور علیہ السلام نے یہ دعا پڑھی عفریت کا وہ شعلہ بجھ گیا اور وہ منہ کے بل گر پڑا۔

پھر اثنائے سفر یہ منظر دیکھا کہ ایک قوم ہے جو کھیتی باڑی کرتی ہے اور وہ آج جو فصل بوتے ہیں دوسرے دن وہ تیار ہو جاتی ہے وہ اسے کاٹ لیتے ہیں پھر وہ فصل جوں کی توں لہلہانے لگتی ہے حضور نے فرمایا: اے جبرائیل! یہ کیا ہے جبرائیل نے عرض کی یہ اللہ کے مجاہد ہیں جن کی نیکیوں کو سات سو گنا کر دیا جاتا ہے اور وہ جو خرچ کرتے ہیں اس کی جگہ ان کو اسی وقت دے دیا جاتا ہے پھر حضور علیہ السلام نے ایک بڑی ہی دل کش خوشبو سونگھی جبرائیل نے عرض کی یہ فرعون کی بیٹی کی مشاطہ (بناؤ سنگھار کرنے والی) اور اس کی اولاد کی خوشبو ہے اور اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک روز وہ فرعون کی بیٹی کو کنگھی کر رہی تھی کہ وہ کنگھی گر پڑی اس کے منہ سے نکلا:

بِسْمِ اللّٰهِ تَعِسَ فِرْعُوْنُ

اللہ کے نام سے اٹھاتی ہوں خدا فرعون کو ہلاک کرے کہ وہ خدائی کا مدعی ہے۔

فرعون کی بیٹی نے اسے کہا میرے باپ کے بغیر تمہارا کوئی دوسرا خدا ہے؟ اس نے کہا بے شک، میرا رب اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہے اس عورت کے دو بیٹے تھے ایک خاوند تھا۔ فرعون کو معلوم ہوا اس نے ان سب کو بلا بھیجا اس عورت اور اس کے خاوند کو بڑا بہلایا پھسلایا تاکہ وہ اس کو خدا مان لیں جب انہوں نے انکار کر دیا تو اس نے دھمکی دی کہ میں تمہیں تہ تیغ

کردوں گا وہ دونوں بولے:

اِحْسَانًا مِّنْکَ اَنْ قَتَلْتَنَا. اَنْ تَجْعَلْنَا فِیْ بَیْتٍ.

یہ تو تیرا بڑا احسان ہوگا کہ تو ہمیں قتل کردے اور ایک ہی مکان میں دفن کردے۔

اس نے تانبے کی ایک دیگ کو خوب گرم کیا اور حکم دیا کہ اس عورت کو اور اس کی اولاد کو اس میں پھینک دیا جائے فرعون کے کارندے ان معصوم بچوں کو یکے بعد دیگرے اس کھولتی ہوئی دیگ میں ڈالنے لگے آخر میں ایک شیر خوار بچے کو اس میں پھینکا اس نے بلند آواز سے کہا اے میری ماں! صبر کرنا اور حق سے منہ نہ موڑنا تو ہی حق پر ہے۔

پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گزر ایسی قوم کے پاس سے ہوا۔ جن کے سروں کو کوٹا جا رہا تھا وہ پھر فوراً پہلے کی طرح درست ہو جاتے یہ سلسلہ لگاتار جاری تھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا: اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ وہ لوگ ہیں جو فرض نماز کی ادائیگی نہیں کرتے پھر ایسی قوم دکھائی گئی جن کے آگے پیچھے چیتھڑے تھے وہ اس طرح چر رہے تھے جس طرح اونٹ اور بکریاں چرتی ہیں اور ضریع (ایک خاردار کڑوی بوٹی) اور زقوم کھا رہے تھے حضور نے پوچھا: اے جبرائیل! یہ کون ہیں عرض کی یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مالوں کی زکوٰۃ نہیں دیا کرتے اور اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا پھر ایک ایسی قوم دکھائی جن کے پاس ایک ہانڈی میں پکا ہوا لذیذ گوشت ہے دوسری میں بدبودار گوشت ہے وہ لوگ پاک اور لذیذ گوشت کو نہیں کھاتے اور اس ردی اور بدبودار گوشت پر ٹوٹے پڑتے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں پوچھا انہوں نے عرض کی یہ حضور کی امت کے وہ لوگ ہیں جن کے پاس حلال اور طیب بیویاں ہیں اور وہ بدکار عورتوں کے ساتھ رات گزارتے ہیں یہی حال اس عورت کا ہوگا جو حلال اور طیب خاوند کی موجودگی میں خبیث آدمی کی طرف رجوع کرتی ہے اور پھر راستہ میں ایک لکڑی کے پاس سے گزر ہوا جو چیز یا کپڑا اس کے نزدیک ہوتا ہے اس کو پھاڑ دیتی ہے اس کے بارے میں دریافت فرمایا جبرائیل نے جواب دیا یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو راستوں میں

کچہری لگا کر بیٹھیں گے اور لوگوں کا راستہ کاٹیں گے پھر ایک آدمی کو دیکھا۔ جو خون کی ایک نہر میں تیر رہا ہے اس کے منہ میں پتھر ڈالے جا رہے ہیں پوچھنے پر جبرائیل نے بتایا یہ سودخور ہے پھر ایک ایسا آدمی نظر آیا جس نے بڑی بھاری گٹھڑی باندھی ہوئی ہے لیکن وہ اس کو اٹھا نہیں سکتا اس گٹھڑی میں مزید اضافہ کرنا چاہتا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کون ہے فرمایا یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کا وہ آدمی ہے جس کے پاس لوگوں کی امانتیں ہوں گی وہ ان کو ادا نہیں کرے گا اور مزید امانتیں رکھنے کا خواہشمند ہوگا پھر یہ ہیبت ناک منظر دکھائی دیا کہ قینچی کے ساتھ ایک قوم کی زبانیں اور ان کے ہونٹ کاٹے جا رہے ہیں وہ زبانیں اور ہونٹ کٹنے کے بعد جوں کے توں ہو جاتے ہیں اور یہ سلسلہ جاری ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبرائیل سے پوچھا یہ کون ہیں جبرائیل نے عرض کی:

هٰؤُلَاءِ خُطَبَآءُ الْفِتْنَةِ مِنْ اُمَّتِکَ يَقُوْلُوْنَ مَالَا يَفْعَلُوْنَ.

یہ حضور کی امت کے فتنہ باز خطیب ہیں جو دوسروں کو کہتے ہیں اس پر خود عمل نہیں کرتے۔

پھر ایسے لوگ نظر آئے جن کے ناخن تانبے کے ہیں اور وہ اپنے چہروں اور سینوں کو ان کے ساتھ کھرچ رہے ہیں جبرائیل نے عرض کی کہ یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں یعنی ان کی غیبت میں مصروف رہتے ہیں اور ان کی عزتوں پر تہمتیں لگاتے ہیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سفر جاری ہے راستہ میں ایک بڑی خوبصورت آراستہ و پیراستہ عورت ملی اس کے سر پر اوڑھنی نہیں اور عرض کرتی ہے:

يَا مُحَمَّدُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْکَ وَسَلَّمَ اُنْظُرْنِيْ اَسْئَلُکَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

میری طرف توجہ فرمائیں میں کچھ سوال کرنا چاہتی ہوں۔

لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس عورت کی طرف ذرا توجہ نہ فرمائی اس کے بارے میں جبرائیل سے پوچھا جبرائیل نے عرض کی یہ دنیا تھی اگر آپ اس کو جواب دیتے تو

آپ کی امت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گزر اس سرخ ٹیلے کے پاس سے ہوا جہاں موسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا وہ اپنی قبر میں نماز ادا کر رہے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں سلام فرمایا۔ انہوں نے سلام کا جواب عرض کیا آخر میں امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیت المقدس میں پہنچے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اور جبرائیل نے بھی دو دو رکعتیں پڑھیں ابھی تھوڑی دیر گزری تھی وہاں بہت سے لوگ جمع ہو گئے پھر مؤذن نے اذان دی اور اقامت کہی سب اس انتظار میں تھے کہ کون امامت کا شرف حاصل کرے گا جبرائیل نے حضور کا دست مبارک پکڑا اور مصلیٰ پر کھڑا کر دیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام انبیاء کو امامت کرائی نماز سے فراغت کے بعد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اللہ کی حمد و ثناء کے بعد ان احسانات کو گنوایا جو ان کے رب جلیل نے ان پر فرمائے تھے آپ نے کہا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اتَّخَذَنِیْ خَلِیْلًا. وَاَعْطَانِیْ مُلْكًا عَظِیْمًا وَّجَعَلَنِیْ اُمَّةً قَانِتًا یُّؤْتَمُّ بِیْ وَاَنْقَذَنِیْ مِنَ النَّارِ وجَعَلَ عَلَیَّ بَرْدًا وَّسَلَامًا

ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے اپنا خلیل بنایا، مجھے ملک عظیم عطا فرمایا، مجھے اپنا فرمانبردار بنایا جس کی پیروی کی جاتی ہے، مجھے آگ سے بچایا اور اسے میرے لیے ٹھنڈا کیا اور سلامتی کا باعث بنایا۔

آپ کے بعد موسیٰ علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی حمد و ثنا کی اور انہوں نے ان احسانات اور انعامات کو بیان کیا جن سے اللہ نے ان کو نوازا تھا۔ آخر میں رحمۃ للعالمین خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ تم سب نے میرے رب کی ثنا کی ہے اب میں اپنے رب کی ثنا گستری میں لب کشا ہوتا ہوں پھر یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَرْسَلَنِیْ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ وَكَآفَّةً لِّلنَّاسِ

بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّاَنْزَلَ عَلَيَّ الْفُرْقَانَ فِيْهِ تِبْيَانُ كُلِّ شَيْءٍ وَّجَعَلَ اُمَّتِيْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ وَجَعَلَ اُمَّتِيْ وَسَطًا وَّجَعَلَ اُمَّتِيْ هُمُ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ وشَرَحَ لِيْ صَدْرِيْ وَوَضَعَ عَنِّيْ وِزْرِيْ وَرَفَعَ لِيْ ذِكْرِيْ وَجَعَلَنِيْ فَاتِحًا وَّخَاتِمًا.

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے سارے جہانوں کے لیے سراپا رحمت بنا کر بھیجا اور تمام لوگوں کے لیے بشیر اور نذیر مبعوث فرمایا اور مجھ پر فرقان نازل کیا اس میں ہر چیز کا واضح بیان ہے اور میری امت کو تمام امتوں سے افضل بنایا۔ اور اسے لوگوں کی بھلائی کے لیے پیدا کیا اور میری امت کو وسط بنایا میری امت ہی اول واخر ہے مجھے شرح صدر کی نعمت سے نوازا میرا بوجھ مجھ سے اٹھالیا میرے ذکر کو میرے لیے بلند فرمایا اور مجھے فاتح اور خاتم بنایا۔

یہ جان پرور کلمات سن کر ابراہیم علیہ السلام نے گروہ انبیاء کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

بِهٰذَا فَضَلَكُمْ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

انہیں احسانات اور انعامات کے باعث محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم سب پر فضیلت پا گئے۔ (ضیاء النبی شریف ص505ج2)

خلاصہ بحث

یہ پراز حکمت سفر عالم بیداری میں روح مع الجسد کرایا گیا یہ صرف عالم خواب کا واقعہ نہیں کیونکہ اگر اسے عالم خواب کا واقعہ تصور کرلیا جائے تو اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی تخصیص باقی نہیں رہتی کیونکہ عالم خواب میں تو ایک عام آدمی بھی کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے اگر یہ خواب کا واقعہ ہوتا تو کفار قطعاً اس شدومد سے اس کا انکار نہ کرتے۔ ان کا اس محیر العقول واقعہ کا انکار کرنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ عالم بیداری کا واقعہ ہے۔ جس طرح ہم قرآن وحدیث اور علماء ربانین کے اقوال سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ عالم بیداری

میں اور روح مع الجسد کرایا گیا البتہ اس بحث کو اختتام پذیر کرنے سے پہلے میں چند ایک مزید جید علماء کی تحقیق کا نمونہ پیش کرنا بھی فائدہ مند سمجھتا ہوں اس لیے میں ان مشہور علماء کے حوالے درج کرتا ہوں امید ہے ان کا ذکر کرنا بھی تسکین و یقین کا سبب ثابت ہوگا۔

1۔ علامہ ابن العربی فرماتے ہیں:

وَلَوْ كَانَ رُؤْيَا مَنَامٍ مَا افْتَتَنَ بِهَا اَحَدٌ وَلَا اَنْكَرَهَا فَاِنَّهُ لَا يَسْتَبْعِدُ عَلٰى اَحَدٍ اَنْ يَرَاى نَفْسَهُ يَخْتَرِقُ السَّمٰوٰتِ وَيَجْلِسُ عَلَى الْكُرْسِيِّ وَيُكَلِّمُهُ الرَّبُّ

(احکام القرآن ص195)

اگر یہ واقعہ عالم خواب کا ہوتا تو کوئی بھی اسے سن کر فتنہ میں مبتلا نہ ہوتا اور نہ ہی اس کا انکار کرتا کیونکہ اس بات کو کوئی بھی بعید تصور نہیں کرتا کہ کوئی آدمی اپنے آپ کو دیکھے وہ خواب میں آسمانوں کو عبور کرتے ہوئے کرسی پر جا بیٹھا اور اس کے ساتھ اس کے رب نے گفتگو فرمائی ہے۔

2۔ علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قوی اسناد کے ساتھ طبری علیہ الرحمۃ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رَاٰى مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَيْنِهِ رَبَّهُ مَرَّتَيْنِ يَعْنِيْ مَرَّةً فِي النَّوْمِ وَمَرَّةً فِي الْيَقْظَةِ

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں کے ساتھ دو مرتبہ اپنے رب کو دیکھا ایک دفعہ خواب کے عالم میں اور ایک دفعہ بیداری میں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنے رب ذوالجلال کو دیکھنا اس روایت سے ثابت ہوتا ہے جس کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دن صبح کی نماز ادا کرنے کے لیے اپنے حجرۂ مبارکہ سے تاخیر سے تشریف لائے اور مختصر سورتیں پڑھ کر صبح کی

نماز ادا کروائی اور صحابہ کرام کو فرمایا کہ اپنی صفوں میں بیٹھے رہنا پھر آپ نے فرمایا کہ میں ساری رات جتنا اللہ نے چاہا اس کی عبادت کرتا رہا یہاں تک کہ میں ثقل محسوس کرنے لگا اور میں نیند اور بیداری کے عالم میں تھا کہ میرا رب بڑی ہی حسین و جمیل صورت کے ساتھ میرے پاس تشریف لایا اور مجھے تین دفعہ یا محمد! صلی اللہ علیک وسلم کہہ کر آواز دی اور ہر بار میں نے لبیک عرض کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا کہ عالم بالا والے کس چیز میں جھگڑ رہے ہیں تو میں نے عرض کی اے میرے رب! میں نہیں جانتا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا ہاتھ میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دیا اس کی ٹھنڈک میں نے اپنی چھاتی میں محسوس کی تو میرے لیے آسمان کی تمام چیزیں واضح اور ظاہر ہو گئیں اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں عَلِمۡتُ مَا فِی السَّمٰوَاتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ. کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں تھا وہ میں نے جان لیا پھر میرے رب نے پوچھا تو میں نے عرض کیا کہ وہ کفارات اور درجات میں جھگڑ رہے ہیں الخ۔ اس حدیث شریف کو امام بخاری نے بھی صحیح کہا ہے۔ اور عالم بیداری میں معراج کی رات اللہ تعالیٰ کے دیدار کا شرف حاصل ہوا۔

وَمِنۡ وَجۡہٍ آخَرَ قَالَ نَظَرَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اِلٰی رَبِّہٖ وَجَعَلَ الۡکَلَامَ لِمُوۡسٰی وَالۡخُلَّۃَ لِاِبۡرَاھِیۡمَ وَالنَّظَرَ لِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ فَظَھَرَمِنۡ ذَالِکَ اَنَّ مُرَادَ ابۡنِ عَبَّاسٍ ھٰھُنَا رُؤۡیَا عَیۡنٍ اُرِیۡھَا رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ (عمدۃ القاری ص 15 ج 1)

ایک دوسری سند سے اس طرح روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ہمکلامی کا شرف بخشا اور ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے دیدار سے نوازا۔ پس اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے ابن عباس کی مراد آنکھ کے ساتھ دیکھنا ہے۔

3۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا شریف میں لکھتے ہیں:

وَذَهَبَ مُعْظَمُ السَّلَفِ وَالْمُسْلِمِيْنَ اِلٰى اِنَّهٗ اِسْرَاءٌ بِالْجَسَدِ فِي الْيَقَظَةِ وَهٰذَا هُوَ الْحَقُّ وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ وَجَابِرٍ وَاَنَسٍ وَّغَيْرِهِمْ وَجَمَاعَةٍ عَظِيْمَةٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَقَوْلُ اَكْثَرِ الْمُتَاَخِّرِيْنَ مِنَ الْفُقَهَاءِ (الشفاص246ج1)

آپ فرماتے ہیں کہ اسلاف اور مسلمین میں سے اکثر کی یہ رائے ہے کہ ستائیس رجب کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سفر جسم کے ساتھ عالم بیداری میں تھا اور یہی حق ہے اور یہی ابن عباس، جابر، انس اور ان کے علاوہ مسلمانوں کی ایک بہت بڑی جماعت کا قول ہے اور متاخرین فقہاء میں سے اکثر کی یہی رائے ہے۔

4۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول شبیر احمد عثمانی صاحب مسلم شریف کی شرح فتح الملہم میں نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مسجد اقصیٰ سمیت سدرۃ المنتہیٰ اور جہاں تک چاہا سیر کرائی یہ سب کا سب عالم بیداری میں جسد پاک کے ساتھ ہوا۔

وَلٰكِنْ ذَالِكَ فِيْ مَوْطِنٍ هُوَ بَرْزَخٌ بَيْنَ الْمِثَالِ وَالشَّهَادَةِ جَامِعٌ لِّاَحْكَامِهِمَا فَظَهَرَ عَلٰى جَسَدِهٖ اَحْكَامُ الرُّوْحِ وَتَمَثَّلَ الرُّوْحُ وَالْمَعَانِي الرُّوْحِيَّةُ اَجْسَادًا وَّلِذَالِكَ بَاَنَّ لِكُلِّ وَاقِعَةٍ مِّنْ كُلِّ الْوَقَائِعِ تَعْبِيْرٌ (فتح الملہم ص316ج1)

لیکن یہ سب عالم مثال اور مشاہدہ کے درمیان برزخ میں ہُوا۔ جو ان دونوں کے تمام احکام کو جامع ہے پس آپ کے جسد اطہر پر روح کے احکام ظاہر ہوئے اور روح اور روحانی صفات نے جسم کی صورت اختیار کر لی اور ان واقعات میں سے ہر ایک واقعہ کی ایک خاص تعبیر ہے۔

5۔ شبیر احمد عثمانی صاحب اپنی رائے ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں کہ روایات کے اختلاف کی وجہ سے علماء کا اسراء اور معراج میں اختلاف ہے لیکن جمہور فقہاء، محدثین اور

متکلمین کا نظریہ یہ ہے کہ یہ سفر عالم بیداری میں روح مع الجسد دونوں کے ساتھ ایک رات میں اعلان نبوت کے بعد ہوا جس پر صحیح اخبار کا ظاہر دلالت کرتا ہے اور یہ عقلاً ناممکن اور محال نہیں کہ اس کا انکار کیا جائے۔ خصوصاً اس سائنسی دور میں جس نے کئی لاینحل عقدے کھول دیے ہیں اور ناممکن کو ممکن بنا دیا ہے اگرچہ بعض اخبار اس مذکورہ بات کے خلاف پر دلالت کرتی ہیں وہ لکھتے ہیں:

قُلْتُ لَا سِيَّمَا فِيْ هٰذَا الْعَصْرِ الَّذِيْ شَاهَدَ النَّاسُ فِيْهِ مِنَ التَّجَارِبِ الرُّوْحِيَّةِ الْاَعْمَالِ الْكَهْرَبَائِيَةِ مَاتَرَكَ الْاَوْهَامَ حَائِرَةً (فتح الملہم ص316ج1)

6۔ مولانا محمد انور شاہ کشمیری صاحب فیض الباری شرح صحیح بخاری میں اپنے خیالات کا اظہار اس طرح کرتے ہیں:

وَلٰكِنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَشَرَّفَ بِرُؤْيَتِهٖ تَعَالٰى وَمَنَّ عَلَيْهِ رَبُّهٗ بِهَا وَكَرَّمَ بِهٖ وَتَفَضَّلَ عَلَيْهِ بِنَوَالِهٖ وَاَفَاضَ عَلَيْهِ مِنْ اَفْضَالِهٖ فَرَاٰهُ رَاٰهُ كَمَا قَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مَرَّتَيْنِ اِلَّا اَنَّهٗ رَاٰهُ كَمَا يَرَى الْحَبِيْبُ اِلَى الْحَبِيْبِ وَالْعَبْدُ اِلَى الْمَوْلٰى لَا هُوَ يَمْلِكُ اَنْ يَّكُفَّ عَنْهُ نَظْرَهٗ وَلَا هُوَ يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّشْخِصَ اِلَيْهِ بَصَرَهٗ وَهُوَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى فَالزَّيْغُ اَنْ يَّتَغَافَلَ مِنْ جَمَالِ وَجْهِهٖ فَلَا يَرَاهُ مُسْتَجْمِعًا وَالطُّغْيَانُ اَنْ يَّرَاهُ وَلٰكِنْ يَّتَجَاوَزُ عَنْ حَدِّهٖ فَيَقَعُ فِيْ اِسَاءَةِ الْاَدَبِ وَهٰذَا اِثْبَاتٌ لِرُؤْيَتِهٖ فِيْ غَايَةِ الْاِعْتِدَالِ فَالْحَاصِلُ اَنَّهَا كَانَتْ لَا يَصِفُهَا وَاصِفٌ وَاَمَّا كَيْفَ كَانَتْ فَلَا تَسْئَلْ عَنْهَا فَاِنَّهَا كَانَتْ وَكَانَتْ

(فیض الباری ص7ج1)

لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے دیدار کا شرف حاصل ہوا اور رب تعالیٰ نے آپ پر اس کا احسان فرمایا اور کرم فرمایا اور آپ کو اپنے عطیات سے نوازا اور بہت سی فضیلتوں کے ساتھ آپ کو شرف بخشا پس آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا اور یقیناً دیکھا جس طرح احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا مگر یہ دیکھنا اسی طرح تھا جس طرح حبیب محبت کے ساتھ حبیب کو دیکھتا ہے اور غلام اپنے مولیٰ کو دیکھتا ہے نہ ہی وہ اپنی نظریں روکنے پر قادر ہوتا ہے اور نہ ہی اس کی نظر ٹکٹکی باندھ کر اسے دیکھ سکتی ہے اور مَازَاغَ الْبَصَرُ کا یہی معنی ہے کہ وہ اس کے جمال کا مشاہدہ کرنے سے غافل نہیں ہوئے اور نہ ہی اسے بھرپور انداز میں دیکھا اور مَاطَغٰی کا معنی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس طرح دیکھا کہ حد سے تجاوز نہیں کیا کہ بے ادبی ہو جائے اور یہ رؤیت کا اثبات انتہائی اعتدال میں ہوا پس نتیجہ یہ نکلا کہ رؤیت حاصل ہوئی لیکن اسے کوئی بیان نہیں کر سکتا اور یہ کیسے ہوئی اس کے متعلق آپ سوال نہ کریں پس یہ رؤیت تھی اور یقیناً تھی۔

هٰذَا مَا هُوَ عِنْدِیْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ مَا عِنْدَهٗ.

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ عَلٰی اِمْتِنَانِهٖ وَاِحْسَانِهٖ عَلَیَّ وَاَفْضَلُ الصَّلٰوتِ وَاَطْیَبُهَا عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّنَ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ. اَنْتَ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ. رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ

وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ.

اکتیسواں وعظ

مسئلہ حاضر و ناظر

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ

اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيۡرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذۡنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيۡرًا

اے نبی مکرم! ہم نے بھیجا ہے آپ کو سب سچائیوں کا گواہ بنا کر اور خوشخبری سنانے والا اور بروقت ڈرانے والا اور دعوت دینے والا، اللہ کی طرف اس کے اذن سے اور آفتاب روشن کرنے والا۔

یہ آیت طیبہ اور اس قسم کی کئی دوسری آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر و ناظر ہونے کے متعلق اہل السنت والجماعت کا عقیدہ بیان کرنے سے پہلے اس کی تشریح ملاحظہ فرمالیں۔

مذکورہ بالا آیت طیبہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بڑے محبت بھرے انداز میں خطاب فرمایا ہے اور اس کے بعد ان جلیل القدر القابات کا ذکر کیا ہے جن سے اس نے اپنے محبوب کو سرفراز فرمایا ہے۔ ان کے ذکر کرنے سے ایک طرف تو اپنے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت افزائی مقصود ہے اور دوسری طرف مسلمانوں کو حوصلہ دیا جا رہا ہے کہ تم ان مخالفت کے طوفانوں سے نہ گھبراؤ، ان تند و تیز لہروں سے پریشان ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں، یہ منہ کھولے ہوئے گرداب تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اس ملت کا سفینہ ہم نے کسی ایسے ملاح کے سپرد نہیں کیا جو کم ہمت، دوں حوصلہ، نااہل اور

ناتجربہ کار ہو بلکہ اس کشتی کا ناخدا وہ نبی برحق ہے جس کو ہم نے ان مذکورہ بالا صفات جلیلہ سے متصف کیا ہے تم صبر واستقامت سے اس کا دامن اطاعت مضبوطی سے پکڑے رہو۔ یقیناً تمہیں ساحل مراد تک رسائی نصیب ہو گی ساتھ ہی دشمنان اسلام کی ان ناپاک آرزوؤں کو بھی خاک میں ملا دیا جو اپنی سازشوں اور حیلہ سازیوں سے حق کی اس شمع فروزاں کو بجھانا چاہتے ہیں۔

اس آیت طیبہ میں اور اس کے علاوہ دوسری آیاتِ میں اللہ تعالٰی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شاہد اور شہید کہا ہے اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا

پس اس وقت کیا حالت ہو گی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ یعنی نبی پیش کریں گے اور ہم آپ کو ان پر شہید بنائیں گے۔

اسی طرح دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا۔

اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا ہے تا کہ تم ہو جاؤ لوگوں پر گواہ اور رسول مکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تم پر گواہ ہوں گے۔

- ان تینوں آیات میں شاہد اور شہید کا لفظ ذکر کیا گیا ہے جن کا معنی گواہ ہے یعنی اے محبوب! ہم نے آپ کو شاہد اور شہید بنایا ہے۔ ان دونوں کا معنی گواہ ہے اور گواہ کے لیے ضروری ہے کہ جس واقعہ کی وہ گواہی دے رہا ہے وہاں موجود بھی ہو اور اسے اپنی آنکھوں سے دیکھے بھی۔ چنانچہ علامہ راغب اصفہانی نے المفردات میں لکھا ہے کہ شاہد، شہادت اور شہود سے مشتق ہے جس کا معنی ہے:

اَلْحُضُوْرُ مَعَ الْمُشَاهَدَةِ اِمَّا بِالْبَصَرِ وَاِمَّا بِالْبَصِيْرَةِ

شہادت وہ ہوتی ہے کہ انسان وہاں موجود بھی ہو اور اسے دیکھے بھی، خواہ آنکھوں کی بینائی سے یا بصیرت کے نور سے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس چیز کے گواہ ہیں اس کو اللہ تعالیٰ نے ذکر نہیں فرمایا کیونکہ اگر کوئی ایک چیز ذکر کر دی جاتی تو شہادت نبوت محصور ہو کر رہ جاتی اور یہاں شہادت کو کسی ایک امر پر محصور کرنا مقصود نہیں بلکہ اس کی وسعت مطلوب ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گواہ ہیں اللہ کی توحید اور اس کی تمام صفات عالیہ کے۔ اسلام اور اس کے عقائد کے نظام عبادات واخلاق اور اس کے سارے قوانین کی اہمیت کے۔ اسی کی اتباع میں فلاح دارین کا راز مضمر ہے اور اسی کے آئین کے نفاذ سے اس گلشن ہستی میں بہار جاوداں آسکتی ہے اور آپ قیامت کے روز جب سابقہ انبیاء کی امتیں جو ان کی دعوت کا انکار کر دیں گی اور کہیں گی کہ نہ ان کے پاس کوئی نبی آیا اور نہ ہی ان کو کسی نے دعوت توحید دی اور نہ ہی انہیں کسی نے گناہوں سے روکا، اس وقت بھرے مجمع میں اللہ کا یہ رسول انبیاء کرام کی صداقت کی گواہی دے گا۔ اس کے علاوہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کے اعمال کی بھی گواہی دیں گے کہ فلاں نے کیا کیا ہے؟ فلاں سے کیا غلطی سرزد ہوئی ہے؟ چنانچہ مفسرین کرام نے شہید اور شاہد کی تفسیر اس طرح ہی بیان فرمائی ہے۔

1۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر فتح العزیز میں تحریر فرماتے ہیں

باشد رسول صلی اللہ علیہ وسلم شما بر شما گواہ زیرانکہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ در دین من رسیدہ وحقیقت ایمان او چیست وحجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس او مے شناسد گناہان شمارا و درجات ایمان شمارا و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاص و نفاق شمارا۔

تمہارا رسول تم پر گواہی دے گا کیونکہ وہ جانتے ہیں اپنی نبوت کے نور سے اپنے دین کے ہر ماننے والے کے رتبہ کو کہ میرے دین میں اس کا کیا درجہ ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور وہ کون سا پردہ ہے جس سے اس کی ترقی رکی ہوئی

ہے پس وہ تمہارے گناہوں کو بھی پہچانتے ہیں، تمہارے ایمان کے درجوں کو، تمہارے نیک و بد سارے اعمال کو، تمہارے اخلاص اور نفاق کو بھی خوب پہچانتے ہیں۔ (منقول از ضیاء القرآن)

2۔علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "شَاهِدًا عَلٰی اُمَّتِکَ کہ آپ اپنی امت پر گواہی دیں گے۔ آپ نے اس تفسیر کی تائید میں یہ روایت پیش کی ہے:

اَخْرَجَ اِبْنُ الْمُبَارِکِ عَنْ سَعِیْدِ ابْنِ الْمُسَیِّبِ قَالَ لَیْسَ مِنْ یَوْمٍ اِلَّا وَیُعْرَضُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُمَّتُهٗ غُدْوَةً وَّعَشِیَّةً فَیَعْرِفُهُمْ بِسِیْمَاهُمْ وَکَذٰلِکَ یَشْهَدُ عَلَیْهِمْ

عبداللہ ابن مبارک نے حضرت سعید بن مسیب سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت ہر روز صبح و شام آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پیش کی جاتی ہے اور آپ ہر فرد کو اس کے چہرہ سے پہچانتے ہیں اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان پر گواہی دیں گے۔ (مظہری)

3۔علامہ ابن کثیر اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

فَقَوْلُهٗ شَاهِدًا عَلَی اللّٰهِ بِالْوَحْدَانِیَّةِ وَاَنَّهٗ لَا اِلٰهَ غَیْرُهٗ وَعَلَی النَّاسِ بِاَعْمَالِهِمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کی توحید کے گواہ ہیں اس کے بغیر اور کوئی معبود نہیں اور قیامت کے روز لوگوں کے اعمال پر گواہی دیں گے۔ (تفسیر ابن کثیر)

4۔علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

شَاهِدًا عَلٰی مَنْ بُعِثْتَ اِلَیْهِمْ تُرَاقِبُ اَحْوَالَهُمْ وَتُشَاهِدُ اَعْمَالَهُمْ وَتُؤَدِّیْهَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَدَاءً مَّقْبُوْلًا فِیْ مَا لَهُمْ وَمَا عَلَیْهِمْ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گواہی دیں گے اپنی امت پر کیونکہ حضور ان کے

احوال کو دیکھ رہے ہیں اور ان کے اعمال کا مشاہدہ فرما رہے ہیں اور روز قیامت ان کے حق میں یا ان کے خلاف گواہی دیں گے۔

آگے چل کر علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ صوفیائے کرام نے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَدِ اطَّلَعَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَعْمَالِ الْعِبَادِ فَنَظَرَ اِلَیْھَا لِذٰلِکَ اُطْلِقَ عَلَیْہِ شَاھِدٌ (روح المعانی)

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بندوں کے اعمال پر آگاہ فرما دیا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا ہے اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شاہد کہا گیا۔

اس قول کی تائید میں علامہ آلوسی نے مولانا جلال الدین رومی کا یہ شعر نقل کیا ہے۔

در نظر بودش مقامات العباد
زاں سبب نامش خدا شاہد نہاد

"بندوں کے مقامات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ میں تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کا اسم پاک شاہد رکھا ہے یہ لکھنے کے بعد علامہ موصوف فرماتے ہیں۔

فَتَاَمَّلْ وَلَا تَغْفَلْ

اس بیان کردہ حقیقت میں غور وفکر کرو اور غفلت سے کام نہ لو۔

مولانا شبیر احمد عثمانی نے اس مقام پر جو حاشیہ لکھا ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے لکھتے ہیں۔ "اور محشر میں بھی امت کی نسبت گواہی دیں گے کہ خدا کے پیغام کو کس نے کس قدر قبول کیا۔" الغرض یہ وہ تمام ابدی صداقتیں جنہیں انسان سمجھنے سے قاصر ہے اور عالم غیب کی وہ تمام حقیقتیں جو عقل وخرد کی رسائی سے ماورا ہیں ان سب کی سچائی کے آپ گواہ ہیں۔ (ضیاء النبی شریف جلد 5)

جہاں یہ آیت کریمہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ کو بیان کر رہی ہے وہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر وناظر ہونے پر بھی دلالت کر رہی ہے اس لیے یہ

سمجھنا ضروری ہے کہ حاضر و ناظر کیا ہے۔ اور اس میں اہل السنت والجماعت کا عقیدہ کیا ہے؟

اہل السنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر بھی ہیں اور ناظر بھی ہیں آپ کس طرح حاضر و ناظر ہیں؟ اس کی وضاحت حضرت علامہ احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ اس طرح فرماتے ہیں کہ لغوی معنی کے اعتبار سے ان الفاظ کی نسبت بغیر کسی تاویل کے اللہ کی طرف کرنا جائز نہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں حاضر و ناظر کے الفاظ نہیں ہیں آپ فرماتے ہیں کہ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی نورانیت اور روحانیت کے اعتبار سے تخلیق کائنات کی ابتدا کی حقیقت سے لے کر نفخ اولی تک عالم کے ہر ہر ذرہ میں موجود ہیں اور آپ کا ظاہری جسد اطہر صرف ایک ہی مقام پر موجود ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے جو لفظ حاضر و ناظر بولا جاتا ہے اس کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ظاہری جسد اطہر کے ساتھ ہر جگہ اور ہر ایک کے پاس موجود ہیں بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ جس طرح روح اپنے بدن کے ہر جزو میں موجود ہوتی ہے اسی طرح روح سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقت منورہ ذرات عالم کے ہر ذرہ میں جاری و ساری ہے جس کی بناء پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی روحانیت اور نورانیت کے ساتھ بیک وقت متعدد مقامات پر تشریف فرما ہوتے ہیں اور اللہ والے اکثر و بیشتر بحالت بیداری اپنی جسمانی آنکھوں سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جمال مبارک کا مشاہدہ کرتے ہیں اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی انہیں رحمت و نظر عنایت سے مسرور و محظوظ فرماتے ہیں گویا

"حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنے غلاموں کے سامنے ہونا سرکار کے حاضر ہونے کے معنی میں ہے اور انہیں نظروں سے دیکھنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ناظر ہونے کا مفہوم ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ اور نور نبوت سے یہ امر بعید نہیں کہ آن واحد میں مشرق و مغرب، شمال و جنوب، تحت و فوق تمام جہات و امکنہ، بعیدہ متعددہ لاتعد ولا تحصیٰ میں اپنے وجود مقدس بعینہ یا جسم مثالی کے ساتھ تشریف فرما ہو کر اپنے

مقربین کو اپنے جمال کی زیارت اور نگاہ کرم کی رحمت و برکت سے سرفراز فرمائیں اور عاشقان دلفگاراں کو راحت و سکون بخشیں۔" (مقالات کاظمی ص 115)

اسی طرح اس کی تائید اور تصدیق اس حدیث پاک سے بھی ہوتی ہے جس کو مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے بحوالہ مصنف عبدالرزاق، نشر الطیب کے صفحہ اول پر ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تخلیق کائنات کی ابتدا کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰهُ نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نُّوْرِہٖ یَاجَابِرُ

اے جابر! تمام کائنات کی تخلیق سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا ہے۔

مذکورہ بالا حدیث شریف میں نُوْرِہٖ سے پہلے مِنْ کا لفظ ہے جو متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے ان میں سے ایک معنی یہ ہے کہ یہ لفظ "بعض" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے بعض لوگ عوام الناس کو مغالطہ دینے کے لیے یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ سمجھا جائے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور کی تخلیق اللہ کے نور سے ہوئی ہے تو لازم آئے گا کہ اللہ کا نور تجزی کو قبول کرتا ہے حالانکہ یہ عقیدہ رکھنا کفر اور شرک ہے اس لیے یہ وضاحت ضروری ہے کہ یہاں مِنْ بعضیہ نہیں ہے بلکہ شرافت و کرامت اور عظمت ظاہر کرنے کے لیے ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ کہ میں نے آدم علیہ السلام میں اپنی روح پھونکی میں مِنْ بعضیہ نہیں بلکہ شرافت و کرامت ظاہر کرنے کے لیے ہے۔

اس اختصار کی تفصیل یہ ہے کہ روحانیت، نورانیت اور حقیقت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے قرب و بعد مکانی یکساں ہے کیونکہ عالم تخلیق زمان اور مکان کی قید سے مقید ہوتا ہے لیکن عالم امران قیود سے پاک ہے جس کو اہل علم خوب جانتے ہیں۔ مثلاً عزرائیل علیہ السلام کا تعلق عالم امر سے ہے اس لیے وہ بیک وقت مختلف مقامات سے بے شمار ارواح قبض کرتے ہیں تو جب ایک فرشتہ جو شان اور مقام کے اعتبار سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم سے کمتر ہے اس میں یہ طاقت ہے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اور عظمت اس سے کہیں بلند و بالا ہے تو وہ بیک وقت متعدد مقامات تشریف فرما کیوں نہیں ہو سکتے۔ یہ صرف اہل السنت والجماعت کا نظریہ ہی نہیں بلکہ علماء دیوبند کے اکابرین کا بھی یہی عقیدہ ہے ان کے پیرومرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب شمائل امدادیہ میں ذکر فرماتے ہیں کہ عالم خلق مقید بازمان ومکان ہے لیکن عالم امر ان دونوں سے پاک ہے۔

(شمائل امدادیہ مطبوعہ لکھنؤ)

تو چونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقت اور روحانیت کا تعلق عالم امر سے ہے عالم خلق سے نہیں جس پر درج ذیل حدیث طیبہ صراحتاً دلالت کرتی ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

كُنْتُ نَبِيًّا وَادَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ اَوْ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ اَوْ لَمُنْجَدِلٌ بَيْنَ طِيْنِهٖ

میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام کا خمیر ابھی پانی اور مٹی میں تھا یا وہ روح اور جسد کے درمیان تھے یا ان کا خمیر ابھی گوندھا جا رہا تھا۔

حضرت شاہ محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جن کے متعلق مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے وضاحت کی ہے کہ وہ حضوری تھے یعنی اکثر اوقات عالم بیداری میں انہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوتا تھا وہ اپنی کتاب اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کی ج 1 ص 401 میں رقمطراز ہیں اور اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

پس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درحین تعلیم امت نیز ہمہ لفظ اصل گذاشت تا ایشاں رانند گرآں حال کردو نیز آں ہمیشہ نصب العین مومناں وقرۃ العین عابداں است درجمیع احوال واوقات خصوصاً درحالت عبادت وآخر آں کہ وجود نورانیت وانکشاف دریں محل بیشتر وقوی تر است وبعضے از عرفاء گفتہ اند کہ ایں خطاب جہت سریان حقیقت محمدیہ

است درذرائر موجودات وافراد ممکنات پس آنحضرت درذات مصلیاں موجود وحاضر است پس مصلی رابایدکہ ازیں معنیٰ آگاہ باشد وازیں شہود غافل نہ بودتا بانوار قرب واسرار معرفت متنور وفائز گردد۔

یعنی حقیقت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام موجودات کے ذرات اور ممکنات کے افراد میں جاری وساری ہے۔

اہل حدیث کے امام مولانا صدیق حسن بھوپالی صاحب، حضرت محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح بلوغ المرام کے ص 240 پر یہی لکھتے ہیں اوراس کے بعد یہ وضاحت کرتے ہیں

در راہ عشق مرحلہ قرب و بعد نیست

می بینمت عیاں و دعا می فرستمت

یعنی عشق کی راہ میں قرب ہی قرب ہے اور دوری بھی قریب ہے کہ میں تجھے ظاہر دیکھتا ہوں اور تیری بارگاہ میں التجا کرتا ہوں۔

اسی طرح علامہ عبدالحیی لکھنوی صاحب سعایہ جلد ثانی کے ص 227 تا 228 پر اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اِنَّ الْحَقِیْقَۃَ الْمُحَمَّدِیَّۃَ کَاَنَّھَا سَارِیَۃٌ فِیْ کُلِّ وَجُوْدٍ وَّحَاضِرَۃٌ فِیْ بَاطِنِ کُلِّ عَبْدٍ

بے شک حقیقت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر وجود میں جاری وساری ہے اور ہر بندے کے باطن میں حاضر وموجود ہے۔

اسی طرح حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اِنَّہٗ لَا یُفَارِقُ حَضْرَۃَ اللّٰہِ اَبَدًا فَیُخَاطِبُوْنَہٗ بِالْمُشَافَھَۃِ

آپ کبھی بھی بارگاہ خداوندی سے جدانہیں ہوئے اس لیے وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بالمشافہ سلام کرتے ہیں۔(کتاب المیزان ص 145 مطبوعہ مصر)

حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی شہرہ آفاق تصنیف فتح الباری شرح صحیح بخاری میں طویل

بحث کے بعد فرماتے ہیں کہ نمازی جب تشہد پڑھتے ہوئے اَلسَّلام عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ پر پہنچے تو خیال کرے فَاِذَا الْحَبِیْبُ فِیْ حَرَمِ الْحَبِیْبِ حَاضِرٌ فَاَقْبَلُوْا عَلَیْهِ قَائِلِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

(فتح الباری شرح صحیح بخاری مطبوعہ مصر ج 2 ص 250)

یعنی جب نمازی اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ...... الخ پڑھے تو خیال کرے کہ حرم حبیب میں حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر ہے یعنی دربار خداوندی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلوہ گر ہیں لہٰذا نمازی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ کہے۔

بعینہ اسی طرح عمدۃ القاری ص 111 جلد 6 مواہب اللدنیہ ج 2 ص 230، زرقانی ص 269 ج ہفتم، فتح الملہم ص 143 ج 2 اور اوجز المسالک ص 265 ج 1 پر بھی یہی ہے مؤخر الذکر دونوں کتابیں اکابر علماء دیوبند کی ہیں جب یہ تمام محدثین، فقہاء اور علماء بیک زبان کہہ رہے ہیں کہ ہر نمازی تشہد میں روحانیت حقیقت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر جان کر سلام عرض کرے ورنہ صیغہ خطاب سے سلام کرنے کا کوئی معنی باقی نہیں رہتا امید ہے کہ مذکورہ بالا تصریحات سے اہل السنت والجماعت کے مسلک کی حقیقت منکشف ہو گئی ہو گی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں ورنہ بے شمار علماء کے اقوال پیش کیے جا سکتے ہیں۔

مذکورہ نظریہ کے خلاف عقیدہ رکھنے والوں کے دلائل اور ان کے جواب

• جو لوگ مذکورہ بالا عقیدہ کے مخالف ہیں وہ عموماً درج ذیل آیات سے دلیل قائم کرتے ہیں اس لیے اختصار کے ساتھ ان کا ذکر کرنا بھی فائدہ سے خالی نہ ہو گا۔

وہ جس آیت طیبہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر نہ ہونے کی دلیل بناتے ہیں اس آیت کا جواب یہ ہو گا کہ ہم نے شاہد کا جو معنی بیان کیا ہے اگر آپ اس پر غور کرتے تو یہ خلش آپ کے ذہن میں پیدا نہ ہوتی کیونکہ شاہد کا معنی صرف موقع پر موجود ہونا ہی ضروری نہیں بلکہ جو نگاہ بصیرت سے دیکھ رہا ہو وہ بھی شاہد ہو سکتا تو اس کا معنی یہ ہو گا کہ آپ اگرچہ

جسم کے لحاظ سے موجود نہ تھے لیکن نور بصیرت سے دیکھ رہے تھے۔ یہ آیت کریمہ اہل السنت والجماعت کے مسلک کے خلاف نہیں کیونکہ اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی روحانیت اور نورانیت کے اعتبار سے اس دنیا میں ظاہری وجود کے ساتھ تشریف لانے سے پہلے عالم امر میں کائنات کے ہر ہر ذرہ میں موجود اور حاضر و ناظر تھے۔ اور اس دنیا میں تشریف لانے کے بعد آپ اپنے ظاہری وجود اطہر کے ساتھ صرف ایک جگہ موجود ہیں اور علم اور نظر کے اعتبار سے آپ پوری کائنات کا مشاہدہ فرما رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ آپ کے سامنے سے تمام ظاہری حجابات اور پردے دور فرما دیے ہیں اور وہ آپ کی چشم بینا کے لیے رکاوٹ کا باعث نہیں بنتے۔ جن پر قرآن کریم کی آیات اور احادیث طیبہ صراحتاً دلالت کرتی ہیں جن کی تفصیلات آپ اوپر مشاہدہ فرما چکے ہیں۔

وہ لوگ جو حضور علیہ السلام کے حاضر و ناظر ہونے کے قائل نہیں وہ درج ذیل آیت یا اسی قسم کی دوسری آیات سے دلیل قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں ہم ان کے اس استدلال کا انصاف کے ساتھ جائزہ لیتے ہیں اور ان کی اس غلط فہمی کا علماء محققین کی آراء کے مطابق ازالہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ

یعنی جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا کرنے کا فیصلہ فرمایا تو آپ نہ ان کے غربی جانب تھے اور نہ ہی وہاں جسمانی طور پر حاضر لوگوں میں سے تھے۔

اسی قسم کی دوسری آیات طیبات ہیں مثلاً فرمایا:

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ

ان آیات کا مطلب اور مفہوم یہ ہے کہ جب کفار نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق اس خیال کا اظہار کیا کہ آپ یہ قرآن پاک اپنی طرف سے گھڑ کر سناتے ہیں اور وہ واقعات جو آپ من وعن صحیح صحیح بیان کرتے ہیں وہ کسی کاہن سے سن لیتے ہیں اور یہ غیب کی

خبریں دینا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ان الزامات کی تردید کے لیے یہ آیات طیبات نازل فرمائیں کہ آپ ظاہری جسمانیت کے اعتبار سے اس وقت ان مقامات پر نہ تھے بلکہ ہم نے بذریعہ وحی ان واقعات اور اخبار سے آگاہ فرمایا ہے گویا ان آیات طیبات میں آپ کے ظاہری جسم کے ساتھ موجود نہ ہونے کو بیان کیا گیا ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ روحانیت اور نورانیت کے اعتبار سے بھی وہاں موجود نہ تھے کیونکہ ہمارے نزدیک آپ کے حاضر و ناظر ہونے کا مطلب صرف یہ نہیں کہ آپ ہر جگہ پر جسمانی اعتبار سے موجود ہوں جس طرح اس کی وضاحت اس سے پہلے کر دی گئی ہے اگر آپ شاہد کے معنی میں غور و فکر کرتے جو اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے تو آپ کے ذہن میں یہ خلش پیدا نہ ہوتی کیونکہ شاہد کا معنی موقع پر صرف جسمانی اعتبار سے ہی موجود ہونا ضروری نہیں بلکہ جو نگاہ بصیرت سے دیکھ رہا ہو وہ بھی شاہد ہوتا ہے۔ تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ اگرچہ آپ جسمانی اعتبار سے وہاں موجود نہ تھے لیکن نور بصیرت سے ان واقعات و حالات کا مشاہدہ کر رہے تھے۔

قرآن کریم صرف تراجم دیکھ لینے سے سمجھ نہیں آتا اور نہ ہی اپنی من گھڑت تفسیر کے ساتھ اس میں بیان کردہ اسرار و رموز پر آگاہی حاصل کی جا سکتی ہے بلکہ اس کے لیے لغت عرب، احادیث طیبہ اور اسلاف کی تفاسیر دیکھنے کی از حد ضرورت ہوتی ہے ورنہ یہ قرآن پاک جو سراپا ہدایت ہے گمراہی کا باعث بن جاتا ہے اور انسان يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا کا مصداق بن جاتا ہے اس لیے مناسب یہ ہے کہ ہم اسلاف کی تفاسیر کی طرف رجوع کریں اور یہ دیکھیں کہ انہوں نے ان آیات کا کیا معنی سمجھا ہے اور کس طرح اس کی وضاحت فرمائی ہے تفسیر صاوی میں اسی آیت کے تحت علامہ صاوی کی تحقیق ملاحظہ فرمائیں آپ بیان کرتے ہیں:

وَهٰذَا بِالنَّظْرِ لِلْعَالَمِ الْجِسْمَانِيِّ لِاِقَامَةِ الْحُجَّةِ لِلْخَصْمِ وَاَمَّا بِالنَّظْرِ لِلْعَالَمِ الرُّوْحَانِيِّ فَهُوَ حَاضِرٌ رِسَالَةَ كُلِّ رَسُوْلٍ وَّمَا وَقَعَ لَهٗ مِنْ لَّدُنْ اٰدَمَ اِلٰى اَنْ ظَهَرَ لِجِسْمِهٖ

الشَّرِيْفِ وَلٰكِنْ لَّا يُخَاطَبُ بِهٖ اَهْلُ الْعِنَادِ (تفسیر صاوی)

یہ عالم جسمانی کے اعتبار سے ہے تا کہ خصم پر حجت قائم ہو جائے لیکن عالم روحانی کے اعتبار سے آپ ہر رسول کو رسالت عطا کرتے وقت اور ہر اس واقعہ کے پاس موجود تھے جو آدم علیہ السلام سے لے کر آپ کے ظاہری جسد اطہر تک وقوع پذیر ہوئے۔

شاہ محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حاشیہ اخبار الاخیار میں موجود ہے:

باچندیں اختلاف و کثرت مذاہب کے در علماء امت است یک کس دریں مسئلہ خلاف نیست کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز وتوہم تاویل دائم وباقیست براعمال امت حاضر وناظر است۔

اس اختلاف وکثرت مذاہب کے باوجود جو علماء امت میں ہے اس مسئلہ میں کسی کو بھی اختلاف نہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقی زندگی کے ساتھ بغیر تاویل و مجاز کے احتمال کے دائم، زندہ اور باقی ہیں اور امت کے احوال پر حاضر وناظر ہیں۔

(اخبار الاخیار از شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ حاضر وناظر کس اعتبار سے اور کہاں تک ہیں اس کا جواب بھی ہم قرآن کریم کی آیات سے تلاش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا

بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندۂ خاص پر فرقان نازل فرمایا تا کہ وہ سارے جہانوں کو ڈرانے والے ہو جائیں۔

اور دوسرے مقام پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ

اور ہم نے آپ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

ان دونوں آیات میں العالمین کا لفظ قابل غور ہے یہ جمع مذکر سالم کے وزن پر معرف

باللام ہے اور جب جمع مذکر سالم پر الف لام داخل ہو جائے تو وہ جمع قلت کے اوزان سے نکل کر جمع کثرت کے اوزان میں شامل ہو جاتی ہے اور جمع کثرت کے لفظ کا اطلاق غیر محدود افراد پر ہوتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ ان آیات میں عالم کے غیر محدود افراد مراد ہیں لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت صرف آپ کے زمانہ اور آپ کے بعد آنے والے عالمین کے لیے ہی نہیں ہوگی بلکہ اس سے مراد وہ تمام جہان ہوں گے جو رب العالمین سے مراد ہوں گے لہٰذا جن عالموں کے لیے اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے اعتبار سے رب ہے ان تمام کے لیے اللہ تعالیٰ کے بنانے سے آپ نذیر اور رحمت ہوں گے لہٰذا اس میں آپ کی تشریف آوری سے قبل اور بعد کے سارے جہان داخل ہیں۔ کیونکہ حضور کی نبوت اور رسالت تمام عالمین کے لیے ہے جیسے آپ نے خود فرمایا:

اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَآفَّۃً

میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

لہٰذا ان تمام کے لیے آپ حاضر و ناظر ہی ہوں گے یعنی جسد اطہر کے ساتھ ظہور پذیر ہونے سے پہلے نورانیت اور روحانیت کے اعتبار سے عالم امر میں آپ حاضر و ناظر تھے اور اس جہاں میں تشریف فرما ہونے کے بعد آپ جسمانی اعتبار سے ہر جگہ حاضر و ناظر اور شاہد ہیں۔

اگرچہ اس ضمن میں علماء محققین کے اور اقوال بھی نقل کیے جا سکتے ہیں لیکن اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس دعا کے ساتھ اسی پر اکتفا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطہ سے اس ناقص کوشش کو قبول فرمائے اور لوگوں کی ہدایت کا باعث بنائے آمین ثم آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّاَصْحَابِہٖ وَ اَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰاحِمِیْنَ وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ

بتیسواں وعظ

خیانت اور اس کی سزا

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام میں خیانت نہ کرو اور نہ ہی آپس میں ایک دوسرے کی امانتوں میں خیانت کرو۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ تم خیانت کر رہے ہو اور (خبردار!) جان لو کہ بے شک تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں یعنی یہ گناہ اور عذاب اور آزمائش میں مبتلا کرنے کا سبب ہیں اس لیے ان کی محبت کی وجہ سے خیانت نہ کیا کرو اور بے شک اللہ تعالیٰ کے پاس عظیم اجر ہے (ہر اس آدمی کے لیے جو مال و دولت پر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو ترجیح دیتا ہے اور اس کی حدود کی حفاظت کرتا ہے)۔

شانِ نزول

ان آیات طیبات کے نزول کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کے یہودیوں کی غداری کی وجہ سے ان کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا اور یہ محاصرہ اکیس راتوں تک جاری رہا اس کے بعد بنو قریظہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بارگاہ میں سفارت بھیجی اور عرض کی کہ ہمارے ساتھ بھی انہیں شرائط پر مصالحت کر لی جائے

بحن پر ہمارے بھائیوں بنونضیر کے ساتھ صلح کی گئی ہے تو ہم سرزمین شام کی طرف ریحا اور اذراعات کی طرف چلے جائیں گے تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی سرکشی کی وجہ سے یہ پیش کش ٹھکرا دی۔ اور جب انہوں نے اصرار کیا اور انصار میں سے بھی بعض نے ان کے ساتھ مصالحت کرنے کا مشورہ دیا تو آپ نے فرمایا کہ یہودیوں سے کہو کہ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ثالث بنا لیتے ہیں جو وہ فیصلہ کریں گے۔ اسی کے [illegible] مطابق عمل ہوگا۔ تو یہود نے اس سے انکار کیا۔ اور یہ کہا کہ ہماری طرف ابولبابہ مروان بن منذر کو بھیجا جائے کہ ہم ان سے مشورہ کرلیں۔ چونکہ ابولبابہ کے اہل وعیال اور مال و دولت یہودیوں کے پاس تھا تو ان کے کہنے پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابولبابہ کو ان کی طرف بھیج دیا۔ تو انہوں نے ابولبابہ سے کہا کہ آپ ہمیں یہ بتائیں کہ کیا ہم سعد کو اپنا ثالث مان لیں اور قلعہ سے نیچے اتر کر حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں تو انہوں نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ تمہیں ذبح کرنے کا حکم دے دیں گے۔ اور ابولبابہ کا یہودیوں کو اشارتاً یہ بتانا اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خیانت تھی۔ فوراً ہی ابولبابہ کو اس کا احساس ہوا۔ ازحد شرمندہ ہوئے اور ان کے پاؤں لڑکھڑانے لگے اور کہنے لگے کہ میں تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خیانت کر چکا ہوں تو اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی تو ابولبابہ نے اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ جکڑ لیا اور کہا خدا کی قسم نہ میں کھانا کھاؤں گا اور نہ ہی پانی نوش کروں گا۔ یہاں تک کہ میں مر جاؤں یا میری توبہ قبول ہو جائے اور وہ اسی طرح سات دن تک ستون کے ساتھ جکڑے رہے یہاں تک کہ مدہوش ہو کر زمین پر گر پڑے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی تو انہیں کہا گیا کہ اب تیری توبہ قبول ہو چکی ہے تو اپنے آپ کو ستون سے کھول لے تو ابولبابہ نے کہا ہرگز نہیں خدا کی قسم میں اپنے آپ کو اس ستون سے نہیں کھولوں گا یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود اپنے ہاتھوں سے مجھے نہیں کھول دیتے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے اپنے دست

مبارک سے اسے کھول دیا وہ کہنے لگے کہ میری توبہ اس وقت مکمل ہو گی جب میں اپنا وہ گھر؛ جس کی وجہ سے مجھ سے خیانت کا گناہ سرزد ہوا، چھوڑ نہیں دیتا اور اپنے مال سے دستبردار نہیں ہو جاتا چنانچہ اس نے اپنا مال اور گھر حضور کی بارگاہ میں پیش کر دیا لیکن آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس جائیداد کا تیسرا حصہ اللہ کے راستے میں خرچ کرنا تیرے لیے کافی ہے۔ سارا مال صدقہ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا۔

خیانت ایک بہت بڑا جرم ہے اور معاشرہ کے بگاڑ میں ایک ناسور کی حیثیت رکھتا ہے محبت والفت کو ختم کر دیتا ہے امانت میں خیانت کرنے کا صرف یہ مطلب نہیں کہ آپ کسی کے پاس کوئی چیز رکھیں اور وہ جوں کی توں آپ کی طرف نہ لوٹائے اور اس میں ذاتی تصرف کرے بلکہ اس کا مفہوم وسیع تر ہے عبادات کو صحیح ادا نہ کرنا فرائض میں کوتاہی کرنا اپنی ذمہ داریوں کو صحیح ادا نہ کرنا وغیرہ یہ سب خیانت کے زمرہ میں داخل ہیں اور اس کی سزا بھی بڑی سنگین ہے جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوۂ خیبر میں خیبر کی فتح کے بعد واپس پلٹے تو ایک آدمی نے مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے سونے کے دو چھوٹے چھوٹے منکے اپنے سامان میں چھپا لیے اور وہ فوت ہو گیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا جاؤ تم جا کر اس کی نماز جنازہ پڑھ دو میں اس میں شریک نہیں ہوں گا صحابہ کرام بے چین ہو گئے مگر آپ کے فرمان پر عمل کیا اور اس کی نماز جنازہ پڑھ کر اسے دفن کر دیا جب اس کا سامان کھولا گیا تو اس کے سامان سے سونے کے وہی دو منکے برآمد ہوئے جس سے اس کی خیانت ثابت ہو گئی تو معلوم ہوا کہ خیانت کرنا کتنا سنگین جرم ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بار بار یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ خیانت کرنا ایمان کے بھی منافی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَۃَ لَہ

جو امین نہیں اس کے ایمان کا کوئی اعتبار نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم سے خیانت کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرائض کو ترک کر دیا جائے اور ان کو اس طرح ادا نہ کیا جائے جس طرح انہیں ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خیانت کا یہ مطلب ہے کہ آپ کی سنت کے مطابق عمل نہ کیا جائے اور اس سے سرتابی کی جائے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اے لوگو! خوب سمجھ لو اللہ تعالیٰ کا دین اور شریعت امانت ہے اس کے فرائض کی ادائیگی اور حدود کی پابندی کا تمہیں امین بنایا گیا ہے پس ان کو عملی جامہ نہ پہنا کر اور حدود کی حفاظت نہ کر کے خیانت مت کرو۔ (تفسیر مظہری)

سنت پر عمل کرنے کا حکم

چونکہ سنت پر عمل کرنا دین کا جز ہے اور اس پر عمل نہ کرنا خیانت کا ارتکاب ہے اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی اہمیت اپنے ارشادات گرامیہ کے ساتھ خوب واضح فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ مِنْ بَعْدِيْ عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ اَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

اے لوگو! میری سنت اور خلفاء راشدین، جو ہدایت یافتہ ہیں، کی سنت کو میرے بعد مضبوطی سے پکڑ لو۔ اور اس پر عمل کرو اور اس پر اس طرح مضبوطی سے عمل کرو جس طرح کسی چیز کو دانتوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑ لیا جاتا ہے۔

خلفاء راشدین سے مراد سیدنا حضرت صدیق اکبر، سیدنا فاروق اعظم، سیدنا عثمان ابن عفان اور سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

سنت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں میری سنت اسی طرح بوسیدہ سمجھی جائے گی جس طرح بدنوں پر کپڑا بوسیدہ ہو جاتا ہے اور اس زمانہ میں کئی لوگ ایسے پیدا ہوں گے جو دینی معاملات میں

اپنی رائے سے نئی نئی بدعتیں گھڑلیں گے اس وقت جو آدمی میری سنت کی اتباع کرے گا اسے اکیلا اور اجنبی سمجھا جائے گا۔ اور جو لوگ بدعتیوں کی بدعت پر عمل کریں گے ان کے بہت سے ہم نوا اور دوست ہوں گے تو صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم کیا ہمارے بعد کوئی ایسا آدمی بھی ہوگا جس کے اعمال افضل ہوں گے تو آپ نے فرمایا کیوں نہیں تو انہوں نے عرض کی اے اللہ کے محبوب! صلی اللہ علیک وسلم کیا انہیں آپ کا دیدار نصیب ہوا ہوگا تو آپ نے فرمایا ایسا نہیں پھر عرض کی کیا ان پر وحی نازل ہوگی آپ نے فرمایا نہیں کیونکہ میرے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اور کسی پر وحی نازل نہیں ہوگی تو انہوں نے عرض کی تو اس زمانے میں وہ کیسے زندگی بسر کریں گے آپ نے فرمایا جس طرح پانی میں نمک ہوتا ہے اور ان کے دل اسی طرح اللہ تعالیٰ کے خوف سے اور بے حیائی کے پھیلنے سے پگھل رہے ہوں گے جس طرح نمک پانی میں پگھل جاتا ہے تو انہوں نے عرض کی وہ زندگی کیسے بسر کریں گے فرمایا جس طرح کیڑا سرکہ میں زندگی بسر کرتا ہے تو صحابہ کرام نے پھر عرض کی کہ وہ اپنے دین کی حفاظت کس طرح کریں گے تو آپ نے فرمایا جس طرح ہاتھ میں آگ کی انگاری ہوتی ہے اگر وہ اس انگاری کو نیچے رکھے تو بجھ جاتی ہے اور اگر اس کو پکڑ لے تو اس کے ہاتھ کو جلا دیتی ہے اور یہ لوگ میری سنت کے مطابق عمل کرنے والے ہوں گے۔ (درۃ الناصحین)

اے لوگو! اس موجودہ زمانہ میں آپ غور و فکر کریں گے تو تمہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف سچ دکھائی دے گی۔ اس لیے ہمیں آپ کے اس قول سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

سنتوں کی تعداد اور ان کا ثواب

ہر وہ فعل جو فرض نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کا نبی اس پر عمل پیرا ہو تو اسے سنت کہتے ہیں سنت پر عمل کرنے کی اہمیت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کے ساتھ واضح ہو جاتی ہے اور سنتیں تین ہیں۔ 1۔ قولی۔ 2۔ فعلی۔ 3۔ تقریری۔ اور آپ نے فرمایا:

مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِیْدٍ

جس نے اس وقت میری سنت کو مضبوطی سے پکڑ لیا جب میری امت میں فساد برپا ہوگا۔ تو اسے ایک سو شہیدوں کا ثواب حاصل ہوگا۔

یعنی جب لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کی پرواہ نہیں کریں گے سنت پر عمل کرنے والوں کے ساتھ مزاح کریں گے نہ خود اس کے مطابق عمل کریں گے اور نہ ہی سنت پر عمل کرنے والوں کو اچھی نظروں سے دیکھیں گے تو ایسے زمانہ میں جو آپ کی سنت پر عمل پیرا ہوگا اسے اتنا اجر و ثواب حاصل ہوگا جتنا کہ سو شہید اپنا خون ناب اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے بہا کر حاصل کریں گے۔ مزید آپ نے ارشاد فرمایا دس ایسی سنتیں ہیں جن پر تمہارے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عمل کیا ان میں سے پانچ کا تعلق سر کے ساتھ ہے اور پانچ کا تعلق باقی جسم کے ساتھ ہے وہ پانچ سنتیں جن کا تعلق سر کے ساتھ ہے وہ یہ ہیں۔

1۔ مسواک کرنا۔ 2۔ کلی کرنا۔ 3۔ ناک میں پانی ڈال کر صاف کرنا۔ 4۔ لبوں کا تراشنا۔ 5۔ داڑھی بڑھانا۔ اور وہ پانچ جن کا تعلق جسم سے ہے وہ یہ ہیں۔

1۔ ختنہ کرنا۔ 2۔ زیر ناف بال تراشنا۔ 3۔ بغلوں کے بال صاف کرنا۔ 4۔ ناخن اتارنا۔ 5۔ استنجاء کرنا۔

ان مذکورہ بالا اعضاء میں سے ہر ایک عضو کو دھونا عبادت ہے۔ یہاں تک کہ ختنہ کروانا بھی عبادت ہے۔

• آدم علیہ السلام کا امانت کو قبول کرنا

وہ امانت جس کا بوجھ اٹھانے سے آسمانوں، پہاڑوں اور زمین نے معذوری ظاہر کر دی تھی اس کا بوجھ آدم علیہ السلام نے امانت پیش کرنے والے کو دیکھتے ہوئے قبول کر لیا تھا اور اس بوجھ کے اٹھانے پر اللہ تعالیٰ نے محبت اور پیار کی وجہ سے آدم علیہ السلام کو ظلوم اور جہول کہا تھا اس کو سیدی حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وضاحت کے ساتھ بیان کیا۔ میں یہاں آپ کے الفاظ ہی لکھ کر سعادت حاصل کرتا ہوں آپ فرماتے ہیں کہ

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے جب یہ امانت حضرت آدم علیہ السلام پر پیش کی تو آپ کی نظر اس وقت امانت پیش کرنیوالے پر تھی اور اس کے پیش فرمانے میں جو لذت وسرور تھا اس نے امانت کی گرانی کو نظروں سے اوجھل کر دیا تھا حضرت جنید فرماتے ہیں یقیناً لطف ربانی نے آدم علیہ السلام کی اس نیاز مندی اور ہمت سے خوش ہو کر فرمایا کہ اے آدم اٹھانا تیرا کام ہے اور اٹھانے کی توفیق دینا اور تیری حفاظت کرنا میرا کام ہے۔ اب صوفیائے کرام کا مسلک ملاحظہ فرمایئے۔ اس کی ترجمانی کا حق حضرت علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے ادا کیا ہے فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ آیت کا سیاق اس بات کا مقتضی ہے کہ یہاں جو امانت مذکور ہے اس سے وہ امانت مراد ہے جسے صرف انسان ہی اٹھا سکتا ہے اور کوئی مخلوق اسے اٹھانے کی ہمت نہیں رکھتی اگر اس امانت سے مراد احکام شرعیہ ہوں تو انسان کی خصوصیت نہیں بلکہ جن اور ملائکہ بھی مکلف ہیں۔ اس طرح ملائکہ کی افضلیت انسان پر لازم آئے گی، کیونکہ ان کی شان تو یہ ہے:

يُسَبِّحُونَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ۔ وہ دن رات تسبیح میں مصروف رہتے ہیں اور ذرا نہیں تھکتے اور انسان کی یہ حالت نہیں۔ اس لیے صوفیائے کرام نے امانت کی تفسیر نُوْرُ الْعَقْلِ اور نَارُ الْعِشْقِ سے کی ہے یعنی نور عقل استدلال کے ذریعے معرفت الٰہی حاصل کرتا ہے۔ اور عشق کی آگ حجابات کو جلا کر معرفت الٰہی تک پہنچاتی ہے

وَمِنْ ثَمَّ قَالَتِ الصُّوْفِيَةُ اَلْمُرَادُ بِالْاَمَانَةِ نُوْرُالْعَقْلِ وَنَارُ الْعِشْقِ يُحْصَلُ بِهٖ مَعْرِفَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى بِالْاِسْتِدْلَالِ وَنَارُ الْعِشْقِ يُحْصَلُ بِهَا مَعْرِفَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى سُبْحَانَهٗ بِحَرْقِ الْحُجُبِ

بے شک فرشتے بھی اس کے مکرم بندے ہیں لیکن ان میں سے ہر ایک کے لیے ایک مخصوص مقام ہے جس سے آگے وہ تجاوز نہیں کر سکتا اور سوز عشق کے باعث غیر متناہی

رجات تک ترقی کرتے جانا یہ حضرت انسان کی خصوصیت ہے۔

فَالتَّرَقِّيْ اِلَى الْمَرَاتِبِ الْغَيْرِ الْمُتَنَاهِيَةِ بِنَارِ الْعِشْقِ اِنَّمَا هُوَ مِنْ خَصَائِصِ الْاِنْسَانِ

اس کے بعد علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات سے جو نتیجہ میں نے اخذ کیا ہے وہ یہ ہے کہ امانت سے مراد وہ استعداد ہے جو اللہ تعالیٰ نے ماہیت انسانیہ میں ودیعت کی ہے جو تجلیات ذاتیہ دائمہ کو قبول کرتی رہتی ہے صالحین جن بھی عبادت و ریاضت سے ملائکہ کی صف میں شامل ہو جاتے ہیں۔ پھر بھی ان کے حصہ میں تجلیات صفاتی آتی ہیں تجلیات ذاتیہ کی اہلیت نہیں ہوتی یہ صرف اور صرف عاشق صادق کا ہی حصہ ہیں۔ (ضیاء القرآن)

حضرت عثمان بن حسن بن احمد الشاکر الخوبری اس امانت کے پیش کرنے کی اس طرح وضاحت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ میں نے آسمان و زمین اور پہاڑوں پر یہ امانت پیش کی تو انہوں نے اس کا بوجھ اٹھانے سے معذرت کی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تو اس امانت کو اس ثواب کے بدلہ میں قبول کرتا ہے جو اس امانت کو ادا کرنے سے آپکو حاصل ہوگا تو آدم علیہ السلام نے پوچھا اے میرے پروردگار وہ کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ وہ یہ ہے کہ اگر تو نیک عمل کرے گا تو تجھے اس کا دوگنا اجر عطا فرمایا جائے گا اور اگر تو غلط کام کرے گا تو اس کی سزا کا مستحق ہوگا تو آدم علیہ السلام نے اسے قبول کر لیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: تو نے میری پیش کش کو قبول کر لیا ہے اس لیے میں اس کی ادائیگی پر تیری مدد کروں گا۔ میں تیری آنکھوں کے لیے ایسا پردہ بناتا ہوں کہ جب تجھے کسی ناجائز چیز کے دیکھنے کا خدشہ لاحق ہو تو تو میرے عذاب کے ڈر سے اپنی آنکھوں کو اس پردہ کے ساتھ ڈھانپ لے اور میں تیری زبان کو دو ہونٹوں کے اندر رکھوں گا کہ جب تجھے غلط گفتگو کرنے کا خطرہ لاحق ہو تو میرے عذاب کے خوف سے تو اپنی زبان کا دروازہ بند کر لے میں تجھے دو کان عطا کرتا ہوں کہ جب

تجھے کسی نامناسب بات سننے کا خوف لاحق ہو تو انہیں اسکے سننے سے محفوظ کر لے اور میں تیری شرمگاہ کو ڈھانپنے کے لیے ایک لباس بناتا ہوں اگر تجھے اس کے ظاہر ہونے کا خطرہ لاحق ہو تو اس کو اس کے ساتھ ڈھانپ لے اور تو اپنے ہاتھوں کو حرام کام کرنے سے روکے رکھے۔ اور اپنے پاؤں کو ناجائز کام کی طرف جانے سے روک لے تو گویا یہ تمام اعضاء اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں اگر انہیں وہاں استعمال نہ کیا جائے جہاں ان کے استعمال کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے تو ان امانات میں خیانت ہوگی۔

حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب انسان کی شرمگاہ کو پیدا فرمایا اور اسے اس کے سپرد کر دیا تو فرمایا کہ یہ میری امانت ہے اس میں خیانت کا مرتکب نہ ہونا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ فرمان جس کو سہل ابن سعید رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ يَّضْمَنْ لِيْ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ اَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ

جو آدمی مجھے ان دو چیزوں کی ضمانت دے دے جو اس کے جبڑوں کے درمیان اور اسکی دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے تو میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں گا۔

ان سے مراد زبان اور شرمگاہ ہے۔ حقیقت میں یہی دونوں چیزیں فتنہ اور فساد کی جڑ ہیں جن کی حفاظت نہ کرنے کی وجہ سے قتل و غارت تک کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔ کسی پنجابی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

دو پتر اناراں دے

پھٹ مل ویندے بول نہ وسرن یاراں دے

عموماً درہم اور دینار یعنی سونا اور چاندی خیانت کا باعث بنتے ہیں۔ اور جو ان میں خیانت کرتا ہے وہ ہلاکت کے گڑھے میں جا گرتا ہے جس طرح وہب ابن منبہ نے روایت۔

کیا ہے۔ کہ جب درہم و دینار بنائے گئے تو ابلیس لعین نے ان دونوں کو پکڑ کر چوما اور اپنی آنکھوں پر لگایا اور کہنے لگا کہ جو آدمی حلال ذرائع سے حاصل کر کے ان کے ساتھ محبت کرے گا وہ بھی ہلاک اور برباد ہو جائے گا اور جو آدمی ان کو حرام ذرائع سے حاصل کر کے ان کے ساتھ محبت کرے گا وہ بھی ہلاک اور برباد ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ ان میں خیانت کرنے اور بخل کرنے کا مرتکب ہوگا اور ایسا آدمی ہلاک ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو امانات کی حفاظت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان میں خیانت کرنے سے محفوظ رکھے۔ (آمین ثم آمین)

وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاَصْحَابِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

وَمَا تَوْفِيْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ

تینتیسواں وعظ

عدل واحسان کا بیان

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

اَمَّابَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ

بے شک اللہ تعالیٰ ہر معاملہ میں انصاف کرنے اور ہر ایک کے ساتھ بھلائی اور اچھا سلوک کرنے اور رشتہ داروں کو عطا کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور برے کاموں اور سرکشی سے منع فرماتا ہے اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم نصیحت قبول کرو۔

قرآن کریم تمام کا تمام سراپا ہدایت ہے اس میں انسانی زندگی کے تمام گوشوں کے متعلق واضح ہدایات اور ارشادات موجود ہیں۔ قانون، سیاست، معاشیات، معاشرہ، اخلاق اور بین الاقوامی تعلقات غرضیکہ ہر وہ چیز جس کا تعلق انسانی زندگی کے ساتھ ہے اس کو قرآن کریم نے کھول کر بیان کر دیا ہے اور اس سے استفادہ ہر کوئی اپنی استعداد کے مطابق ہی کر سکتا ہے۔ یہ آیت طیبہ اعجاز و جامعیت کا ایک نمونہ ہے جسکو دیکھ کر بڑے بڑے دشمن بھی حیران ہو کر رہ گئے اور یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ مَا ھٰذَا کَلَامُ الْبَشَرِ۔ یہ کسی بشر کا کلام نہیں۔ حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب یہ آیت طیبہ ولید بن مغیرہ، جس کو قریش مکہ کا گل خنداں کہتے تھے، کو پڑھ کر سنائی تو اس نے عرض کیا یا ابْنَ اَخِیْ اَعِدْ۔ اے ۔ ے بھتیجے! ایک بار پڑھو۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے

دوبارہ پڑھا تو وہ دشمن اسلام اور منکر قرآن یہ کہنے پر مجبور ہو گیا:

وَاللّٰهِ اِنَّ لَهٗ لَحَلَاوَةً وَاِنَّ عَلَيْهِ لَطَلَاوَةً وَاِنَّ اَصْلَهٗ لَمُغْدِقٌ اَوْ مُوْرِقٌ وَاَعْلَاهُ لَمُثْمِرٌ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ بَشَرٍ

بخدا یہ تو بڑا شیریں کلام ہے اس کا ظاہر بڑا رنگین ہے، اس کا اصل گہرا اور پتوں والا ہے اور اس کی شاخیں پھلوں سے لدی ہوئی ہیں یہ کسی بشر کا کلام نہیں۔

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی جامع آیات میں سے یہ آیت جامع ترین ہے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی میں تمام کا تمام تقویٰ اور پرہیزگاری سمو کر رکھ دیا گیا ہے۔ اس آیت طیبہ میں تین اعمال کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور تین اعمال سے روکا گیا ہے اور یہ تینوں احکام ان تمام کے تمام اوامر کو شامل ہیں جن کے کرنے کا قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اور تین اعمال کرنے سے روکا گیا ہے یہ تمام نواہی کو شامل ہیں اسی وجہ سے ہر خطیب منبر پر کھڑے ہو کر اپنے خطبہ کے آخر میں اس آیت طیبہ کی تلاوت کرتا ہے۔ تا کہ اس کا وعظ تمام اوامر و نواہی کو شامل ہو جائے۔ وہ تین حکم جن کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ یہ ہیں:

1۔ عدل 2۔ احسان 3۔ قریبی رشتہ داروں کو مال عطا کرنا۔

اور جن تین کاموں سے روکا گیا ہے وہ یہ ہیں:

فحشاء، منکر، بغاوت

اور یہ چھ چیزیں انسانی زندگی کے تمام گوشوں کو شامل ہیں۔ اب ان میں سے ہر ایک کی الگ الگ وضاحت کی جاتی ہے۔

عدل

حضرت سفیان بن عیینہ کا قول ہے کہ یہاں عدل کا معنی یہ ہے کہ ظاہر اور باطن دونوں یکساں ہوں اور احسان کا مطلب ہے کہ باطن ظاہر سے بھی زیادہ پاک ہو بعض کے نزدیک اس کا معنی ہر معاملہ میں میانہ روی اختیار کرنا ہے خواہ وہ عقائد ہوں یا عبادات، اخلاق ہوں یا

معاملات۔ یعنی ہر ایک چیز میں افراط وتفریط سے دامن بچانا اور میانہ روی اور اعتدال کے راستہ پر گامزن رہنا عدل ہے۔

احسان

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول: اَلْعَدْلُ الْاِنْصَافُ وَ الْاِحْسَانُ التَّفَضُّلُ عدل، انصاف کرنا اور احسان، فضل وکرم ہے دوسرے علماء کے نزدیک اس کا معنی نیکی کرنا یا اچھے انداز میں کسی کام کو عملی جامہ پہنانا۔ خواہ اس کا تعلق اطاعت وفرمانبرداری کے ساتھ ہو یا عبادات کے ساتھ۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جب جبرائیل نے پوچھا:

مَا الْاِحْسَانُ قَالَ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ کَاَنَّکَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ یَرَاکَ

تو اپنے رب کی عبادت اس طرح کیا کر کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر مراقبہ کی یہ کیفیت تیرے اندر نہ پیدا ہو سکے تو کم از کم تو یہ یقین کر لے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

اِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی

رشتہ داروں کو اپنے مال سے عطا کرنا یعنی اپنے رشتہ داروں کے ساتھ ہر قسم کی صلہ رحمی کرنا یعنی ایسا نہ ہو کہ تم خود تو عیش وعشرت کی زندگی بسر کر رہے ہو اور تمہارے قریبی رشتہ دار نان شبینہ کے محتاج ہوں کیونکہ قریبی رشتہ دار احسان اور تبرُّع کے زیادہ حقدار ہیں اس لیے انکا ذکر فرما دیا حالانکہ تمام لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہے اسلام نے خاندانی کفالت کا جو قاعدہ مقرر کیا ہے اس پر صحیح طور پر عمل کیا جائے تو ہمارے معاشرے کی کئی مشکلات دور ہو جاتی ہیں یعنی وراثت کی شرعی انداز میں تقسیم وغیرہ

اَلْفَحْشَآءُ

اس کا معنی کُلُّ قَبِیْحٍ مِنْ قَوْلٍ وَّفِعْلٍ ہر وہ بات اور ہر وہ عمل جو قبیح ہو اسے فحشاء

سکتے ہیں علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ قوت شہوانیہ کی پیروی کرنے میں افراط کرنا فحشاء کہلاتا ہے۔ جیسے لواطت اور زنا کی وضاحت سے معلوم ہوا کہ اس کا مفہوم کتنا وسیع ہے ہر وہ چیز جس سے افراد یا قوم کے اخلاق بگڑنے کا اندیشہ ہو وہ اَلْفَحْشَاء کی تعریف میں داخل ہے۔

اَلْمُنْکَرُ

مَا اَنْکَرَهُ الشَّرْعُ بِالنَّهْيِ عَنْهُ: یعنی جس چیز کو شریعت نے ناپسند کیا ہو اور اسے کرنے سے روکا بھی ہو۔ امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اشتعال کی حالت میں جو کام کیا جائے اسے منکر کہتے ہیں۔

اَلْبَغْی

حد سے تجاوز کرنا۔ اس میں وہ تمام کام آجاتے ہیں جن میں حد سے تجاوز کرنا ہوتا ہے مثلاً تکبر، ظلم، حسد، غیبت، چوری اور زیادتی وغیرہ۔ سب اس میں داخل ہیں امام بیضاوی کے نزدیک جبر و تشدد کرنا، ان پر بالادستی قائم کرنا اور بغاوت کرنا وغیرہ یہ سب قوت وہمیہ کا نتیجہ ہیں۔ ان مذکورہ بالا احکام کی وضاحت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس طرح فرمائی ہے:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلٰثَةٌ ذُوْ سُلْطَانٍ مُقْسِطٌ مُتَصَدِّقٌ مُوَفَّقٌ وَرَجُلٌ رَحِیْمٌ رَقِیْقُ الْقَلْبِ لِکُلِّ ذِیْ رَحِمٍ مُسْلِمٍ وَعَفِیْفٌ ذُوْعِیَالٍ وَاَهْلُ النَّارِ خَمْسَةٌ اَلضَّعِیْفُ الَّذِیْ لَا زَبْرَلَهٗ عِنْدَ الشَّهَوَاتِ فَلَا یَرْتَدِعُ عَنْ حَرَامٍ وَالَّذِیْ هُمْ فِیْکُمْ تَبِعٌ لَا یَبْغُوْنَ اَهْلًا وَّلَا مَالًا وَالْخَائِنُ الَّذِیْ لَا یَخْفٰی لَهٗ طَمَعٌ وَاِنْ دَقَّ اِلَّا خَانَهٗ وَرَجُلٌ لَا یُصْبِحُ وَلَا یُمْسِیْ اِلَّا وَهُوَ یُخَادِعُکَ صَبَاحَهٗ وَمَسَاءَهٗ وَذَکَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی

الخمسة البخل والكذب والشنظير والفحاش.

(کذافی شرح المصابیح ابن مالک)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین قسم کے آدمی جنت کے مستحق ہوں گے:

1۔وہ عادل حاکم جو فقراء پر صدقہ کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کا اطاعت گزار ہو

2۔وہ رحم دل آدمی جو ہر قریبی اور دور کے مسلمان آدمی کے ساتھ دل میں شفقت، رحم اور محبت کے جذبات رکھنے والا ہو۔

3۔وہ آدمی جو صاحب اولاد ہو، پاکدامن ہو، حرام اور ناپسندیدہ چیزوں سے بچنے والا، اہل وعیال کی محبت پر اللہ کی محبت کو ترجیح دینے والا ہو اور اس کے احکام میں کوتاہی نہ کرنے والا ہو۔

آپ نے مزید فرمایا کہ پانچ آدمی دوزخ کے مستحق ہیں:

1۔وہ ضعیف اور کمزور آدمی جو اپنی خواہشات نفس پر نہ کنٹرول کرتا ہے اور نہ ہی اپنے آپ کو حرام فعل کے ارتکاب سے بچاتا ہے۔

2۔وہ آدمی جو بدکار ہو اور اسے آخرت کا عمل کرنے کی کوئی فکر نہ ہو اور نہ ہی اہل وعیال کی خواہش رکھتا ہو جس کی وجہ سے وہ نکاح نہیں کرتا اور بدکاری کا ارتکاب کرتا ہے۔اور اپنے ہاتھ سے حلال رزق کمانے کی کوشش نہیں کرتا اور حرام ہی کھاتا ہے۔

3۔وہ خیانت کرنے والا جو کسی چیز میں بھی اپنے لالچ کو مخفی نہیں رکھتا بلکہ اس میں خیانت کرتا ہے خواہ وہ تھوڑی ہی چیز کیوں نہ ہو یعنی ہر تھوڑی اور زیادہ چیز میں علانیہ خیانت کرتا ہو۔

4۔وہ آدمی جس کا کام صبح شام لوگوں کو دھوکا دینا ہے۔

5۔راوی کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پانچواں وہ آدمی ہے جس میں بخل، جھوٹ، بدخلقی اور فحش کلامی جیسی قبیحہ عادات پائی جاتی ہوں۔

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ عدل

حضرت امام قشیری قدس سرہ جو صوفیاء کرام میں ایک اہم مقام پر فائز تھے اور تصوف

کے متعلق بہت کچھ لکھا وہ فرماتے ہیں کہ جس عدل کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے اس کی تین صورتیں ہیں 1۔ان کے وہ معاملات جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہیں ان میں عدل قائم کرنا۔

2۔اپنی ذات کے ساتھ عدل کرنا۔3۔اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے درمیان انصاف کا ترازو برابر رکھنا۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ عدل

اللہ تعالیٰ کے ساتھ عدل قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ فرائض کو عملی جامہ پہنائے اور اپنے حقوق پر اللہ تعالیٰ کے حقوق یعنی عبادت کو ترجیح دے۔اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے خواہشات نفس کو قربان کردے۔تمام گناہوں سے اپنا دامن بچائے رکھے۔اور ہمیشہ اوامر کو عملی جامہ پہناتا رہے اور نواہی سے اجتناب کرتا رہے۔

اپنی ذات کے ساتھ عدل

اپنی ذات کے ساتھ عدل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان ہر اس کام سے اپنے آپ کو بچائے جو اس کو ہلاکت کے گڑھے میں پھینک دیتا ہے اور ہر وہ کام کرے جو اسے انسانیت کے کمال تک پہنچا دیتا ہے۔یعنی حرص، بخل اور غضب وغیرہ سے اپنے آپ کو بچائے رکھے۔ عفو و درگزر، حلم و بردباری اور جود و سخا وغیرہ کو عملی جامہ پہناتا رہے۔

مخلوق کے درمیان عدل قائم کرنا

مخلوق کے درمیان عدل قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لیے نصیحتیں کرتا رہے ان کے قلیل اور کثیر مال میں خیانت نہ کرے۔ان کی عزت و آبرو کا خاص خیال رکھے ان کے ساتھ ہر ممکن طریقے سے مساوات قائم رکھے اور کسی انسان کو قول وعمل اور عزم وارادہ سے تکلیف نہ پہنچائے اور ان کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی نہ کرے

جب انسان مذکورہ بالا اخلاق وعادات کو اپنا لے گا تو گویا اس نے اس مذکورہ بالا اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق عمل کر کے اپنا دین و دنیا سنوار لیا اور فلاح دارین کا مستحق ہو گیا۔

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ اپنے اسلام لانے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے روایت کرتے ہیں۔ کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو میں نے آپ کی مخالفت سے دامن بچانے اور آپ سے شرم وحیا کی وجہ سے اسلام تو قبول کر لیا۔ لیکن میرا دل مطمئن نہ تھا اور نہ ہی ابھی تک اسلام میرے دل میں راسخ ہوا تھا۔ اور میں شش و پنج میں تھا کہ اسی اثنا میں ایک دن میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا آپ نہایت شفقت ومحبت سے میرے ساتھ گفتگو فرمانے لگے تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کی آنکھیں اچانک آسمان کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگی پھر آپ نے اپنا سر مبارک دائیں جانب پھیر لیا۔ پھر آپ سر اٹھا کر اوپر دیکھنے لگے اور دوسری جانب اپنا سر جھکا لیا۔ پھر آپ میری طرف متوجہ ہوئے تو میں نے دیکھا کہ آپ کا چہرہ سرخ تھا اور اس سے پسینہ کے قطرات ٹپک رہے تھے میں نے آپ کی اس عجیب وغریب حالت کے متعلق دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ جب میں تیرے ساتھ محو گفتگو تھا اور میں نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی تو میں نے آسمان سے جبرائیل امین کو اترتے ہوئے دیکھا جو میری دائیں جانب نازل ہو رہا تھا اور اس نے آکر مجھے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی سنایا:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَان ...... الخ ۔ تو حضرت عثمان فرماتے ہیں جب میں نے اپنی آنکھوں کے ساتھ اس واقعہ کو دیکھا اور یہ آیت طیبہ سنی تو اسلام میرے دل میں راسخ ہو گیا۔ اور میں یکدم شک وشبہ کی دلدل سے نکل کر یقین محکم کی وسیع وادی میں داخل ہو گیا امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عقلمند آدمی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نصیحتوں اور وعظوں سے نصیحت حاصل کرے اور آپ کی تنبیہات سے متنبہ ہو کر اپنی اخلاقی حالت کو درست کرے۔ کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کے محبوب کے احکام اور آپ کی نصیحتوں کے مطابق عمل پیرا ہوگا تو اسے دونوں جہانوں میں راحت اور سکون

نصیب ہوگا اور وہ کامل ترین کامیابی حاصل کرنے والوں میں داخل ہو جائے گا۔آپ کی تنبیہات میں سے یہ ہے کہ۔

مفلس کون ہے؟

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک ارشاد گرامی ہے جس سے اس کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے اور وہ مفہوم ہماری سوچ کے بالکل ہی الٹ ہے اور حقیقت وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے ایک دفعہ صحابہ کرام بیٹھے ہوئے تھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا کہ بتاؤ تم مفلس کسے کہتے ہو تو صحابہ کرام نے عرض کی۔یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم۔

اَلْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَامَتَاعَ لَهُ فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ. اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِيْ مَنْ يَاْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلٰوةٍ وَّ صِيَامٍ وَّزَكٰوةٍ وَّيَاْتِيْ قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَاَكَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَيُعْطٰى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ فَاِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ اَنْ يُقْضٰى مَا عَلَيْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَايَا فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ

کہ ہم میں مفلس وہ ہوتا ہے جس کے پاس نہ درہم ہوں اور نہ ہی سازوسامان تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میری امت میں مفلس وہ ہوگا جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے ساتھ حاضر ہوگا لیکن اس نے کسی آدمی کو گالی دی ہوگی اور کسی پر تہمت لگائی ہوگی اور کسی کا ناجائز مال کھایا ہوگا۔اور کسی ناحق کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو تھپڑ رسید کیا ہوگا تو اس کی کچھ نیکیاں کسی ایک کو دے دی جائیں گی اور کچھ دوسرے کو تو اس طرح اس کی ساری نیکیاں ختم ہو جائیں گی اس سے پہلے کہ ان تمام لوگوں کے حقوق ادا کر دیئے جائیں جو اس کے ذمہ تھے تو پھر ان لوگوں کے گناہ اس آدمی کے اعمال نامہ میں درج کر دیئے جائیں گے اور اسے

واصل جہنم کر دیا جائے گا۔ اس لیے آپ نے فرمایا کہ اس وقت کے آنے سے پہلے پہلے اس دنیا میں اپنے حقوق معاف کرالو۔ یعنی اگر اس نے کسی اپنے بھائی کی بے عزتی کی ہو یا اس پر ظلم کیا ہو تو وہ اپنی اسی دنیاوی زندگی میں اس وقت کے آنے سے پہلے پہلے معافی مانگ لے جس وقت نہ اس کے پاس روپیہ پیسہ ہوگا اور نہ ہی سونا چاندی۔ اور اگر اس وقت اس کا کوئی نیک عمل ہوگا تو اس سے بھی اسے محروم ہونا پڑے گا۔ اور وہ بالکل نیک اعمال سے تہی دامن ہو جائے گا۔ تو اس مظلوم یا جس کے ساتھ اس نے زیادتی کی تھی ان کے گناہ اس کے اعمال نامہ میں لکھ دیئے جائیں گے۔

صاحب عقل کے لیے کتنی زبردست تنبیہ ہے

کسی کے ساتھ زیادتی کرنے حق تلفی کرنے اور بے انصافی کرنے کا سبب عموماً غصہ ہوتا ہے اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی جناب سے اس آدمی کو بہت ہی اجر عطا کیا جائے گا جو اپنے غصے کو کنٹرول کر لیتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَّهُوَ يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّنْفِذَهٗ دَعَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى رُؤُوْسِ الْخَلَائِقِ حَتّٰى يَتَخَيَّرَ مِنْ اَيِّ الْحُوْرِ شَاءَ

کہ جو آدمی اپنے غصے کو عملی جامہ پہنانے کی طاقت رکھتا ہو اور وہ اسے پی جائے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کے سامنے اسے بلا کر فرمائے گا کہ جنت کی حوروں میں سے جسے چاہو انتخاب کر لو۔ (درۃ الناصحین)

ایک دوسری حدیث شریف میں بیان کیا گیا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ لِمُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ قَدِرَ وَعَفَا نَظَرْتُ اِلَيْهِ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعِيْنَ نَظْرَةً وَّمَنْ نَظَرْتُ اِلَيْهِ نَظْرَةً

وَّاحِدَةً لَّمْ اُعَذِّبْهُ. (روضۃ المغنی)

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ جو آدمی انتقام لینے پر قادر ہو اور وہ معاف کر دے تو میں ہر روز ستر دفعہ اسے رحمت ومحبت کی نظر سے دیکھتا ہوں اور جس کو میں ایک دفعہ رحمت کی نظر سے دیکھ لیتا ہوں تو اسے عذاب نہیں دیتا۔

تنبیہ

پس عقلمند آدمی پر واجب ہے کہ وہ لوگوں کو معاف کرنا اور احسان کرنا اپنی عادت بنا لے اور سختی اور غضب سے اجتناب کرے کیونکہ یہ اسے دوزخ میں پھینک دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دوزخ سے محفوظ رکھے۔ اور نیک لوگوں کے ساتھ جنت میں داخل فرمائے (آمین)

حکیمانہ اقوال

ایک دفعہ حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ چل رہے تھے راستے میں امیروں کے لڑکوں سے ایک لڑکا اپنے خادموں اور پورے جاہ وجلال کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کے سامنے سے گزرنے لگا تو آپ فوراً راستہ میں کھڑے ہو گئے اور اسے روک لیا اور فرمایا اے دولت مند کے بیٹے! میں تجھے ایک حکیمانہ قول فروخت کرنا چاہتا ہوں کیا تو اسے خریدنے کے لیے تیار ہے تو اس خوشبخت لڑکے نے آپ سے دریافت کیا کہ اسے کتنے میں فروخت کریں گے تو آپ نے فرمایا ایک، دو یا اس سے زائد دراہم کے ساتھ فروخت کروں گا تو اس نے عرض کی کہ مجھے پہلے وہ کلمہ عطا کریں جس کی قیمت ایک درہم ہے تو آپ نے فرمایا کہ اے امیر کے لڑکے! کیا تو کسی گھر کا مالک ہے؟ تو اس نے ہاں میں جواب دیا آپ نے پوچھا کیا تو نے وہ خود تعمیر کیا ہے یا تجھے وراثت میں ملا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں نے اسے خود تعمیر کیا ہے تو آپ نے فرمایا اس کی تعمیر پر کتنا وقت صرف کیا؟ لڑکے نے جواب دیا اس کے بنانے پر کافی وقت صرف ہوا تو آپ نے فرمایا تو نے اسے جلدی اور تھوڑے وقت میں کیوں نہ مکمل کیا تو اس نے جواب دیا میں ان بار برداری کے جانوروں پر رحم کرنا چاہتا تھا جن پر اس کو بنانے کے لیے پتھر لاد کر لاتا تھا۔

اس لیے اس کی تعمیر پر زیادہ عرصہ لگا۔ تو آپ نے فرمایا: اے دولتمند کے بیٹے! تو غیر کے گدھوں پر تو اتنا رحم کرتا ہے لیکن اپنے نفس پر رحم نہیں کرتا کیونکہ تو نے اپنے نفس پر مضبوط پہاڑوں کے برابر نافرمانیاں اور گناہوں کے ڈھیر لادے ہوئے ہیں تو آپ کا کلام اس پر اثر انداز ہوا اور وہ اپنے گھوڑے سے اتر پڑا اور آپ کی دست بوسی کی اور کہنے لگا کہ یہ کلام تو بہت ہی قیمتی ہے اور دوبارہ عرض کی کہ آپ مجھے وہ کلمہ بھی عطا فرمادیں جو آپ دو یا دو سے زیادہ دراہم میں فروخت کرنا چاہتے تھے تو آپ نے بڑے ہی محبت بھرے انداز میں پوچھا کہ تمہارا کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر امارت کے حصول کی خاطر بادشاہ کے پاس جارہا ہوں تو آپ نے فرمایا کہ اے بیٹے تو نے ایک دنیا کے بادشاہ کی ملاقات کے لیے قیمتی لباس پہن رکھا ہے اور بہترین قسم کی خوشبو کے ساتھ معطر ہے۔ تاکہ تو ان کے سامنے شرمندہ نہ ہو اور وہ تجھے نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھیں حالانکہ وہ بھی تیرے جیسے انسان ہی تو ہیں مزید آپ نے فرمایا کہ کیا تجھے اس بات سے شرم نہیں آتی کہ کل قیامت کے دن تو اپنے بہت سے گناہوں اور نافرمانیوں کے ساتھ انبیاء کرام اور صالحین کی موجودگی میں مالک الملک کے سامنے پیش ہوگا۔ تو آپکی کلام اس پر بہت زیادہ اثر انداز ہوئی اور وہ از حد شرمندہ ہوا اور اس کے بختوں نے اس کی یاوری کی اور اس نے اپنا گھوڑا اپنے غلاموں کو دیا اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اپنی سابقہ زندگی ضائع کرنے پر بہت شرمندہ ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو گیا یہاں تک کہ اسی حالت میں اس نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اور دونوں جہانوں کی سعادتیں حاصل کرلیں۔ (اللہ تعالیٰ اس کے درجات میں اور اضافہ فرمائے آمین)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک حدیث شریف روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُزَكِّيهِمْ وَلَا

يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ شَيْخٌ زَانٍ وَمَلِكٌ كَذَّابٌ وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ. (الترغیب والترہیب)

کہ تین آدمی ایسے قابل نفرت ہیں کہ جن کے ساتھ قیامت کے دل نہ تو اللہ تعالیٰ کلام کرنا گوارا کرے گا اور نہ ہی انہیں گناہوں کی گندگی سے پاک کرے گا اور نہ ہی انہیں رحمت کی نگاہ سے دیکھے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔

1۔وہ بوڑھا جو بڑھاپے کے عالم میں فعل شنیع کا ارتکاب کرے۔2۔وہ بادشاہ جو جھوٹ بولے3۔وہ محتاج جو متکبر ہو۔ کتنی شدید وعید ہے ایسے نابکاروں کے لیے جو زنا کرتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں اور اپنے پاس کچھ نہ ہونے کے باوجود تکبر کرتے ہیں۔(العیاذ باللہ)

اللہ کے بندوں کا طریقہ کار

میمون بن مہران کے متعلق یہ بات بیان کی گئی ہے کہ آپ کی ایک لونڈی تھی آپ نے اسے شوربہ لانے کا حکم دیا وہ گرم گرم شوربے کا ایک پیالہ بھر کر لا رہی تھی کہ اس کا پاؤں پھسلا اور وہ کھولتا ہوا شوربہ میمون پر گر پڑا تو اس نے اسے سزا دینے کا ارادہ کیا آپ کے تیور دیکھ کر لونڈی نے کہا کہ متقی وہ ہوتے ہیں جو غصہ کو پی جاتے ہیں اس لیے آپ اس پر عمل کریں تو آپ نے کہا كَظَمْتُ غَيْظِي کہ میں نے اپنا غصہ پی لیا ہے وہ رحمت کا دریا جوش میں دیکھ کر بول اٹھی کہ اے شیخ! اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ کہ اللہ تعالیٰ معاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے تو آپ نے فرمایا میں نے تجھے معاف کیا۔ تو لونڈی نے پھر عرض کی اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے تو آپ نے فرمایا جاؤ تم آزاد ہو میں تم پر احسان کرتا ہوں۔

رشتہ داروں، مسکینوں، مسافروں اور غرباء کو عطا کرنا سخاوت کہلاتا ہے اور ان کو حسب استطاعت عطا نہ کرنا بخل کہلاتا ہے سخی اللہ کے قریب ہوتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے اور بخیل اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوتا ہے اور جہنم کے قریب ہوتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

اَلسَّخِیُّ قَرِیْبٌ مِّنَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْجَنَّۃِ قَرِیْبٌ مِّنَ النَّاسِ بَعِیْدٌ مِّنَ النَّارِ. اَلْبَخِیْلُ بَعِیْدٌ مِّنَ اللّٰہِ بَعِیْدٌ مِّنَ الْجَنَّۃِ بَعِیْدٌ مِّنَ النَّاسِ قَرِیْبٌ مِّنَ النَّارِ وَالْجَاھِلُ السَّخِیُّ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنَ الْعَالِمِ الْبَخِیْلِ اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ.

کہ سخی اللہ کی رحمت، جنت، لوگوں کے بہت زیادہ قریب اور دوزخ سے بہت دور ہوتا ہے اور بخیل اللہ کی رحمت، جنت، لوگوں سے بہت دور اور جہنم کے بالکل قریب ہوتا ہے اللہ کی بارگاہ میں جاہل سخی، عالم بخیل سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔

انسانی زندگی پر صحبت ہم نشینی اور دوستی کا بہت زیادہ اثر ہوتا ہے اگر اچھی سنگت نصیب ہو تو انسان اچھا ہوتا ہے اور بروں کی ہم نشینی انسان کو ہلاک کر دیتی ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے۔

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند

پنجابی میں اس کا ترجمہ اس طرح ہے۔

چنگیاں دے لڑ لگیاں میری جھولی پھل پئے
منڈیاں دے لڑ لگیاں میرے اگلے وی ڈل گئے

اور اس حقیقت کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ اِلٰی مَنْ یُّخَالِلُ فَاطْلُبْ رَفِیْقًا یَکُوْنَ شَرِیْکَکَ فِی التَّعَلُّمِ وَصَاحِبَکَ فِیْ اَمْرِ دِیْنِکَ وَدُنْیَاکَ. لِاَنَّ الْخَلِیْلَ یَحْصُلُ مِنْہُ فَوَائِدُ دِیْنِیَّۃٌ کَالْعِلْمِ

وَالْعَمَلِ وَالدُّعَاءِ وَالشَّفَاعَةِ فِي الْآخِرَةِ وَدُنْيَوِيَّةٌ كَالْجَاهِ وَالْاِسْتِيْنَاسِ وَغَيْرِهِمَا

آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے پس چاہیے کہ وہ دیکھے کہ کس کو دوست بنا رہا ہے پس تو ایسا دوست بنا جو علم کے حصول میں تیرا شریک ہو اور تیرے دین اور دنیا کے معاملہ میں تیرا ساتھی ہو کیونکہ دوست سے دینی اور دنیاوی کئی فوائد حاصل ہوتے ہیں دینی فوائد علم، عمل، دعا اور آخرت میں شفاعت حاصل ہوتی ہے اور دنیاوی فوائد عزت و جاہ، الفت و محبت اور اچھا پڑوس وغیرہ۔ اس حدیث پاک سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انسان کو ایسا دوست نہیں بنانا چاہیے جو بداخلاق ہو اور جو غصے اور شہوت کے وقت اپنے آپ پر کنٹرول نہ کرسکتا ہو کیونکہ اس طرح اس سے گناہوں کا ارتکاب ہونا ممکن ہو جاتا ہے۔

(بدایۃ الہدایۃ للامام الغزالی رحمۃ اللہ علیہ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْعَمَ عَلَیَّ بِکِتَابَةِ هٰذِهِ السُّطُوْرِ حَمْدًا کَثِیْرًا وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ. وَاَدْعُو اللّٰهَ تَعَالٰی اَنْ یَّنْفَعَ بِهِ النَّاسَ نَفْعًا کَامِلًا.

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ

چونتیسواں وعظ

رحمت و بخشش کی نوید جانفزا

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَبِّئْ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ وَ اَنَّ عَذَابِیْ ھُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ

(اے نبی مکرم! صلی اللہ علیک وسلم) میرے بندوں کو آگاہ کر دو کہ میں غفور اور رحیم ہوں اور (نافرمانوں کو بھی یہ بتا دو کہ) بے شک میرا عذاب بھی بہت دردناک عذاب ہے۔

بعض دفعہ انسان اپنے گناہوں اور غلط کارناموں کی وجہ سے اتنا مایوس ہو جاتا ہے کہ اسے کہیں بھی بخشش کی کوئی کرن نظر نہیں آتی وہ از حد دلبرداشتہ اور پریشان ہو جاتا ہے اور پکارنا شروع کر دیتا ہے کہ میں ہلاک ہو گیا برباد ہو گیا۔ اور کئی دفعہ یہ مایوسی اسے سرکش بنا دیتی ہے اور وہ گناہوں کا ارتکاب کرنے میں بڑا ہی بیباک ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے گرتے ہوؤں کو اپنی رحمت کا سہارا دیتا ہے اور اسے یہ نوید جانفزا سناتا ہے کہ ٹھیک ہے تو گناہ گار ہے تیرا اعمالنامہ گناہوں کی آلودگیوں سے لبریز ہے لیکن جس کا تو بندہ ہے اور جو تیرا خالق اور مالک ہے وہ تو بڑا ہی غفور ہے اور بہت ہی رحم فرمانے والا ہے اس کی رحمت اور بخشش تجھے اپنی آغوش میں لے لے گی اور تیرے گناہوں کی گندگی دھل جائے گی۔

اور بعض دفعہ دولت، طاقت، اور جاہ وجلال کا نشہ اسے مغرور اور سرکش بنا دیتا ہے کہ اسے اپنے خالق کا کوئی خوف باقی نہیں رہتا اور نافرمانیوں کی انتہاء کو پہنچ جاتا ہے۔ اسے اللہ

تعالیٰ سخت وعید سنا رہا ہے کہ اگر تو اپنی ان غلط حرکتوں سے باز نہیں آئے گا تو میرا عذاب بہت ہی دردناک ہے۔

مذکورہ بالا آیت طیبہ ان دونوں باتوں کو بڑے ہی جامع الفاظ میں بیان فرما رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا کلام سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

شان نزول

ایک دفعہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اپنے حجرۂ مبارکہ سے باہر تشریف لائے دیکھا کہ صحابہ کرام بیٹھے ہیں اور خوشیاں منا رہے ہیں آپ نے انہیں اس حالت میں دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ تم یہاں بیٹھ کر ہنس رہے ہو اور آخرت کی تمہیں کوئی فکر نہیں حالانکہ جہنم تمہارے سامنے ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ انہیں آخرت یاد دلا رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے امتیوں کے متعلق اس طرح فکر مند دیکھ کر جرائیل امین کے ذریعے یہ آیت طیبہ آپ پر نازل فرمائی۔ اور فرمایا کہ اے میرے محبوب! صلی اللہ علیک وسلم آپ میرے بندوں اور اپنے غلاموں کو یہ نوید جانفزا سنا دیں کہ میں بہت ہی زیادہ مغفرت فرمانے والا اور بخشنے والا ہوں تاکہ وہ مایوس نہ ہوں۔ لیکن اگر کوئی آدمی میری اس وسیع رحمت اور بخشش کے باوجود سرکشی کا مظاہرہ کرے گا اور غلط کاریوں سے باز نہیں آئے گا تو اس کے لیے میرا عذاب بھی شدید ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید اور اس کے عذاب کا خوف

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْ يَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْعُقُوْبَةِ مَا طَمِعَ فِىْ جَنَّتِهٖ أَحَدٌ وَلَوْ يَعْلَمُ الْكَافِرُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الرَّحْمَةِ مَا قَنَطَ مِنْ جَنَّتِهٖ أَحَدٌ (مشکوٰۃ المصابیح)

اگر بندہ مومن کو یہ علم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی کتنی سخت سزا ہے تو کوئی بھی اس کی جنت کی امید نہ کرے اور اگر کافر کو یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کی رحمت کتنی وسیع

ہے تو وہ اس کی جنت سے مایوس نہ ہوں۔

اس حدیث پاک میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کی سزا کی کثرت بیان فرمار ہے ہیں کہ کوئی مومن آدمی اس کی رحمت سے دھوکہ کھا کر عذاب الٰہی سے بے خوف نہ ہو جائے اور اس میں اللہ کی رحمت کی وسعت کا بیان ہے تاکہ کوئی کافر کئی سال کفر میں زندگی گزارنے کے بعد ایمان لائے تو وہ اس کی رحمت سے مایوس نہ ہو جائے۔ اس لیے بندہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا رہے اور اس کی رحمت و بخشش کی امید کرتا رہے کیونکہ خوف اور رجاء بندۂ مومن کے دو پر ہیں جن کے ساتھ وہ اس مقصد تک پہنچ جاتا ہے جس کے حصول کی وہ اللہ تعالیٰ سے امید کرتا ہے اور وہ جس سے ڈرتا ہے اس سے امن میں ہو جاتا ہے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ

کہ ایمان خوف اور رجاء کی درمیانی کیفیت کا نام ہے۔

فقیہ ابو اللیث فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے خوف کی علامات آٹھ اعضاء سے ظاہر ہوتی ہیں۔

1۔ زبان:۔ وہ آدمی جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس کی زبان سے جھوٹ غیبت اور فضول گفتگو نہیں نکلتی وہ اپنی زبان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر قرآن کریم کی تلاوت اور علمی مذاکروں میں مشغول رکھتا ہے۔

2۔ پیٹ:۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا آدمی اپنے پیٹ میں صرف حلال چیز سے ہی کچھ داخل کرتا ہے اور ضرورت کے مطابق ہی کھاتا ہے اور مشکوک اشیاء اور زیادہ کھانے سے اجتناب کرتا ہے۔

3۔ آنکھ:۔ کہ وہ اپنی آنکھوں سے اس چیز کو نہیں دیکھتا جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھنے سے منع فرمایا ہے اور نہ ہی دنیاوی نعمتوں کو لالچ کی نگاہ سے دیکھتا ہے بلکہ ان چیزوں کو اس لیے دیکھتا ہے تاکہ اسے عبرت حاصل ہو۔

4۔ہاتھ:۔ وہ اپنے ہاتھ کے ساتھ کسی حرام چیز کو نہیں پکڑتا بلکہ صرف اسی چیز کو پکڑنے کی کوشش کرتا ہے جس میں اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری ہو اور نہ ہاتھوں کے ساتھ کسی پر ظلم کرتا ہے۔

5۔قدم:۔ وہ اپنے قدموں کو ہر اس چیز کی طرف اٹھنے سے روکتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو بلکہ اس کے قدم اسی چیز کی طرف اٹھتے ہیں جس کی طرف قدم اٹھانے سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا اور اس کے احکام کی اطاعت کرنا مقصود ہوتا ہے۔

6۔دل:۔ وہ اپنے دل کو ہر اس چیز سے پاک رکھتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو اور جس سے کسی بندہ کو تکلیف پہنچنے کا خدشہ ہو مثلاً عداوت، حسد، بغض اور کینہ وغیرہ اور اپنے دل میں صرف انہیں چیزوں کو جگہ دیتا ہے جن میں مومنوں کی بھلائی ہو اور اللہ کی رضا ہو۔ مثلاً ان کے لیے خیر خواہی اور شفقت ومحبت وغیرہ۔

7۔وہ وہی عمل کرتا ہے جس میں اللہ کی رضا اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری ہو۔ ریاء اور نفاق وغیرہ سے وہ اپنے دامن کو بچانے کی کوشش کرتا ہے۔

8۔کان:۔ وہ اپنے کانوں سے صرف وہی بات سنتا ہے جس کو سننے کی اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہوتی ہے فضول اور غلط باتوں کے سننے سے ان کو بچاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کا بدلہ

حدیث پاک میں آتا ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ قیامت کے دن

• ایک آدمی کو جہنم میں داخل کرنے کا حکم دیا جائے گا اور فرشتے اللہ کے حکم کے مطابق اسے پکڑ کر جہنم رسید کرنے کے لیے جا رہے ہوں گے تو وہ جب سفر کا تیسرا حصہ طے کرلے گا تو پیچھے پلٹ کر دیکھے گا اور جب نصف راستہ طے کرلے گا تو پھر پیچھے کی طرف متوجہ ہوگا اور جب سفر کا تیسرا حصہ باقی رہ جائے گا تو پھر مڑ کر پیچھے دیکھے گا تو اللہ تعالیٰ اسے واپس لانے کا حکم دے گا اور اس سے پوچھے گا کہ تو کیوں بار بار مڑ کر پیچھے دیکھتا ہے تو وہ عرض کرے گا کہ اے میرے پروردگار! سفر کا تیسرا حصہ طے کرنے کے بعد مجھے تیرا یہ فرمان یاد آیا وَرَبُّکَ

الْغَفُوْرُ ذُوالرَّحْمَةِ. کہ تیرا رب بہت بخشنے والا بہت رحمت فرمانے والا ہے تو مجھے خیال آیا کہ تو مجھے معاف فرمادے گا۔ اور جب میں نصف راستہ طے کر چکا تو تیرا یہ فرمان مجھے یاد آیا۔ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ. کہ اللہ کے سوا کون گناہ معاف فرمائے گا تو میں نے خیال کیا کہ شاید کہ تو میرے گناہ معاف فرمادے اور جب میں نے راستے کے دوثلث طے کر لیے تو بھی میں تیری رحمت سے مایوس نہیں ہوا اور تیرا یہ فرمان مجھے یاد آ گیا۔ قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ.

"اے میرے محبوب! آپ فرمادیں کہ اے میرے وہ بندے جنہوں نے گناہوں کی وجہ سے اپنی جانوں پر بہت زیادہ اسراف کیا کہ تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ تو تیری بخشش پر میرے طمع میں اور اضافہ ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ اسے ارشاد فرمائے گا کہ میں نے تیرے سارے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ پس عقلمند آدمی کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی بخشش سے مایوس نہ ہو اور اپنے گناہوں پر اللہ سے ڈرتے ہوئے ندامت کے آنسو بہاتا رہے اور اپنے گناہوں اور غلطیوں کا اعتراف کرتے ہوئے ان سے توبہ کرتا رہے اور وہ یہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ بہت ہی زیادہ توبہ قبول فرمانے والا ہے اپنے بندے کے اپنی بارگاہ میں اٹھے ہوئے ہاتھوں کو خالی واپس لوٹانے سے وہ شرم کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس کے عذاب سے ڈرتا بھی رہے تو اس کے لیے معافی یقینی ہو گی۔

رونے اور استغفار کی برکت

حکایت بیان کی گئی ہے کہ کسی نے کسی بزرگ کو خوب میں دیکھا تو اس سے اس کے احوال دریافت کیے تو اس نے جواب دیا کہ میں نے بہت ہی کوشش کے بعد نجات حاصل کی ہے تو اس سے پوچھا گیا کہ تجھے کس عمل کی وجہ سے نجات حاصل ہوئی تو اس نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونے اور کثرت استغفار کی وجہ سے مجھے نجات حاصل ہوئی اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ کم از کم ستر دفعہ روزانہ کلمہ استغفار پڑھا کرو۔

جنت اور دوزخ انسان کے بہت ہی قریب ہیں جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے

نیک اعمال کرتا ہے جنت اس کے بہت نزدیک ہوتی ہے اور جو اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اور سرکشی اور بغاوت کی وجہ سے گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے تو جہنم اس کے بہت قریب ہوتی ہے جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ۔

اَلْجَنَّةُ اَقْرَبُ اِلٰى اَحَدِكُمْ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ وَالنَّارُ مِثْلُ ذٰالِكَ

یعنی جنت تم میں سے کسی آدمی کے جوتے کے تسمے سے بھی اس کے زیادہ قریب ہے اور اسی طرح دوزخ بھی۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جنت یا دوزخ میں داخل ہونے کے اسباب نیک یا بد اعمال بنا دیئے ہیں اور اعمال انسان کے جوتے کے تسمے سے بھی اس کے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔ (شرح المصابیح)

تنبیہ

مذکورہ بالا احادیث طیبہ میں جنت یا دوزخ میں داخل ہونے کا سبب انسان کے اعمال کو قرار دیا گیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اعمال ایک ظاہری سبب ہیں کیونکہ کوئی بندہ بھی اللہ کی رحمت کے بغیر اپنے اعمال کے بل بوتے پر جنت میں یا دوزخ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ جیسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کسی آدمی کو اس کا عمل نہ جنت میں داخل کرتا ہے اور نہ ہی دوزخ سے بچاتا ہے خواہ میں ہی کیوں نہ ہوں۔ یعنی میں بھی اللہ کی رحمت کے سبب جنت میں داخل ہوں گا۔ لیکن اس کا مطلب عمل کو حقیر سمجھنا یا اس کی توہین کرنا نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے اعمال پر مغرور نہ ہو جائے اور اسے یہ یقین ہو جائے کہ اس کی کامیابی یا ناکامی اللہ کی رضا اور اس کے فیصلے پر موقوف ہے۔

اعمال بخشش کا سبب نہیں

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس سے ابھی ابھی جبرائیل امین نکلے ہیں اور اس نے مجھے یہ بتایا ہے کہ قسم ہے اس ذات پاک

کی جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے کہ اللہ کے بندوں سے ایک بندہ پانچ سو سال تک ایک پہاڑ کی چوٹی پر اللہ کی عبادت کرتا رہا اس پہاڑ کو ایک سمندر نے گھیر رکھا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اس پہاڑ کے نیچے سے ایک میٹھے پانی کا چشمہ جاری کر دیا تھا اور ہر روز انار کا ایک درخت وہاں ظاہر ہوتا جس پر بڑے ہی رسیلے میٹھے اور خوشنما انار لگے ہوئے ہوتے جب شام ہوتی وہ پہاڑ سے نیچے اترتا چشمہ کے پانی سے وضو کرتا لذیذ اور میٹھے انار توڑ کر کھاتا پھر اللہ کی عبادت میں مصروف ہو جاتا اور اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرتا رہتا کہ اس کی روح کو سجدہ کی حالت میں ہی قبض کیا جائے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی عرض کرتا کہ میرے جسم پر کسی چیز کو مسلط نہ کیا جائے یہاں تک کہ سجدے کی حالت میں ہی قیامت کے دن مجھے اٹھایا جائے پس اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا کو شرف قبول بخشا جو اس نے مانگا تھا وہ سب کچھ عطا کر دیا۔ اس کی عبادت کی حالت بیان کرتے ہوئے جبرائیل امین بیان کرتے ہیں کہ جب ہم اللہ کے حکم سے آسمان سے نزول کرتے یا اس کی طرف عروج کرتے تو ہم اس کو سجدہ کی حالت میں ہی دیکھتے اور ہمیں یہ یقین ہو جاتا کہ وہ قیامت کے دن بھی اسی طرح ہی اٹھایا جائے گا پس جب اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا جاے گا تو اللہ تعالیٰ حکم فرمائیں گے کہ اس میرے بندے کو میری رحمت کے ساتھ جنت میں داخل کیا جائے تو وہ عرض کرے گا کہ کیا میرے اعمال اس قابل نہیں کہ ان کے سبب مجھے جنت میں داخل کر دیا جائے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرے پاس بندے کی عبادت اور اس پر میری نعمتوں کا موازنہ کرو تو فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس کی پانچ سو سال کی عبادت و ریاضت کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیں گے اور دوسرے پلڑا میں صرف اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت آنکھ رکھ دی جائے گی اور باقی نعمتوں کو اس کی عبادت کے مقابلہ میں پیش نہیں کیا جائے گا تو اللہ کی وہی ایک نعمت اس کی تمام زندگی کی عبادت پر وزنی ہو گی تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل کرنے کا حکم دے گا فرشتے اسے گھسیٹ کر جہنم کی طرف لے جانے لگیں گے تو وہ پکار اٹھے گا کہ اے مولا! مجھے اپنی رحمت کے ساتھ ہی جنت میں داخل فرما دے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسے

واپس لایا جائے گا اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس پر ابتدائے آفرینش سے لے کر دم واپسیں تک ساری نعمتیں شمار کرے گا اور اسے بتائے گا کہ پانچ سو سال تک تیرا عبادت کرنا بھی میری رحمت اور نعمت کا صدقہ ہے اور تجھے سمندر کے درمیان پہاڑ پر زندہ رکھنا، میٹھا پانی عطا کرنا اور انار جیسی غذا عطا فرمانا اور سجدہ کی حالت میں تیری روح کو قبض کرنا یہ سب میرے انعامات ہیں۔ تو وہ ان تمام نعمتوں کا اعتراف کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ اپنی رحمت کے ساتھ جنت میں داخل کرنے کا حکم دے گا۔ اس طرح وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (مشکوۃ شریف)

مشکل ترین گھاٹی

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! تمہارے سامنے ایک ایسی کٹھن گھاٹی ہے جسے گناہوں سے بوجھل لوگ عبور نہیں کر سکتے اور اس کے عبور کرنے میں مشکلات ہی مشکلات ہیں مثلاً قبر، حشر، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حساب و کتاب کے لیے پیش ہونا، پل صراط کو عبور کرنا، نیکیوں اور بدیوں کے ترازو کی شدت اور جس آدمی کو ان تمام مراحل کے گزرنے کا یقین ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اوامر کی اتباع اور نواہی سے اجتناب کر کے اور دنیا کی محبت کو دل سے نکال کر اپنے گناہوں کے بوجھ کو ہلکا کرتا ہے۔ کیونکہ دل سے دنیا کی محبت کو کم کرنے سے کئی فوائد حاصل ہوتے ہیں اس کے مدارج بلند ہوتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کرنے کا یہ ذریعہ ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ ارشاد گرامی جس کو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے وہ اس مذکورہ بالا کی واضح دلیل ہے۔ آپ روایت کرتے ہیں:

"مہاجرین میں سے فقراء صحابہ کرام نے اپنا ایک قاصد حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں بھیجا اس نے جا کر آپ کی بارگاہ میں عرض کی کہ میں آپ کے غلاموں کی طرف سے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے والا ایک قاصد ہوں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے خوش آمدید کہا اور آپ نے پوچھا کہ تجھے کن لوگوں نے میری طرف بھیجا ہے تو اس نے عرض کی

کہ میں اس قوم کی نمائندگی کے لیے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں جن کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ پھر اس نے عرض کی۔ کہ اے اللہ کے رسول! صلی اللہ علیک وسلم مجھے فقراء نے آپ کی بارگاہ میں عرض کرنے کے لیے بھیجا ہے اور ان کی گزارش یہ ہے کہ ہم مفلس ہیں نہ ہمارے پاس مال و دولت ہے اور نہ ہی درہم و دینار جن کو ہم اللہ تعالیٰ کے راستہ میں صدقہ کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکیں جبکہ اغنیاء ہماری طرح نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور روزے بھی رکھتے ہیں لیکن اپنے مال و دولت کو وہ صدقہ کرتے ہیں اس کے ساتھ غلاموں کو آزاد کرتے ہیں لہٰذا وہ ہم سے نیکیوں میں سبقت لے جاتے ہیں اور اپنا ضرورت سے زائد مال خیرات کر کے آخرت کے لیے ذخیرہ اندوزی کر لیتے ہیں تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس قاصد کو فرمایا کہ تم واپس جاؤ۔ اور فقراء کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ جو تم میں سے اپنی اس حالت پر صبر کرے گا اور وہ اپنا محاسبہ کرتا رہے گا تو اس کو ایسی تین فضیلتیں حاصل ہوں گی جن سے اغنیاء محروم ہوں گے۔

1۔ کہ اسے جنت میں ایسے محل عطا کیے جائیں گے جو سرخ یاقوت سے بنائے گئے ہوں گے۔ اور اہل جنت انہیں رشک بھری نگاہوں سے اس طرح دیکھیں گے جس طرح اہل دنیا ستاروں کو دیکھتے ہیں اور ان محلات میں انبیاء کرام، شہداء اور فقراء کے علاوہ کوئی بھی نہیں داخل ہو سکے گا۔

2۔ فقراء اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے اور حضرت سلیمان ابن داؤد علیہما السلام انبیاء کرام سے چالیس سال بعد جنت میں داخل ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں وسیع مملکت عطا فرمائی تھی جس کی وجہ سے وہ اغنیاء میں شمار تھے۔

3۔ جب فقراء یہ پڑھتے ہیں: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ. تو انہیں اتنا عظیم ثواب حاصل ہوتا ہے جو اغنیاء کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں دس ہزار درہم خرچ کرنے سے بھی نہیں ہوتا اور وہ اپنے تمام نیک اعمال کے باوجود اس ثواب اور درجہ کو حاصل نہیں کر سکتے جو فقراء کو حاصل ہوگا۔

تو وہ قاصد یہ رحمتوں سے بھرپور پیغام لے کر فقراء کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں اس کی خوشخبری سنائی تو وہ بیک زبان بول اٹھے کہ اے ربّ العالمین! جس عزت سے تو نے ہمیں نوازا ہے ہم اس سے راضی ہیں اور تیرا شکر ادا کرتے ہیں"۔

توبہ کی تلقین

جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے غلاموں کو اعمال حسنہ کو عملی جامہ پہنانے کی ترغیب دلایا کرتے تھے اسی طرح توبہ اور استغفار کی بھی تلقین کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے گناہوں سے توبہ کیا کرو اور ندامت کے آنسوؤں کے ساتھ ان کی کالک کو اعمال نامہ سے دھویا کرو۔ کیونکہ میں بھی دن میں سو دفعہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان اپنی امت کو ترغیب دینے کے لیے ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتنی عظیم شان اور گناہوں سے معصوم ہونے کے باوجود ایک دن میں سو دفعہ توبہ کرتے ہیں تو وہ آدمی جس کا اعمال نامہ گناہوں سے آلودہ ہو تو اسے دن اور رات توبہ کرتے رہنا چاہئے کیونکہ جو آدمی اپنے گناہوں پر اصرار کرتا ہے تو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا ایمان کامل نہیں ہوتا۔ کیونکہ صبر کے بغیر گناہوں کا ترک کرنا ممکن نہیں اور اللہ تعالیٰ کے خوف کے بغیر صبر نہیں ہوسکتا اور خوف خدا گناہوں کی وجہ سے عظیم نقصان کے علم کے ساتھ ہی پیدا ہوتا ہے۔ اور گناہوں کے عظیم نقصان کا علم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا پس وہ آدمی جو گناہوں کو ترک نہیں کرتا اور ان پر مصر رہتا ہے اس کی حالت ایسی ہوتی ہے کہ گویا اس نے سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی تصدیق کی اور نہ ہی اس کے رسول کی۔ لہٰذا اب یہ خدشہ پیدا ہوگیا کہ موت کے وقت وہ ایک بہت بڑی عظیم آزمائش میں مبتلا ہوگا عین ممکن ہے کہ گناہوں پر اصرار کی وجہ سے اسے ایمان سے ہی محروم کر دیا جائے اور اس کا خاتمہ کفر پر ہو جائے جس طرح کوئی نیکی انسان کو ابدی جہنم سے بچانے کا باعث بن جاتی ہے اور اس کا خاتمہ ایمان پر ہو جاتا ہے۔ جس طرح ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک مجوسی نے رمضان شریف کی

عزت وحرمت کی وجہ سے اپنے اس بیٹے کو ایک تھپڑ رسید کر دیا جو دن کے وقت برسرعام کھانا کھا رہا تھا تو اللہ تعالیٰ کو اس کا یہ عمل اتنا پسند آیا کہ مرتے وقت اس کی زبان پر کلمہ شہادت جاری ہو گیا اور وہ ایمان کی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہوا اور اگر کسی آدمی کا خاتمہ ایمان پر ہوگا تو وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کے ارادہ کے تحت ہوگا اگر وہ چاہے گا تو اس کے گناہ معاف فرما کر اسے جنت کی بہاروں میں داخل فرمائے گا ورنہ وہ جہنم رسید ہوگا۔ اور اگر وہ چاہے تو بغیر حساب وکتاب اسے جنت میں داخل فرما دے۔ (مجالس رومی)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ کا جتنا زیادہ قرب نصیب ہوتا ہے اسے اتنے ہی شدید امتحانوں اور آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے جیسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَشَدُّ النَّاسِ بَلَآءً اَ لْاَنْبِيَآءُ ثُمَّ الْعُلَمَآءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ...... الخ

تمام لوگوں سے زیادہ شدید آزمائشیں انبیاء کے لیے ہوتی ہیں پھر علماء اور اس کے بعد درجہ بدرجہ باقی لوگوں کو آزمائشوں میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی اس کی واضح دلیل ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ. اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ

ہم تمہیں کچھ خوف اور بھوک سے اور اموال اور جانوں میں اور پھلوں میں کچھ کمی کر کے آزمائیں گے تو اے محبوب! صلی اللہ علیک وسلم آپ ان لوگوں کو خوشخبری سنا دیں جو اس وقت صبر کرتے ہیں جب انہیں مصیبت پہنچتی ہے تو وہ صرف یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے لیے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں اور وہ یہی

لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے نوازشات اور رحمت ہوتی ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ جب اہل دنیا کی عظمت تیرے دل میں پیدا ہوگی تو تُو اللہ کی نظر سے گر جائے گا اس لیے تجھے اس بات سے بچنا چاہئے کہ تو ان سے دنیا حاصل کرنے کے لیے اپنے دین کو ہی بدل دے اور یہ فعل اسی سے صادر ہوگا جو ان کی نگاہوں میں حقیر و ذلیل ہوگا۔ (بدایۃ الھدایۃ للامام الغزالی)

صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ تمام فقراء مردہ ہوتے ہیں سوائے اس کے جس کو اللہ تعالیٰ قناعت کی عزت سے زندہ رکھتا ہے اور قناعت میں بدنوں کی راحت اور دلوں کی سلامتی ہوتی ہے۔ پس جو آدمی رزق سے اپنے حصے پر قانع ہو جاتا ہے تو وہ آخرت میں سرخرو اور کامیاب ہوگا اور اس کی زندگی خوشگوار ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ پر توکل کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی ضرورت میں اللہ تعالیٰ کو ہی کافی سمجھے اور غیروں کا خوف اور ان کی طرف امید کو دل سے نکال دے۔ کیونکہ آزاد لالچی غلام ہو جاتا ہے اور قناعت کرنے والا غلام آزاد اور عزت و آبرو کی زندگی بسر کرتا ہے۔ (المجموعۃ)

کسی آدمی کی بخشش اس کے درجات کی بلندی اور اس کا ابدی نوازشات سے نوازا جانا اسی وقت متحقق ہو سکتا ہے جب وہ موت کی نشانیوں کے ظہور پذیر ہونے سے پہلے ایمان لاتا ہے اور نیک اعمال سرانجام دیتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ اس آیت طیبہ میں اس بات کی تلقین فرما رہا ہے کہ اس دنیا میں اس وقت کے لیے صدقہ و خیرات اور نیک اعمال کر لو جب نہ اس وقت خرید و فروخت ہوگی اور نہ ہی کسی کی دوستی اور شفاعت کام آئے گی اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ

کہ اے ایمان والو! اس رزق سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں عطا فرمایا ہے پہلے

اس کے کہ وہ دن آ جائے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ ہی کسی کی دوستی اور کسی کی شفاعت قبول ہوگی (بغیر اذن اللہ) اور کافر ہی ظالم ہیں۔

وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ نَبِيِّنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا وَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَ سَلَّمْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ.

وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَيْهِ اُنِيْبُ

پینتیسواں وعظ

توبہ کی فضیلت

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ

متقی وہ ہیں جو جب حد سے تجاوز کرنے والے گناہ کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں یا وہ اپنے آپ پر ظلم کر لیں تو (فوراً) ذکر کرنے لگتے ہیں اللہ کا اور اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگتے ہیں اور اللہ کے سوا گناہوں کو کون بخشتا ہے اور جو گناہ ان سے سرزد ہوا اس پر اصرار نہیں کرتے۔ اس حال میں کہ وہ جانتے ہیں یہ وہ (نیک بخت ہیں) جن کا بدلہ اپنے رب کی طرف سے بخشش ہے اور جنتیں ہیں جن کے نیچے ندیاں رواں ہیں ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور کیا ہی اچھا بدلہ ہے کام کرنے والوں کا۔

شان نزول

ان آیات کا شان نزول علامہ زمخشری نے اس طرح نقل کیا ہے کہ ایک تاجر جو کھجوریں بیچتا تھا ایک عورت اس سے کھجوریں خریدنے کے لیے اس کے پاس آئی اس تاجر کی نیت

میں فتور پیدا ہوا تو اس نے کھجوروں کا لالچ دے کر اسے اپنی دوکان کے اندر داخل کر لیا اور اسے گود میں لے کر بوسہ وتقبیل کرنے لگا وہ عورت اس کی اس نازیبا حرکت سے کانپ اٹھی اور اسے نصیحت کی اور کہا کہ تو اس خدا سے ڈر جو ہمہ بیں اور ہمہ داں ہے اور اس کا عذاب شدید ہے اور میرے پاکدامن کو داغدار نہ کر، وہ خوفزدہ ہو گیا اور اپنی غلطی پر شرمندہ ہوا اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ عزم کیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور گناہ کا اعتراف کرتے ہوئے مِن وعَن واقعہ عرض کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات طیبات نازل فرمائیں جن میں کبیرہ گناہوں سے توبہ کرنے کی تلقین فرمائی اور بخشش ونوازشات کا وعدہ فرمایا۔

توبہ کا لغوی معنی رجوع کرنا ہے اور اصطلاح میں اس کا معنی یہ ہے کہ انسان اپنے گناہوں پر ندامت کا اظہار کرے اور اپنے رب سے ان کی بخشش اور مغفرت طلب کرے اور یہ عزم کرے کہ وہ آئندہ ان کا ارتکاب نہیں کرے گا۔

توبہ کا حقیقی معنی تو یہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ زبان اَستَغفِرُ اللّٰہ کے ورد میں مصروف ہو اور عمل اس کا تمسخر اڑا رہا ہو اور جو لوگ حقیقی توبہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں گناہوں کی مغفرت کی نوید سناتا ہے اور جنت کی ابدی نعمتوں کی بشارت دیتا ہے جیسے مذکورہ بالا آیات طیبات اس پر دلالت کرتی ہیں۔

علامہ زمخشری فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت طیبہ میں فَاستَغفَرُوا کا لفظ ذکر فرمایا ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دلوں کو خوش کرنا چاہتا ہے اور ان میں چستی پیدا کرنے اور انہیں توبہ کی ترغیب دینے اور توبہ پر برانگیختہ کرنے کا ارادہ فرماتا ہے اور انہیں اپنی رحمت سے مایوس ہونے سے روک رہا ہے اور یہ ظاہر فرما رہا ہے کہ بندہ کے گناہ کتنے ہی عظیم اور کثیر کیوں نہ ہوں اللہ کی بخشش کے سامنے ان کی وقعت پانی کے اوپر پیدا ہونے والے ایک بلبلے کی بھی نہیں کیونکہ اس کی رحمت اور بخشش اس سے کہیں وسیع اور عظیم ہے جیسے کسی نے کہا:

اِنَّ الکَبَائِرَ فِی الغُفرَانِ کَاللَّحَم.

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک ارشاد گرامی مروی

ہے جو اس کی تائید کرتا ہے:

عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ مَكْتُوْبٌ حَوْلَ الْعَرْشِ مِنْ قَبْلِ خَلْقِ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِاَرْبَعَةِ اٰلَافِ سَنَةٍ وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا۔ (تنبیہ الغافلین)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام کی تخلیق سے چار ہزار سال پہلے عرش کے اوپر یہ لکھ دیا گیا تھا کہ میں ہر اس آدمی کے گناہوں کی بہت ہی زیادہ بخشش فرمانے والا ہوں جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کی بخشش اور مغفرت کے لیے بہت ہی بیتاب اور پریشان رہتے تھے اسی طرح ایک دفعہ آپ تشریف فرما تھے کہ حضرت جبرائیل امین آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اے اللہ تعالیٰ کے محبوب! صلی اللہ علیک وسلم اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ تیرے امتیوں سے جس نے مرنے سے ایک سال قبل توبہ کی تو میں اس کی توبہ قبول کرلوں گا۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلمنے فرمایا اے جبرائیل! میری امت کے لیے ایک سال کا عرصہ بہت طویل ہے کیونکہ ان پر غفلت طاری ہو جاتی ہے اور امید کے پورا ہونے میں لمبا عرصہ لگ جاتا ہے تو جبرائیل امین دوبارہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی درخواست رب کی بارگاہ میں پیش کی تو اللہ نے فرمایا جاؤ میرے محبوب سے کہہ دو کہ آپ کے امتیوں سے جس نے موت سے ایک مہینہ پہلے توبہ کرلی تو اسے بھی قبول کرلوں گا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبرائیل سے فرمایا یہ بھی لمبا عرصہ ہے جبرائیل امین تیسری بار اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور حضور کی خواہش اللہ تعالیٰ کی جناب میں پیش کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے جبرائیل! واپس جاؤ کہیں میرا محبوب رنجیدہ نہ ہو جائے آپ کی خدمت میں عرض کرو کہ جس نے موت سے ایک ساعت پہلے توبہ کرلی تو اس کی توبہ قبول فرمالوں گا۔ جبرائیل امین نے واپس آکر اللہ کا پیغام سنا دیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے بھی طویل سمجھا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے

چوتھی بار جبرائیل کو واپس پلٹنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میری طرف سے آپ کو سلام کہو اور آپ کو یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ کے امتیوں میں سے جس امتی نے تمام عمر گناہوں میں گزار دی اور اس نے موت سے پہلے ایک سال یا ایک مہینہ یا ایک دن یا ایک ساعت بھی توبہ نہ کی۔ یہاں تک کہ اس کی روح حلقوم تک پہنچ گئی اور نہ وہ گفتگو کر سکا اور نہ ہی زبان سے اپنے گناہوں پر معذرت کر سکا اور صرف اپنے دل میں گناہ پر شرمندہ ہوا تو میں اس کے بھی گناہ معاف کر دوں گا تو آپ نے الحمدللہ پڑھا اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر کیا ہی لطف وکرم ہے اور اس کے محبوب کی کیا ہی عظمت وشان ہے اللہ تعالیٰ اس شان میں اور اضافہ فرماتا رہے۔ (آمین) (درۃ الناصحین)

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَھُوَ فِیْ حَالَۃِ النَّزْعِ فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تُبْ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی فَلَمْ یَعْمَلْ بِلِسَانِہٖ وَاَجَالَ عَیْنَیْہِ نَحْوَ السَّمَآءِ فَتَبَسَّمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَسَلَّمَ مَا حَمَلَکَ عَلَی التَّبَسُّمِ فَقَالَ النَّبِیُّ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِنَّ ھٰذَا الْمَرِیْضَ لَمْ یَعْمَلْ بِلِسَانِہِ التَّوْبَۃَ وَاَوْمٰی بِبَصَرِہٖ اِلَی السَّمَآءِ وَنَدِمَ بِقَلْبِہٖ فَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یَا مَلَائِکَتِیْ اِنَّ عَبْدِیْ عَجَزَ مِنَ التَّوْبَۃِ بِلِسَانِہٖ وَنَدِمَ بِقَلْبِہٖ فَلَا اُضِیْعُ تَوْبَتَہٗ وَنِدَامَتَہٗ بِقَلْبِہٖ اَشْھَدُوْا اَنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَہٗ (درۃ المجالس)

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے پاس حاضر ہوا وہ حالت نزع میں تھے تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ کی جناب

میں توبہ کر اس زبان نے حرکت نہ کی اور اس نے اپنی دونوں آنکھیں آسمان کی طرف اٹھا دیں تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسکرائے تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ نے تبسم کیوں فرمایا ؟تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ مریض اپنی زبان سے توبہ نہیں کر سکا اور اس نے آنکھوں کے ساتھ آسمان کی طرف اشارہ کیا ہے اور اپنے گناہ پر دلی طور پر شرمندہ ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے ملائکہ! میرا یہ بندہ زبان کے ساتھ توبہ کرنے سے عاجز ہے اور اپنے دل کے ساتھ شرمندہ ہے میں اس کی توبہ اور دلی ندامت کو ضائع نہیں کرتا تم گواہ رہنا میں نے اس کے گناہ معاف کر دیے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی بھی اس مذکورہ بالا کی تائید کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

اے ایمان والو! تم تمام اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

(سورہ نور)

توبہ کی پہچان

حکماء فرماتے ہیں کہ توبہ کی پہچان چار چیزوں سے ہوتی ہے۔

1۔ توبہ کرنے والا اپنی زبان کو لایعنی باتوں سے، کسی کی غیبت کرنے، چغلخوری کرنے اور جھوٹ بولنے سے محفوظ رکھتا ہے۔

2۔ وہ اپنے دل میں نہ تو کسی کے متعلق حسد کے جذبات رکھتا ہے اور نہ ہی کسی کی دشمنی اس میں ہوتی ہے۔

3۔ وہ برے ہم نشینوں سے اجتناب کرتا ہے اور اس کی سنگت اختیار نہیں کرتا۔

4۔ وہ اپنے گناہوں پر شرمندہ ہوتا ہے سابقہ گناہوں سے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں بخشش کی التجا کرتا ہے اور اس کے احکام کی اطاعت کرنے میں بھرپور کوشش کرتا ہے۔ اور اپنے آپ کو موت کے لیے تیار کرتا ہے۔

خالص توبہ کیا ہے؟

انسان کی توبہ کا اس وقت اعتبار ہوتا ہے جب وہ خلوص نیت سے اپنے سابقہ گناہوں پر شرمندہ ہو اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم مصمم کرلے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا.

اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کی جناب میں خالص توبہ کرو۔

مذکورہ بالا آیت طیبہ میں اللہ تعالیٰ نے تَوْبَةً نَّصُوْحًا کا حکم ارشاد فرمایا ہے اس کی تشریح میں علماء کرام کے بہت سے اقوال منقول ہیں ان میں سے چند ایک پیش خدمت ہیں۔

1۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خالص توبہ یہ ہے کہ انسان برے عمل سے توبہ کرے۔ اور آئندہ کبھی بھی گناہ نہ کرے۔

2۔ حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ خالص توبہ یہ ہے کہ انسان اپنے گناہوں پر دل کے ساتھ شرمندہ ہو زبان کے ساتھ استغفار کرے اور یہ پختہ ارادہ کرلے کہ وہ دوبارہ گناہ نہیں کرے گا۔

3۔ نصوح کی اصل نصیحت ہے یعنی ایسی توبہ کرنا کہ اس کے آثار نمایاں ہوں اور توبہ کرنے والے میں نمودار ہونے والی خوش آئند تبدیلی کو دیکھ کر دوسرے گناہگار بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں وہ بھی غفلت وعصیان سے آلودہ زندگی کو ترک کرنے پر مجبور ہو جائیں۔

4۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا التَّوْبَةُ النَّصُوْحُ. اے جان عالم! صلی اللہ علیک وسلم توبہ نصوح کسے کہتے ہیں ارشاد فرمایا:

اَنْ یَّنْدَمَ الْعَبْدُ عَلَى الذَّنْبِ الَّذِیْ اَصَابَ فَیَعْتَذِرَ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى ثُمَّ لَا یَعُوْدُ اِلَیْهِ كَمَا لَا یَعُوْدُ اللَّبَنُ اِلَى الضَّرْعِ

یعنی جو گناہ بندے سے سرزد ہوا اس پر نادم اور شرمسار ہو بارگاہ الٰہی میں معذرت طلب کرے جس طرح دودھ کھیری میں دوبارہ داخل نہیں ہو سکتا پھر اس سے یہ

گناہ صادر نہ ہو۔

امام نووی فرماتے ہیں سچی توبہ وہ ہے جس میں تین چیزیں جمع ہوں۔

1۔اس گناہ کو ترک کردے جو گناہ کر بیٹھا ہے۔

2۔اس پر دل میں ندامت اور شرمندگی محسوس کرے۔

3۔پختہ عزم کرے کہ پھر یہ گناہ نہیں کرے گا۔

حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہ الکریم نے ایک اعرابی کو سنا کہ وہ کہہ رہا تھا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُ اِلَیْکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ. یا اللہ! میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں تو آپ نے فرمایا اے اعرابی! یہ تو جھوٹوں کی توبہ ہے عرض کیا فرمایئے سچوں کی توبہ کیا ہے۔تو آپ نے فرمایا جس توبہ میں یہ چھ چیزیں پائی جائیں وہ سچوں کی توبہ ہے۔

1۔جو گناہ پہلے ہو چکے اس پر ندامت 2۔جو فرض ادا نہیں ہوئے ان کی قضا 3۔کسی کا حق غصب کیا ہے تو اسے لوٹا دے 4۔جس کے ساتھ لڑائی جھگڑا کیا ہے اس سے معافی لے لے 5۔پختہ عزم کرے کہ آئندہ گناہ نہیں کرے گا۔ 6۔جس طرح تو نے اپنے نفس کو بدکاریوں سے فربہ کیا ہے اب اطاعت الٰہی میں اس کو گلا دے۔

یہ سچوں کی توبہ ہے یہ کاملین کی توبہ ہے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسی ہی توبہ کی توفیق ارزانی فرمائے۔(آمین)

• جو آدمی توبہ کی ان مذکورہ بالا شرائط کو سامنے رکھ کر توبہ کرتا ہے تو اس کی توبہ فوراً قبول ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اسے شرمندہ ہونے سے بچالیتا ہے۔

ایک دفعہ ایک آدمی نے بازار سے شراب خریدی گھر کی طرف جا رہا تھا راستہ میں خلیفۃ المسلمین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو آتے دیکھا تو خوف اور شرمندگی سے پانی پانی ہو گیا انتہائی عاجزی کے ساتھ اللہ کی جناب میں عرض کی: اے مولائے کریم! میں اپنے گناہ سے توبہ کرتا ہوں اور آئندہ شراب نہ پینے کا عزم مصمم کرتا ہوں تو میری اس شراب کی بوتل کو

سرکہ میں تبدیل فرمادے اور مجھے رسوائی سے بچالے تو جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس کے نزدیک پہنچے تو آپ نے پوچھا کہ تیری بغل میں کیا ہے عرض کی یہ سرکہ ہے تو آپ نے فرمایا نکالو تو جب اس نے ڈرتے ڈرتے وہ بوتل باہر نکالی تو وہ اللہ کی قدرت سے سرکہ بن چکی تھی تو اس طرح وہ رسوائی اور سزا سے بچ گیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

سرعنوان جو آیت طیبہ ذکر کی گئی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے توبہ کرنے والوں کے ساتھ گناہوں کی بخشش اور جنت کی ابدی نعمتیں عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اس لیے ثابت البنانی فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت طیبہ نازل ہوئی تو ابلیس ملعون ازحد مایوس ہوگیا۔ اور زاروقطار رونے لگا جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک روایت بیان کی ہے جس میں ابلیس اپنی حسرت اور مومنین کی کامیابی کا ذکر کرتا ہے:

عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہُ قَالَ عَلَیْکُمْ بِلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَالْاِسْتِغْفَارِ فَاَکْثِرُوْا مِنْھُمَا فَاِنَّ اِبْلِیْسَ قَالَ اَھْلَکْتُ النَّاسَ بِالذُّنُوْبِ وَالْمَعَاصِیْ وَاَھْلَکُوْنِیْ بِلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَالْاِسْتِغْفَارِ فَلَمَّا رَاَیْتُ ذَالِکَ اَھْلَکْتُھُمْ بِالْھَوٰی وَھُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ مُّھْتَدُوْنَ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کی ہے جس میں آپ نے اپنے غلاموں کو کثرت سے کلمہ طیبہ کا ذکر کرنے اور استغفار کرنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا کہ تم کثرت سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اِسْتِغْفَار پڑھا کرو کیونکہ ابلیس لعین نے یہ کہا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں میں مبتلا کر کے اور احکام کی نافرمانی کروا کے ہلاکت تک پہنچانے کی کوشش کی تو انہوں نے کلمہ طیبہ کا ذکر کرنے اور استغفار کرنے کے ساتھ مجھے ہلاکت میں ڈال دیا تو جب میں نے انہیں کثرت سے یہ وظیفہ کرتے دیکھا تو

میں نے انہیں خواہشات نفس پر عمل پیرا کر کے ہلاکت کے گڑھے میں پھینکنے کی کوشش کی حالانکہ وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔

ان سے مراد وہ بدعقیدہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو مومن سمجھتے ہیں اور اپنی خواہشات کے مطابق عمل کرتے اور نئے عقیدے گھڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

اللہ تعالیٰ اور شیطان لعین کا مکالمہ

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِبْلِیْسُ یَا رَبِّ وَعِزَّتِکَ لَا اَزَالُ اُغْوِیْ بَنِیْ آدَمَ مَادَامَتْ اَرْوَاحُھُمْ فِیْ اَجْسَادِھِمْ فَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ یَا مَلْعُوْنُ لَااَزَالُ اَغْفِرُلَھُمْ مَادَامُوْا یَسْتَغْفِرُوْنِیْ (درمنثور)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے کہ ابلیس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بڑے دعوے سے کہا اے میرے رب! مجھے تیری عزت کی قسم ہے میں بنو آدم کو اس وقت تک گمراہ کرنے کی بھرپور کوشش کرتا رہوں گا جب تک کہ ان کے جسموں میں ان کی ارواح موجود رہیں گی۔ تو اللہ تعالیٰ نے پرجلال انداز میں فرمایا مجھے بھی اپنی عزت اور جلال کی قسم اے ملعون! میں ان کو ہمیشہ معاف کرتا رہوں گا جب تک وہ مجھ سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرتے رہیں گے۔

عطا بن خالد روایت کرتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ جب اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی نازل ہوا: وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَافَعَلُوْا وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ. تو شیطان ملعون چیخ اٹھا اور اپنے لشکروں کو آواز دینے لگا اور اپنے سر پر مٹی ڈالنے لگا اور پکارنے لگا ہائے ہلاکت، ہائے ہلاکت۔ یہاں تک کہ اس کے لشکر تمام اطراف یعنی جنگلوں اور سمندروں سے اکٹھے ہو کر اس کے پاس پہنچ گئے اور اپنے سردار سے پوچھنے لگے کہ اے ہمارے سردار! تجھے کیا ہو گیا ہے تو اس نے کہا قرآن کریم میں ایک آیت طیبہ نازل ہوئی ہے جس کے بعد بنو آدم میں سے کسی کو بھی اس کے گناہ نقصان نہیں پہنچائیں گے تو انہوں

نے پوچھا وہ کون سی آیت ہے تو اس نے مذکورہ بالا آیت طیبہ سے انہیں آگاہ کیا تو انہوں نے اسے کہا کہ ہم ان کے لیے خواہشات کے دروازے کھول دیں گے نہ وہ توبہ کریں گے اور نہ ہی استغفار۔ اور وہ گمان کریں گے کہ بے شک وہی حق پر ہیں تو وہ لعین اس سے بہت خوش ہوا۔ اور موجودہ زمانہ میں اس حدیث پاک کی صداقت واضح ہے کہ بدعتی فرقے کس طرح ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہیں:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یَا ابْنَ آدَمَ اَنَّکَ مَا دَعَوْتَنِیْ وَرَجَوْتَنِیْ غَفَرْتُ لَکَ مَا کَانَ مِنْکَ وَلَا اُبَالِیْ یَا ابْنَ آدَمَ لَوْبَلَغَتْ ذُنُوْبُکَ عِنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِیْ غَفَرْتُ لَکَ وَلَا اُبَالِیْ یَا ابْنَ آدَمَ لَوْاَتَیْتَنِیْ بِقِرَابِ الْاَرْضِ خَطَایَا ثُمَّ لَقِیْتَنِیْ لَا تُشْرِکُ بِیْ شَیْئًا لَّاَتَیْتُکَ بِقِرَابِھَا مَغْفِرَۃً (اخرجہ الترمذی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ بنو آدم کو پکار کر کہتا ہے اے آدم کے فرزند! تو جب تک مجھ سے گناہوں کی بخشش مانگتا رہے گا اور میری رحمت کی امید کرتا رہے گا تو میں تیرے سارے گناہ معاف کرتا رہوں گا اور مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں۔ اے آدم کے بیٹے کہ اگر تیرے گناہ آسمان تک پہنچے ہوئے ہی کیوں نہ ہوں پھر تو مجھ سے ان کی بخشش کا سوال کرے تو میں تیرے گناہ معاف کر دوں گا اور مجھے اس بات کی بھی پرواہ نہیں اے آدم کے بیٹے! اگر تو میرے پاس زمین کے برابر گناہ لائے پھر تو میرے ساتھ اس حالت میں ملاقات کرے کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائے گا تو میں تجھے اسی کے مطابق بخشش عطا کروں گا۔

رزق میں فراخی کا وسیلہ

وَقَدْ جَآءَ فِي الْحَدِيْثِ اَنَّهُ قَالَ مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُ مِنْ كُلِّ ضَيِّقٍ مَّخْرَجًا وَّمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا وَّرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو کثرت سے استغفار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر قسم کی تنگی سے نکلنے کا کوئی سبب بنا دیتا ہے اور ہر قسم کے فکر کو دور کر دیتا ہے اور اسے وہاں سے رزق عطا فرماتا ہے جہاں سے اس کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی اس کی تصدیق کرتا ہے:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهُ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

ایک دفعہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں ایک آدمی آیا اس نے عرض کی کہ میں تنگدست ہوں مجھے کوئی وظیفہ بتائیں تو آپ نے فرمایا استغفار پڑھا کرو پھر دوسرا آیا اس نے اولاد نہ ہونے کی شکایت کی تو آپ نے اسے بھی استغفار پڑھنے کا حکم دیا پھر تیسرا آیا اس نے قحط سالی کی شکایت کی تو آپ نے اسے بھی استغفار پڑھنے کا حکم دیا آپ کے ایک ہم نشین نے آپ سے عرض کی کہ تین آدمی آئے تینوں کی مشکلات الگ الگ تھیں آپ نے ان کو ایک ہی وظیفہ بتایا ہے اس کی کیا وجہ ہے تو آپ نے فرمایا میں نے انہیں وہی کچھ بتایا ہے جو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا تھا کہ جس کو قرآن میں اس طرح پر فرمایا گیا ہے:

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا. يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا. وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا

میں نے کہا تم اپنے رب سے گناہوں کی معافی طلب کرو کیونکہ وہ بہت ہی گناہوں کو بخشنے والا ہے۔ وہ تمہارے اوپر موسلا دھار بارش برسائے گا اور

تمہاری مال اور اولاد سے مدد فرمائے گا اور وہ تمہیں باغ عطا فرمائے گا اور تمہارے لیے نہریں جاری کر دے گا۔

ایک دوسرے مقام پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ بَنِيْ آدَمَ خَطَّاءٌ وَّخَيْرُ الْخَاطِئِيْنَ التَّوَّابُوْنَ.

یعنی تمام بنی آدم خطا کار ہیں اور ان خطا کاروں سے بہترین وہ لوگ ہیں جو اللہ کی بارگاہ میں بہت زیادہ توبہ کرنے والے ہیں۔

توبہ میں تاخیر کی سزا

جب انسان سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اسے چاہیے کہ بلا تاخیر اپنے اس گناہ پر شرمندگی کا اظہار کرے اور اللہ تعالیٰ سے نہایت ہی عاجزی کے ساتھ اس کی بخشش کی التجا کرے۔ اگر وہ توبہ کو دوسرے وقت کے لیے مؤخر کر دے گا تو ہو سکتا ہے وہ دوسرے دن تک زندہ ہی نہ رہے یا اسے توبہ کرنے کی توفیق ہی نہ ہو سکے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

هَلَكَ الْمُسَوِّفُوْنَ

وہ لوگ ہلاک ہو گئے جو یہ کہتے ہیں کہ ہم عنقریب توبہ کرلیں گے۔

کیونکہ وہ اپنی توبہ کی بنا اس بقا پر رکھ رہے ہیں جو ان کے اختیار میں نہیں۔ ہو سکتا ہے کل آنے سے پہلے ہی ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ جس طرح آج توبہ نہیں کر سکا اور گناہ کا ارتکاب کر بیٹھا ہے اسی طرح وہ آئندہ بھی گناہ کا ارتکاب کر بیٹھے اور توبہ نہ کر سکے۔ کیونکہ زمانہ حال میں گناہ کا ارتکاب کرنا غلبہ شہوت کی وجہ سے ہے اور آئندہ بھی غلبہ شہوت کے بڑھنے کا امکان ہے لہٰذا وہ گناہ کا عادی ہو جائے گا اور جو گناہ کا عادی ہوتا ہے اسے توبہ کی توفیق نصیب ہی نہیں ہوتی۔ اور وہ ابدی عذاب کا مستحق ہو جاتا ہے۔ (العیاذ باللہ)

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ.

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ.

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ اللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا الْاِسْتِغْفَارَ وَالتَّوْبَةَ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ وَمَا تَوْفِيقِيْ إِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ.

چھتیسواں وعظ

دنیا کا زوال اور اس سے بے رغبتی کا اجر

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِیْمًا تَذْرُوْهُ الرِّیٰحُ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا. اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ اَمَلًا.

(اے محبوب!) ان سے دنیاوی زندگی کی (ایک اور) مثال بیان فرمایئے یہ پانی کی طرح ہے جس کو ہم نے آسمان سے اتارا ہے پس اس پانی سے زمین کی انگوریاں گنجان ہو کر اگتی ہیں پھر کچھ عرصہ بعد وہ خشک بوسیدہ گھاس ہو جاتی ہیں اسے ہوائیں اڑائے پھرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ مال اور فرزند (تو صرف) دنیاوی زندگی کی زیب و زینت ہیں اور (درحقیقت) باقی رہنے والے نیک اعمال تیرے رب کے ہاں ثواب کے اعتبار سے بہتر ہیں اور بہتر ہیں جن سے امید وابستہ کی جاتی ہے۔

یہ آیت طیبہ دنیا کی بے ثباتی اس کے زوال اور فنا ہونے کی ایک مثال بیان فرما رہی ہے اور اس میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ باقی رہنے والے اور فنا نہ ہونے والے تو وہ نیک اعمال ہیں جو اللہ کی رضا کے لیے کیے جاتے ہیں کفار مکہ اپنی دولت، عزت اور تکبر کی وجہ سے حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان غلاموں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے جو نادار اور مفلس تھے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو فرما رہا ہے کہ آپ ان لوگوں کو جو دنیاوی جاہ وجلال کی وجہ سے پھولے نہیں سماتے اور دنیاوی ساز وسامان پر اتراتے ہوئے نہیں تھکتے ان کو سمجھایئے کہ دنیاوی زندگی کی مثال تو آسمان سے برسنے والے پانی کی مانند ہے جس کے ذریعہ زمین سے گنجان انگوریاں اگتی ہیں اور پھر وہ چورہ چورہ ہو جاتی ہیں انہیں ہوا اڑا کر فضا میں بکھیر دیتی ہے اور ان کا نام ونشان تک مٹ جاتا ہے۔ اسی طرح دنیا کی زیب وزینت اور اس کا جاہ وجلال بھی ناپائیدار ہے جس چیز کو بقا اور دوام ہے وہ وہ اعمال ہیں جو اللہ کی خوشنودی کے حصول کے لیے کیے جاتے ہیں وہ اس حی وقیوم سے وابستہ ہونے کی وجہ سے لازوال ہو جاتے ہیں قاضی ثنا اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ کا معنی یہ ہے کہ وہ اعمال جو اللہ تعالیٰ کی جہت سے کیے جاتے ہیں جو صاحب الجلال والاکرام ہے انہیں دوام وبقا نصیب ہوتا ہے۔ (تفسیر مظہری)

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے مال اور اولاد کی مثال کھیتی کے ساتھ دی ہے آپ نے فرمایا:

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ حَرْثُ الدُّنْيَا وَالْاَعْمَالُ الصّٰلِحٰتُ حَرْثُ الْاٰخِرَةِ. وَقَدْ يَجْمَعُهُمَا اللّٰهُ لِاَقْوَامٍ.

مال اور اولاد دنیا کی کھیتی ہیں اور نیک اعمال آخرت کی کھیتی ہیں اور کبھی اللہ تعالیٰ ان دونوں کو کسی ایک قوم کے لیے اکٹھا کر دیتا ہے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے گی تو کچھ عرصہ باقی رہے گی ورنہ فنا ہو جائے گی۔

اَلْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ

یعنی وہ اعمال جو باقی رہنے والے ہیں ان کی تفسیر علماء کرام اور صوفیاء کرام نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں بیان کی ہے وہ فرماتے ہیں۔ کہ ان سے مراد وہ اعمال ہیں جن کے ثمرات اور نتائج ابد الآباد تک باقی رہیں

گے مثلاً پنجگانہ نماز، حج، زکوٰۃ اور رمضان شریف کے روزے۔ یہ ایسے اعمال ہیں جن کی فضیلت اور ان کا اجر و ثواب آیات طیبات اور احادیث طیبہ میں واضح الفاظ میں بیان فرمائی گئی ہیں تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں۔ بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ ان سے مراد سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باقیات صالحات کی تشریح اس طرح فرمائی ہے آپ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِسْتَکْثِرُوْا مِنَ الْبٰقِیٰتِ الصّٰلِحٰتِ قِیْلَ وَمَا ھِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَسَلَّمَ. قَالَ التَّسْبِیْحُ وَالتَّھْلِیْلُ وَالتَّحْمِیْدُ وَالتَّکْبِیْرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ (رواہ احمد)

باقیات صالحات کثرت سے کیا کرو عرض کی گئی یا رسول اللہ! وہ کیا ہیں فرمایا: تسبیح وتہلیل وتحمید وتکبیر اور لَا حَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّابِا للّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ہیں۔

اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کثرت سے پڑھا کرو اس سے اللہ تعالیٰ ننانوے مصیبتوں کے دروازے بند کر دیتا ہے اور ان سب سے کم درجے کی تکلیف جو اس کلمہ طیبہ کے پڑھنے سے دور ہوتی ہے وہ اَلْھَمُّ ہے۔ یعنی رنج و ملال اور ذہنی فکر اس کے پڑھنے سے دور ہو جاتی ہے۔ تو اس طرح باقی رہنے والی نیکیوں میں ہر وہ کام بھی آ سکتا ہے جس کا ثواب مرنے کے بعد بھی قائم رہتا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے:

اِذَمَاتَ الْاِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُہٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ مِّنْ صَدَقَۃٍ جَارِیَۃٍ اَوْ عِلْمٍ یُّنْتَفَعُ بِہٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ یَّدْعُوْ لَہٗ.

جب انسان مرجاتا ہے تو اسکے تین اعمال کے سوا سارے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں وہ تین اعمال جن کا اجر و ثواب جاری رہتا ہے وہ یہ ہیں۔

1۔صدقہ جاریہ۔ مثلاً مسجد بنانا مسافر خانہ تیار کرنا، کنواں، نلکا اور مدرسہ یا اسی قسم کا کوئی اور کام کرنا۔ حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ آپ کی والدہ محترمہ اچانک فوت ہوگئیں اور وہ کسی کار خیر کی اپنے بیٹے کو وصیت نہ کرسکیں تو حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میری والدہ اچانک فوت ہوگئی ہیں اور وہ کوئی وصیت نہیں کرسکیں اگر میں اب اس کے لیے کوئی چیز صدقہ کروں تو کیا اسے ثواب ملے گا تو آپ نے فرمایا کیوں نہیں تو اس کے نام پر ایک کنواں کھدوا کر وقف کردے تو جب تک وہ کنواں چلتا رہے گا لوگ اس سے پانی پیتے رہیں گے اسے اس کا اجر و ثواب ملتا رہے گا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک کنواں کھودوایا جس کا نام ہی بِئرٌ لِاُمِّ سَعْدٍ یعنی ام سعد کی ماں کا کنواں مشہور ہوگیا اور لوگ اس سے پانی پیتے رہے۔

2۔ایسا علم جس سے لوگ نفع حاصل کریں یہ فیض بصورت تدریس و تالیف یا قرآن و سنت کی حفاظت میں جاری ہوگا۔

3۔وہ نیک بچہ جو اپنے ماں باپ کے بعد ان کی بخشش و مغفرت کی دعا کرتا رہے یا اس کے ایصال ثواب کے لیے صدقات و خیرات یا قرآن کریم کی تلاوت کرتا رہے نوافل پڑھتا رہے وغیرہ تو اس کا ثواب مرنے والے کو پہنچتا رہے گا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

عَنْ اَنَسٍ اَنَّه سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّا نَتَصَدَّقُ عَنْ مَوْتَانَا وَنَحُجُّ عَنْهُمْ وَنَدْعُوا لَهُمْ فَهَلْ يَصِلُ ذَالِکَ اِلَيْهِمْ قَالَ نَعَمْ اِنَّه لَيَصِلُ اِلَيْهِمْ وَاِنَّهُمْ يَفْرَحُوْنَ بِه كَمَا يَفْرَحُ اَحَدُكُمْ بِالطَّبَقِ اِذَا اُهْدِىَ اِلَيْهِمْ...... الخ (فتح القدیر ص309 ج2 مطبوعہ مصر)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! ہم اپنے مرنے والوں کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں اور ان کی

طرف سے حج ادا کرتے ہیں اور ان کے لیے دعا کرتے ہیں کیا اس کا ثواب انہیں پہنچتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس کا ثواب بھی انہیں پہنچتا ہے اور وہ اس سے اسی طرح خوش ہوتے ہیں جس طرح تم میں سے کوئی آدمی اس وقت خوش ہوتا ہے جب اس کی طرف کسی تھال میں تحفہ بھیجا جائے جبکہ دوسرے لوگ پریشان ہوتے ہیں جن کی طرف ان کے ورثاء کی طرف سے کوئی صدقہ وخیرات بطور تحفہ نہیں بھیجا جاتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بڑے ہی آسان اور پیارے انداز میں دنیا کی مثالیں پیش فرمائی ہیں اور اس کی قلیل مدت کی وضاحت کی ہے اور انسان کو تنبیہ فرمائی ہے اس دنیا کا جو تھوڑا سا وقت اس کے ہاتھ میں ہے اس سے بھرپور فائدہ اٹھائے آپ فرماتے ہیں کہ دنیا تین دنوں یا تین ساعتوں یا تین سانسوں کی مانند ہے اور ان میں سے انسان صرف ایک دن یا ایک ساعت یا ایک سانس کا مالک ہے اس لیے اسے چاہئے کہ اس سے جتنا نفع حاصل کر سکتا ہے وہ حاصل کرلے ورنہ خسارہ ہی خسارہ ہوگا۔ آپ فرماتے ہیں کہ دنیا کے تین دن اس طرح ہیں:

1۔ کل گزشتہ۔ جو انسان کے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ 2۔ کل آنے والا دن۔ جس کے متعلق اسے علم نہیں کہ وہ کل تک زندہ بھی رہے گا یا نہیں۔ 3۔ موجودہ دن۔ جو اس کے قبضہ میں ہے اسی کو وہ غنیمت سمجھے اور اپنی اخروی زندگی کو سنوارنے کے لیے جتنا عمل کر سکتا ہے وہ کرے۔

اور اسی طرح آپ نے تینوں ساعتوں اور تین سانسوں کی وضاحت فرمائی ہے۔ اس لیے آپ فرماتے ہیں کہ انسان کو چاہئے کہ جو ساعت یا سانس اُس کے قبضہ میں ہے اس سے بھرپور فائدہ اٹھائے۔ اور آگے چل کر آپ فرماتے ہیں کہ تمام اعمال سے افضل عمل اوقات کی پہچان اور اس کی حفاظت کرنا ہے۔ جس نے اپنے وقت کی حفاظت نہ کی اس نے اپنی عمر ضائع کردی اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وقت ایک قیمتی خزانہ ہے۔ (تنبیہ الغافلین)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زریں اقوال

رُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ والسَّلَامُ اَنَّہٗ قَالَ لِرَجُلٍ وَّھُوَ یَعِظُہٗ اغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَکَ قَبْلَ ھَرَمِکَ وَ غِنَاکَ قَبْلَ فَقْرِکَ وَ فَرَاغَکَ قَبْلَ شُغْلِکَ وَ صِحَتَکَ قَبْلَ سُقْمِکَ وَحَیَاتَکَ قَبْلَ مَوْتِکَ لِاَنَّ الْاِنْسَانَ یَقْدِرُ عَلَی الْاَعْمَالِ فِیْ حَالِ شَبَابِہٖ مَالَا یَقْدِرُ فِیْ حَالِ ھَرَمِہٖ

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جبکہ آپ ایک آدمی کو نصیحت فرمار ہے تھے کہ پانچ چیزوں کے آنے سے پہلے پانچ کو غنیمت سمجھو۔ بڑھاپے سے پہلے جوانی کو، افلاس سے پہلے دولت کو، مصروفیت سے پہلے فراغت کو، بیماری سے پہلے صحت کو اور موت سے پہلے زندگی کو۔ کیونکہ انسان عنفوان شباب میں جن اعمال کو انجام دے سکتا ہے بڑھاپے میں ان کو عملی جامہ پہنانا اس کے لیے مشکل ہوتا ہے۔

اس لیے انسان کے لیے یہ مناسب ہے کہ وہ ان پانچ اوقات میں نیک اعمال کا ذخیرہ کرنے میں بھرپور کوشش کرے۔ اس لیے وہ صحت، فراغت، جوانی، زندگی اور دولت کو غنیمت سمجھتے ہوئے ان کاموں میں صرف کرے جن سے اسے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو جائے اور اگر وہ یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو نیک اعمال کرنے میں جلدی کرے دوزخ کے عذاب سے ڈرتا ہے اور خواہشات نفس کی پیروی کرنے سے اپنے آپ کو روکے رکھے۔

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خزانچی کا حکیمانہ جواب

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا آپ کا ایک لڑکا کسی مکتب میں پڑھتا تھا وہ مکتب سے واپس آیا تو رو رہا تھا حضرت فاروق اعظمؓ نے اس سے رونے کا سبب دریافت کیا تو اس نے جواب دیا کہ مکتب میں لڑکوں نے میری قمیص پر لگے ہوئے

پیوند گنے اور وہ میرے ساتھ مزاح کرنے لگے اور کہنے لگے کہ امیر المومنین کے بیٹے کو دیکھو اس کی قمیص میں کتنے پیوند لگے ہوئے ہیں جس سے مجھے شرمندہ ہونا پڑا آپ کے بیٹے کی قمیص میں چودہ پیوند لگے ہوئے تھے آپ نے بیت المال کے محافظ سے درخواست کی کہ وہ اس مہینے کے آخر تک انہیں بیت المال سے چار درہم بطور قرض حسن دے دے جب مہینہ اختتام پذیر ہوگا اور بیت المال سے جو وظیفہ مجھے ملتا ہے اس سے یہ رقم کاٹ لی جائے خزانچی نے آپ کی طرف یہ جواب تحریر کیا کہاے امیر المومنین آپ کے پاس کیا ضمانت ہے کہ آپ ایک ماہ تک زندہ رہیں گے اگر آپ اس مہینہ کے اختتام سے پہلے ہی فوت ہو جائیں تو بیت المال کے چار درہم کے آپ مقروض ہوں گے تو آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہوگا۔ آپ نے خزانچی کا خط پڑھا تو زار و قطار رونے لگے اور اپنے بیٹے کو فرمایا کہ اسی حالت میں مکتب واپس چلا جا میں تو اپنی زندگی کے ایک لحہ کا بھی مالک نہیں ہوں۔ (مشکوٰۃ الانوار)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کائنات کے مالک ومختار تھے آپ چاہتے تو امیروں کی طرح عیش وعشرت اور آسودگی کی زندگی بسر کر سکتے تھے لیکن آپ نے اس فانی دنیا کو ترک کر دیا اور باقی رہنے والی نعمتوں کو اختیار فرمالیا اور بھوک، افلاس اور فقر اختیار فرمایا اور اہل دنیا کے سامنے ایک ایسا کامل نمونہ پیش کیا جس کی مثال اولین وآخرین میں نہیں ملتی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

مَا شَبِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ تِبَاعًا مِّنْ خُبْزٍ حَتّٰى مَضٰى اِلٰى سَبِيْلِهٖ وَ فِىْ رِوَايَةٍ مِنْ خُبْزِ شَعِيْرٍ يَوْمَيْنِ مُتَوَالِيَيْنِ وَلَوْ شَاءَ لَاَعْطَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مَالَا يَخْطُرُ بِبَالِهٖ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی بھی مسلسل تین دن سیر ہو کر روٹی نہیں کھائی یہاں تک کہ وہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ نے کبھی بھی دو دن متواتر جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہیں کھائی اگر آپ

چاہتے تو اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا کی وہ نعمتیں عطا فرماتا جن کا آپ کے دل میں کبھی خیال تک بھی پیدا نہیں ہوا۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلاواسطہ ایسی حقیقی غناء ارزانی فرمائی کہ قلب مبارک کو غنی کر دیا زمین کے سارے خزانوں کی کنجیاں مرحمت فرما دیں کائنات کی ہر چیز کو تابع فرمان فرما دیا۔ ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کاشانہ اقدس میں تشریف لائے مسلسل فاقہ کشی کے باعث شکم مبارک کمر کے ساتھ پیوست ہو گیا تھا یہ حالت دیکھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیتاب ہو گئیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے شکم مبارک کو بوسہ دیا اور عرض کی یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم آپ اپنے رب سے اتنا تو مانگئے کہ یوں فاقوں کی نوبت تو نہ آئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! اگر میں چاہوں تو یہ سارے پہاڑ سونے کے بن کر میرے جلو میں چلنا شروع کر دیں۔ لَوْ شِئْتُ لَسَارَتْ مَعِیْ ھٰذِہِ الْجِبَالُ ذَھَبًا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فقر، فقر اضطراری نہ تھا بلکہ فقر اختیاری تھا۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے خوب لکھا ہے۔

گزید فقر فرماں روائے ملک ابد
بمشت خاک نہ دارد ہوائے سلطانی

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فقر کو پسند فرمایا کیونکہ جس کو ملک ابد کی سروری بخشی گئی ہو وہ مشت خاک پر حکومت کرنے کی کوئی خواہش نہیں رکھتا۔ (ترمذی شریف)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترکہ

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو آپ کی وراثت میں سوائے چند اشیاء کے کچھ بھی نہ تھا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رفیق اعلیٰ سے ملاقات کا وقت قریب آیا تو آپ نے فرمایا: اے عائشہ! رضی اللہ عنکِ وہ آٹھ درہم جو میں نے تجھے دیئے تھے انہیں صدقہ کر دو۔ لیکن اس کے فوراً بعد آپ کی حالت غیر ہو گئی اور میں وہ صدقہ نہ کر سکی۔ تھوڑی دیر بعد آپ کو کچھ افاقہ ہوا تو آپ نے مجھ سے

دوبارہ ان درہموں کے صدقہ کرنے کے متعلق دریافت کیا تو میں خاموش ہوگئی اسی طرح تیسری بار بھی ہوا اب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تو یہ چاہتی ہے کہ اللہ کا رسول اس دنیا سے رخصت ہو اور اس کے گھر میں یہ درہم موجود ہوں ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو فرمایا کہ وہ درہم عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے لے لو اور انہیں صدقہ کرو۔ اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی مروی ہے:

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا مَا تَرَكَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَماً وَّلَا شَاةً وَّلَا بَعِيْرًا

آپ فرماتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی وراثت میں کچھ بھی نہیں چھوڑا تھا نہ دینار اور نہ ہی کوئی درھم اور نہ ہی کوئی بکری اور نہ ہی کوئی اونٹ۔

حضرت امام جعفر الصادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث طیبہ بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔

اصول کافی صفحہ ۱۸ پر آپ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی روایت کرتے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَآءِ لَمْ يُوَرِّثُوا دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَماً وَّلٰكِنْ اَوْرَثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَ مِنْهُ اَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں بے شک انبیاء دینار و درہم کا وارث نہیں بناتے بلکہ وہ علم ورثہ میں دیتے ہیں۔ جس نے ان کے علم سے حصہ لیا اسے بڑا وافر حصہ ملا۔

دوسری روایت ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ شیر خدا اپنے فرزند ارجمند حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کو از راہ وصیت فرماتے ہیں:

وَتَفَقَّهُ فِی الدِّیْنِ فَاِنَّ الْفُقَهَآءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَآءِ اِنَّ الْاَنْبِیَاءَ لَمْ یُوَرِّثُوا دِیْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَّلٰکِنَّهُمْ وَرَّثُوا الْعِلْمَ وَمَنْ اَخَذَ مِنْهُ اَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ (من لایحضرہ الفقیہ جلد دوم ص ۳۴۶)

اے میرے فرزند! دین میں فہم حاصل کرو کیونکہ فقہاء ہی انبیاء کے وارث ہیں بے شک انبیاء دینار و درہم کا وارث نہیں بناتے بلکہ وہ علم ورثہ میں دیتے ہیں اور جس نے علم نبوت سے کچھ حاصل کیا اسی کو حظ وافر نصیب ہوا۔

حضرت امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ مزید فرماتے ہیں:

اِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَآءِ وَذَاکَ اَنَّ الْاَنْبِیَآءَ لَمْ یُوَرِّثُوا دِرْهَمًا وَّلَا دِیْنَارًا وَّلٰکِنَّهُمْ اَوْرَثُوا اَحَادِیْثَ مِنْ اَحَادِیْثِهِمْ فَمَنْ اَخَذَ بِشَیْءٍ مِّنْهَا فَقَدْ اَخَذَ حَظًّا وَّافِرًا

بے شک علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں کیونکہ انبیاء درہم و دینار ورثہ میں نہیں چھوڑتے بلکہ وہ احادیث (احکام شریعت اور اسرار کتاب) ہی اپنی وراثت میں چھوڑتے ہیں پس جس شخص نے بحر علم سے کچھ حاصل کیا اس کو حظ وافر نصیب ہوا۔

عمر ابن الحارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مَا تَرَکَ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِلَّا سَلَاحَةً وَّبَغْلَةً وَّاَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سوائے جنگی ہتھیاروں، ایک خچر اور کچھ زمین کے، جس کو آپ نے صدقہ کر دیا تھا، کچھ نہیں چھوڑا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مزید فرماتی ہیں:

وَلَقَدْ مَاتَ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَمَا فِیْ بَیْتِیْ شَیْءٌ یَّاْکُلُهُ ذُوْ کَبِدٍ اِلَّا شَطْرُ شَعِیْرٍ فِیْ رَفٍّ لِّیْ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو میرے گھر میں کوئی

ایسی چیز نہ تھی جسے کوئی انسان کھا لیتا سوائے جو کے ایک ٹکڑا کے جو میری الماری میں تھا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

اِنَّهٗ عُرِضَ عَلَيَّ اَنْ تُجْعَلَ لِيْ بَطْحَاءُ مَكَّةَ ذَهَبًا فَقُلْتُ يَا رَبِّ اَجُوْعُ يَوْمًا وَّاَشْبَعُ يَوْمًا فَاَمَّا الْيَوْمَ الَّذِيْ اَجُوْعُ فِيْهِ فَاَتَضَرَّعُ وَاَدْعُوْكَ وَاَمَّا الْيَوْمَ الَّذِيْ اَشْبَعُ فِيْهِ فَاَحْمَدُكَ وَاُثْنِيْ عَلَيْكَ

میرے اوپر یہ پیش کیا گیا کہ میرے لیے مکہ کی ساری وادی کو سونا بنا دیا جائے تو میں نے عرض کی: اے میرے پروردگار! میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میں ایک دن بھوکا رہوں اور ایک دن کوئی چیز تناول کرلوں پس وہ دن جو میں بھوک میں بسر کروں تو اس میں تیری بارگاہ میں عاجزی کرتا رہوں اور تیری عبادت کرتا رہوں اور وہ دن جس میں کوئی چیز کھالوں اس پر تیری حمد اور تیری ثنا کرتا رہوں۔ (شفا شریف)

ان مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اختیار اور ارادہ سے مال و دولت کو ترک کیا تا کہ اخروی نعمتیں اور نوازشات سے شادکام کیے جائیں:

قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا لَمْ يَمْتَلِئْ جَوْفُ النَّبِيِّ شَبَعًا قَطُّ وَلَمْ يَبُثَّ شَكْوٰى اِلٰى اَحَدٍ وَّكَانَتِ الْفَاقَةُ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنَ الْغِنٰى وَاَنَّهٗ كَانَ يَظَلُّ جَائِعًا يَّلْتَوِيْ طُوْلَ لَيْلَةٍ مِّنَ الْجُوْعِ فَلَا يَمْنَعُهٗ صِيَامَ يَوْمِهٖ وَلَوْ شَاءَ سَاَلَ رَبَّهٗ جَمِيْعَ كُنُوْزِ الْاَرْضِ وَثِمَارِهَا وَرَغَدِ عَيْشِهَا وَلَقَدْ كُنْتُ اَبْكِيْ لَهٗ رَحْمَةً مِّمَّا اَرٰى بِهٖ وَاَمْسَحُ بِيَدِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ مِمَّا بِهٖ مِنَ الْجُوْعِ وَاَقُوْلُ نَفْسِيْ لَكَ الْفِدَاءُ لَوْ تَبَلَّغْتَ مِنَ الدُّنْيَا بِمَا يُقَوِّتُكَ فَيَقُوْلُ يَا عَائِشَةُ مَالِيْ وَالدُّنْيَا اَخْوَانِيْ مِنَ

اُولِی الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ صَبَرُوْا عَلٰی مَا هُوَ اَشَدُّ مِنْ هٰذَا
فَمَضَوْا عَلٰی حَالِهِمْ فَقَدِمُوْا عَلٰی رَبِّهِمْ فَاَکْرَمَ مَا بِهِمْ
وَاَجْزَلَ ثَوَابَهُمْ فَاَجِدُنِیْ اَسْتَحْیِیْ اَنْ تَوَفَّرْتُ فِیْ مَعِیْشَتِیْ
اَنْ یُقَصِّرَ بِیْ غَدًا دُوْنَهُمْ وَمَا مِنْ شَیْءٍ هُوَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنَ
اللُّحُوْقِ بِاَخْوَانِیْ وَاَخِلَّائِیْ قَالَتْ فَمَا اَقَامَ بَعْدُ اِلَّا شَهْرًا
حَتّٰی تُوُفِّیَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ (شفا شریف)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی بھی پیٹ بھر کر کھانا تناول نہیں فرمایا اور آپ نے کبھی بھی کسی کے سامنے اپنے افلاس کا شکوہ نہیں کیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دولت سے کہیں زیادہ فاقہ محبوب تھا آپ دن کے وقت بھی فاقہ سے ہوتے اور ساری رات بھوک کی وجہ سے پہلو بدلتے رہتے تھے اور فاقہ سے رہنا آپ کو دن کے وقت روزہ سے نہیں روکتا تھا اگر آپ چاہتے تو اپنے رب سے زمین کے سارے خزانے اور زمین سے پیدا ہونے والے ہر قسم کے پھل اور زندگی گزارنے کی ہر قسم کی خوشحالی مانگ سکتے تھے لیکن آپ نے فاقہ ہی کو اختیار فرمایا اور بسا اوقات تو میں آپ کی حالت کو دیکھ کر بطور شفقت رونے لگتی تھی اور آپ کے بطن مبارک پر اپنا ہاتھ پھیرتی تھی اور عرض کرتی کہ آپ پر میری جان قربان! آپ اپنے رب سے دنیا کی اتنی آسائش تو مانگ لیتے جو آپ کی قوت کا باعث بنتی۔ آپ فرماتے: اے عائشہ! مجھے اس دنیا سے کیا غرض، جبکہ میرے بھائی سابقہ اولوالعزم رسول اس سے بھی شدید ترین آزمائشوں پر صبر کر کے اس دنیا سے تشریف لے گئے اور وہ اپنے رب کی بارگاہ میں پیش ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس صبر کے بدلے عزت و کرامت کے ساتھ نواز دیا اور انہیں بہت زیادہ اجر عطا فرمایا پس اب مجھے شرم آتی ہے کہ میں زندگی گزارنے کا وافر مقدار میں سامان حاصل کروں اور

کل قیامت کے روز اپنے گزشتہ بھائیوں سے اجر میں پیچھے رہ جاؤں اور مجھے یہ بات بہت ہی زیادہ محبوب ہے کہ میں اس دنیا سے رخصت ہو کر اسی فقر و افلاس کی حالت میں اپنے بھائیوں سے ملاقات کروں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد ایک مہنہ بھی گزرنے نہ پایا تھا کہ آپ اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

آپ کے فقر و فاقہ کی وہی حالت تھی جس کا ذکر اوپر بیان ہو چکا ہے حالانکہ آپ کو زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں عطا کر دی گئی تھیں فرمایا:

أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ (بخاری)

جبرائیل امین کے ساتھ مکالمہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھا تو آپ کے پاس ایک آدمی حاضر ہوا جس کا چہرہ بہت ہی خوبصورت اور نورانی تھا اور اس کے بال بھی بہت خوبصورت تھے اس نے سفید رنگ کے کپڑے پہن رکھے تھے اور اس نے آکر عرض کی: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ اور پوچھا کہ دنیا کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا خواب کی طرح ہے اس نے دوسرا سوال آخرت کے متعلق کیا تو آپ نے فرمایا کہ آخرت میں لوگ دو حصوں میں تقسیم ہوں گے ایک حصہ جنت میں داخل ہو گا جبکہ دوسرا جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں۔ پھر اس نے جنت کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا جو لوگ دنیا کی آسائشوں میں رغبت نہیں رکھتے ان کے لیے اس کے بدلے جنت عطا کی جائے گی کیونکہ دنیا ہی جنت کی قیمت ہے دنیا دے کر جنت خریدی جاتی ہے پھر اس نے جہنم کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا جو دنیا کی حرص اور رغبت دل میں بسا لیتا ہے اس کے بدلہ اسے جہنم میں داخل ہونا پڑے گا پھر اس نے پوچھا کہ آپ کی امت سے سب سے افضل کون لوگ ہیں تو آپ نے فرمایا:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ

تم میں سے سب سے زیادہ پرہیز گار اور اطاعت گزار اللہ کی بارگاہ میں معزز و محترم ہوگا۔

پھر اس نے سوال کیا کہ اس دار فانی میں زندگی کیسے بسر کی جائے تو آپ نے فرمایا موت کے انتظار میں جس طرح کسی قافلہ میں شریک ہونے والا اس کی آمد کا انتظار کرتا رہتا ہے اس نے پوچھا تو اس دنیا میں کتنا عرصہ ٹھہرنا ہوگا تو آپ نے فرمایا کہ جتنی دیر وہ آدمی جو قافلہ سے پیچھے رہ جائے وہ ٹھہرتا ہے اتنی ہی مقدار دنیا میں قرار ہوگا۔ تو اس نے عرض کی کہ دنیا اور آخرت کے درمیان کتنا فاصلہ ہے تو آپ نے فرمایا کہ ان دونوں کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا آنکھیں بند کرنے میں فاصلہ ہوتا ہے حضرت جابر فرماتے ہیں کہ پھر وہ آدمی چلا گیا تو ہم میں سے کسی نے بھی اس کو جاتے ہوئے نہیں دیکھا تو ہماری حیرانگی کو دیکھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ حضرت جبرائیل امین تھا جو تمہارے پاس اس لیے آیا تھا تاکہ وہ تمہیں دنیا سے زہد اور پرہیز گاری کا درس دے اور آخرت کی رغبت دل میں پیدا کرے۔

(زبدۃ الواعظین)

یہ تمام تفصیلات جو دنیا کو ترک کرنے کے سلسلہ میں بیان کی گئی ہیں ان کا یہ مطلب نہیں کہ انسان دنیا سے بالکل ہی قطع تعلق ہو جائے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان دنیا کے تمام اسباب سے بھرپور فائدہ اٹھائے لیکن وہ دنیا ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے راستہ میں کاشانہ بن جائے۔ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ انسان دنیا میں اس طرح زندگی بسر کرے جس طرح مرغابی پانی میں اپنی زندگی کا اکثر وقت گزارتی ہے لیکن جب وہ پانی سے باہر آتی ہے تو اس کے پروں پر پانی کا ایک قطرہ بھی موجود نہیں ہوتا۔ اس لیے بندۂ مومن کو بھی اسی طرح زندگی بسر کرنا چاہئے کہ دنیا کے وسائل و اسباب سے بھرپور فائدہ اٹھائے اور حلال روزی کمانے میں خوب محنت کرے۔ لیکن جب اس دنیا کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے راستہ میں خرچ کرنے

کا وقت آئے تو وہ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اپنی دنیا قربان کر دے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مشہور و معروف واقعہ ہے کہ آپ کا پیشہ تجارت تھا آپ خوب دولت کماتے تھے اور صحابہ کرام میں سے امیر ترین تھے لیکن جب اللہ تبارک و تعالیٰ کے محبوب نے غزوۂ تبوک کے موقع پر مجاہدین کے لیے اسلحہ اور ساز و سامان خریدنے کے لیے چندہ اکٹھا کرنے کا حکم دیا تو آپ اپنا سارے کا سارا مال یہاں تک کہ اپنے بدن کو ڈھانپنے والا لباس بھی ایک گٹھڑی میں باندھ کر اور ٹاٹ کا لباس پہن کر جس کے بٹن کھجور کے پتوں کے تھے آپ کی بارگاہ میں پیش کر دیا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا اے ابوبکر! گھر میں کیا چھوڑ کر آئے ہو تو آپ نے صرف اتنا عرض کیا۔

پروانے کو چراغ، بلبل کو پھول بس

صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

جس کا مطلب یہ تھا کہ صدیق کے گھر میں سوائے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نام کے اور کچھ نہیں تھا۔ آپ کا یہ خلوص اور صدقہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس قدر مقبول ہوا کہ حضرت جبرائیل امین کو اسی لباس میں ملبوس ہو کر، جو ابوبکر صدیق نے پہنا ہوا تھا، حضور کی خدمت میں حاضر ہونے کا حکم دیا تو جبرائیل امین جب اس حالت میں حضور کی بارگاہ میں پہنچے اس حالت کے متعلق آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوال کے جواب میں یہ عرض کی کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ٹاٹ کا لباس پہننا اور سارا مال و دولت اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند آیا کہ اس نے ہمیں حکم دیا کہ اسی قسم کے لباس میں ملبوس ہو کر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر میرا اسلام بھی پیش کرو اور آپ سے کہو کہ آپ اپنے صدیق سے پوچھیے گا کہ اللہ تعالیٰ کی اس نوازش اور عزت و کرامت کی وجہ سے وہ راضی ہے یا نہیں۔ تو جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یہ بات بتائی گئی تو آپ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اور عرض کی میں کیوں نہ اللہ تعالیٰ کی اس نوازش پر راضی اور خوش ہوں جس نے مجھے بغیر کسی استحقاق کے اس عزت افزائی سے نوازا ہے۔

آخر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک ارشاد گرامی سن لیجئے۔ ہو سکتا ہے کسی کے لیے وہ نصیحت کا باعث بن جائے۔

قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَرْبَعُ خِصَالٍ مِّنَ الشَّقَاوَةِ جُمُوْدُ الْعَيْنِ وَقَسْوَةُ الْقَلْبِ وَطُوْلُ الْاَمَلِ وَحُبُّ الْدُنْيَا وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ اَوْ جَنَاحَ طَيْرٍ مَّا سَقٰى كَافِرًا مِّنْهَا شُرْبَةَ مَاءٍ.

(زبدۃ الواعظین)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدبختی کی چار علامتیں ہیں۔ 1۔ مصیبت زدہ کو دیکھ کر آنکھوں سے آنسوؤں کا نہ بہنا۔ 2۔ دل کا سخت ہونا۔ 3۔ دنیا کے مال و دولت میں طویل امید کا ہونا۔ 4۔ دنیا کے ساتھ محبت کرنا۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی قدر و منزلت ایک مچھر یا ایک پرندہ کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو اس کا ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَ عَلٰى آلِهِ الطَّيِّبِيْنَ وَالطَّاهِرِيْنَ وَ عَلٰى اَزْوَاجِهِ الطَّاهِرَاتِ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ عَلٰى سَائِرِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ اَجْمَعِيْنَ

وَمَا تَوْفِيْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ

سینتیسواں وعظ

شرف انسانیت

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا

اور بے شک ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت بخشی اور ہم نے انہیں خشکی اور سمندر میں مختلف سواریوں پر سوار کیا اور ہم نے انہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق عطا فرمایا اور ہم نے ان کو ان بہت سی چیزوں پر نمایاں فضیلت دی جن کو ہم نے پیدا فرمایا۔

تمام کائنات، خواہ علوی ہو یا سفلی، بری ہو یا بحری، فضائی ہو یا آبی، کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور کائنات کی تخلیق کا مقصد اس کی پہچان اور معرفت ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا فرمایا تاکہ وہ میری عبادت کریں اَیْ لِیَعْرِفُوْنِیْ یعنی وہ میری پہچان کریں اور مجھے وحدہ لا شریک تسلیم کریں۔ حدیث قدسی شریف میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت اس طرح فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

کُنْتُ کَنْزًا مَّخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ

میں ایک مخفی خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میری پہچان ہو تو میں نے مخلوق کو پیدا فرمایا۔

اگرچہ اس کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی پہچان کی علامت اور نشانی ہے لیکن جس طرح اس کی پہچان اور عرفان نوع انسانی کی تخلیق سے ہوتی ہے اس طرح اور کسی چیز سے نہیں کیونکہ

یہ اس کی تخلیق کا شاہکار ہے اور اس کے اندر کائنات کی ہر ایک چیز کا نمونہ اور مثال ہے حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''کہ یہ وہ ذرہ ہے جس کے سامنے آسمان کی رفعتیں سرنگوں ہیں اور یہ وہ قطرہ ہے جس میں سمندروں کی گہرائیاں ہیں۔'' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات سے شرافت و کرامت کا تاج اس کے سر پر سجایا اور حسن و جمال کا اسے نمونہ بنایا جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ

بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا (عقل وشکل کے اعتبار سے) بہترین اعتدال پر۔

یعنی ہم نے انسان کو شکل وصورت، قد و قامت، عقلی و ذہنی قوتوں، قلبی اور روحانی بہترین صلاحیتوں سے متصف کر کے پیدا فرمایا۔ اس کے ساتھ ساتھ عقل و علم، فہم و ادراک، اشارہ اور گفتگو سے مافی الضمیر کا افہام وتفہیم، معاش ومعاد کی تدبیر، تمام چیزوں پر استعلاء وتسخیر، عالم علوی اور سفلی کے اسباب ومسببات سے منافع حاصل کرنے کا ملکہ اور اس کے علاوہ بہت سی فضیلتیں عطا فرمائیں ہیں جن کا شمار انسانی بس کا روگ نہیں۔

ابن عربی کہتے ہیں:

لَیْسَ لِلّٰهِ تَعَالٰی خَلْقٌ اَحْسَنَ مِنَ الْاِنْسَانِ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی خَلَقَهٗ حَیًّا، عَالِمًا، قَادِرًا، مُرِیْدًا، مُتَکَلِّمًا، سَمِیْعًا، بَصِیْرًا، مُدَبِّرًا، حَکِیْمًا (قرطبی)

اللہ تعالیٰ نے انسان سے زیادہ خوبصورت کوئی چیز پیدا نہیں کی اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور اسے ان عظیم صفات سے متصف فرمایا۔ حی، عالم، بااختیار، باارادہ، متکلم، شنوا، بینا، مدبّر اور حکیم۔

اگر انسان کو بنظر غائر دیکھا جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ صوری اور معنوی حسن و کمال میں کوئی چیز بھی انسان کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ گر اس

قیمت حیوان، زور آور جانور، درندے، پرندے، ہوائی اور آبی مخلوقات سب کی سب انسان کے سامنے سرافگندہ ہیں اور اسکے حکم سے سرتابی کی جرأت نہیں کرسکتیں گرانڈیل ہاتھی سے ایک فیل بان جس طرح چاہتا ہے کام لیتا ہے چھ سات سال کا بچہ اونٹوں کی ایک قطار کو جدھر چاہتا ہے لے کر چلا جاتا ہے۔ شوخ وشنگ برق رفتار گھوڑے پر جب انسان سوار ہوتا ہے تو وہ اس کی مرضی کے مطابق عمل کرتا ہے۔ نوامیس فطرت کو وہ اپنی علمی قوت سے مسخر کر کے ان سے اپنی چاکری لے رہا ہے۔ عقل ودانش، فکرونظر، قیاس واستنباط کی جو بے نظیر قوتیں اسے بخشی گئی ہیں کائنات کی کوئی چیز اس کی برابری نہیں کرسکتی اس کے علم وعرفان کی رفعتوں کا یہ حال ہے کہ نوری فرشتے بھی اس کو سجدہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اس کی قامت راست اور اعضاء کی ساخت بھی بے نظیر ہے جس طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہر جانور (اپنی خوراک حاصل کرنے کے لیے اپنا سر زمین پر جھکاتا ہے لیکن انسان کو اس کے لیے سر جھکانا نہیں پڑتا بلکہ اس کے ہاتھ لقمہ اٹھا کر منہ میں ڈال لیتے ہیں اس کے جس پہلو کو دیدۂ حق بین سے دیکھا جائے بے ساختہ فَتَبٰرَکَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِيۡنَ کا نعرہ بلند ہونے لگتا ہے۔ (ضیاءالقرآن)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے انسان کی تکریم کی وجوہات میں محمد بن کعب کا یہ قول بھی نقل فرمایا ہے:

عَنۡ مُحَمَّدِ ابۡنِ کَعۡبٍ بِجَعۡلِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ مِنۡهُمۡ

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اولاد آدم سے ہونا تمام بنی نوع انسانی کے لیے وجہ صد افتخار ہے کیونکہ آپ مقصود کائنات اور اشرف المخلوقات ہیں۔

حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ قرطبی کے حوالے سے ایک واقعہ نقل کیا ہے جس سے انسانی شرافت وبزرگی کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔

عیسیٰ بن موسیٰ ہاشمی کی اپنی بیوی کے ساتھ شدید محبت تھی۔ ایک دن اس نے اس سے کہا:

اَنْتِ طَالِقٌ ثَلاثًا اِنْ لَّمْ تَكُوْنِیْ اَحْسَنَ الْقَمَرِ

اگر تو چاند سے زیادہ خوبصورت نہ ہو تو تجھے تین طلاقیں۔

اس نے جب اپنے خاوند کی زبان سے یہ الفاظ سنے تو اٹھ کھڑی ہوئی اور عیسیٰ سے پردہ کر لیا اور کہا تو نے مجھے طلاق دے دی ہے اب ہمارا ازدواجی تعلق منقطع ہو گیا۔ عیسیٰ نے بڑی مشکل سے رات بسر کی، صبح سویرے خلیفہ منصور کے پاس پہنچا اور اسے اس واقعہ کی اطلاع دی اور بڑی گھبراہٹ اور ندامت کا اظہار کیا خلیفہ نے فقہاء کو اپنے دربار میں بلایا اور ان سے فتویٰ پوچھا جتنے فقہاء حاضر تھے سب نے کہا کہ طلاق واقع ہو گئی ہے لیکن امام ابو حنیفہ کے شاگردوں سے ایک شخص خاموش بیٹھا رہا منصور نے پوچھا آپ کیوں چپ ہیں کیوں کوئی بات نہیں کرتے۔ تو وہ شخص گویا ہوا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ

وَ هٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ

اے امیر المومنین! اس ارشاد الٰہی کے مطابق انسان ان سب چیزوں سے زیادہ حسین ہے اور کوئی چیز اس سے زیادہ حسین نہیں منصور نے عیسیٰ بن موسیٰ سے کہا کہ اس شخص نے جو کہا ہے درست کہا ہے تم اپنی بیوی کے ساتھ رہ سکتے ہو اور اس کی بیوی کو کہلا بھیجا کہ طلاق واقع نہیں ہوئی اس لیے چاہئے کہ تو اپنے خاوند کے گھر آ جائے اس سے معلوم ہوا کہ انسان باطن اور ظاہر میں، صورت کے جمال میں اور بناوٹ کی ندرت میں اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے زیادہ حسین و جمیل ہے فلاسفہ نے اسی وجہ سے انسان کو عالم اصغر کہا ہے۔

وجوہ فضیلت

مذکورہ بالا سے یہ بات واضح ہو گئی کہ انسان کو جو فضائل و کمالات حاصل ہیں ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے تمام کائنات پر فضیلت عطا فرمائی ہے لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو فضیلت عطا کرنے کی وجوہات میں سے ایک وجہ عقل کا عطا کیا جانا بھی بیان فرمایا ہے:

رُوِیَ عَنْ عُمَرَ ابْنِ کَعْبٍ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی

عَنْهُمَا دَخَلَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْکَ وَسَلَّمَ مَنْ اَعْلَمُ النَّاسِ قَالَ الْعَاقِلُ قَالَا مَنْ اَعْبُدُ النَّاسِ قَالَ الْعَاقِلُ قَالَا مَنْ اَفْضَلُ النَّاسِ قَالَ الْعَاقِلُ لِكُلِّ شَیْءٍ اٰلَةٌ وَّاٰلَةُ الْمُؤْمِنِ الْعَقْلُ وَ لِكُلِّ قَوْمٍ رَاعٍ وَّرَاعِی الْمُؤْمِنِ الْعَقْلُ وَلِكُلِّ قَوْمٍ غَایَةٌ وَّ غَایَةُ الْعِبَادِ الْعَقْلُ (درۃ الناصحین)

عمر ابن کعب اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ وہ دونوں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے آپ سے پوچھا کہ اے اللہ تعالیٰ کے محبوب! آپ فرمائیے کہ تمام لوگوں سے زیادہ عالم کون ہے تو آپ نے فرمایا عاقل پھر انہوں نے عرض کی تمام لوگوں سے زیادہ عابد کون ہے تو پھر بھی آپ نے فرمایا عاقل تیسرا سوال انہوں نے یہ کیا کہ تمام لوگوں سے افضل کون ہے تو آپ نے فرمایا عاقل آپ نے اس کی مزید وضاحت اس طرح فرمائی کہ ہر ایک چیز کو پہچاننے کا ایک آلہ ہوتا ہے بندۂ مومن کی پہچان کا آلہ عقل ہے اور ہر قوم کا ایک نگران ہوتا ہے بندۂ مومن کا نگران عقل ہے ہر قوم کی ایک انتہا ہے اور بندوں کی عبادت کی انتہا عقل و معرفت ہے۔اور عاقل انسان ہے اس لیے وہی اعلم، احسن، اعبد اور افضل ہوگا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا عقل کی دس فضیلتیں ہیں۔ان میں سے پانچ ظاہر ہیں اور پانچ باطن ہیں اور جو ظاہر ہیں وہ درج ذیل ہیں:

1۔اَلصَّمْتُ: یعنی خاموشی جیسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَمَتَ نَجَا وَمَنْ كَثُرَ كَلَامُهٗ كَثُرَ سَقَطُهٗ

جس نے خاموشی اختیار کی وہ نجات پا گیا اور جس کی کلام زیادہ ہوئی اس کا لوگوں کی نظروں سے گرنا بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔

تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس آدمی نے فضول باتوں سے اجتناب کیا اس نے نجات پائی اور جس نے زیادہ فضول باتیں کیں تو وہ لوگوں کی نظروں سے گر جائے گا۔

2۔ اَلْحِلْمُ: (بردباری) یعنی انتقام لینے کی طاقت کے باوجود انتقام نہ لینا اور لوگوں کی زیادتیوں کو برداشت کرنا اور معاملات میں غور و فکر کرنے کے لیے تیزی نہ کرنا ہے۔

3۔ التَّوَاضُعُ: عاجزی کرنا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

- مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَهُ اللّٰهُ وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ

جو اللہ کے لیے عاجزی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے بلند کرتا ہے اور جو تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ذلیل و رسوا کر دیتا ہے۔

4۔ اَلْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْىُ عَنِ الْمُنْكَرِ: یعنی نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔

5۔ اَلْعَمَلُ الصَّالِحُ: نیک عمل کرنا: مذکورہ بالا تمام فضیلتیں انسان کو عطا کی گئی ہیں جو ان کے مطابق عمل کرے گا وہی اشرف ہوگا۔ وہ پانچ فضیلتیں جو باطن ہیں وہ یہ ہیں:

1۔ التفکر: یعنی غور و فکر کرنا۔ 2۔ عبرت حاصل کرنا۔ 3۔ گناہوں کو عظیم سمجھنا۔ 4۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔ 5۔ اپنے آپ کو حقیر اور عاجز سمجھنا اور یہ اوصاف بھی فضیلت پر دلالت کرتے ہیں۔

6۔ اور انسانی فضیلت کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو تمام مخلوق سے حسین بنایا ہے کیونکہ اسے حسن کی ساری اقسام عطا کی گئی ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ حسن کی سات اقسام ہیں:

1۔ لطافت: جو کثافت کی ضد ہے۔ 2۔ ملاحت (نمکینی)۔ 3۔ ضیاء (غالب روشنی)۔ 4۔ نور تھوڑی روشنی۔ 5۔ ظلمت۔ 6۔ رقت۔ 7۔ وقت

تو جب اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا فرمایا تو اپنی مخلوق میں سے ہر ایک کو حسن کا ایک ایک حصہ عطا فرمایا ہے۔ لطافت، جنوں کو عطا فرمائی گئی۔ ملاحت، موٹی سرمگین آنکھوں والی اور گورے رنگ والی حوروں کو عطا فرمائی گئی۔ ضیا، سورج کو۔ نور، چاند کو۔ ظلمت، رات کو۔

رقت، پانی کو اور دقت، ہوا کو عطا فرمائی گئی۔ اور عالم اکبر یعنی آسمانوں وزمین کو اللہ تعالیٰ نے ان اقسام میں سے ہر ایک کے ساتھ نوازا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کو پیدا فرمایا جسے عالم اصغر کہا جاتا ہے تو ان کو حسن کی یہ تمام اقسام عطا فرمادی گئیں۔ لطافت، ان کی روح کو۔ ملاحت، ان کی زبان کو۔ ضیا، ان کے چہرے کو۔ نور، ان کی آنکھ کو۔ سیاہی، اس کے بالوں کو۔ رقت، اس کے قلب کو اور دقت، اس کے باطن کو عطا فرمائی گئیں۔

اسی وجہ سے انسان تمام اشیاء سے زیادہ خوبصورت ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی شان میں فرمایا:

فِیۡۤ اَیِّ صُوۡرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ ''جس صورت میں چاہا اس میں تجھے جوڑ دیا''۔

انبیاء کرام کی ملائکہ پر فضیلت

اس بات پر تمام متفق ہیں کہ عالم سفلی کے ملائکہ پر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کو فضیلت حاصل ہے اور جمہور اہل السنّت اور صحابہ کرام میں سے اکثر کا نظریہ بھی یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات عالم علوی کے ملائکہ سے بھی افضل ہیں معتزلہ اور فلاسفہ کا یہ خیال ہے کہ ملائکہ انبیاء کرام سے افضل ہیں حالانکہ ان کا یہ نظریہ درست نہیں کیونکہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کئی وجوہات کی بنیاد پر ملائکہ سے افضل ہیں اور وہ درج ذیل ہیں:

1۔ ملائکہ کو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ تو سجدہ کا حکم دینا یہ آدم علیہ السلام کے ان پر افضل ہونے کی دلیل ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِیۡسَ ''اور جب ہم نے ملائکہ کو کہا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو سوائے ابلیس لعین کے سب نے سجدہ کیا۔ تو سجدہ نہ کرنے والے کو راندۂ درگاہ اور ملعون قرار دیا گیا تو مسجود الیہ ساجد سے افضل ہوتا ہے۔

2۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے اسماء کا علم عطا فرمایا جبکہ ملائکہ ان کے

علم نہ ہونے کا خود اعتراف کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ. قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ.

اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے اسماء کا علم عطا کیا پھر ان اشیاء کو ملائکہ پر پیش کیا۔ تو انہیں فرمایا کہ ان اشیاء کے اسماء مجھے بتاؤ تو وہ کہنے لگے کہ اے اللہ تیری ذات ہر نقص اور ہر عیب سے پاک ہے ہمیں تو صرف وہی علم ہے جو تو نے ہمیں سکھایا۔ بے شک تو سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔

یہ آیات طیبات اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کائنات کی تمام اشیاء خواہ وہ کلیات ہوں یا جزئیات وہ آسمانی ہوں یا زمینی، ہوائی ہوں یا آبی سب کا علم سکھایا گیا تھا۔ جبکہ ملائکہ کو ان کا علم نہ تھا اور عالم غیر عالم سے افضل ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ

جو جانتے ہیں وہ اور جو نہیں جانتے وہ برابر نہیں ہیں۔

3۔ اللہ تعالیٰ نے جن و انسان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے اور فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں فرشتوں کے سامنے نہ کوئی رکاوٹ ہے اور نہ کوئی مانع جب کہ انسان کی فطرت میں داخلی اور خارجی ایسی رکاوٹیں پیدا کر دیں گئی ہیں جو اسے اللہ کی نافرمانی کرنے پر برانگیختہ کرتی ہیں اور ابھارتی ہیں مثلاً شہوت، غضب، حسد، غصہ اور کینہ وغیرہ جیسی مذموم صفات اس میں پائی جاتی ہیں اور خارجی عوامل، مال کی محبت اور شیطان لعین کا ہر وقت غلط کاموں کی طرف ترغیب دینا اور ابھارنا موجود ہے تو ایسی حالت میں ان تمام رکاوٹوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا آسان کام نہیں جبکہ ملائکہ اس قسم کی تمام چیزوں سے پاک ہیں تو جو ذات ان تمام

روکاوٹوں، مشکلات اور لوازمات کے باوجود اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گی وہ افضل ہو گی لہٰذا انبیاء کا ملائکہ پر افضل ہونا ایک واضح امر ہے شرح عقائد نسفی میں علامہ تفتازانی نے اسکی خوب وضاحت فرمائی ہے جو تفصیلات جاننے کا خواہش مند ہو وہ اس کا مطالعہ کرے۔

4۔ جن اجزاء کے ساتھ انسان کو مرکب کیا گیا ہے وہ ملائکہ اور حیوانات میں سارے اجزاء نہیں پائے جاتے بلکہ ان میں سے کچھ کچھ ان کو عطا کیے گئے ہیں مثلاً ملائکہ کو صرف عقل عطا کیا گیا ہے باقی قوائے نفسانیہ سے وہ پاک ہیں اور حیوان کو صرف شہوت عطا کی گئی ہے اور وہ عقل و شعور سے محروم ہے اور انسان کو یہ دونوں قوتیں عطا کی گئی ہیں یعنی اس کی فطرت میں قوائے عقلیہ بھی ہیں اور قوائے بہیمیہ بھی۔ اگر اس پر حیوانی قوتیں غالب آ جائیں تو وہ حیوانوں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے اور اگر عقلی قوتیں غالب آ جائیں تو اسکا درجہ ملائکہ سے بھی بلند تر ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْغٰفِلُوْنَ.

کافر حیوانوں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں اور وہی غافل ہیں۔

اس آیت طیبہ کا مفہوم مخالف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جس کی عقلی قوتیں اس کی حیوانی قوتوں پر غالب آ جاتی ہیں وہ ملائکہ سے بلند درجہ پر فائز ہو جاتے ہیں۔

(شرح المواقف)

5۔ وہ نعمتیں جو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور اس کی اولاد کے لیے پیدا فرمائی ہیں فرشتے ان کے حصول کی تمنا کرتے ہیں تو فرشتوں کا ان نعمتوں کے حصول کی آرزو کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ان نعمتوں اور انعامات سے کہیں بالاتر ہیں جو ملائکہ کو عطا کی گئی ہیں اسی وجہ سے وہ ان کی خواہش کر رہے ہیں تو جس کو وہ نعمتیں عطا کی گئی ہیں وہ افضل ہو گا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور آپ کی اولاد کو پیدا فرمایا تو ملائکہ نے عرض کی اے پروردگار! تو نے آدم اور نسل آدم کو پیدا فرمایا وہ کھاتے بھی ہیں، پیتے بھی ہیں، شادی بھی کرتے ہیں اور سواری بھی کرتے ہیں وہ لباس بھی

پہنتے ہیں اور سوتے بھی ہیں اپنی مرضی اور ارادہ سے چلتے پھرتے ہیں اور تو نے ہمیں ان میں سے کچھ بھی عطا نہیں فرمایا اس لیے آدم اور نسل آدم کو صرف دنیاوی نعمتوں کے ساتھ خاص کر دے اور اخروی نعمتیں صرف ہمارے لیے مختص کر دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ ذات جس کو میں نے اپنے ہاتھوں کے ساتھ پیدا فرمایا اور اس میں اپنی روح پھونکی ہے ان کو ان جیسا کیسے بنا دوں جن کو میں نے صرف کلمہ کُن کے ساتھ پیدا فرمایا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو صرف اپنے حکم کے ساتھ پیدا فرمایا ہے جبکہ آدم علیہ السلام کو اپنی قدرت کے ہاتھوں کے ساتھ پیدا فرمانے کا اعزاز بخشا۔ تو مطلب یہ ہوا کہ کرامت اور قربت میں ملائکہ اور انسان برابر نہیں بلکہ انسان کا مرتبہ اور اس کی شرافت ان سے کہیں زیادہ ہے۔ (مصابیح)

6۔ انسان کی فضیلتوں میں سے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اس کو خلیفۃ اللہ فی الارض ہونے کا شرف حاصل ہے یہ بھی اس کی عظمت و کرامت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ انسان کے علاوہ جتنی مخلوق بھی ہے اس کی قوت استعداد، علم اور اس کا دائرہ عمل محدود ہے اور جس کی محدودیت کا یہ عالم ہو وہ اس ذات پاک کا خلیفہ نہیں بن سکتا جس کا علم، ارادہ، احکام اور تصرف غیر محدود ہیں۔ لیکن انسان جو ابتداء ضعیف بھی ہے اور جہول بھی اس میں وہ بے پایاں ناپذیرا استعداد رکھ دی گئی ہے اور عقل و فہم کی وہ قوتیں ودیعت فرما دی گئی ہیں جن کے تصرفات کی حد نہیں اس لیے جملہ مخلوقات سے صرف یہی ایک مخلوق ہے جو منصب خلافت کی اہلیت رکھتی ہے قرآن کریم نے انسانی عظمت کا جو تصور پیش کیا ہے دنیا کا کوئی فلسفی، نفسیات کا کوئی ماہر، عمرانیت کا کوئی استاد اور طبعیات کا کوئی معلم اس کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ قرآن کریم نے عظمت انسانی کا جو نظریہ پیش کیا ہے جب اس کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو باقی سب مدعیان دانش ناداں بچوں کی طرح ٹامک ٹوئیاں مارتے نظر آتے ہیں علماء ربانیین نے اس مشت خاک میں پنہاں توانائیوں سے جس طرح پردہ اٹھایا ہے اس کی نظیر پیش کرنا مشکل نظر آتا ہے۔ عارف کامل اسماعیل حقی کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے:

إِنَّ فِي الْاِنْسَانِ صُوْرَةً مِنْ عَالَمِ الشَّهَادَةِ الْمَخْصُوْصَةِ

وَرُوْحًا مِّنْ عَالَمِ الْغَيْبِ الْمَلَكُوْتِيِّ غَيْرِ الْمَحْسُوْسِ وَ سِرًّا مُّسْتَعِدًّا لِقُبُوْلِ فَيْضِ الْاَنْوَارِ الْاِلٰهِيَّةِ فَبِالتَّرْبِيَّةِ يَتَرَقّٰى مِنْ عَالَمِ الشَّهَادَةِ اِلٰى عَالَمِ الْغَيْبِ وَبِسِرِّ الْمُتَابَعَةِ يَتَرَقّٰى مِنْ عَالَمِ الْمَلَكُوْتِ اِلٰى عَالَمِ الْجَبَرُوْتِ وَالْعَظَمُوْتِ وَيُشَاهِدُ بِنُوْرِ اللّٰهِ الْمُسْتَفَادِ مِنْ سِرِّ الْمُتَابَعَةِ اَنْوَارَ الْجَمَالِ وَالْجَلَالِ...... الخ

یعنی انسان مختلف عناصر سے مرکب ہے اس کی صورت کا تعلق عالم محسوس سے ہے اور اس کی روح کا تعلق عالم غیب ملکوتی سے ہے صورت اور روح کے علاوہ اس میں ایک پوشیدہ قوت ہے جو انوار ربانی کے فیض کو قبول کرنے کی استعداد رکھتی ہے اچھی تربیت سے وہ عالم محسوس سے ترقی کر کے عالم غیب تک رسائی حاصل کرتا ہے اور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی پیروی سے اس پر عالم جبروت و عظموت کی راہیں کھلتی ہیں وہ الٰہی نور جو اس اطاعت و پیروی کی برکت سے اسے حاصل ہوتا ہے اس سے وہ جمال و جلال کے انوار و تجلیات کا مشاہدہ کرتا ہے۔ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ انسان کو جو صرف خاک کا پتلا سمجھتے ہیں کاش اس کی حقیقت پر غور کریں تا کہ ان میں اپنے بلند مقام پر پہنچنے کی تڑپ پیدا ہو یہ وہ ذرہ ہے جس کے سامنے آسمان کی رفعتیں سرنگوں ہیں اور یہ وہ قطرہ ہے جس میں سمندروں کی گہرائیاں ہیں۔ لیکن ان تمام کمالات کے باوجود نوع انسانی کے کچھ افراد اپنے مقام رفیع کے تقاضوں کو پس پشت ڈال لیتے ہیں اور نفس کے سفلی جذبات کی تسکین کے درپے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کی قدر نہیں کرتے اپنی عدیم النظیر صلاحیتوں کو غلط استعمال کرتے ہیں اور وہ عقل و فہم کے سارے چراغ گل کر دیتے ہیں اور ہوائے نفس کی پیروی میں لگ جاتے ہیں اپنے خالق و رازق کی فرمانبرداری سے منہ موڑ لیتے ہیں اس کے

رسول کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیتے ہیں تو انہیں اس جرم کی سزا بھی سخت دی جاتی ہے وہ بے شعور اور بے سمجھ حیوانوں سے بھی بدتر ہو جاتے ہیں ان سے ایسی ایسی حرکتیں سرزد ہوتی ہیں جن کا کسی بھلے آدمی سے تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اپنے ہاتھوں سے گڑھا کھود کر وہ اپنی بچیوں کو زندہ مٹی میں دفن کر دیتے ہیں وہ اپنے سگے بھائی کا گلا کاٹنے سے بھی نہیں شرماتے۔ معمولی فائدے کے لیے وہ اپنی قوم اور وطن سے غداری کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں آپ خود سوچئے وہ سمگلر جو اپنے قومی غذائی ذخائر کو چند ٹکوں کے لالچ میں دشمن ممالک کو ناجائز ذرائع سے برآمد کرتے ہیں وہ انجینئر ملک کی شاہراہوں، پلوں اور ڈیموں کی تعمیر میں بددیانتی کرتے ہیں جو صنعت کار اجناس خوردنی اور ادویہ میں ملاوٹ کرنے کا کاروبار کرتے ہیں جو تاجر اجناس خوردنی کی ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں کیا وہ کتے اور خنزیر سے پست تر نہیں جو شخص فسق و فجور کی غلاظتوں میں خوش رہتے ہیں۔ گندگی میں جنم لینے والے کیڑوں سے کیا وہ کسی صورت بہتر ہو سکتے ہیں؟ ایسے شخص سے انسانیت کی خلعت فاخرہ واپس لے لیجاتی ہے ان کے سر سے اشرف المخلوق ہونے کا تاج اتار لیا جاتا ہے۔ معاشرے کی نگاہوں میں وہ حقیر و ذلیل ہو جاتے ہیں ایسے انسانوں کے لیے دوزخ کے طبقات میں سے وہ طبقہ مخصوص کیا جائے گا جو پست ترین ہوگا دیکھئے قرآن حکیم انسانی حمیت کو کس طرح مہمیز لگاتا ہے۔ انسانی شرف کا واسطہ دے کر خود فراموش انسان کو خواب غفلت سے کس طرح چونکاتا ہے انسان کے احساس عظمت کو گرما کر گناہوں کی ولدل سے اسے نکل آنے کی جو دعوت دیتا ہے اس کا اسلوب کتنا اثر آفرین ہے اور انسان کے ان ہی سفلی اعمال کی وجہ سے یہ فرمایا:

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ۔ ''پھر ہم نے اسے لوٹا دیا پست ترین حالت کی طرف۔''

(ضیاء القرآن)

اس تمام مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ جن کمالات و اعزازات کے ساتھ اسکو نوازا گیا ہے ان ہی کی وجہ سے اسے خلیفۃ اللہ ہونے کا شرف حاصل ہوا اور انہی کی وجہ سے وہ اشرف المخلوق ہونے کے عظیم لقب کے ساتھ سرفراز کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ اسے اپنی حقیقت سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا وَ حَبِیْبِنَا وَ حَبِیْبِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ مُحَمَّدٍ رَحْمَۃٍ لِّلْعَالَمِیْنَ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ ذُرِّیَّاتِہٖ اَجْمَعِیْنَ

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ

اڑتیسواں وعظ

غرباء کی فضیلت

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَاصۡبِرۡ نَفۡسَکَ مَعَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ رَبَّھُمۡ بِالۡغَدٰوۃِ وَالۡعَشِیِّ یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡھَہٗ وَلَا تَعۡدُ عَیۡنٰکَ عَنۡھُمۡ تُرِیۡدُ زِیۡنَۃَ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَلَا تُطِعۡ مَنۡ اَغۡفَلۡنَا قَلۡبَہٗ عَنۡ ذِکۡرِنَا وَاتَّبَعَ ھَوٰہُ وَکَانَ اَمۡرُہٗ فُرُطًا

اور آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھیں جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں وہ اس کی رضا کے طلب گار ہیں اور آپ کی نگاہیں ان سے نہ ہٹیں۔ کیا آپ دنیاوی زندگی کی زینت چاہتے ہیں؟ اور اس بدنصیب کی پیروی نہ کیجئے جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہش کا اتباع کرتا ہے اس کا معاملہ تو حد سے گزر گیا ہے۔

• شان نزول

یہ آیت طیبہ سورہ کہف کی ہے جو باتفاق علماء کرام مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس لیے اس آیت طیبہ کا مصداق وہ لوگ ہوں گے جو مکہ مکرمہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لائے ان کی اکثریت غریب اور مفلس تھی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ انہیں والہانہ محبت تھی اور یہ وہ دلفگار عاشق تھے جنہیں رخ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیکھے بغیر چین نہیں آتا تھا اور وہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک ہی نگاہ لطف و کرم سے سارے رنج و

غم بھول جاتے تھے ان کی زندگی کا مقصد وحید صرف اپنے رب کریم کی رضا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشنودی تھی وہ صبح و شام اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی یاد میں مصروف رہتے تھے اور اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت سے سرشار رہتے تھے انہیں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جمال جہاں آراء کا مشاہدہ کرنے کی پیاس تھی وہ اس لیے ہمہ وقت آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر رہتے تھے آپ کے ارشادات گرامی سنتے تھے اور انہیں یاد کر کے ان پر عمل پیرا ہو جاتے تھے اور قرآن کریم کی جو آیات طیبات نازل ہوتیں انہیں از بر کر لیتے تھے صنادید قریش جب انہیں حضور علیہ السلام کے اردگرد حلقہ بنائے بیٹھے ہوئے دیکھتے تو تکبر کی وجہ سے جل بھن جاتے تھے اور وہ یہ کہتے تھے کہ اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) ہم اپنے اپنے قبیلوں کے سردار ہیں اور آپ کی مجلس میں حاضر ہونے اور ایمان لانے کے لیے تیار ہیں لیکن جب ہم آپ کی خدمت میں آتے ہیں تو آپ کے اردگرد ان بھیک منگوں کو دیکھتے ہیں اور ان کے غلیظ اور بدبودار کپڑوں سے اٹھنے والے تعفن سے ہمارے دماغ پھٹنے لگتے ہیں اس لیے ہم ان کو دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے اگر آپ ایسا کریں کہ جب ہم آئیں تو آپ انہیں اپنی مجلس سے اٹھا دیا کریں تو ہم آپ پر ایمان بھی لائیں گے اور آپ کی تعلیمات پر عمل کرنے کی کوشش بھی کریں گے چونکہ آپ بے حد رحیم اور کریم تھے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام لوگوں کو جہنم کی آگ سے بچانے کے از حد حریص تھے آپ کے دل میں ان کی بات کی طرف کچھ میلان پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ جو ہمہ داں اور ہمہ بین ہے اس نے مذکورہ بالا آیت طیبہ نازل فرما کر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے غلاموں کو اپنی محفل سے اٹھانے سے منع فرما دیا تو ان سرداران قریش کو حضور نے فرمایا کہ تمہارا مطالبہ ماننے سے میرے رب نے مجھے منع فرما دیا ہے اس لیے میں انہیں تمہارے آنے کی وجہ سے اپنی مجلس سے ہرگز نہیں اٹھاؤں گا۔ تو وہ کہنے لگے تو پھر آپ ایسا کریں کہ ایک دن آپ ہماری نشست کے لیے مقرر کر دیں اور ایک دن ان کے لیے۔ یا جب ہم آپ کی محفل میں حاضر ہوں تو آپ ان کی طرف سے اپنا رخ زیبا پھیر لیا کریں اور ان کی طرف پشت کر لیا

کریں اور اپنا چہرہ مبارک ہماری طرف کر لیا کریں تا کہ ان کا تعفن ہمارے دماغوں کو پریشان نہ کرے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا یہ مطالبہ بھی پائے حقارت سے ٹھکرا دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے جیسے مغروروں اور متکبروں کی میری بارگاہ میں ہم نشینی پسند نہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ان کی وجہ سے ان مست کیشوں کی صحبت ترک نہ کروں بلکہ اپنے آپ کو انہیں کے ساتھ ثابت قدم رکھوں اور میرے رب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اے محبوب! آپ اس آدمی کی ہرگز اطاعت نہ کریں جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور جس نے اپنی خواہش کی اتباع کی ہے کیونکہ اس کا معاملہ نافرمانی میں حد سے تجاوز کر گیا ہے تو گویا اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان مخلص صحابہ کرام اور دلفگار عشاق کی دلجوئی کے لیے یہ آیت طیبہ نازل فرمائی اور اہل دنیا کو یہ بتا دیا کہ اس بارگاہ بے کس پناہ میں صرف وہ مقبول ہے جو خلوص نیت سے آتا ہے۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت طیبہ اصحاب صفہ کی شان میں نازل ہوئی ان کی تعداد سات سو کے قریب تھی وہ مفلس تھے اور اپنے افلاس کا کبھی اظہار نہیں کیا مسجد نبوی میں اس چبوترہ پر تشریف فرما رہتے جس کو صفہ کہتے تھے نہ وہ تجارت کرتے تھے اور نہ ہی وہ زراعت پیشہ تھے انہیں مال و مویشی کی کوئی خواہش نہ تھی پس وہ ایک نماز ادا کرتے دوسری کے انتظار میں بیٹھ جاتے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رخ انور کی زیارت کرتے رہتے تو جب یہ آیت طیبہ نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

- اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ فِیْ اُمَّتِیْ مَنْ اُمِرْتُ اَنْ اَصْبِرَ نَفْسِیْ مَعَهٗ

سب تعریف اس خدا کے لیے ہے جس نے میری امت میں ایسے افراد بنا دیئے ہیں جن کی معیت میں مجھے صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (معالم التنزیل)

اس آیت کے شان نزول میں دو قسم کی روایتیں نقل کی گئی ہیں لیکن ان میں سے پہلی بات صحیح اور قابل اعتبار معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہ آیت طیبہ سورہ کہف کی ہے اور سورہ کہف

باتفاق علماء آٹھ یا نو نبوی میں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور اصحاب صفہ مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی میں تشریف فرما ہوتے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلا قول ہی معتبر ہے۔

(واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام صحابہ کرام کا درجہ بہت بلند ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی متعدد آیات میں ان کے کامل ایمان کی شہادت دی ہے اور وہ فرماتا ہے:

اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا کہ یہی وہ ہیں جو سچے مومن ہیں اور متعدد مقامات پر انہیں اپنی خوشنودی اور ابدی نعمتوں کی بشارت دی ہے فرمایا:

رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ

اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی ان کی شان میں تعریفی کلمات ارشاد فرمائے ہیں آپ فرماتے ہیں:

طُوْبٰی لِمَنْ رَآنِیْ وَمَنْ رَآی مَنْ رَآنِیْ

(غنیۃ الطالبین، رواہ احمد فی مسندہ)

مبارک اور بشارت ہو اس آدمی کے لیے بھی جس نے مجھے دیکھا اور اس کے لیے بھی جس نے اس کو دیکھا جس نے مجھے دیکھا۔

اور دوسری حدیث شریف میں یہ ارشاد فرمایا:

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمْ اقْتَدَیْتُمْ اهْتَدَیْتُمْ

میرے صحابہ کرام چمکتے ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی بھی تم اقتداء کرو گے تو ہدایت یافتہ ہو گے۔

اور آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

اَصْحَابِیْ کُلُّھُمْ عَدُوْلٌ

میرے تمام صحابہ کرام عادل ہیں۔

ان کی گستاخی اور بے ادبی کرنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانے کے مترادف ہے کیونکہ جو ان کی شان میں گستاخی کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب کو تکلیف پہنچاتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے محبوب کو اذیت پہنچاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچاتا ہے اور ایسا بد بخت دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت کا مستحق ہے اور اس کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَاباً مُّھِیْنًا

بے شک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت میں اپنی رحمت سے محروم کر دیتا ہے اور ان کے لیے اس نے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔

صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کرنے اور ان کی کو گھٹانے سے سختی سے منع فرمایا ہے اور انہیں زبردست وعید سنائی ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ مُغَفَّلٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِیْ اَصْحَابِیْ! اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِیْ اَصْحَابِیْ! لَا تَتَّخِذُوْھُمْ غَرَضًا مِّنْ بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّھُمْ وَمَنْ اَبْغَضَھُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَھُمْ وَمَنْ آذَاھُمْ فَقَدْ آذَانِیْ وَمَنْ آذَانِیْ فَقَدْ آذَی اللّٰہَ وَمَنْ آذَی اللّٰہَ فَیُوْشِکُ اَنْ یَّاْخُذَھُمْ (مظہری)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ

سے ڈرو۔ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو! میرے بعد انہیں طعن وتشنیع کا ہدف نہ بنالینا پس جو شخص ان سے محبت کرتا ہے وہ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض کے باعث ایسا کرتا ہے جس نے انہیں اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی تو جو ایسا کرتا ہے اسے پکڑ لیا جاتا ہے۔

صرف یہی نہیں بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے غلاموں کی شان کو گھٹانے والوں کے ساتھ سوشل بائیکاٹ کا حکم دیا ہے کہ کہیں انکی نحوست سے کسی کے ایمان کا چراغ گل ہی نہ ہو جائے:

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ اخْتَارَنِیْ وَاخْتَارَ لِیْ اَصْحَابِیْ فَجَعَلَھُمْ اَنْصَارِیْ فَجَعَلَھُمْ اَصْھَارِیْ فَاِنَّہٗ سَیَجِیْءُ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ یَّنْقُصُوْنَھُمْ اَلَا فَلَا تُجَالِسُوْھُمْ اَلَا فَلَا تُوَاکِلُوْھُمْ اَلَا فَلَا تُشَارِبُوْھُمْ اَلَا فَلَا تُنَاکِحُوْھُمْ اَلَا فَلَا تُصَلُّوْا مَعَھُمْ اَلَا فَلَا تُصَلُّوْا عَلَیْھِمْ وَعَلَیْھِمْ حَلَّتِ اللَّعْنَۃُ

(رواہ ابن ابی عاصم والحلیہ والخطیب والحاکم)

بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے مجھے منتخب فرمالیا ہے اور میرے لیے میرے صحابہ کرام کو چن لیا ہے پس ان کو میرا مددگار بنالیا ہے ان میں سے کچھ کے ساتھ میرا رشتہ مصاہرت کا بنا دیا ہے آخر زمانہ میں ایک ایسی بد بخت قوم آئے گی جو ان کی شان گھٹائے گی خبردار! ان کی ہم نشینی اختیار نہ کرنا خبردار! ان کے ساتھ مل کر کھانا نہ کھانا خبردار! ان کے ساتھ مل کر پانی نہ پینا، خبردار! ان کی بچیوں کے ساتھ نکاح نہ کرنا خبردار! ان کے ساتھ مل کر نماز نہ پڑھنا خبردار! ان پر نماز جنازہ نہ پڑھنا ان پر اللہ کی لعنت واجب ہے۔ (غنیۃ الطالبین)

آپ نے مزید ارشاد فرمایا:

لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَمَنْ سَبَّهُمْ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ (ابن عدی)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ کو گالی مت دو جس نے ان کو گالی دی اس پر اللہ کی لعنت واجب ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وہ صحابہ کرام جو مالی اعتبار سے اپنے پاس کچھ بھی نہ رکھتے تھے لیکن اس افلاس اور غربت کے باوجود انہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ والہانہ محبت تھی اور ان کے دل آپ کی محبت سے سرشار تھے اور وہ ہمہ وقت نیکیاں کرنے میں ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ کرتے رہتے تھے حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ان نادار صحابہ کرام نے اپنا ایک قاصد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ارسال کیا وہ ان کی طرف سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو عرض کی کہ مجھے آپ کے مفلس اور غریب غلاموں نے آپ کی طرف بھیجا ہے اور وہ سلام عرض کرتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے اور اس کے بھیجنے والوں کو خوش آمدید کہا اور فرمایا کہ اے آنے والے تو ایسی قوم کی طرف سے میرے پاس آیا ہے جن کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے آپ بتایئے آپ کو میرے پاس بھیجنے کا ان کا مقصد کیا ہے تو عرض کی کہ وہ بصد حسرت عرض کرتے ہیں کہ تمام نیکیوں میں اغنیاء ہم سے سبقت لے جاتے ہیں چونکہ ان کے پاس مال و دولت ہے جس کے ساتھ وہ غلام خرید کر آزاد کرتے ہیں اور اپنے فالتو مال کو صدقہ کر کے آخرت کے لیے ذخیرہ اندوزی کر لیتے ہیں حج کے موقع پر وہ سنت ابراہیمی پر عمل کرتے ہوئے جانوروں کو ذبح کر کے قرب الٰہی حاصل کر لیتے ہیں لیکن ہمارے پاس درہم ہیں نہ دینار اس لیے ہم ان سعادتوں سے محروم رہتے ہیں تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اے آنے والے تو ان کے پاس واپس چلا جا اور انہیں جا کر میرا سلام کہنا اور ان تک میرا یہ پیغام پہنچا دینا کہ تم میں سے جو بھی اپنی اسی غربت کی حالت پر صبر کرے گا اور اپنے محاسبہ کرتا رہے گا اسے ایسے تین انعام حاصل ہوں گے جن کو اغنیاء حاصل نہیں کر سکتے

ان پر پہلا انعام یہ ہوگا۔

1۔کہ انہیں جنت میں سرخ یاقوت سے بنے ہوئے ایسے محل عطا کیے جائیں گے جن کی طرف اہل جنت رشک بھری نگاہوں سے اس طرح دیکھیں گے جس طرح اہل دنیا ستاروں کو دیکھتے ہیں اوران محلات میں سوائے انبیاء، اولیاء، شہداء اور فقراء مومنین کے کوئی بھی داخل نہیں ہوگا۔

2۔وہ جنت میں اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے داخل ہوں گے اور جنت کی بہاروں سے لطف اندوز ہوتے رہیں گے جب کہ حضرت سلیمان ابن داوٗد علیہما السلام بھی اپنے وسیع ملک اور کثیر دولت کی وجہ سے باقی تمام انبیاء کرام سے چالیس سال بعد جنت میں داخل ہوں گے۔

3۔آپ نے فرمایا کہ انہیں یہ پیغام پہنچادو کہ تم میں سے جو آدمی بھی خلوص نیت کے ساتھ ہر نماز کے بعد 33 مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ 33 مرتبہ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ اور 33 دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور آخر میں ایک دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھتا رہے گا ان کے اس ثواب تک سوائے اس آدمی کے کوئی بھی نہیں پہنچ سکے گا جس نے اسی طرح عمل کیا۔اور اغنیاء اگر دس ہزار درہم بھی اللہ کے راستہ میں خرچ کردیں تو بھی وہ ان کے ثواب اور درجہ تک نہیں پہنچ سکتے اسی طرح باقی تمام نیک اعمال میں فقراء کا ثواب اور درجہ اغنیاء سے بلند ہوگا۔یہ سن کر وہ قاصد واپس چلا گیا اور بھیجنے والوں کو یہ خوشخبری سنائی تو وہ سب خوش ہوگئے اور کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم اسی افلاس اور فقر کی حالت پر بہت خوش ہیں اور تیری ان عنایات کا شکرادا کرتے ہیں

فقیہ ابواللیث فرماتے ہیں کہ صبر کرنے والے فقراء کو ایسے پانچ اعزازات کے ساتھ نوازا جائے گا جن سے دوسرے لوگ محروم ہوں گے۔

1۔اغنیاء کے مقابلہ میں ان کی نیکیوں کا ثواب انہیں بہت زیادہ عطا فرمایا جائے گا۔

2۔جب فقیر صابر کسی چیز کی خواہش کرتا ہے پھر وہ اسے نہیں پاتا تو اس کے نامہ اعمال میں

ں کا اجر لکھ دیا جاتا ہے۔

3۔باقی تمام نیک لوگوں سے پہلے وہ جنت میں داخل ہوں گے۔

4۔قیامت کے دن ان سے بہت ہی آسان طریقہ سے حساب لیا جائے گا جب کہ اغنیاء کا حساب بہت سخت ہوگا۔

5۔انہیں محشر کے دن شرمندگی نہیں ہوگی ان نوازشات کو دیکھ کر اغنیاء یہ خواہش کریں گے کاش کہ وہ بھی فقراء میں سے ہوتے۔

فقیہ ابواللیث کے اس بیان سے اغنیاء کی تحقیر شان مقصود نہیں کیونکہ جب انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مذکورہ بالا ارشاد سنا تو وہ بھی اسی طرح عمل کرنے لگے جسے دیکھ کر فقراء نے دوبارہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں عرض کی کہ اغنیاء پھر ہم سے سبقت لے گئے کیونکہ انہوں نے بھی اسی طرح عمل کرنا شروع کر دیا ہے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

فقراء کو جن انعامات سے نوازا جائے گا اغنیاء کو وہ نصیب نہیں ہوں گے اسی لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کی بارگاہ میں ہمیشہ عرض کرتے تھے اے اللہ! مجھے غرباء کے گروہ میں زندہ رکھ اور قیامت کے دن مجھے انہیں کے گروہ سے اٹھانا وہ واقعہ جس کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا ہے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عملی زندگی کا ایک نمونہ ہے:

رُوِیَ عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ دَخَلْتُ یَوْمًا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ عَلٰی حَصِیْرٍ وَّاِذَا الْحَصِیْرُ قَدْ اَثَّرَ فِیْ جَنْبِهٖ فَنَظَرْتُ فِیْ خَزِیْنَتِهٖ فَرَاَیْتُ نَحْوَ صَاعٍ مِّنْ شَعِیْرٍ فَبَکَیْتُ فَقَالَ مَا یُبْکِیْکَ قُلْتُ کِسْرٰی وَقَیْصَرَ یَنَامَانِ عَلٰی فِرَاشِ حَرِیْرٍ وَّاَنْتَ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَسَلَّمَ اَرٰی لَکَ مِنَ الْفَقْرِ مَااَرٰی فَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ یَا عُمَرُ اَلَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ لَنَا الْاٰخِرَۃُ وَلَھُمُ الدُّنْیَا وَقَالَ اَیْضًا یَا ابْنَ الْخَطَّابِ اُوْلٰٓئِکَ قَوْمٌ عَجِلَتْ لَھُمْ طَیِّبَاتُھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَلَاحَظَّ لَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ (ترمذی شریف)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کاشانہ اقدس پر حاضر ہوئے اور آپ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے اور آپ کے جسد اطہر میں چٹائی کے نشان واضح تھے حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کے باورچی خانہ کی طرف بھی دیکھا تو وہاں صرف ایک صاع جو تھے تو میں آپ کی یہ حالت دیکھ کر رونے لگا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اے عمر! تو کس وجہ سے رورہا ہے میں نے عرض کی۔ کہ ایران کا بادشاہ کسریٰ اور روم کا بادشاہ قیصر تو ریشم کے بستر پر سوتے ہیں اور آپ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کے فقر کی یہ حالت ہے جو میں دیکھ رہا ہوں تو آپ نے فرمایا اے عمر! کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ اخروی نعمتیں صرف ہمارے لیے ہوں اور ان کے لیے صرف دنیاوی نعمتیں ہوں مزید آپ نے فرمایا کہ اے خطاب کے بیٹے! وہ ایسی قوم ہے جن کو دنیاوی زندگی میں ان کی پسند کی چیزیں عطا کی گئیں ہیں اور اخروی نعمتوں میں سے ان کا کچھ حصہ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ کفار کا حصہ دنیا تک ہی محدود ہے۔

تنبیہ

اس حدیث پاک میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لَنَا جمع متکلم کی ضمیر ذکر فرمائی ہے اور لِیْ واحد متکلم کی ضمیر ذکر نہیں فرمائی حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سوال صرف آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حالت کے متعلق تھا تو اس میں شعور دلانا مقصود ہے کہ اخروی نعمتیں

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں کے لیے بھی ہوں گی اس لیے آپ نے جمع متکلم کی ضمیر ذکر فرما کر اپنے تمام غلاموں کو اخروی نعمتوں کے حصول کے ذکر میں شریک فرمایا۔

جنت میں فقراء پر نوازشات

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میری امت کے فقراء جب میدان محشر میں کھڑے ہوں گے تو ان کے چہروں پر ایمان کے نور کا ہالہ اس طرح چمک رہا ہوگا جس طرح چاند چمکتا ہے اور ان کے بال یاقوتی موتیوں سے گندھے ہوئے ہوں گے اور ان کے ہاتھوں میں نور کے پیالے ہوں گے اور وہ نور کے منبروں پر جلوہ افروز ہوں گے جب کہ باقی تمام مخلوق حساب دینے میں مصروف ہوگی اور جب اہل جنت انہیں دیکھیں گے وہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ کیا یہ گروہ ملائکہ میں سے ہیں؟ انہیں جواب دیا جائے گا یہ ملائکہ میں سے تو نہیں پھر وہ سوال کریں گے کیا یہ انبیاء ہیں؟ انہیں جواب دیا جائے گا کہ نہیں دوبارہ ان کے پوچھنے پر انہیں بتایا جائے گا کہ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وہ امتی ہیں جنہوں نے دنیاوی آسائشوں کو ترک کر دیا تھا اور فقر و افلاس کی زندگی پر صابر اور قانع تھے۔ پھر ان سے پوچھا جائے گا کہ تمہیں یہ مراتب کس عمل کے صدقہ سے حاصل ہوئے۔ تو وہ جواب دیں گے کہ ہمارے اعمال تو زیادہ نہ تھے اور نہ ہی ہم سارا سال روزے رکھا کرتے تھے اور نہ ہی ساری رات اٹھ کر عبادت کیا کرتے تھے بلکہ ہم تو صرف پانچ وقت پابندی سے نماز باجماعت ادا کرتے تھے اور جب ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسم گرامی سنتے تھے تو محبت اور تشکر کے جذبات کی وجہ سے ہماری آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہو جایا کرتے تھے اور ہم بڑی ہی عاجزی و انکساری کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں دست سوال دراز کیا کرتے تھے کہ اے اللہ! ہمیں اس افلاس اور فقر کی حالت پر صبر کرنے اور شکر بجالانے کی توفیق عطا فرمائے رکھ۔ یہ عزت اور عظمت اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے عطا فرمائی ہے۔

تو معلوم ہوا کہ آزمائشوں میں صبر کرنا فرائض پابندی سے ادا کرنا اسی قسم کے انعامات

واکرامات کا باعث بنتا ہے۔

صبر کرنے والوں میں شمار ہونے کا عمل

وہ لوگ جو آزمائشوں اور امتحانوں میں صبر کرتے ہیں انہیں اس کا پورا پورا اجر عطا فرمایا جاتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا یُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ

بے شک صبر کرنے والوں کو ان کے صبر کا پورا پورا اجر بغیر حساب عطا فرمایا جائے گا۔

اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے غلاموں کو صبر کی تلقین بھی فرمائی ہے اور وہ وظیفہ بھی بتایا ہے جس سے انسان صبر کرنے والوں میں شامل ہو جاتا ہے۔

عَنْ عَمْرِو ابْنِ شُعَیْبٍ اَنَّهٗ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَصْلَتَانِ مَنْ كَانَتَا فِیْهِ كَتَبَهُ اللّٰهُ شَاكِرًا صَابِرًا مَّنْ نَظَرَ فِیْ دِیْنِهٖ اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَهٗ فَاقْتَدٰى بِهٖ وَمَنْ نَظَرَ اِلٰى دُنْیَاهُ اِلٰى مَنْ هُوَ دُوْنَهٗ فَحَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى عَلٰى فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْهِ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا)

حضرت عمرو ابن شعیب روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو ایسی صفات ہیں جس آدمی میں وہ پائی جائیں اسے اللہ تعالیٰ صبر اور شکر کرنے والوں میں لکھ لیتا ہے

1۔ ایسا آدمی جو دین کے معاملہ میں کسی کو اپنے اوپر دیکھے تو وہ اس کی اقتدای کرے۔

2۔ وہ آدمی جو دنیاوی نعمتوں میں کسی کو اپنے سے فروتر پائے تو اللہ تعالیٰ کے اس فضل پر جو اس نے اس کو عطا فرمایا شکر ادا کرے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اور نہ آرزو کرو اس چیز کی، بزرگی دی ہے اللہ نے جس سے تمہارے بعض کو بعض پر مردوں کے لیے حصہ ہے اس سے جو انہوں نے کمایا اور عورتوں کے لیے حصہ ہے اس سے جو انہوں نے کمایا اور مانگتے رہو اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل (وکرم) بے شک اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

اقوال زریں

حضرت شقیق الزاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت بڑے عالم اور صوفی تھے وہ فرماتے ہیں فقراء کو تین نعمتیں حاصل ہوتی ہیں جب کہ اغنیاء ان سے محروم ہوتے ہیں فقراء کے دل کو آرام اور سکون نصیب ہوتا ہے ان کا دل دنیا کے مشاغل سے فارغ ہوتا ہے وہ اللہ کا ذکر کر کے اطمینان حاصل کرتے ہیں قیامت کے دن ان کے اعمال کا حساب بہت ہی آسان اور خفیف ہوگا اور اغنیاء کو نہ دل کی فراغت حاصل ہوگی نہ ہی انہیں راحت اور سکون نصیب ہوتا ہے اور قیامت کے دن ان کے اعمال کا حساب بھی شدید ہوگا۔ (زبدۃ الواعظین)

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لفظ فقر کے تین حروف ہیں۔

1۔ ''ف'' یہ فانی سے ہے جس کا معنی فنا ہونے والا۔

2۔ ''ق'' یہ قانع سے ہے۔ جس کا معنی تھوڑی چیز پر قناعت کرنے والا۔

3۔ ''ر'' یہ ریاضت سے ہے۔ جس کا معنی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ریاضت کرنے والا۔ تو آپ فرماتے ہیں کہ جو آدمی فنا فی اللہ نہ ہو تھوڑی چیز پر قناعت کرنے والا نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ریاضت بھی نہ کرنے والا ہو تو ایسا آدمی فقیر نہیں ہو سکتا بلکہ وہ فریبی اور دھوکہ باز ہے۔

عجیب حکایت

بیان کیا جاتا ہے کہ جب جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا انتقال ہوا اور آپ کی جگہ محمد

الحریری کو مقرر کیا گیا۔ وہ مسلسل ایک سال مکہ مکرمہ میں تشریف فرما رہے انہوں نے دن کو روزہ افطار کیا نہ ہی وہ رات کو سوئے اور کچھ دیر آرام حاصل کرنے کے لیے اپنی پشت تک بھی دیوار کے ساتھ نہ لگائی اور نہ ہی اپنے پاؤں پھیلا کر بیٹھے۔ جب ان کی عمر ساٹھ سال کو پہنچی انہیں قطبیت کے درجے پر فائز کر دیا گیا۔ پھر ان سے پوچھا گیا کہ اپنی زندگی کی کوئی عجیب وغریب بات سناؤ۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں بغداد شہر میں گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا۔ ایک دن وہاں ایک ایسا نوجوان آیا۔ جو سر سے ننگا پاؤں سے برہنہ پراگندہ بال اور چہرہ زرد تھا۔ وہ میرے پاس آیا اس نے وضو کیا دو رکعت نوافل ادا کیے۔ پھر سر بہ گریبان ہو کر مراقبہ کی حالت میں بیٹھ گیا۔ یہاں تک کہ مغرب کا وقت ہو گیا اس نے ہمارے ساتھ مل کر مغرب کی نماز ادا کی پھر اپنا سر گریبان میں ڈال کر بیٹھ گیا اتفاقاً اسی رات خلیفہ بغداد نے صوفیاء کرام کو دعوت دی تاکہ وہ اسے نصیحت کریں وہ تمام صوفیاء کرام جو شہر میں موجود تھے انہوں نے اس کی دعوت قبول کر لی اور جب میں دعوت میں شریک ہونے کے لیے جانے لگا تو اس نوجوان کو کہا کہ آپ بھی ہمارے ساتھ خلیفہ کے پاس تشریف لے چلیں تو اس نے جواب دیا مجھے خلیفہ کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔ لیکن آپ ایسا کریں کہ مجھے گرم حلوہ تیار کر کے دیں میں نے سوچا کہ اس نے میری موافقت کرتے ہوئے دعوت قبول نہیں کی اور یہ مجھ سے کچھ لینا چاہتا ہے میں نے اسے وہیں چھوڑا اور خلیفہ کی مجلس میں چلا گیا جب میں واپس اپنی جگہ آیا تو اس نوجوان کو سویا ہوا پایا رات کافی گزر چکی تھی۔

میں بھی اپنی جگہ سو گیا۔ اسی رات مجھے خواب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی آپ کے دائیں بائیں دو نورانی چہرے والے بزرگ تھے اور ان کے پیچھے بزرگوں کی ایک بہت بڑی جماعت تھی ان کے چہرے نور کی طرح چمک رہے تھے مجھے بتایا گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے حبیب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور آپ کی دائیں جانب حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں اور بائیں جانب حضرت موسیٰ کلیم اللہ ہیں اور ان کے پیچھے ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ میں نے اٹھ کر ان کا استقبال کیا

آگے بڑھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دست بوسی کرنا چاہی تو آپ نے اپنا رخ انور دوسری جانب پھیر لیا۔ اور یہ معاملہ میرے ساتھ تین دفعہ اسی طرح پیش آیا تینوں دفعہ آپ نے اپنا رخ زیبا دوسری طرف پھیر لیا۔ مجھے ازحد پریشانی لاحق ہوئی گھبراہٹ کے عالم میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں عرض کی۔ کہ آقا! مجھ سے کون سی غلطی سرزد ہوئی۔ جس کی وجہ سے آپ مجھ سے روگردانی فرما رہے ہیں۔ تو آپ نے پُر جلال چہرے کے ساتھ میری طرف دیکھا جو یاقوت کی طرح سرخ تھا تو آپ نے فرمایا: ''اے درویش! ہمارے ایک فقیر نے تجھ سے گرم حلوہ کا مطالبہ کیا اور تو نے بخل کی وجہ سے اس رات اس کو بھوکا چھوڑ دیا'' تو میں ازحد خوفزدہ ہوا۔ اور میرے پٹھے خوف کی وجہ سے کانپنے لگے اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے دیکھا کہ وہ نوجوان وہاں موجود نہ تھا میں اسے تلاش کرنے کے لیے اپنے گوشہ تنہائی سے باہر آیا اور اسے ڈھونڈنے لگا اچانک میں نے دیکھا کہ وہ سامنے جا رہا تھا میں نے دوڑ کر اس کا دامن تھام لیا اور کہا اے نوجوان! میں تجھے اس ذات کا واسطہ دیتا ہوں جس نے تجھے پیدا کیا ہے اور تجھے یہ مرتبہ عطا کیا ہے کچھ دیر رک جایئے تاکہ میں آپ کے لیے گرم حلوہ لاؤں اس نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اور کہا کہ اے شیخ! تجھ سے ایک لقمہ حاصل کرنے کے لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار کم و بیش انبیاء کرام کو کہاں سے کوئی سفارش کرنے کے لیے لائے گا۔ اس نے یہ کہا اور غائب ہو گیا۔ (مشکوٰۃ الانوار)

اس مذکورہ بالا تفصیل سے دو باتیں واضح ہو گئیں 1۔ صحابہ کرام کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اور اس کے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں کتنا عظیم مرتبہ ہے اور ان کی گستاخی میں زبان سے نکلا ہوا ایک جملہ کس قدر بربادی اور ہلاکت کا باعث بنتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے گستاخوں سے بچائے۔ (آمین)

2۔ مومن فقیر کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کتنا بلند ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں کتنی عظیم الشان نوازشات سے نوازا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خلوص نیت سے یہ دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے بندوں کی شان سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے نقش پا پر چلنے کی

ہمت اور حوصلہ مرحمت فرمائے (آمین ثم آمین)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ وَسَلَّمْتَ وَبَارَکْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ

انتالیسواں وعظ

گناہوں کی بخشش کا وسیلہ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا

.اور اگر بے شک وہ جب اپنی جانوں پر ظلم کرلیں وہ آپ کے پاس آجائیں پس وہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں اور رسول اللہ بھی ان کے لیے استغفار کریں تو وہ اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا بہت زیادہ رحم کرنے والا پائیں گے۔

علامہ اقبال نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

نہ جہاں میں کہیں امان ملی جو امان ملی تو کہاں ملی
میرے جرم خانہ خراب کو تیرے عفو بندہ نواز میں

(اقبال)

حضرات ذی وقار! انسان سے گناہ اور غلطی کا سرزد ہونا فطری عمل ہے اور یہ قدم قدم پر پھسلتا ہے اور راہ ہدایت سے اس کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں شیطان جو اس کا ازلی دشمن ہے وہ اس کو راہ راست سے بھٹکانے کی پوری پوری کوشش کرتا ہے لیکن اپنے بے حد گناہوں اور بے شمار غلطیوں کے باوجود جب وہ سچے دل سے اپنے رب سے گناہوں کی معافی مانگتا ہے تو اس کی رحمت جوش میں آجاتی ہے وہ اسے معاف فرما دیتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ حَیِیٌّ کَرِیْمٌ یَسْتَحْیِیْ اَنْ یَرُدَّ یَدَ عَبْدِہٖ صِفْرًا

بے شک اللہ تعالیٰ بہت زیادہ صاحب حیا بہت سخی ہے اسے شرم آتی ہے کہ اپنے بندے کا اپنی بارگاہ میں اٹھا ہوا ہاتھ خالی واپس کر دے۔

کیونکہ وہ رحیم بھی ہے رحمان بھی۔ اس کی رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ

بے شک میری رحمت ہر ایک چیز سے وسیع ہے۔

اور اس کی رحمت اسکے غضب پر غالب ہے اسی لیے انسان خواہ کتنا ہی عظیم گناہ کیوں نہ کر بیٹھے جب وہ ندامت کے آنسو بہاتا ہوا اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہے تو وہ معاف فرما دیتا ہے۔ علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یَا نَفْسُ لَا تَقْنَطِیْ مِنْ زَلَّۃٍ عَظُمَتْ

اِنَّ الْکَبَائِرَ فِی الْغُفْرَانِ کَاللَّمَمِ

اے نفس! تو اپنے گناہ کی بخشش سے مایوس نہ ہو وہ عظیم ہی کیوں نہ ہو کیونکہ کبیرہ گناہ اس کی بخشش کے سامنے پانی پر بلبلے کی طرح ہیں۔

اس کی حقیقت ایک مثال سے واضح ہو جاتی ہے۔ کہ ایک نوجوان سوار واویلا کرتے ہوئے عبدالملک بن مروان کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا اے اللہ کے بندے! میں نے عظیم گناہ کا ارتکاب کیا ہے کیا میری بخشش ہو سکتی ہے تو اس نے پوچھا تیرا گناہ کتنا عظیم ہے کیا وہ زمین اور آسمان سے بڑا ہے اس نے اثبات میں جواب دیا پھر پوچھا کیا لوح و قلم سے بھی بڑا ہے تو بھی اس نے اثبات میں جواب دیا پھر اس نے پوچھا عرش اور کرسی سے بھی بڑا ہے کہنے لگا ہاں تب عبدالملک نے کہا کیا وہ رب کی رحمت سے بھی بڑا ہے تو کہنے لگا نہیں اللہ کی رحمت تو اتنی وسیع اور عظیم ہے کہ وہاں تک کسی کی عقل کی رسائی نہیں تو عبدالملک نے کہا پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو کر اس کی رحمت کا واسطہ دے کر اس سے گناہوں کی

معافی مانگ تو وہ معاف فرمادے گا۔ تو اس نے ایسا ہی کیا اور مطمئن ہو کر واپس چلا گیا۔

اس وسیع رحمت کے باوجود بعض دفعہ معافی مانگنے والے کے اندر دعا کی قبولیت کی شرائط نہیں پائی جاتیں اور بلا واسطہ اس کی دعا قبول نہیں ہوتی پھر وہ وسیلہ تلاش کرتا ہے تو اس وسیلہ کے ذریعے سے اس کی بخشش ہو جاتی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام بھولے سے خطا تو کر بیٹھے لیکن پھر فرط ندامت سے اتنا روئے کہ آنسوؤں کے دریا بہا دیئے اور ان کے درد انگیز نالوں سے پتھروں کے دل پھٹ جاتے تھے دن رات آہ وفغاں سے کام تھا۔ ہر وقت بارگاہ الٰہی میں اس کی رحمت کے لیے ملتجی رہتے سالہا سال اس طرح بیت گئے لیکن مغفرت کی خوشخبری نہ ملی آخر ایک روز ایسے کلمات زبان سے نکلے کہ رحمت خداوندی کو ترس آ گیا اور چشم عنایت مائل بہ کرم ہوگئی وہ کون سے کلمات تھے۔ اس کے متعلق میں حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کی تفسیر فتح العزیز کی عبارت نقل کرتا ہوں تا کہ ہر خوش نصیب کی طمانیت قلب کا باعث ہو" اور طبرانی نے معجم صغیر میں اور حاکم، ابونعیم اور بیہقی نے حضرت امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی اور ان پر عتاب الٰہی نازل ہوا توبہ قبول ہونے میں حیران تھے کہ اتنے میں ان کو یاد آیا کہ مجھ کو جس وقت خدا تعالیٰ نے پیدا کیا تھا اور روح خاص میرے اندر پھونکی تھی اس وقت میں نے اپنے سر کو عرش کی طرف اٹھایا تھا اس جگہ لکھا دیکھا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ قدر کسی شخص کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک برابر اس شخص کے نہیں کہ نام اس کا اپنے نام کے برابر لکھا ہے تدبیر یہ ہے کہ بحق اسی شخص کے سوال مغفرت کا کروں پس دعا میں کہا: اَسْئَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اَنْ غَفَرْتَ لِیْ۔ (اے میرے مولا! میں تجھ سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ التجا کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے) حق تعالیٰ نے ان کی بخشش کی اور وحی بھیجی کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کہاں سے جانا تو نے تو انہوں نے تمام ماجرا عرض کیا۔ حکم پہنچا کہ اے آدم! محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب پیغمبروں سے پچھلا پیغمبر ہے اولاد تیری میں سے اور

اگر وہ نہ ہوتا تجھ کو نہ پیدا کرتا"۔

(ضیاء القرآن، صفحہ نمبر 116 ج 1۔ تفسیر عزیزی ترجمہ اردو مطبوعہ علیمی پریس دہلی 1932ء)

کسی کے وسیلہ سے گناہوں کی بخشش کی مثال اس طرح بیان کی جا سکتی ہے جیسے زمین کو سیراب کرنے کے لیے نہریں، کنویں اور ٹیوب ویلز کا پانی وافر مقدار میں ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود نہ درختوں پر شادابی ہوتی ہے اور نہ ہی کھیتوں میں وہ سرسبزی اور تروتازگی ہوتی ہے جو بارش برسنے کے بعد ان کو نصیب ہوتی ہے جب بارش برستی ہے تو ہر طرف شادابی اور سرسبزی ہو جاتی ہے خشک کھیتیاں تروتازہ ہو جاتی ہیں خزاں زدہ عریاں شاخوں پر نئی کونپلیں نکلتی ہیں ننھے ننھے پودوں پر کلیاں چٹکتی ہیں اور پھول کھلتے ہیں انکی بھینی بھینی خوشبو ہر طرف مہکنے لگتی ہے اور وہ مشام جان کو معطر کرتی ہے کہ جس طرح کنویں، نہریں اور ٹیوب ویلز کا پانی کھیتوں اور نباتات کو ہرا بھرا کرنے کے لیے ناکافی ہوتا ہے اسی طرح بعض دفعہ انسان کا اپنے گناہوں پر آنسو بہانا بے اثر ہوتا ہے اس کی آہ وفغاں، نالہ وفریاد بیکار ہوتی ہے پھر وہ تلاش کرتا ہے کہ کسی عظیم ہستی کا واسطہ دے کر گناہوں کی بخشش کروائی جائے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑھ کر اور کوئی عظیم ہستی ہے ہی نہیں اسی لیے انسان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا واسطہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے گناہوں کی بخشش کے لیے پیش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بادل چھم چھم برستے ہیں اور گناہوں کی ظلمت اور تاریکی دھو ڈالتے ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا

اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کر لیں (اے محبوب!) تو تیرے دربار میں حاضر ہو جائیں اور وہ خود بھی اپنے گناہوں کی بخشش طلب کریں اور اللہ کا رسول بھی ان کے لیے میرے دربار میں جھولی پھیلا کر مغفرت طلب کرے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ کہیں اے مولا! یہ تیرے بندے ہیں تو رحمان اور رحیم ہے انہوں نے گناہ کیے ہیں اور تیرے دربار

میں اپنے گناہوں پر ندامت کے آنسو بہاتے ہیں تو ان کے گناہوں کو معاف فرما دے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بہت ہی توبہ قبول فرمانے والا اور بے حد مہربان پائیں گے۔ اے محبوب! صلی اللہ علیک وسلم تیرے ہاتھ اٹھنے کی دیر ہوگی میں ان کے گناہ معاف کر دوں گا۔

حدیث شریف کی کتابوں میں عمرو ابن عاص کی توبہ کا واقعہ واضح الفاظ میں مذکور ہے وہ خود اپنے اسلام لانے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب تک میں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا اس وقت تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر کوئی چیز مجھے ناپسند نہ تھی لیکن جب میرے دل میں اسلام کی طرف میلان پیدا ہوا میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ مین حاضر ہوا اور عرض کی کہ اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) اپنا ہاتھ آگے بڑھایئے تاکہ میں آپ کی بیعت کرلوں۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا لیکن میں نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا اور بیعت نہ کی اسی طرح میں نے تین مرتبہ کیا آخر کار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے فرمایا: اے عمرو! تجھے بیعت کرنے سے کونسی چیز روک رہی ہے تو میں نے عرض کی میں ایک شرط لگانا چاہتا ہوں اگر وہ قبول ہو تو بیعت کرتا ہوں اور وہ شرط یہ ہے کہ میں آج تک بہت بڑے گھناؤنے گناہوں کا ارتکاب کرتا رہا اگر وہ میرے گناہ معاف ہو جائیں تو میں بیعت کر لیتا ہوں۔ تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ نہیں فرمایا کہ جاؤ بیت اللہ شریف میں کھڑے ہو کر اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرو بلکہ فرمایا کہ تو اسلام قبول کرلے تو اللہ تعالیٰ تیرے سابقہ گناہ معاف فرما دے گا۔ لِاَنَّ الْاِسْلَامَ یَهْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَ الْاِسْلَامِ۔ کہ اسلام ان نے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے جو اسلام سے پہلے کسی سے صادر ہوتے ہیں تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ آپ کے اس فرمان سے پہلے مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے از حد نفرت تھی لیکن جب آپ نے مجھے اپنے گناہوں کی بخشش کا مژدۂ جانفزا سنا دیا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر میرے نزدیک کوئی چیز محبوب نہ رہی۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے گناہوں

کی بخشش کے لیے کی ہوئی دعا قبول فرما لیتا ہے اور حضور علیہ السلام کو بھی اپنی اس عظمت شان کا علم ہے ورنہ آپ حضرت عمرو بن عاص کو یہ فرما دیتے کہ اس سلسلہ میں میں تجھے کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا۔ آپ کا یہ نہ فرمانا مذکورہ بالا کی تائید کرتا ہے۔ بزرگان دین کا ہمیشہ سے یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ اپنی مشکلات کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں التجا کرتے تھے اور ان کی مشکلات آسان ہو جاتی تھیں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی عرض کرتے ہیں:

اِذَا مَا اَتَتْنِیْ اَزْمَۃٌ مُّدْلَھِمَّۃٌ　　تُحِیْطُ بِنَفْسِیْ مِنْ جَمِیْعِ الْجَوَانِبِ

جب سیاہ رات سے بھی تاریک مصیبتیں مجھے پہنچتی ہیں اور تمام اطراف سے میرے نفس کو گھیر لیتی ہیں۔

تَطَلَّبْتُ ھَلْ مِنْ نَّاصِرٍ وَّمُسَاعِدٍ　　اَلُوْذُ بِہٖ مِنْ خَوْفِ سُوْٓءِ الْعَوَاقِبِ

تو پھر میں تلاش کرتا ہوں کہ کیا کوئی مدد کرنے والا اور مساعدت کرنے والا ہے جس کے ہاں میں انجام کے برے خوف سے پناہ حاصل کروں۔

فَلَسْتُ اَرٰی اِلَّا الْحَبِیْبَ مُحَمَّدًا　　رَسُوْلَ اِلٰہِ الْخَلْقِ جَمَّ الْمَنَاقِبِ

تو میں سوائے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کوئی ذات نہیں پاتا جو اللہ کی تمام مخلوق کے رسول ہیں اور تمام اچھے اوصاف کو جمع کرنے والے ہیں۔

وَصَلّٰی عَلَیْکَ اللّٰہُ یَا خَیْرَ خَلْقِہٖ　　وَیَا خَیْرَ مَاْمُوْلٍ وَّیَا خَیْرَ وَاھِبِ

اے تمام مخلوق سے بہترین! اللہ تعالیٰ آپ کی عظمت شان کو بلند سے بلند تر فرمائے اے وہ ذات جو ان تمام سے بہتر ہے جن سے کسی چیز کی امید کی جا سکتی ہے اور وہ ان تمام سے بہتر ہے جو کسی پر بخشش کرتے ہیں۔

ان مذکورہ بالا اشعار کی وجہ سے، جن میں آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام مشکلات کو حل کرنے والا بیان کیا ہے اور آپ سے استغاثہ کیا ہے، کسی نے بھی آپ پر نہ کفر کا فتویٰ لگایا ہے اور نہ ہی انہیں مورد الزام ٹھہرایا ہے۔ اور آخر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ عرض کرتے ہیں:

وَاَنْتَ مُجِيْرِیْ فِیْ هُجُوْمِ مُلِمَّةٍ اِذَا انْشَبَتْ فِی الْقَلْبِ شَرُّ الْمَخَالِبِ

یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم۔ آپ ہی مجھے پناہ دینے والے ہیں جب مصیبتیں مجھ پر ٹوٹ پڑیں اور اپنے ظالم پنجے دل میں گاڑ دیں۔

وہ لوگ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنی مشکلات کے حل کی دعا کرنے کو شرک اور کفر کہتے ہیں ان کے شیخ القرآن اور شیخ الاسلام بھی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی مشکلات کے حل کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور استغاثہ کرتے ہیں۔ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب اور بانی دیوبند مولوی نانوتوی صاحب کی مناجات کے چند اشعار سن لیجئے سارے شکوک وشبہات دور ہو جائیں گے بانی دیوبند عرض کرتے ہیں:

کروڑوں جرموں کے آگے نام کا یہ اسلام کرے گا یا نبی اللہ کیا یہ میری پکار
مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی وکار

اور مولوی اشرف علی تھانوی صاحب اس طرح مناجات کرتے ہیں:

یَاشَفِیْعَ الْعِبَادِ خُذْ بِیَدِیْ اَنْتَ فِی الْاِضْطِرَارِ مُعْتَمِدِیْ
دستگیری کیجئے میرے نبی کشمکش میں تم ہی ہو میرے ولی
لَیْسَ لِیْ مَلْجَاً سِوَاکَ اَغِثْ مَسَّنِی الضُّرُّ سَیِّدِیْ سَنَدِیْ
جز تمہارے ہے کہاں میری پناہ موج کلفت مجھ پر آ غالب ہوئی

(اے میرے سرور اور سہارا)

(نوٹ) ان عربی اشعار کا ترجمہ بھی مولانا تھانوی صاحب کا ہی ہے۔

ان مذکورہ دلائل سے یہ واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ بے کس پناہ سے فیض یاب ہونے، ترقی درجات اور گناہوں کی بخشش کے لیے کسی کو واسطہ اور وسیلہ سمجھ کر اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کیا جائے تو التجا قبول ہو جاتی ہے۔

اسی طرح حضرت علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں التجا کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں:

يَا أَكْرَمَ الْخَلْقِ مَا لِيْ مَنْ أَلُوْذُ بِهٖ   سِوَاكَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

اے تمام مخلوق سے معزز و محترم! میرے لیے کون ہے جس سے میں پناہ لوں سوائے آپ کے جب مجھ پر عام حادثات نازل ہوں۔

اگر دوسرے لوگوں میں اعتراض کرنے والوں کو شرک کی بو آتی ہے تو کم از کم یہ مذکورہ بالا حضرات جن کے اشعار اور مناجات اوپر ذکر کی گئی ہیں ان کو تو وہ موحّد یقین کرتے ہوں گے اور وہ ان حضرات کے نزدیک بھی مشرک نہ ہوں گے لہٰذا انہیں غور و فکر کرنا چاہیے کہ کہیں وہ راہ راست سے اعراض کر کے بھٹک تو نہیں رہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اب اگر کوئی آدمی اولیاء کرام کی بارگاہ میں حاضر ہو اور ان کے مزارات پر جا کر ان کو محض وسیلہ تصور کر کے اپنے گناہوں کی بخشش مانگے اور اپنی حاجات کو پورا کرانے کی تلقین کرے تو یہ کیوں کر شرک ہو سکتا ہے اور استعانت بالغیر کا بھی یہی مفہوم ہے کیونکہ ان ہستیوں کو کوئی مستقل بالذات نہیں سمجھتا اور نہ ہی اہل ایمان میں سے کسی کے ذہن کے کسی گوشے میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہے تو بھی یہ حضرات ہماری مشکل کشائی فرماتے ہیں اگر کسی کا یہ عقیدہ ہو تو سراسر کفر ہے اور شرک ہے جس کی سزا جہنم اور عذاب ہے۔ (ضیاء القرآن)

سر عنوان تحریر شدہ آیت طیبہ کی تفسیر کرتے ہوئے حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اے رحمت مجسم! اگر یہ دنیا بھر کے قصور کر کے اور اپنی جانوں پر طرح طرح کے ظلم توڑنے کے بعد بھی نادم و تائب ہو کر تیرے حضور میں حاضر ہوں تو اپنا در کرم باز رکھ جب ان کی شفاعت و بخشش و رستگاری کے لیے تیرا ہاتھ میری بارگاہ جود و عطا میں اٹھے گا خواہ وہ کتنے ہی گناہ گار، روسیاہ اور بدکار کیوں نہ ہوں تیرے رب کی رحمت ان کو مایوس نہیں کرے گی بلکہ ان کی توبہ قبول کر لی جائے گی اور ان بیگانوں کو اپنا بنا لیا جائے گا۔ حضور اکرم شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ برکت حضور کی ظاہری زندگی تک محدود نہیں تھی بلکہ تا ابد

ہے۔ اہل دل اور اہل نظر ہر لمحہ اور ہر آن اس کا مشاہدہ کرتے ہیں حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس دنیا سے انتقال فرمانے کے تین روز بعد ایک اعرابی آیا اور (فرط رنج وغم سے) مزار پرانوار پر گر پڑا اور خاک پاک کو اپنے سر پر ڈالا اور عرض کرنے لگا:

يَا خَيْرَ مَنْ دُفِنَتْ بِالْقَاعِ اَعْظُمُهُ   فَطَابَ مَن يُحِبُّهُنَّ الْقَاعُ وَالْاَكَمُ

نَفْسِيْ فِدَاءٌ لِقَبْرٍ اَنْتَ سَاكِنُهُ   فِيْهِ الْعَفَافُ وَفِيْهِ الْجُوْدُ وَالْكَرَمُ

اے ہر اس سے بہتر جس کی ہڈیاں قبر مبارک میں دفن کی گئی ہیں پس مبارک ہے وہ جس کی ہڈیوں کے ساتھ گھاٹیاں اور ٹیلے محبت کرتے ہیں۔

میری جان اس قبر پر قربان جس میں آپ سکون پذیر ہیں جس میں پاک دامنی ہے اور اس میں جودو کرم ہے۔

یہ اشعار کہنے کے بعد عرض کرتا ہے کہ اے اللہ کے رسول! جو آپ نے فرمایا ہم نے سنا جو آپ نے اپنے رب سے سیکھا ہم نے بھی سیکھا اور اسی میں یہ آیت طیبہ بھی تھی وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ (الآیۃ)

میں نے اپنی جان پر بڑے ستم کیے ہیں اب تیری بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں اے سراپا شفقت ورحمت! میری مغفرت کے لیے دعا فرمایئے۔

فَنُوْدِیَ مِنَ الْقَبْرِ اَنَّهُ قَدْ غُفِرَ لَکَ.   (القرطبی)

تو مرقد منور سے آواز آئی تجھے بخش دیا گیا۔   (ضیاء القرآن)

• دوسری روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ اس نے یہ عرض کیا تھا کہ اے اللہ کے محبوب! ہم اس (مذکورہ بالا) آیت کا سہارا لیتے ہوئے آپ کی ظاہری زندگی میں آپ کے ساتھ حاضر ہوتے تھے اور آپ ہمارے لیے دعائے مغفرت فرما دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ ہمارے گناہ معاف فرما دیتا اب ہمارا کون ہے اور کس کی بارگاہ بے کس پناہ میں امان طلب کریں وہ یہ کہتا ہوا اور آہ وفغاں کرتا ہوا واپس جانے لگا تو حضرت علی فرماتے ہیں:

فَغَلَبَتْنِیْ عَیْنِیْ قَالَ فِی الْمَنَامِ یَا عَلِیُّ اَلْحِقِ الْاَعْرَابِیْ
فَبَشِّرْهُ بِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَدْ غَفَرَلَهٗ.

مجھ پر نیند غالب آ گئی تو خواب میں مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے علی! اعرابی کے پیچھے دوڑو اور اسے یہ خوشخبری سنادو کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف فرما دیے ہیں۔

یہ تو ان لوگوں کا معمول ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شفیع المذنبین سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا ہمارا کوئی چارہ ساز نہیں لیکن اس کے برعکس ایک گروہ ایسا بھی تھا اور ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر گناہوں کی بخشش طلب کرنے کو شرک اور کفر کہتے ہیں ان کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا یَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا
رُءُوْسَهُمْ وَرَاَیْتَهُمْ یَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ.

جب انہیں کہا جاتا ہے آؤ تمہارے لیے اللہ کا رسول مغفرت طلب کرے تو وہ اپنے سر موڑتے ہیں اور تو انہیں دیکھے گا کہ وہ رک جاتے ہیں حالانکہ وہ متکبر ہیں۔

شان نزول

اس آیت طیبہ کا شان نزول اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ جب حضور علیہ السلام مدینہ طیبہ میں تشریف لے گئے تو وہاں منافقوں کا ایک گروہ پیدا ہو گیا اور منافق وہ ہوتے ہیں جو زبان سے کلمہ پڑھتے ہیں بظاہر نیک اعمال کرتے ہیں دکھاوے کے لیے نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ بھی دیتے ہیں لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مغفرت طلب کرنے کو شرک اور کفر کہتے ہیں ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ

بے شک منافقین ان کا ٹھکانہ جہنم کا سب سے نچلا گڑھا ہے۔

اور ان کا سردار عبداللہ بن اُبی بن سلول تھا۔ وہ حسد کی وجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

اور آپ کے غلاموں کی دن بدن بڑھتی ہوئی شان و شوکت کو دیکھتا تو جل بھن جاتا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور آپ کے غلاموں کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہوتا تو اس کو اس کے قبیلہ والوں نے سمجھایا کہ اب بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگ تو حضور علیہ السلام تیری بخشش کے لیے دعا فرمائیں گے تو تیری شقاوت سعادتمندی میں بدل جائے گی تو اس نے از راہ کبر و نخوت سر ہلایا اور کہنے لگا:

اَمَرْتُمُوْنِیْ اَنْ آمَنَ فَقَدْ آمَنْتُ وَاَنْ اُعْطِیَ زَکٰوۃَ مَالِیْ فَقَدْ اَعْطَیْتُ فَمَا بَقِیَ اِلَّا اَنْ اَسْجُدَ لِمُحَمَّدٍ (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ)

تم نے مجھے کہا کہ میں ایمان لاؤں تو میں ایمان لایا اور تم نے مجھے کہا کہ میں اپنے مال کی زکوٰۃ دوں تو میں نے وہ ادا کی اب اس کے علاوہ اور کوئی بات باقی نہیں رہی کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سجدہ کروں۔

تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل فرما کر ان کی اس حالت کو منکشف فرما دیا۔

آپ ذرا اس آیت میں غور فرمائیں کہ منافق ذہن کس طرح غلط راہ پر چل نکلتا ہے اس کی سوچ میں کس قدر بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے بارگاہ نبوت میں حاضری اور اللہ تعالیٰ کے محبوب سے مغفرت کی دعا کرانے میں اس کو صریح شرک نظر آنے لگتا ہے وہ اپنے اعمال نماز، زکوٰۃ وغیرہ پر ہی نازاں رہتا ہے اور یہ ضرورت محسوس نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب کے در کرم پر وہ حاضر ہو کر اس کی رحمتوں سے اپنے دامن کو لبریز کرے اس زمانہ میں بھی ہمیں ایسے لوگ نظر آتے ہیں جنہیں بارگاہ رسالت میں حاضری شرک و بدعت نظر آتی ہے خود بھی اس سعادت سے بہرہ ور نہیں ہوتے اور لوگوں کو بھی محروم رکھنے میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کرتے ہیں اور اس کو موحد ہونے کا معیار قرار دیتے ہیں وہ ذرا اس آیت میں اور اس روایت میں غور کریں کہ کہیں ان کا رویہ منافقین کے رویے سے مشابہت تو نہیں رکھتا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے حجابوں سے بچائے اور اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ

اقدس میں حاضری کی سعادت نصیب فرمائے حضور کی دعا کی برکت سے ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہمیں دونوں جہانوں کی سعادتوں سے بہرہ ور فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستاں بتایا

(منقول از ضیاء القرآن سورہ منافقون)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں جو بھی گناہوں کا ستایا ہوا حاضر ہوتا تو آپ اسے مایوس نہ فرماتے اور اس کے گناہوں کی بخشش کے لیے یا تو دعا فرما دیتے یا اسے وہ طریقہ بتا دیتے جس سے اس کے گناہوں کی بخشش ہو جاتی اور آپ اسے بشارت دے دیتے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے گناہ معاف فرما دیے ہیں۔

ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما تھے ایک اعرابی واویلا کرتے ہوئے حاضر ہوا اور کہنے لگا هَلَكْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكْتُ. اے اللہ کے رسول! میں ہلاک ہو گیا میں برباد ہو گیا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی ہی شفقت اور محبت کے ساتھ اس سے اس کے متعلق دریافت فرمایا تو کہنے لگا میں از حد گناہگار ہوں مجرم اور خطا کار ہوں آپ میری بخشش کے لیے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا فرما دیجئے۔ تو آپ نے اسے نفی میں جواب نہیں دیا کہ میں ایسا نہیں کر سکتا بلکہ فرمایا بیٹھ جاؤ اور تین بار یہ دعا پڑھائی:

اَللّٰهُمَّ رَحْمَتُكَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوبِىْ وَمَغْفِرَتُكَ اَرْجٰى عِنْدِىْ مِنْ عَمَلِىْ.

اے اللہ تیری رحمت میرے گناہوں سے بہت وسیع اور تیری بخشش میرے نزدیک میرے عمل سے زیادہ امید افزا ہے۔

پھر فرمایا جاؤ تمہارے گناہ معاف فرما دیے گئے ہیں۔

خلاصہ کلام

مذکورہ بالا تفصیلات سے یہ معلوم ہوا کہ اپنے گناہوں کی بخشش اور حل مشکلات کے لیے

کسی کو وسیلہ بنا کر دعا کروانا یہ جائز اور درست ہے جس پر قرآن کریم کی آیات، احادیث طیبہ، علماء ربانیین کا تعامل اور منکرین شفاعت کے علماء کے اقوال دلالت کرتے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر گناہوں کی بخشش نہ کروانا یہ منافقین کا شیوہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے ہمارے گناہ معاف فرمائے اور آپ کی شفاعت سے ہمیں محروم نہ کرے۔ (آمین ثم آمین)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَحَبِیْبِنَا وَحَبِیْبِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ
وَعَلٰی آلِهِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ وَعَلٰی اَزْوَاجِهِ الطَّاهِرَاتِ
اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَعَلٰی اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ
وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ

چالیسواں وعظ

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانا کیسا ہے؟

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا ھُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ

(اے محبوب) آپ فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کے ساتھ چاہیے کہ وہ خوشیاں منائیں (یہ خوشیاں منانا) زیادہ بہتر ہے۔ اس سے جس کو وہ جمع کرتے ہیں۔

ایہہ کون آیا جدھے آیاں بہاراں مسکرا پیاں
گھٹاواں نور برساون فضاواں مسکرا پیاں

میں اس عنوان یعنی میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمہید ان ہی کلمات کے ساتھ کر رہا ہوں جن کے ساتھ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے عید میلاد النبی کے موضوع پر لکھے گئے اپنے مضمون کا آغاز فرمایا تھا۔ آپ لکھتے ہیں:

"ماہ صفر اختتام پذیر ہو رہا ہے اور ماہ ربیع الاول شریف کا چاند طلوع ہونے والا ہے۔ گلشن انسانیت میں بہار آ رہی ہے۔ عندلیبیں اور قمریاں پھر نوا سنج ہونے والی ہیں۔ کئی حسین یادیں تازہ ہوں گی۔ ان مبارک لمحوں کا ذکر چھڑے گا۔ جب انسانیت کا خفتہ بخت بیدار ہوا تھا۔ مظلوموں کا غم گسار تشریف لایا تھا۔ جب آمنہ کے کچے کوٹھے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانے سمٹ آئے تھے۔ اور ان خزانوں کو باذن الٰہی بانٹنے والا بلکہ لٹانے والا

بڑی آن بان کے ساتھ رونق افروز ہوا تھا۔ آؤ سازِ محبت کو مضراب شوق سے چھیڑیں اور ماہ کامل کی تابانیوں کا ذکر کریں۔ آؤ جانِ بہار کے گیت گائیں اور روح کائنات کی لطافتوں کو آشکارہ کریں۔ آؤ خالق کائنات کی اس نعمت عظمیٰ کو پہچانیں۔ اور اس کی قدر کریں۔ اگر اس کا عرفان نصیب ہو گیا تو دل دماغ اور زبان سب مل کر اپنے پروردگار کا شکریہ ادا کریں گے اور جب حتی المقدور شکر ادا ہو گا تو اللہ تعالیٰ راضی ہو گا۔ اس کی رحمت مائل بہ کرم ہو گی۔ دل کی اجڑی ہوئی بستی آباد ہو جائے گی۔ خود فراموشی خود شناسی اور خدا شناسی میں بدل جائے گی۔ اور "وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ" کی جلوہ سامانیاں بے نقاب ہو جائیں گی۔"

سواد اعظم اہل السنت والجماعت کا ہمیشہ سے یہ معمول چلا آ رہا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش کے دن تحدیثِ نعمت کے لیے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ محافل میلاد منعقد کرتے ہیں اور جلوس نکالتے ہیں۔ نعت خوانی کی محفلیں سجتی ہیں۔ آقا علیہ الصلوٰۃ السلام کے حسن و جمال اور اوصاف و کمالات بیان کیے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے محبوب، بے کسوں کے کس، بے سہاروں کے سہارا کی حتی المقدور تعریف و ستائش کرتے ہیں اور اپنی اپنی حیثیت کے مطابق خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کا اس دن خوشی منانا اور مسرت کا اظہار کرنا کتاب و سنت سے ثابت ہے جیسے اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا هُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ.

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جس دن وہ نور تشریف لایا اس دن کائنات کا ذرہ ذرہ خوشیاں منا رہا تھا۔ صرف اہل زمین ہی نہیں بلکہ ملأ اعلیٰ کے مکین بھی قطار در قطار نغمہ صلاۃ والسلام کے تحفے پیش کر رہے تھے۔ اور آپس میں ایک دوسرے کو مبارک باد پیش کر رہے تھے اگر اس دن کوئی ناخوش تھا تو وہ ایک شیطان مردود تھا۔ جو مارا مارا پھر رہا ہے گھاٹیوں اور پہاڑیوں میں منہ پھپا رہا تھا اور کہہ رہا تھا ان کی آمد سے بت پرستی ختم ہو جائے گی۔ اور ظلم

وستم کے دروازے بند ہو جائیں گے اور گناہ گاروں کو بخش دیا جائے گا اور وہ اپنی بدبختی اور حرماں نصیبی پر اشک فشاں تھا۔ وہ ملعون ابلیس ہی تھا جیسے کسی شاعر نے کہا ہے۔

آج میرے آقا کا میلاد ہے
ہے وہ بدبخت جو آج ناشاد ہے

علامہ ابوالقاسم سہیلی لکھتے ہیں۔

اِنَّ اِبۡلِیۡسَ لَعَنَہُ اللّٰہُ اَنَّ اَربَعَ رَنَّاتٍ. رَنَّۃٌ حِیۡنَ لُعِنَ وَرَنَّۃٌ حِیۡنَ اُھۡبِطَ وَرَنَّۃٌ حِیۡنَ وُلِدَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ وَرَنَّۃٌ حِیۡنَ اُنۡزِلَتۡ فَاتِحَۃُ الۡکِتَابِ قَالَ اَلرَّنِیۡنُ وَالنُّخَارُ مِنۡ عَمَلِ الشَّیۡطَانِ.

ابلیس ملعون زندگی میں چار مرتبہ چیخ مار کر رویا پہلی مرتبہ جب اس کو ملعون قرار دیا گیا۔ دوسری مرتبہ جب اسے بلندی سے پستی کی طرف دھکیلا گیا۔ تیسری مرتبہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔ چوتھی مرتبہ جب سورہ فاتحہ نازل ہوئی۔ علامہ سہیلی فرماتے ہیں کہ چیخ مار کر رونا اور واویلا کرنا یہ شیطان کا عمل ہے۔ (روضۃ الانف ص 181 ج 1)

علامہ احمد بن زینی دحلان السیرۃ النبویہ میں رقم طراز ہیں:

وَعَنۡ عِکۡرَمَۃَ اَنَّ اِبۡلِیۡسَ لَمَّا وُلِدَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ وَرَایٰ تَسَاقُطَ النُّجُوۡمِ قَالَ لِجُنُوۡدِہٖ قَدۡ وُلِدَ اللَّیۡلَۃَ وَلَدٌ یُّفۡسِدُ اَمۡرَنَا فَقَالَ لَہٗ جُنُوۡدُہٗ لَوۡذَھَبۡتَ فَخَبَکۡتَہٗ فَلَمَّا دَنَا مِنۡ رَّسُوۡلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ بَعَثَ اللّٰہُ جِبۡرَائِیۡلَ فَرَکَضَہٗ بِرِجۡلِہٖ رَکۡضَۃً وَّقَعَ بِعَدَنۡ.

عکرمہ سے مروی ہے کہ جس روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو ابلیس نے دیکھا کہ آسمان سے ستارے گر رہے ہیں۔ اس نے اپنے لشکروں کو

کہا آج رات وہ پیدا ہوا ہے جو ہمارے نظام کو درہم برہم کر دے گا۔ اس کے لشکریوں نے اس سے کہا کہ تم اس کے نزدیک جاؤ اور چھو کر جنون میں مبتلا کر دو۔ جب وہ اس نیت سے حضور کے قریب جانے لگا تو جبرائیل نے اپنے پاؤں سے ٹھوکر لگائی اور دور عدن میں پھینک دیا۔

(السیرۃ النبویۃ، ص 47-48 ج 1 منقول از ضیاء النبی)

میلاد پاک کیا ہے کیا یہ شرعاً جائز ہے یا بدعت اس دن خوشی کا اظہار کرنا کیسا ہے ذیل میں ہم اس کا جائزہ لیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں کہ اے مولا کریم! ہماری راہنمائی فرما تاکہ ہم راہ راست سے بھٹک نہ جائیں۔

میلاد یہ ولد سے مشتق ہے۔ اور اس کا معنی وہ زمانہ اور جگہ جن میں اللہ تعالیٰ کا محبوب تشریف لایا اور ان میں خدا کا نور جلوہ فگن ہوا۔ جس سے مغرب و مشرق روشن ہو گئے۔ اور کسریٰ ایران کے محلات کے چودہ کنگرے گر پڑے۔ وہ آیا جس کی والدہ خود فرماتی ہیں:

خَرَجَ مِنِّیْ نُوْرٌ اَضَاءَتْ لِیْ قُصُوْرُ شَامٍ حَتّٰی رَاَیْتُهَا.

مجھ سے ایک نور نکلا جس سے شام کے محلات میرے لیے روشن ہو گئے یہاں تک کہ میں نے ان کو دیکھ لیا۔

دوسری روایت میں ہے کہ جب حضور کی ولادت ہوئی تو حضرت آمنہ سے ایک نور نکلا جس نے سارے گھر کو بقعہ نور بنا دیا۔ ہر طرف نور ہی نور نظر آتا تھا۔ عبدالرحمٰن بن عوف کی والدہ حضرت شفاء جس کی قسمت میں حضور کی دایہ بننے کی سعادت رقم تھی وہ کہتی ہیں۔ کہ جب سیدہ آمنہ کے ہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں پر سہارا اور میں نے ایک آواز سنی جو کہہ رہی تھی۔

رَحِمَكَ رَبُّكَ تیرا رب تجھ پر رحم فرمائے۔

قَالَتِ الشِّفَاءُ فَاَضَاءَ لِیْ مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ حَتّٰی نَظَرْتُ اِلٰی بَعْضِ قُصُوْرِ الشَّامِ

شفاء کہتی ہیں اس نور مجسم کے ظاہر ہونے سے میرے سامنے مشرق ومغرب میں روشنی پھیل گئی یہاں تک کہ میں نے شام کے بعض محلات کو دیکھا۔

اصطلاح میں اس کا معنی یہ ہے کہ وہ محفل اور مجمع جس میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا ذکر کیا جائے اور آپ کے اوصاف وکمالات بیان کیے جائیں۔ صلاۃ وسلام کے نغمے الاپے جائیں اور آپ کی تعریف میں قصائد اور نعتیں پڑھی جائیں۔ آپ کے اوصاف وکمالات بیان کرنا نعتیں پڑھنا آپ کا میلاد منانا یہ سنت ہے۔ اور اس میں خوشی کا اظہار کرنا گناہوں کی بخشش اور نیک اعمال کی قبولیت کا سبب ہے۔ باوجود اس بات کے کہ کسی مشرک اور کافر کی بخشش نہیں۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کے موقع پر اگر کوئی کافر بھی خوشی کا اظہار کرتا ہے تو اس کا عمل اس کے لیے قبر میں بھی راحت اور سکون کا باعث بنتا ہے۔

بخاری شریف جلد دوم کتاب النکاح باب اُمَّھٰتُکُمُ الّٰتِیْۤ اَرْضَعْنَکُمْ میں یہ حدیث مذکور ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تولد ہوا آپ نے اپنے وجود مسعود کے ساتھ اس دنیا کو رونق بخشی تو ابولہب، جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ، کی لونڈی جس کا نام ثویبہ تھا۔ وہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کے موقع پر تھی جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے وہ دوڑتی ہوئی اپنے آقا ابولہب کے پاس پہنچی اور اسے مبارکباد دی اور اسے بتایا کہ تیرے مرحوم بھائی حضرت عبداللہ کے ہاں لخت جگر پیدا ہوا ہے۔ تو اس نے محمد بن عبداللہ کی پیدائش کی خوشی میں اسے کہا اَنْتِ حُرَّۃٌ کہ تو آزاد ہے اور ساتھ ہی شہادت کی انگلی اٹھائی۔ تو جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نبوت کا اعلان فرمایا۔ تو ابولہب شدید ترین دشمن بن گیا اور کفر کی حالت میں ذلیل ورسوا ہو کر اس دنیا سے رخصت ہوا۔ اس کے مرنے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے خواب میں بڑی ہولناک سزا اور بری حالت میں دیکھا تو اس سے پوچھا۔ اے میرے بھائی! تیرا کیا حال ہے تو کہنے لگا۔ جب سے تم سے

جدا ہوا ہوں کوئی بھلائی نہیں دیکھی سوائے اس کے کہ جب دوزخ کی بھڑکتی آگ میں پیاس ستاتی ہے تو اس انگلی کو چوستا ہوں۔ جو اٹھا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کی خوشی میں اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔ اور میلاد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اظہار مسرت کیا تھا۔ تو اس کی برکت سے پیاس بجھ جاتی ہے اور یہ برکت ہر سوموار کو حاصل ہوتی ہے اور اس کے عذاب میں بھی اس روز تخفیف ہوتی ہے۔

وہ کافر اور مشرک تھا اور محمد بن عبداللہ کی پیدائش کی خوشی منائی تھی نہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کو بھی ضائع نہیں فرمایا بلکہ جہنم میں یہ اس کے کام آ رہا ہے ہم تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کی خوشی صرف حضرت عبداللہ کے گھر پیدا ہونے کی وجہ سے ہی نہیں مناتے بلکہ ہم آپ کو رسول اللہ اور رحمت للعالمین بھی یقین کرتے ہیں اور اسی اعتبار سے خوشی مناتے ہیں۔ ہم آپ کے غلام بے دام ہیں۔ تو ہمیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور بخششوں سے کیوں نہیں نوازا جائے گا۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے۔

دوستاں را کجا کنی محروم   تو کہ با دشمناں نظر داری

تو اپنے دوستوں کو کیسے محروم کرے گا جبکہ تو اپنے دشمنوں پر بھی نظر کرم فرماتا ہے۔

حافظ شمس محمد بن ناصر شامی نے کیا خوب فرمایا ہے۔

اِذَا كَانَ هٰذَا كَافِرٌ جَآءَ ذَمُّهٗ   وَتَبَّتْ يَدَاهُ فِي الْجَحِيْمِ مُخَلَّدَا

اَتٰى اَنَّهٗ فِيْ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ دَآئِماً   يُخَفَّفُ عَنْهُ لِلسُّرُوْرِ بِاَحْمَدَا

وَمَا الظَّنُّ بِالْعَبْدِ الَّذِيْ كَانَ عُمْرُهٗ   بِاَحْمَدَ مَسْرُوْراً وَمَاتَ مُوَحِّدَا

جب ایک کافر جس کی مذمت میں پوری سورۃ تبت یداہ نازل ہوئی اور جو تا ابد جہنم میں رہے گا۔ اس کے بارے میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

ولادت پر اظہار مسرت کی برکت سے ہر سوموار کو اس کے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے تو تمہارا کیا خیال ہے اس بندے کے بارے میں جو زندگی بھر احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت پر خوشی مناتا رہا۔ اور کلمہ توحید پڑھتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوا کیا اسے نہیں نوازا جائے گا۔ یقیناً اسے اللہ تعالیٰ کے بے شمار انعامات سے نوازا جائے گا۔

(ضیاء النبی شریف ص 55 جلد 2)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت اللہ تعالیٰ کی وہ نعمت عظمیٰ ہے جس کا شکر ادا کرنا ہر بندہ مومن پر واجب ہے اور اس موقع پر خوشی اور مسرت کا اظہار کرنا یہ بدعت اور شرک نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ بھی ارشاد فرماتا ہے۔ کہ جب تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہو تو اس پر خوشی منانا اور اس کا اظہار کرنا چاہیے اور اس پر مال و دولت خرچ کرنا یہ اس مال و دولت سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ جسے لوگ اپنے گھروں میں جمع کرتے ہیں۔ جس طرح اس کی وضاحت اوپر بیان کر دی گئی ہے۔ اور حضور علیہ السلام خود بھی سوموار کے دن روزہ رکھا کرتے تھے۔ صحابہ کرام نے آپ سے پوچھا کہ اے اللہ تعالیٰ کے محبوب! آپ سوموار کے دن کیوں روزہ رکھتے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

فِيْهِ وُلِدْتُ وَفِيْهِ بُعِثْتُ وَفِيْهِ اَمُوْتُ

میں اسی دن پیدا ہوا اور اسی دن مجھے مبعوث فرمایا گیا۔ اور اسی دن میں اس دنیا سے رحلت فرماؤں گا۔

صحابہ کرام کا یہ بھی معمول تھا کہ وہ آپ کی تعریف میں قصائد پڑھا کرتے تھے اور آپکی آمد پر خوشی کا اظہار کرتے تھے کیا آپکو وہ وقت یاد نہیں جب آپ مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے اور بنو سلمہ کے محلہ سے ایک جلوس کی شکل میں مدینہ طیبہ کی طرف

تشریف لے گئے اور جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مدینہ طیبہ میں ورود مسعود ہوا تو بنو نجار کی بچیوں نے دف بجا کر یہ اشعار پڑھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا استقبال کیا۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعِ

الوداع کہنے والی گھاٹیوں سے ہمارے اوپر چودھویں کا چاند طلوع ہوا اور اس نعمت پر شکریہ ادا کرنا اس وقت تک ہمارے اوپر واجب ہے جب تک کوئی دعوت دینے والا اللہ کی طرف دعوت دیتا رہے گا۔

اس طرح حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی تعریف میں اشعار پڑھتے تو آپ کے لیے مسجد نبوی میں منبر بچھا دیا جاتا جس پر بیٹھ کر وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تعریف میں اشعار پڑھتے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام جھوم جھوم کر ان اشعار کو سنتے اور حضرت حسان کے لیے دعا فرما دیتے کہ وہ زبان سدا اسلامت رہے جس سے میری تعریف کے پھول جھڑتے ہیں۔ تو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 120 سال عمر پائی اور آپ کے دانت بالکل صحیح سالم تھے اور ان میں کسی قسم کی بھی کمزوری نہ تھی۔ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے ہیں۔

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَآءُ

آپ ہر قسم کے عیب سے مبرا پیدا کیے گئے ہیں گویا کہ آپ کو اس طرح پیدا کیا گیا ہے۔ جس طرح آپ چاہتے تھے۔

وَاَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِيْ وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ

آپ جیسا حسین ترین میری آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا اور آپ جیسا حسین و جمیل کسی عورت نے جنا نہیں ہے۔

سارے جہاں کے خوبرو تیری قسم تیرے سوا جچتا نہیں نگاہ میں اپنی نظر کو

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو آپ کے چچا تھے۔ انہوں نے آپ کی شان میں

ایک قصیدہ لکھا۔ جس میں خصوصیت کے ساتھ آپ کی ولادت کا ذکر ہے۔ واقعہ کچھ اس طرح سے ہے۔ کہ جب اہل عرب اسلام کی عظمت کے سامنے سرنگوں ہو گئے۔ اور اسلام کی روشنی جزیرۂ عرب سے نکل کر عجم کو بھی منور کرنے لگی تو جب قیصر روم نے یہ سنا کہ عرب میں ایک نیا دین ظہور پذیر ہوا ہے۔ جس نے ان بدوؤں کو نئی زندگی عطا کر دی ہے۔ اس کو خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں وہ بھی اسلام کی زد میں نہ آ جائے۔ تو اس نے مسلمانوں پر چڑھائی کا منصوبہ بنالیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی اس کی اطلاع مل گئی تو آپ نے اپنے صحابہ کرام کا ایک لشکر تیار کیا۔ جس میں 30 ہزار کے قریب افراد شامل ہوئے۔ ان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قیادت میں لے کر قیصر روم کے مقابلہ میں نکلے اور یلغار کرتے ہوئے۔ سرحد پر جا پہنچے افواہ یہ تھی کہ قیصر روم ایک لاکھ افراد پر مشتمل لشکر جرار مقابلہ کے لیے لا رہا ہے۔ جو ہر قسم کے جدید اسلحہ سے لیس تھا۔ لیکن جب حضور وہاں پہنچے تو سرحدیں خالی تھیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ ایسی نعمتوں سے نوازا ہے۔ جو کسی اور کو عطا نہیں کی گئیں۔ ان میں سے ایک رعب ہے۔ فرمایا: نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ۔ کہ دشمن ایک مہینہ کی مسافت پر بھی میرے رعب سے لرزہ براندام ہوتا ہے۔ کئی دن تبوک کے مقام پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیام فرمایا اور ایک مہینہ کی جدائی کے بعد آپ واپس مدینہ طیبہ کی طرف تشریف لائے تو آپ حسب معمول مسجد نبوی میں تشریف فرما ہوئے۔ صحابہ کرام حلقہ بگوش تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ میں نے ایک قصیدہ لکھا ہے۔ سنانے کو دل چاہ رہا ہے۔ تو آپ نے فرمایا سناؤ! حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طرح اشعار سنانے لگے۔ عرض کی۔

اَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ   وَضَاءَتْ بِنُوْرِکَ الْاُفُقُ

فَنَحْنُ فِیْ ذَالِکَ الضِّیَاءِ وَالنُّوْرِ   سُبُلَ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ

وَرَدْتَ نَارَ الْخَلِیْلِ مُکْتَتِمًا   اَنْتَ فِیْ صُلْبِهٖ کَیْفَ یَحْتَرِقُ

(رواہ ابن کثیر فی السیرۃ النبویہ ج ص 51\6 شرح المواهب الدنیہ ج 3، ص 48)

(1) کہ اللہ کے محبوب! جب آپ پیدا ہوئے تو زمین چمک اٹھی۔ اور آپ کے نور سے آسمان کا گوشہ گوشہ منور ہو گیا (2) پس ہم اس روشنی اور نور میں ہدایت کے راستے طے کر رہے ہیں۔ (3) آپ ابراہیم خلیل اللہ کیلئے بھڑکائی ہوئی آگ میں تشریف لے گئے۔ ان کی صلب میں آپ کا نور تھا۔ آگ کی کیا مجال تھی کہ وہ ان کو جلا سکے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ سن رہے تھے اور خوشی سے جھوم رہے تھے اور آپ نے اپنے چچا کے لیے یہ دعا فرمائی لَا يُفْضِضِ اللّٰهُ فَاكَ اللہ تعالیٰ آپ کے منہ کو سلامت رکھے

ایک اور شاعر کہتا ہے۔

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِيْنَ وَشَمْسُنَا اَبَدًا عَلَى الْاُفُقِ لَا تَغْرُبُ

کہ پہلے لوگوں کے سورج غروب ہو گئے اور ہمارا سورج افق پر کبھی غروب نہیں ہوگا

ہمیشہ سے علماء ربانین کا بھی یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش پر خوشی کا اظہار کرتے رہے ہیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ جس کام کو میری امت اچھا سمجھے فَهُوَ حَسَنٌ وہ اچھا ہی ہوتا ہے۔

اس لیے امت اسلامیہ صدیوں سے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت عظمیٰ پر اپنے جذبات تشکر و امتنان کا اظہار کرتی رہی ہے۔ ہر سال ہر اسلامی ملک کے ہر چھوٹے بڑے گاؤں اور شہر میں عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منانے کا اہتمام کیا جاتا ہے ان راتوں اور دنوں میں ذکر و فکر کی محفلیں منعقد کی جاتی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی شان کبریائی اور اس کے محبوب مکرم شفیع معظم کی شان رفعت و دلربائی کے تذکرے کیے جاتے ہیں۔ سامعین کو اس دین قیم کے احکامات سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ علماء تقریریں کرتے ہیں ادباء مقالے پڑھتے ہیں۔ شعراء اپنے منظوم کلام سے اظہار عقیدت ومحبت کرتے ہیں۔

صلوۃ وسلام کی روح پرور صداؤں سے ساری فضاء معطر اور منور ہو جاتی ہے اہل خیر کھانے پکا کر غرباء و مساکین میں تقسیم کرتے ہیں۔ صدقات وخیرات سے ضرورت مندوں

کی جھولیاں بھر دیتے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ گلشن اسلام میں از سرنو بہار آ گئی ہے امام ابوشامہ جو امام نووی شارح صحیح مسلم کے استاد الحدیث ہیں فرماتے ہیں:

وَمِنْ اَحْسَنِ مَا ابْتُدِعَ فِیْ زَمَانِنَا مَا یُفْعَلُ کُلَّ عَامٍ فِی الْیَوْمِ الْمُوَافِقِ لِیَوْمِ مَوْلِدِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مِنَ الصَّدَقَاتِ وَالْمَعْرُوْفِ وَاِظْهَارِ الزِّیْنَةِ وَالسُّرُوْرِ فَاِنَّ ذٰلِکَ مَعَ مَا فِیْهِ مِنَ الْاِحْسَانِ لِلْفُقَرَآءِ مُشْعِرٌ لِّمَحَبَّةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَتَعْظِیْمِهٖ فِیْ قَلْبِ فَاعِلِ ذٰلِکَ وَشُکْرَ اللّٰهَ تَعَالٰی عَلٰی مَا مَنَّ بِهٖ مِنْ اِیْجَادِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الَّذِیْ اَرْسَلَهٗ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ

ہمارے زمانے میں جو بہترین نیا کام کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ لوگ ہر سال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے میلاد کے دن صدقات اور خیرات کرتے ہیں اور اظہار مسرت کے لیے اپنے گھروں اور کوچوں کو آراستہ کرتے ہیں کیوں کہ اس میں کئی فائدے ہیں فقراء ومساکین کے ساتھ احسان اور مروت کا برتاؤ ہوتا ہے نیز جو شخص یہ کام کرتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے محبوب کی عظمت اور محبت کا چراغ ضیاء بار ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اللہ کریم نے اپنے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیدا فرما کر اور حضور کو رحمت للعالمین کی خلعت فاخرہ پہنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر بہت بڑا احسان ہے جسکا شکریہ ادا کرنے کے لیے اس میں بہجت ومسرت کا اظہار کیا جا رہا ہے۔

ایک دوسرے محدث امام سخاوی کا ارشاد بھی ملاحظہ فرمائیں۔ آپ فرماتے ہیں:

اِنَّ عَمَلَ الْمَوْلِدِ حَدَثَ بَعْدَ الْقُرُوْنِ الثَّلَاثَةِ ثُمَّ لَازَالَ اَهْلُ الْاِسْلَامِ مِنْ سَائِرِ الْاَقْطَارِ وَالْمُدُنِ الْکِبَارِ یَعْمَلُوْنَ الْمَوْلِدَ

وَيَتَصَدَّقُوْنَ فِي لَيَالِيْهِ بِاَنْوَاعِ الصَّدَقَاتِ وَيَعْتَنُوْنَ بِقِرَآءَةِ مَوْلِدِهِ الْكَرِيْمِ وَيُظْهِرُ عَلَيْهِمْ مِنْ بَرَكَاتِهِ كُلَّ فَضْلٍ عَمِيْمٍ

موجودہ صورت میں محفل میلاد کا انعقاد قرون ثلاثہ کے بعد شروع ہوا پھر اس وقت سے تمام ملکوں اور بڑے بڑے شہروں میں اہل اسلام میلاد شریف کی محفلوں کا انعقاد کرتے رہے ہیں حضور کی ولادت باسعادت کا واقعہ پڑھ کر حاضرین کو بڑے اہتمام سے سنایا جاتا ہے اور اس عمل کی برکتوں سے اللہ تعالیٰ اپنے فضل عمیم کی بارش کرتا ہے۔

ایک تیسرے محدث جو ضعیف احادیث پر تنقید کرنے میں بے رحمی کی حد تک بے باک ہیں یعنی علامہ ابن جوزی (علامہ ابو الفرج عبدالرحمٰن بن جوزی) کی رائے بھی اس سلسلہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

قَالَ ابْنُ الْجَوْزِیُّ مِنْ خَوَاصِّهٖ اَنَّهٗ اَمَانٌ فِي ذَالِکَ الْعَامِ وَبُشْرٰی عَاجِلَةٌ بِنَيْلِ الْبُغْيَةِ وَالْمَرَامِ

محفل میلاد کی خصوصی برکتوں سے یہ ہے کہ جو اس کو منعقد کرتا ہے اس کی برکتوں سے سارا سال اللہ کے حفظ وامان میں رہتا ہے اور اپنے مقصد ومطلوب میں جلدی حصول کے لیے یہ ایک بشارت ہے۔ (ضیاء النبی شریف ص 48 ج 2)

اسی طرح شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب در ثمین میں اپنے والد شاہ عبدالرحیم کا واقعہ نقل کرتے ہیں کہ میرے والد محترم بارہ ربیع الاول شریف کے موقع پر حضور علیہ السلام کا یوم ولادت مناتے تھے اور کھانا پکا کر غرباء ومساکین میں تقسیم کرتے تھے۔ ایک سال ایسا آیا کہ آپ کے پاس کھانا پکانے کا راشن نہ تھا اور آپ کی جیب میں ایک ٹکا یعنی دو پیسے تھے آپ نے انہیں کے بھنے ہوئے چنے منگوائے اور ان کو میلاد شریف کی برکات حاصل کرنے کے لیے غرباء میں تقسیم کر دیا۔ جب رات کو سوئے۔ تو حضور علیہ السلام کے دیدار کا شرف

حاصل ہوا اور خواب میں دیکھا کہ آپ علیہ السلام تشریف فرما ہیں۔ آپ کے سامنے ایک میز ہے۔ جس پر وہی بھنے ہوئے چنے رکھے ہوئے ہیں۔ آپ علیہ السلام ان کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں:

نِعْمَ مَا فَعَلْتَ يَا عَبْدَالرَّحِيْمِ

اے عبدالرحیم جو کچھ تو نے کیا یہ بہت ہی اچھا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کا میلاد شریف منانا آپ کی خوشی کا باعث بنتا ہے۔

حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی جو علمائے دیوبند کے پیر و مرشد ہیں۔ اپنے رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ میں فرماتے ہیں۔ کہ فقیر کا مشرب یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہوں بلکہ برکات کا ذریعہ سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف اور لذت پاتا ہوں۔

حسان بن ثابت یوں زمزمہ سنج ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مولود شریف پڑھتے ہوئے کھڑے ہونا فرض ہے۔

اَقُوْمُ وَالْقِيَامُ عَلَيْكَ فَرْضٌ وَتَرْكُ الْفَرْضِ اَنّٰى يَسْتَقِيْمُ

میں آپ کے احترام میں کھڑا ہوتا ہوں اور حضور علیہ السلام کے سامنے کھڑا ہونا فرض ہے اور فرض کا ترک کرنا کب درست ہے۔

أَيُمْكِنُ مَنْ لَهٗ عَقْلٌ رَّجِيْعٌ وَمَعْرِفَةٌ يَرَاكَ وَلَا يَقُوْمُ

کیا اس آدمی کے لیے جس کا عقل سلیم ہو اور اسے معرفت بھی ہو اس کے لیے ممکن ہے کہ وہ آپ کو دیکھے اور کھڑا نہ ہو؟

یہ اشعار حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کے حضور علیہ السلام کے احترام میں کھڑا ہونا فرض سمجھتے ہیں

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔

مَا زَالَ اَهْلُ الْاِسْلَامِ يَحْتَفِلُوْنَ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ جَدِيْدَةٍ

وَيَعْتَنُوْنَ بِقِرَائَةِ مَوْلِدِهِ الْكَرِيْمِ وَيُظْهِرُ عَلَيْهِمْ مِنْ بَرَكَاتِهِ كُلَّ فَضْلٍ عَمِيْمٍ۔

اہل اسلام ہر نئے سال میں ہمیشہ سے محفل میلاد منعقد کرتے رہتے ہیں اور حضور علیہ السلام کا مولود پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں اور اس عمل کی برکتوں سے اللہ تعالیٰ اپنے فضل عمیم کی ان پر بارش کرتا ہے۔

مذکورہ بالا حوالہ جات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حضور علیہ السلام کا پیدا ہونا اور اس دنیا کی ظلمتوں کو اپنے نور ہدایت سے روشن و منور کرنا اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان ہے اور اس موقع پر خوشی منانا اس نعمت عظمیٰ کا شکرادا کرنا ہر مومن پر ضروری ہے اور یہ اس کے ایمان اور محبت کی دلیل ہے۔

حضور سیدی وسندی ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ ضیاء النبی شریف میں ان الفاظ میں اپنے جذبہ محبت کا اظہار کرتے ہیں اور آپ لکھتے ہیں۔

اس لیے ہم بصد ادب اور از راہ جذبہ خیر اندیشی ان حضرات کی خدمت میں عرض کرتے ہیں جو محفل میلاد کے انعقاد کو بدعت اور شرک کہتے ہیں۔ وہ اس تشدد کو ترک کر دیں۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب کی ولادت باسعادت سب امتیوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا عظیم الشان احسان ہے۔ آیئے اس روز مل کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدۂ شکر ادا کیا کریں۔ اس کی تسبیح و تہلیل کے نغمے الاپا کریں اظہار مسرت کے ہر جائز طریقہ کو شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے بروئے کار لائیں۔ ایسی محفلوں کا انعقاد کریں جن میں امت مصطفویہ کے افراد جمع ہوں اور انہیں علماء وحکماء سیرت نبویہ سے آگاہ کریں۔ اس کے محبوب کریم کی بارگاہ جلال و کمال میں عقیدت ومحبت سے صلاۃ وسلام کے رنگین پھول پیش کیا کریں۔ اور یہ اہتمام بہر حال ملحوظ خاطر رہے کہ کوئی ایسی حرکت نہ ہونے پائے جس میں کسی فرمان الٰہی کی نافرمانی ہو یا سنت نبویہ کی خلاف ورزی ہو۔ (ضیاء النبی شریف ص55ج2)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْوَلِيِّ ذِی الْمَنَنْ   اَلْوَاهِبِ الرَّزَّاقِ دَیَّانِ الدِّیْنَ

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جو بلند ہے اور بڑے احسانات والا ہے وہ عطا بھی کرتا ہے اور رازق بھی ہے اور تمام اہل دین کو جزا دینے والا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ اَنْقَذَنِیْ مِنْ قَبْلِ اَنْ اَکُوْنَ فِیْ ظُلْمَةِ قَبْرٍ مُّرْتَهَنْ

اس کی وہ ذات ہے جس نے مجھے کفر سے نجات دی اس سے بیشتر کہ میں قبر کے اندھیروں میں رہن رکھ دیا جاؤں۔

وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ

اکتالیسواں وعظ

بیعت کا شرعی جواز اور اس کے فوائد

بیعت کا مطلب کسی شیخ کامل کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر یہ عہد کرنا ہے کہ میں آئندہ احکام شریعت اور سنت نبویہ کی پابندی کروں گا اور اپنے شیخ کے ارشادات کے تحت اپنی زندگی بسر کروں گا۔ اس طرح جو مرید اپنے آپ کو اپنے شیخ کے سپرد کرتا ہے وہ صرف شیخ کے تابع ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کے بھی تابع ہو جاتا ہے۔ حقیقت میں وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بیعت کو تازہ کرتا ہے۔ اور اس کی تجدید کرتا ہے۔ جو ایک سنت ہے۔ (عوارف المعارف)

قرآن حکیم میں بیعت کا ثبوت بڑے واضح اور غیر مبہم انداز میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور تلاش کرو اس تک پہنچنے کا وسیلہ اور جدوجہد کرو اس کی راہ میں تا کہ تم فلاح پاؤ۔

اسی آیت کے تحت تفسیر ضیاء القرآن میں حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''ایمان، نیک اعمال، عبادت، پیروئ سنت اور گناہوں سے بچنا یہ سب اللہ تک پہنچنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ ہیں۔ اور مرشد کامل جو اپنی روحانی توجہ سے اپنے مرید کی آنکھوں سے پٹی اتار دیتا ہے اور اس کے دل میں یاد الٰہی کی تڑپ پیدا کر دیتا ہے اس کے وسیلہ ہونے میں کون شبہ کر سکتا ہے۔ کاملین امت نے ایسے مرشد کی تلاش میں سینکڑوں، ہزاروں کوس کی مسافت کو پاپیادہ طے کیا ہے اور ان کی راہنمائی اور دستگیری سے آسمان

معرفت وحکمت پر مہر و ماہ بن کر چمکے ہیں"۔

سورۂ فتح میں ارشاد ربانی ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ

بے شک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ کی بیعت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیعت کو اپنی بیعت فرمایا ہے۔ تو اولیاء کرام نائب الرسول ہوتے ہیں ان کی بیعت، بیعت رسول ہے پھر بیعت اللہ ہے۔ اس لیے شیخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں جو شیخ کامل کے زیر حکم ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت میں ہوتا ہے اور سنت بیعت کو زندہ کرتا ہے۔

اسی طرح سورہ ممتحنہ میں عورتوں سے بیعت لینے کا ارشاد موجود ہے:

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ عَلٰٓی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَھُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُھْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْھِنَّ وَاَرْجُلِھِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْھُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَھُنَّ اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

اے نبی مکرم! جب حاضر ہوں آپ کی خدمت میں مومن عورتیں تاکہ آپ سے اس بات پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہیں لگائیں گی جھوٹا الزام جو انہوں نے گھڑ لیا ہو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان اور نہ آپ کی نافرمانی کریں گی کسی نیک کام میں تو (اے میرے محبوب) انہیں بیعت فرمالیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ان کی مغفرت مانگا کرو بے شک اللہ غفور اور رحیم ہے۔

فتح مکہ کے دن عورتوں نے بارگاہ رسالت میں بیعت کے لیے حاضری دی تو آپ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عورتوں کی بیعت کے لیے مقرر کیا۔ اور جن باتوں کا آیت میں ذکر ہے ان پر عمل کرنے کا پختہ وعدہ لیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں سے کئی بار بیعت لی۔ مگر کسی عورت کے ساتھ بیعت لیتے وقت مصافحہ نہ کیا۔ کبھی تو زبانی ان امور کی پابندی کا وعدہ لیا اور کبھی پانی سے بھرے ہوئے پیالے میں اپنا دست مبارک ڈالا اور اس کے بعد بیعت کرنے والی عورت کو اپنا ہاتھ رکھنے کا حکم دیا۔ اور کبھی کپڑا دست مبارک میں لے کر عورتوں سے بیعت لی۔

اسی طرح احادیث طیبہ میں بھی صحابہ کرام کا حضور علیہ السلام سے بیعت کرنے کا ذکر ہے۔ صرف ایک حدیث پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

مسلم شریف میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس بات پر بیعت کی کہ ہم ہر آسانی اور مشکل میں، ہر خوشی اور ناخوشی میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کریں گے۔ اور اپنے امیر سے اس وقت تک منہ نہ پھیریں گے جب تک اس سے واضح کفر ظاہر نہ ہو۔

مشائخ کی صحبت اور بیعت کے فوائد

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے ننانوے قتل کیے پھر اس نے پوچھنا شروع کیا کہ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ یہی سوال اس نے ایک راہب سے کیا تو اس نے کہا تیری توبہ کی کوئی گنجائش نہیں اس نے اسے بھی قتل کر دیا پھر اس نے ایک اور عالم سے اپنی توبہ کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا تمہاری توبہ قبول ہو سکتی ہے تم فلاں شہر میں جاؤ وہاں اللہ کے عبادت گذار بندے رہتے ہیں۔ ان کے پاس جا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اور اپنے علاقے میں واپس نہ جانا کیونکہ وہ برا علاقہ ہے۔ وہ شخص اس شہر کی طرف چل پڑا، راستے میں موت واقع ہو گئی، رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے اس کے متعلق بحث کرنے لگے۔ رحمت کے فرشتے کہنے لگے اس نے دل سے توبہ کر لی تھی اب یہ اللہ کی طرف متوجہ ہو کر آ رہا تھا اور عذاب کے فرشتے کہنے لگے اس نے کوئی نیکی نہیں

کی، پھر ایک فرشتہ انسانی شکل میں ان کے پاس آیا انہوں نے اسے اپنا ثالث بنالیا اس نے کہا ان دونوں زمینوں کی پیمائش کرو جس زمین کے قریب ہو اس کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ کرو جب پیمائش کی گئی تو وہ اس زمین کے قریب تھا جس کی طرف جا رہا تھا۔ پس رحمت کے فرشتے اس کی روح کو لے گئے۔ حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیچھے والی زمین کو حکم دیا تھا کہ دور ہو جا اور آگے والی زمین کو حکم دیا تھا کہ نزدیک ہو جا حالانکہ جدھر وہ جا رہا تھا وہ جگہ دور تھی اور جو مسافت طے کی تھی وہ نزدیک تھی تو گویا آگے والی مسافت کو لپیٹ دیا اور پیچھے والی مسافت کو پھیلا دیا۔

اسی طرح بخاری و مسلم میں ایک طویل حدیث کے آخر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ذکر کرنے والوں کی بخشش پر فرشتوں کو گواہ بناتے ہیں تو فرشتے عرض کرتے ہیں:

كَانَ فِيهِمْ فُلَانٌ لَمْ يَرِدْهُمْ اِنَّما جَآءَ لِحَاجَةٍ

کہ اس محفل میں ایسا آدمی بھی تھا جو ذکر کے ارادے سے ان کے پاس نہیں آیا تھا بلکہ اپنی دنیوی غرض کے لیے آیا تھا تو اللہ فرماتا ہے:

هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ یہ وہ گروہ ہے جن کے پاس بیٹھنے والا بد بخت نہیں رہتا۔

ان دونوں احادیث پر غور فرمائیں کہ پہلی حدیث شریف میں سو افراد کو قتل کرنے والا ابھی محفل میں پہنچا نہیں تھا صرف صدق دل سے ان کی مجلس کا ارادہ کیا تھا تو جنت کا مستحق ہو گیا۔ اور دوسری حدیث میں دنیوی کام سے آنے والا بھی سعادت مندی کی دولت سے بہرہ مند ہو گیا۔ تو جو شخص ان کی عقیدت کا دم بھرتا ہے ان کے افعال واقوال کی پیروی کرتا ہے اور ان سے اپنا تعلق اور نسبت استوار کرتا ہے اسے کتنا رحمت الٰہی سے حصہ ملتا ہوگا۔

علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ جو اولیاء کرام کے مزارات پر خلوص نیت سے حاضر ہوتے ہیں ان کو روحانی مدد حاصل ہوتی ہے۔ اور اکثر مشکل کاموں کا حل ان کے وسیلے سے ہو جاتا ہے۔

شیخ کامل کی صفات اور شیخ کامل کے آداب

(1) ایمان اور تقویٰ کی دولت کا حامل ہو۔

(2) عقائد اہل سنت کا متبع ہو۔

(3) احکام شریعت کا علم رکھتا ہو۔

(4) اس کا سلسلہ نسبت حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک متصل ہو۔

(5) کسی شیخ کامل نے اسے بیعت کی اجازت عطا کی ہو۔

(6) انسان اس کی مجلس میں بیٹھے تو اپنے دل کو اللہ کی طرف مائل دیکھے۔

(7) شریعت مطہرہ اور سنت نبویہ پر سختی سے عمل پیرا ہو۔ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: شریعت ایک سرسبز و شاداب درخت ہے جس پر ولایت، غوثیت، قطبیت کے پھل پھول لگتے ہیں جہاں شریعت مطہرہ کا سایہ دار درخت ہی نہ ہو وہاں پھل پھول کیسے ہوں گے۔'' اسی طرح حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''سلوک و معرفت کی راہیں بغیر اتباع رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طے نہیں کی جا سکتیں۔''

(8) شیخ کو چاہئے کہ وہ اپنی خلوت نشینی کے لیے کچھ وقت مقرر کرے جس میں لوگوں کی آمد و رفت نہ ہو تاکہ اس کی خلوت نشینی کا اثر اس کی بزم نشینی میں جاری ہو۔

(9) شیخ کو چاہئے کہ وہ اپنے متوسلین و مریدین سے ایک والد جیسے شفقت آمیز اور محبت بھرے لہجے سے پیش آئے۔ اور مریدین کی استعداد اور قابلیت کے مطابق ان کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرے۔

(10) شیخ کے وظائف میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ اپنے عقیدت مندوں سے حسن اخلاق سے پیش آئے۔

(11) مریدین پر لطف و کرم اور ان سے نرمی اور خوش طبعی کا مظاہرہ کرے۔

(12) شیخ مرید کے مال سے تعلق نہ رکھے بلکہ مریدین کی نصیحت، تعلیم و تربیت خالصۃً اللہ کی رضا کے لیے کرے۔

(13) شیخ کے آداب میں یہ بھی ہے کہ اگر مرید میں کوئی کوتاہی دیکھے تو اسے مجلس میں کھلے لفظوں میں منع نہ کرے بلکہ دوران گفتگو اس کوتاہی کی طرف اشارہ کر دے۔

آداب مرید

تصوف کی مشہور و معروف کتاب عوارف المعارف سے خلاصہ کر کے چند آداب ذکر کیے جاتے ہیں۔

(1) مرید اپنے شیخ کو ہی کامل اور اکمل سمجھے، کسی اور بزرگ کو اپنے شیخ کی مثل یا اس سے برتر نہ سمجھے ورنہ رشتہ دوستی کمزور ہو جائے گا۔ اور پیر کا ارشاد دل پر تاثیر چھوڑ دے گا۔

(2) شیخ کی صحبت کو لازم پکڑے یعنی یہ خیال کرے کہ مجھے جو بھی عنایات ہوں گی اسی دربار کے وسیلے اور اسی مرشد کریم کے واسطے سے ہوں گی۔

(3) شیخ کے تصرف پر راضی ہو، شیخ اس کے مال اور وجود میں جیسا بھی تصرف کرے مرید صادق اسے برضا و رغبت تسلیم کرے۔ اپنی عقل و ارادہ کو دخل نہ دے۔

(4) اپنے شیخ پر تنقید اور اعتراض کی زبان نہ کھولے جب شیخ سے کوئی ایسا فعل صادر ہوتا دیکھے جو اس کی نظر میں صحیح و درست نہ ہو تو اسے اپنی کم فہمی پر محمول کرے۔ اور حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے واقعہ کو یاد کرے۔

(5) شیخ کے کلام کو پورے انہماک اور استغراق سے سنے۔

(6) شیخ کے سامنے بے تکلف نہ ہو۔

(7) شیخ کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کرے۔

(8) شیخ سے غیر ضروری سوال نہ کرے۔

(9) کلام کرنے سے پہلے شیخ کی کیفیت کا جائزہ لے۔

(10) شیخ سے اپنے احوال نہ چھپائے۔

(11) شیخ کی رضا کو ہمیشہ مدنظر رکھے۔

ان آداب کی تفصیل عوارف المعارف میں ہے وہاں ملاحظہ کریں۔ جو شخص اپنے شیخ کے ساتھ ان آداب کا خیال رکھے گا ان شاء اللہ جلد گوہر مقصود (قرب الٰہی) کو پالے گا۔

اے اللہ ہمیں بھی مریدین باصفا کے ذوق سے بہرہ ور فرما اور اپنے نیک بندوں کی

سعیت ومحبت سے نواز۔

مزارات اولیاء کرام پر حاضری کا طریقہ

مزارات اولیاء پر حاضر ہونا اور وہاں سے کسب فیض کرنا سنت اولیاء کرام ہے اور بالکل جائز ہے جیسے صرف ایک مثال پیش خدمت ہے حضرت خواجہ ءخواجگان سلطان الہند شیخ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب ہندوستان تشریف لائے تو حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر چالیس دن تشریف فرما رہے اور جو کچھ وہاں سے فیض حاصل کیا اس کو اس طرح بیان فرمایا۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

لیکن اس فیض کے حصول کی چند شرائط ہیں جو یہ ہیں۔

جب کسی اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے کے مزار پر حاضری کا شرف نصیب ہو تو پورے اخلاص، نیازمندی اور عقیدت سے حاضر ہونا چاہئے کیونکہ گوہر مقصود صرف باادب لوگوں کو ہی نصیب ہوتا ہے۔ لیکن اظہار عقیدت میں شریعت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تجاوز قطعاً جائز نہیں۔ مثلاً بعض لوگ مزارات پر پیشانی رکھ کر سجدے کی صورت بنا لیتے ہیں۔ یہ ہرگز ممنوع ہے۔ کیونکہ شریعت محمدی میں اللہ کے سوا کسی ذات کو سجدہ عبادت کرنا حرام ہے بلکہ سجدۂ تعظیمی بھی ممنوع ہے اسی طرح بعض حضرات مزارات کا طواف کرتے ہیں۔ یہ بھی علماء شریعت کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک مخصوص عبادت ہے۔ جو مخصوص جگہ یعنی بیعت اللہ شریف کے ساتھ مختص ہے اسی طرح مزارات پر حاضری کے وقت مردوں اور عورتوں کا اختلاط بھی نہیں ہونا چاہئے مزارات کا بوسہ بعض علماء اور اکثر مشائخ کے نزدیک جائز ہے اور اس کی دلیل والدین کی قبور کے بوسہ سے مستنبط ہے:

اِنَّ رَجُلاً جَآءَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ حَلَفْتُ اَنْ اُقَبِّلَ عَتَبَۃَ بَابِ الْجَنَّۃِ وَالْحُوْرَ

الْعِيْنَ فَاَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّقَبِّلَ رِجْلَ الْاُمِّ وَجَبْهَتَهَا وَجَبْهَةَ الْاَبِ. و يُرْوٰى اَنَّه قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لِّيْ اَبَوَانِ فَقَالَ قَبِّلْ قَبْرَهُمَا قَالَ اِنْ لَّمْ اَعْرِفْ قَبْرَهُمَا قَالَ خُطَّ خَطَّيْنِ وَانْوِ بِاَنَّ اَحَدَهُمَا قَبْرُ الْاُمِّ وَالْاٰخِرَ قَبْرُ الْاَبِ فَقَبِّلْ هُمَا فَلَا تَحْنَثُ فِيْ يَمِيْنِكَ (کذافی کنزالعباد، بحوالہ فتاوی عبدالحی)

ایک شخص بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی حضور! میں نے قسم اٹھائی ہے کہ میں جنت کی دہلیز اور آہو چشم حور کو بوسہ دوں گا، آپ نے فرمایا کہ اپنی والدہ کے پاؤں اور پیشانی اور والد کی پیشانی کو بوسہ دو۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ اس نے عرض کی یا رسول اللہ! اگر میرے والدین زندہ نہ ہوں تو پھر؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان کی قبور کو بوسہ دے اس نے عرض کی اگر قبور کا علم بھی نہ ہو تو پھر؟ فرمایا دو لکیریں کھینچ لے ایک کو اپنی والد کی قبر اور ایک کو اپنے والدہ کی قبر تصور کر کے انہیں بوسہ دے اور اپنی قسم پورا کرلے۔

مزارات پر فاتحہ اور دعا کا طریقہ

زیارت کرنے والا مزار شریف کے قریب بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر قرآن کا کچھ حصہ یا اوراد و وظائف پڑھ کر یوں دعا مانگے "یا اللہ جو کچھ میں نے پڑھا ہے یا میرے ملک ہوا ہے۔ اس کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما۔ اور اس کا ثواب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں نذر کرتا ہوں۔ آپ کی روح پر فتوح پر پہنچا دے۔ پھر تمام انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین تبع تابعین، تمام مشائخ سلسلہ چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ کی ارواح مقدسہ کو پہنچا دے۔ تمام مومن مردوں اور تمام مومن عورتوں کی ارواح کو پہنچا دے۔ اور خصوصاً صاحب مزار کی روح پاک کو پہنچا دے۔

پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اے مولائے کریم! تیرے نیک بندے کی بارگاہ میں حاضر

ہوکران کا وسیلہ پکڑ کر تیری بارگاہ سے اپنی حاجات کا سوال کرتا ہوں۔ میری حاجات کو پورا فرما۔ پھر صاحب مزار سے مخاطب ہوکر یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ اے فلاں بزرگ میری حاجات کے پورا ہونے کی میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ وہ میری مشکلات و حاجات کو حل فرمائے۔

کسی نیک بندے کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ پکڑنا ارشادات نبویہ سے ثابت ہے۔ بطور حوالہ صرف ایک حدیث شریف پیش خدمت ہے۔

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَآءَ رَجُلٌ ضَرِيْرٌ فَشَكَا اِلَيْهِ ذِهَابَ بَصَرِهٖ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ) لَيْسَ لِيْ قَائِدٌ وَّ قَدْ شُقَّ عَلَيَّ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِئْتِ الْمِيْضَاةَ فَتَوَضَّأْ ثُمَّ صَلِّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰى رَبِّكَ فَيُجَلِّيْ لِيْ عَنْ بَصَرِيْ اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِيَّ وَ شَفِّعْنِيْ فِيْ نَفْسِيْ قَالَ عُثْمَانُ فَوَ اللّٰهِ مَا تَفَرَّقْنَا وَلَا طَالَ بِنَا الْحَدِيْثُ حَتّٰى دَخَلَ الرَّجُلُ وَ كَاَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ بِهٖ ضُرٌّ

- حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ایک نابینا شخص بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ اور اپنی نظر کے نہ ہونے پر شکایت کی اور عرض کی یارسول اللہ! میرا کوئی ہاتھ پکڑنے والا نہیں ہے۔ میں انتہائی تکلیف میں ہوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لوٹا لاؤ۔ پھر وضو کر کے دو رکعت نفل ادا کرو، پھر یہ دعا پڑھو (اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی محمد جو نبی رحمت ہیں اس کا وسیلہ لے کر تیری بارگاہ میں متوجہ ہوتا ہوں۔ اے

محمد! صلی اللہ علیک وسلم میں آپ کے وسیلے سے آپ کے رب کی بارگاہ میں متوجہ ہوتا ہوں کہ وہ میری نظر کو روشن فرمائے اے اللہ! میرے متعلق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت قبول فرما اور میری دعا کو قبول فرما۔) حضرت عثمان فرماتے ہیں ابھی ہماری مجلس برخاست نہ ہوئی تھی اور زیادہ کلام بھی نہ ہوئی تھی کہ وہ شخص آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل کر کے واپس آ گیا یوں لگتا تھا جیسے اسے کوئی تکلیف ہی نہ تھی امام حاکم فرماتے ہیں هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَ لَمْ يُخْرِجَاهُ یہ حدیث صحیح ہے مگر بخاری و مسلم نے نقل نہیں کی۔ امام ذہبی فرماتے ہیں اِنَّه صَحِيحٌ کہ یہ صحیح ہے۔

برداران طریقت! یہ سلسلہ بیعت حقیقت میں ایک تنظیم ہے جس کی رکنیت ہر پیر بھائی حاصل کرتا ہے اس میں کاغذی فارم تو پر نہیں کیا جاتا مگر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اس تنظیم کے مشن کو آگے بڑھانے کے لیے ایک عہد و پیمان باندھا جاتا ہے تو جس طرح کسی تنظیم کے کارکن جتنے محنتی، جفاکش، مخلص اور اپنی جماعت کے قواعد و ضوابط کے پابند اور اطاعت امیر کے جذبے سے سرشار ہوتے ہیں وہ جماعت اتنی ہی مضبوط، منظم اور کامیاب ہوتی ہے اسی طرح اگر ہم بھی بیعت کے ذریعے اپنے سلسلے کے مقاصد کے لیے مخلص ہو جائیں اور اپنے امیر کی اطاعت کا پختہ عزم کر لیں تو کچھ بعید نہیں کہ امت مسلمہ کی فلاح و خیر خواہی کا فریضہ سر انجام دینے میں جلد کامیاب ہو جائیں اور دنیا و آخرت کی تمام سعادتوں کے مستحق ہو جائیں یہ یاد رہے کہ بیعت کا مقصد اپنے نفس اور باطن کی اصلاح کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ کی نیکی کی طرف راہنمائی اور اس کی خیر خواہی کے لیے اپنے آپ کو تیار کرنا بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے قلوب و اذہان کو ہمارے شیخ طریقت کے طفیل پاک فرمائے اور دین حنیف کی زیادہ سے زیادہ خدمات سر انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

برادران طریقت سے گذارش ہے کہ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف ضیاء القرآن، ضیاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، سنت خیر الانام کو اپنے معمولات میں شامل کریں

اور ماہنامہ ضیائے حرم کا مطالعہ بھی اپنی زندگی کا حصہ بنائیں۔

نوٹ:۔ میں ضیاء الواعظین کے اختتام پر ''بیعت اور اس کا شرعی جواز'' کے موضوع پر لکھے گئے مقالہ کا اضافہ کر رہا ہوں یہ مقالہ حضرت علامہ سید محمد اقبال شاہ صاحب مدظلہ مدرس دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف نے ترتیب دیا تھا اس مقالے کے لکھنے کا حضور غریب نواز صاحبزادہ والاتبار امین الامت محمد امین الحسنات شاہ صاحب سجادہ نشین دربار عالیہ امیر السالکین رحمۃ اللہ علیہ بھیرہ شریف کے حکم پر لکھا گیا ہے تاکہ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے عرس شریف کی مقدس محافل میں عوام الناس کے سامنے پیش کیا جائے قبلہ شاہ صاحب نے اس مقالہ کو بڑی ہی محنت اور لگن سے لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی یہ کوشش قبول و منظور فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ، رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰہُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی حَبِیْبِکَ الْمُکَرَّمِ وَنَبِیِّکَ الْمُعَظَّمِ وَرَسُوْلِکَ، الْمُحْتَشَمِ وَحَبِیْبِیْ وَقُرَّۃِ عَیْنِیْ وَ سُرُوْرِ قَلْبِیْ وَمَلْجَائِیْ وَمَفْزَعِیْ فِی الدَّارَیْنِ سَیِّدِیْ وَسَیِّدِ الْخَلْقِ مُحَمَّدٍ مَّنْبَعِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَطْیَبِھَا وَ مِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَزْکَاھَا وَمِنَ الْبَرَکَاتِ اَسْنَاھَا وَمِنَ التَّحِیَّاتِ اَجْمَلِھَا وَعَلٰی آلِہِ الْکِرَامِ وَاَصْحَابِہِ الْعِظَامِ وَمَنْ اَحَبَّھُمْ وَاتَّبَعَھُمْ اِلٰی یَوْمِ الْجَزَآءِ وَالْاِحْسَانِ

احقر العباد

حافظ محمد خان نوری ابدالوی

من علماء دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف (عفی عنہ)

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

کی شہرۂ آفاق تفسیر کا جدید، سلیس، دلکش، دلآویز اردو ترجمہ

ادارہ ضیاءُ المصنفین

بھیرہ شریف کی زیرنگرانی

مرکزی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے علماء کی ایک نئی کاوش

تفسیر در منثور 6 جلد

زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آچکی ہے